

زَادُ الْمَعَادِ

حِصَّةُ سَوْمٍ

مُتَرَجِّمًا

سَيِّدِ بَلْسِ اِحْمَدِ حَفَرِي نَدَوِي

مُصَنَّفًا

عَلَّامِ كَلِمَاتِ ابْنِ تَيْم

نَفِيسُ كَيْدِي

بَلَا سِيسِ اسْتَرْبِطِ ————— كِرَاچِي نَمْبَارِ

قِيَمَتِ: - باره روپيه مجلد

۲۹۷۹۹۲۱

۲۸۲

۱۱۴۱۰

v. 3

جملہ حقوق طباعت و اشاعت دائمی بحق

چوہدری محمد اقبال سلیم گاہنڈری

مالک نفیس اکیڈمی و مسعود پیشنگ ہاؤس

بلاکس اسٹریٹ کراچی، محفوظ ہیں

طبع اول ————— دسمبر ۱۹۴۲ء

مطبوعہ

انٹرنیشنل پریس کراچی

زاد المعاد

في

هدى خير العباد،



لشمس الدين ابي عبد الله محمد بن القاسم الجوزي

٦٩١ ————— ٦٥١ هـ



الجزء الثالث

فہرست

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۰	حضرت ابو ذر کی وصیت	۲۵	آخر آمد زپس پرودہ تقدیر پدید
۲۱	واقعہ تبوک کی طرف رجوع، دو منافقوں کی کہانی		زلزلہ
	حاکم اہلیہ سے صلح	۲۷	حصہ سوئم کے مباحث و مسائل
	{ غیر مسلموں سے آنحضرتؐ کا دوا دارانہ اور	
۲۲	فسر اخذلانہ برتناؤ		غزوہ تبوک
۲۳	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اماں نامہ		تاریخ اسلام کا ایک اہم ترین غزوہ اور
۲۴	عیسائی بادشاہ اکیدر دومہ	۳۳	اس سے متعلقہ مباحث
	{ حضرت خالد بن ولید کے ہاتھوں گرفتاری	۳۳	خدا کی راہ میں حضرت عثمان کا ایثار اور قربانی
۲۴	{ دوبار رسالت سے پروانہ رہائی	۳۴	اللہ کا ایک بے پایہ بندہ اور اس کی چشم تر
۲۵	ایک صحابی کی وفات کا واقعہ	۳۴	علیؑ اور محمدؐ، موسیٰؑ اور ہارونؑ کی مماثلت
۲۵	عذر کی بنا پر شرکت جہاد سے محرومی	۳۵	ابو حنیمہ، رسول خدا کا ایک فدائی
۲۶	آنحضرتؐ کا ایک اثر انگیز خطبہ	۳۷	منافقوں کی شرانگیزیاں اور شرارتیں
	{ انسانی کردار و سیرت کی تشکیل کا معیار	۳۸	حضرت ابو ذر غفاری کے بارے میں آنحضرتؐ کی تشکیلی

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۸	ایشیا اور فدویت کی مثال	۴۶	(اور اس کی حقیقت راسخہ
۵۹	دس خطا کاروں کا واقعہ	۴۶	انسان کس طرح بنتا اور بگڑتا ہے
۶۱	فقہی احکام و مسائل کا استنباط	۴۸	غزوہ تبوک کے دوران میں جمع بین الصلاتین
۶۱	وہ نکات و معارف جو اس غزوہ سے حاصل ہوئے		امتانیقین کی طرف سے آپ کی جان لینے کی
۶۱	کوچ کا حکم ملنے کے بعد تاخیر روا نہیں		کوشش ناتمام
۶۱	مالی جہاد بھی واجب ہے		رحمت للعالمین نے ان منافقوں کے نام
۶۲	حضرت عثمان کی فضیلت و مزکیت	۴۹	ظاہر نہیں ہونے دینے
۶۲	عاجز کے تسلیم کیا جائے گا		مسجد ضرار
۶۲	استخلاف امام کا مسئلہ		منافقوں کی تعمیر کردہ مسجد کو ڈھا دینے کا
۶۳	حضرت علی رضی کی فضیلت و مزکیت	۵۱	فرمان نبوی
۶۴	سفر میں جمع بین الصلاتین کا مسئلہ		وحی کے ذریعہ آنحضرت کو اطلاع
۶۴	اگر مٹی نہ ملے تو ریت سے بھی تیمم جائز ہے		کعب بن مالک اور ان کے رفقاء کا معاملہ
۶۶	اگر مصلحت دائمی ہو تو قسم توڑنا مستحب ہے		آنحضرت کی طرف سے مقاطعہ کا حکم اور
۶۷	غصہ کی قسم بھی معتبر سمجھی جاسکتی ہے	۵۳	اس کے اثرات و نتائج
	{ اصل معطل، مانع اور عامل خدا ہے، رسول	۵۳	آنحضرت کی مدینہ میں واپسی
	{ صرف منفذ ہے	۵۴	رسول اللہ کا مدینہ میں داخلہ
۶۷	{ نفاق کفر تک پہنچ جائے تو بھی منافق کا	۵۵	مسلمانوں کو حکم کہ کعب وغیرہ کا بائیکاٹ کریں
	{ قتل روا نہیں۔	۵۵	امتحان اور آزمائش کی گھڑیاں
۶۸	معاہدین اور اہل ذمہ کے بارے میں ایک	۵۶	ایک اور گھڑی آزمائش، شاہ عثمان کی طرف سے
۶۹	رات کے وقت تدفین کا مسئلہ	۵۶	آخری اور سخت ترین آزمائش
۷۰	مال غنیمت اور قیدی مجاہدین کا حق میں	۵۷	آخر امتحان کی گھڑی گزر گئی
۷۰	ایک اہم شرعی نکتہ	۵۸	خطا کار دربار رسالت میں

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۷۹	مسلمان کی شان	۷۱	مقامات معصیت کی تخریب و انہدام جائز ہے
۷۹	خوشخبری دینے والے کو عطیہ دینا	۷۱	وقف کب درست اور جائز ہے
۷۹	اخلاق کریمانہ کی علامت ہے۔	۷۲	قبر پر مسجد یا صحن مسجد میں قبر کی تعمیر ناجائز ہے
۷۹	دینی نعمت میسر آنے پر پورا لباس دنیا بھی	۷۲	مدحیہ اشعار کے جواز کا پہلو
۷۹	مستحب ہے	۷۳	مدوح مدحیہ اشعار سن سکتا ہے
۷۹	خوشخبری کے موقع پر مصافحہ کرنا بھی	۷۳	امام اپنا ارادہ مخفی رکھ سکتا ہے
۷۹	مستحب ہے۔	۷۳	بدعت حسنة کا جواز
۸۰	توبہ قبول ہونے پر حسب استطاعت صدقہ	۷۳	پچھڑنے والوں سے امام کو باز پرس کرنی چاہیے
۸۰	کرنا مستحب ہے۔	۷۳	سفر سے واپسی کے آداب
۸۰	پورا مال صدقہ کرنے کی نیت کر چکنے کے	۷۴	منافقتین کے اظہار اسلام میں جرح نہیں
۸۰	بعد بھی اس پر عمل واجب نہیں	۷۴	کی جاسکتی
۸۰	صدقہ کی نذر تہائی مال سے زیادہ نہیں	۷۴	امیر یا امام تادیباً اسلام کا جواب نہ دے
۸۰	سہونی چاہیے۔	۷۴	یہ جائز ہے۔
۸۱	صدقہ کرنے والا اپنے لیے کیا رکھے	۷۴	ایک اہم اور لطیف نکتہ
۸۱	یہ اس کے ذاتی فیصلہ پر منحصر ہے	۷۵	مقاطعہ کی صورت میں ترک جماعت قابل
۸۱	مسند احمد کی ایک روایت اور اس کی تشریح	۷۵	مواخذہ نہیں
۸۳	راست گوئی اور صدق بیانی کی قدر و عظمت	۷۵	واقعہ کعبہ اور اس سے حاصل شدہ
۸۳	تکرار توبہ کے الفاظ کی حکمت و مصلحت	۷۵	نکات و مصالح
۸۴	اللہ تعالیٰ کا فرمان و علی الثلاثة الذین	۷۶	شاہ غسان کے رومی دربان کا قبول اسلام
۸۴	خلفوا	۷۸	کامیابی و کامرانی کی بشارت
۸۴	طلاق بغیر نیت کے نہیں ہوتی	۷۸	ایک فکر آفریں اور اہم نکتہ
۸۴	ایک بندے کے لیے قبول توبہ کا دن افضل	۷۸	سجدہ شکر کی اہمیت و عظمت

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
	وفد عبد القیس		توک سے واپسی کے بعد
۹۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں	۸۵	۹ھ میں حضرت ابوبکر صدیق کی تلامذہ ج
۹۷	ایک نصرانی کا قبول اسلام	۸۵	سورہ برات کا نزول
۹۷	فوائد و مسائل و احکام مستنبط		وفود عرب
۹۷	جبر و قدر کا مسئلہ مہمتہ		غیر مسلم قبیلوں کے نمائندے آنحضرت کی خدمت میں
	وفد بنو حنیفہ	۸۸	
۹۰	مسئلہ کذاب آستانہ نبوت پر	۹۰	لات کا انہدام معیرہ بن شعبہ کے ہاتھوں
۱۰۱	اس واقعہ سے متعلقہ احکامات	۹۱	عثمان بن ابی العاص کو آنحضرت کی تلقین
	وفد طے کی آمد		چند فقہی احکام و مسائل
	ازید الخلیل یا زید الخیر کے بارے میں آنحضرت کے ارشادات	۹۲	وفد ثقیف اور وفود عرب کی آمد سلسلہ میں استنباط
۱۰۳	وفد کندہ کی آمد	۹۲	اہل حرب میں اگر کوئی عذر کرے تو ضمان نہیں
۱۰۴	خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں	۹۲	مشرکین کو مسجد میں بٹھرایا جا سکتا ہے
۱۰۵	مسائل فقہیہ کا اس واقعہ سے استنباط	۹۲	امارت و امامت کا استحقاق کسے ہے؟
	اشعر لویں اور یمنیوں کا وفد	۹۲	شرک کے مراکز کا انہدام
۱۰۶	بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں	۹۲	مزارات بھی ایسی ذیل میں آتے ہیں
۱۰۸	وفد ازد	۹۳	طاغوت گاہوں کی مساجد میں تبدیلی
۱۰۸	آستانہ نبوی پر حاضر ہوتا ہے	۹۳	شیاطین اور بلیات سے پناہ
۱۰۸	آپ کی ایک پیش گوئی	۹۳	وفود عرب کی جوق در جوق آمد
۱۱۰	وفد بنو حارث بن کعب کی آمد		عامر بن طفیل اور ارباب بن قیس
۱۱۰	جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت دینا ضروری ہے		آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر
	وفد سہدان	۹۴	خدا کی قہر

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۳۱	مخلوق کی تعظیم حد عبدیت تک کرنا چاہیے	۱۱۲	در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
۱۳۱	جزیرہ بصورت مال بھی جائز ہے	۱۱۴	وقد مزینہ کی آمد
۱۳۱	حضرت معاذ بن جبل کا واقعہ	۱۱۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ
۱۳۲	اہل کتاب کو سوؤ کی اجازت نہیں	۱۱۵	وقد دوس
۱۳۲	ایک کے بجائے دوسرے کو نہیں پکڑا جاسکتا	۱۱۶	آنحضرت کے خلاف ایک شاعر سے
	فروین عمرو الجذامی	۱۱۷	اہل مکہ کی استمداد
۱۳۳	اسلام کے نام پر جان دینے والا ایک نو مسلم	۱۱۷	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا
۱۳۴	ضمام بن ثعلبہ	۱۱۸	اکی واقعہ سے ثابت شدہ احکامات فقہیہ
	بنو سعد بن بکر کے پیامبر کا آنحضرت سے	۱۱۸	قبول اسلام سے پہلے غسل واجب ہے
۱۳۴	سوال و جواب	۱۱۸	جنگ ختم ہونے سے پہلے ملک پہنچ جائے
۱۳۴	بت پرستی سے کنارہ کشی	۱۱۹	تو اس کا حصہ ہوگا
	طارق بن عبد اللہ اور اس کے رفقاء	۱۱۹	اکرامات ادبیا کا وقوع نصرت دین کے لیے
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش معاملگی کا	۱۱۹	سہوتا ہے
۱۳۴	رحمت انگیز واقعہ	۱۱۹	دعوت اسلام میں صبر و استقامت ضروری
۱۳۴	آپ کا ایک اثر آفرین خطبہ		وقد نجران
	وقد نجیب	۱۲۰	اہل کتاب کے ایک فد سے آنحضرت کی صلح
۱۴۰	ایک سعادت مند طفل نو عمر و نوخیز کی کہانی	۱۲۶	آنحضرت کا عہد نامہ
۱۴۰	ارتداد کے موقع پر جس کے پاؤں نہ ڈگمگائے	۱۲۷	ایک سعید روح
۱۴۳	تضاعد سے وقد بنو ندیم کی آمد	۱۲۸	اکی واقعہ سے متعلق فقہی احکامات
	اسلام میں نہ کوئی چھوٹا ہے نہ بڑا، بڑائی	۱۲۸	اقرار نبوت اسلام کے لیے کافی نہیں
	اسلام کی ہے۔	۱۲۸	کیا ابوطالب مسلمان تھے ؟
۱۴۵	قدوم وقد بنی نزارہ	۱۲۹	اہل کتاب کے مناظرہ جائز ہے

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۶۱	قدم و قد عثمان	۱۴۵	رحمت العالمین کی دعائے طلب باران وقد بہار کی آمد
۱۶۱	اسلام پر ثابت قدم رہنے والے تین کرموں		اہل و قد پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لطف و عنایت
۱۶۲	قدم و قد سلاماں	۱۴۷	وقد عذرہ کی آمد
۱۶۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے باران		اہل و قد کو نچ شام کی خوشخبری آنحضرت کی طرف سے
۱۶۴	قدم و قد بنی علس	۱۴۸	قدم و قد بی
	قدم و قد غامہ		اہل و قد کے استفسارات رسالتاب سے چند اہم مسائل فقہیہ
۱۶۵	ایک عجیب و غریب اور حیرت انگیز واقعہ	۱۴۸	جہانی کی مدت اور میزبان کا قرینہ
۱۶۷	قدم و قد ازو	۱۴۹	لاوارث بکریوں اور اونٹوں کی ملکیت
	حکمت کی باتیں نبوت سے قریب ہیں لیکن کہ نبوت ختم ہو چکی ہے	۱۵۰	قدم و قد ذمی مرہ
۱۶۷	قدم و قد بنی منتفق	۱۵۱	تھوڑے لوگوں کے لیے آپ کی دعائے باران
۱۶۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خطبہ		قدم و قد خولاں
۱۷۴	ذات و صفات الہی کی قسم جائز ہے		عم انس نامی بت کی داستان عجیب
۱۷۴	نبی سے سوال و جواب کرنا روا ہے	۱۵۲	وقد بہار
۱۷۴	بعث ضرور ہوگی	۱۵۶	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت یادداشت
۱۷۴	شے کا حکم نظیر کے مطابق ہوتا ہے	۱۵۶	قدم و قد صدرا
	قدم و قد نخع	۱۵۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادہ کی طرف سے میزبانی کی پیشکش
۱۷۶	زرارہ بن عمرو کے عجیب و غریب مشاہدات اور ان کی توجیہ	۱۵۹	پرچم کا استعمال مستحب ہے
	ہر قتل کے نام	۱۶۰	
۱۷۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی		

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۰۲	علاج بدن کے اقسام و طرق مفرد اور مرکب ادویہ کے استعمال کے فوائد پر ایک نظر	۱۸۰	کسری اشرف شاہ ایران کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک بادشاہ حبش نجاشی کے نام
۲۰۴	ہر مرض کا علاج موجود ہے		رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک
۲۰۴	لا علاج مرض صرف موت ہے	۱۸۱	بادشاہ مصر
۲۰۵	بسیار خوری اور کم خوری		مقوقس کے نام آنحضرتؐ کا مکتوب
۲۰۷	آپ کی سنت طیبہ اور متوازن طریق کار	۱۸۲	مقوقس کی طرف سے تحائف
۲۰۷	امراض کی دو انواع ہیں	۱۸۲	منذربن ساومی کے نام مکتوب رسولؐ
۲۰۸	بخار کے علاج میں آپ کی سنت طیبہ		یہودیوں اور مجوسیوں کے لیے جزیہ کا آفرمان نبوی
۲۱۱	امراض شکم سورہ ہضم اور پیٹ کی خرابی	۱۸۷	شاہ عمان کے نام مکتوب رسولؐ
۲۱۱	شہد کے فوائد کثیرہ		نامہ بزرگوں العاص کے نامہ کے انگشتاقت و تاثرات
۲۱۳	ایک آیت اور اس پر بحث	۱۸۹	یمامہ کے حاکم
۲۱۳	طاعون		ہودہ کے نام رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا خط
۲۱۴	علاج، پرہیز، احتیاط، اور فرار جہاں طاعون پھیلا ہونے جاوے، آپرٹے تو بھاگو مت	۱۹۲	حارث بن ابی شمر غسانی کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک
۲۱۵	تضا و قدر پر توکل کی تعلیم		طیبہ ربوی
۲۱۵	اہل کتاب میں اختلاف رائے مرض استسقاء	۱۹۷	علاج بدن اس کے اقسام اور انواع کا بیان
۲۱۷	علاج، پرہیز، ہدایت	۲۰۰	

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۲۰	جسم کی پاکیزگی		زخم اور جراحت
۲۲۰	تدبیر — طریقہ — علاج	۲۱۹	علاج — اور طرق علاج
	ذات الحنب		پچھنے لگوانا اور دان سے علاج کرنا
۲۲۲	دوا، معالجہ، کیفیت، پرہیز		احادیث متعددہ و مختلفہ اور ان کی
	درد سر اور درد شقیقہ	۲۲۰	تفصیل و تشریح
۲۲۲	کیفیت، اسباب، علامات، علاج		حجامت یعنی پچھنے لگوانا
	حنا (ہندی)	۲۲۲	احادیث نبوی اور بیان احادیث
۲۲۲	فوائد، طریق استعمال، اثرات		اوقات حجامت
	علاج اور تیمارداری	۲۲۵	سینگیوں میں دن لگوانی چاہئیں
	دوران علالت میں مرہنیوں کے ساتھ	۲۲۶	احادیث ماثورہ کے مسائل مستنبط
۲۲۹	کیا برتاؤ کرنا چاہیے۔		قطع عروق اور داغ
	پھوڑے پھنسی	۲۲۸	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ
۲۵۲	علاج، احتیاط ادویہ		مرگی کا مرض
	قلبی بیماریاں		یہ ارواح کا نتیجہ بھی ہوتا ہے اور مرض کا
۲۵۲	کھجوروں کے فوائد، منافع اور خواص	۲۳۰	کہیں
۲۵۵	سات کے عدد اور اس کے خواص		مرگی کا سبب اور علاج
	ضرر اغذیہ کے دفعیہ میں	۲۳۳	دعا کا اثر دوا سے زیادہ کارگر ہوتا ہے
۲۵۸	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ	۲۳۵	عرق النساء
	پرہیز اور احتیاط		سنت اور طب کی رو سے مرض کی
۲۵۹	پرہیز کے اقسام اور ان کے اثرات و نتائج	۲۳۵	تشریح و علاج
	علاج اور پرہیز سے متعلق		تشکی طبع
۲۶۱	معلومات ضروریہ اور نافعہ	۲۳۶	تعریف، علاج اور تفصیلات

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۷۷	جادو اور سحر	۲۶۳	آشوب چشم
۲۷۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ		سکون، ترک حرکت، اور پرہیز
۲۸۱	سحر کا سب سے زیادہ نافع علاج دو لائے	۲۶۵	سن ہو جانے کا علاج
	الہیہ سے		آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تباہی ہوئی
	استفراغ، ایک علاج		تدبیر
	استفراغ کے اقسام اور فوائد و اثرات		مکھی
	علاج کے لیے	۲۶۶	جس کے ایک پر میں زہر ہے دوسرے میں شفا
۲۸۲	حاذق اور ماہر معالج سے رجوع کرنا چاہئے		پھنسی کا علاج
	انارٹی معالج	۲۶۸	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ
	کوئی غلطی کر جائے تو اس سے نادان لیا		حاد اور مزمن امراض و اورام
۲۸۶	جاسکتا ہے		آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اور
۲۸۷	(۱) طبیب حاذق پر ضمان نہیں ہوگی	۲۶۹	ہدایات
۲۸۸	(۲) انارٹی اور جابل معالج		نیمار واری کا گر
	(۳) طبیب حاذق کی دانستہ غلطی موجب	۲۷۱	مریضوں کی تفریح اور تقویت قلب کا سامان
	ضمان ہے۔		عادی اور غیر عادی دوائیں
۲۸۸	(۴) طبیب کی چوتھی قسم		مذکورہ ادویہ سے علاج کے بارے میں
۲۸۸	(۵) طبیب کا پانچویں قسم	۲۷۳	آپ کا معمول اور اصول
	ماہر اور حاذق طبیب		غادی اغذیہ میں سے زیادہ لطیف غذا
	وہ امور جن کا اہتمام اور انصرام معالجات	۲۷۳	استعمال کرانی چاہئیں
۲۹۰	میں لازمی اور ضروری ہے		زہر کا علاج
	امراض متعدی		خیر کی یہودیہ عورت کا زہر آلود کھانا
۲۹۲	بیماروں کے لیے احتیاط و صحت مندگی کے لیے ہونا	۲۷۵	اور آپ کا تدارک

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۰۹	نظر بد کی دو قسمیں	۲۹۴	جذام اور دق و سل سے تحفظ
	نظر بد کا علاج	۲۹۴	جذام اور دق و سل موروٹی امراض میں
۳۱۱	سنت نبوی کی روشنی میں	۲۹۵	کیا یہ احادیث باہم معارض ہیں ؟
۳۱۲	نظر بد سے بچنے کی ایک اور دعا	۲۹۵	ان احادیث میں تو ارض نہیں
	خود اپنی نظر لگتا	۲۹۶	و با پھوٹ پڑنے کی صورت میں کیا کرنا چاہئے
۳۱۴	نظر بد سے بچنے کی ایک عام اور جامع دعا	۲۹۷	غزابت روایات سے بچنے کی تاکید
۳۱۵	آیات قرآنی کو گھول کر پلانا		حرام چیزیں دوا نہیں بن سکتیں
	نظر بد سے بچنے کا طریقہ	۲۹۹	یہ بجائے ایک قسم کی سخت اور شدید بیماری ہے
۳۱۶	حضرت عثمان بن عفان کا ایک واقعہ	۲۹۹	شراب دوا نہیں مرض ہے
	حجھار پھونک اور دم	۳۰۰	جو چیزیں حرام ہیں ان کی بنیاد خبت ہے
۳۱۷	جن سے نظر بد کا اثر زائل ہو جاتا ہے		✓ شراب کے باسے میں بقراط کی رائے
	روحانی علاج		سر میں جوں کا پڑنا
۳۱۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ	۳۰۲	اسباب - تحفظ، علاج، تدبیر
	نیش عقرب	۳۰۳	سر منڈانے کی تین صورتیں
۳۲۱	سورہ فاتحہ کے ذریعہ علاج اور اس کی مصلحت	۳۰۴	نام نہاد شیوخ اور صوفیہ پر اعتراض
۳۲۲	قرآن میں شفاء اور رحمت ہے	۳۰۵	سلام کے موقع پر جھکنا بھی سجدہ ہے
	دفع سمیت میں		رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات
۳۲۴	سورہ فاتحہ کی برکتیں اور فائدہ رسائیاں		ادویہ طبعیہ، ادویہ روحانیہ
	بھجو کا ڈنگ		مفرد اور مرکبہ سے معالجات
۳۲۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ	۳۰۸	نظر برحق ہے
۳۲۵	حالت نماز میں آپ کی انگلی پر بھجو کا ڈنگ	۳۰۸	نظر بد، اس کے اثرات اور معالجات
۳۲۵	سورہ اخلاص اور نمک کے پانی سے علاج	۳۰۸	نظر بد کا علاج، حجھار پھونک سے

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۲۳	ان امراض میں ادویہ بالا کی جہت تاثیر	۳۲۵	سورہ اخلاص کے برکات و فوائد
۳۲۴	ترک گناہ اور کم خوری و کم گوئی کے برکات	۳۲۶	بچھو کے ڈنگ سے بچنے کی دعا
۳۲۴	یا "حییٰ یا قیوم" کے منافع و برات	۳۲۷	مصائب سے بچنے کی دعا
۳۲۵	اسم اعظم والی آیات شریفیہ	۳۲۹	پھوڑے پھنسی کا علاج دم سے
	حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود	۳۳۰	سانپ کا ڈسنا
۳۲۶	اور اس کے معارف البیہ اور اسرار عبودیت	۳۳۰	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ
۳۲۶	دو اصول جو مدار توحید ہیں		درد اور پھوڑے پھنسی کا علاج
۳۲۶	دعائے یونس علیہ السلام کے اسرار و رموز	۳۳۱	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ
۳۲۷	چار امور جو ذریعہ توسل ہیں		درد پر دم کرنے سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ
۳۲۸	ابو امامہ کی حدیث کے اسرار و رموز	۳۳۲	مصیبت اور غم کے موقع پر
۳۲۸	"ہم" اور "حزن" کے اسرار		آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تباہی ہوئی عیاشی
۳۲۸	"عجز" و "کسل" کے اسرار		جو کچھ تمہارے پاس ہے سب خدا ہی کا کام ہے
۳۲۸	"تہر جمال" اور ضلع الدین کے اسرار	۳۳۳	آخر کار اللہ کے پاس واپس جانا ہے
۳۲۹	استغفار کی تاثیر عجیب	۳۳۵	اپنے غم پر دوسروں کا غم یاد کرو
۳۲۹	نماز کے برکات و فوائد	۳۳۶	مصائب نعمت الہی کا سبب ہیں
۳۵۰	دفع غم و الم کے لیے جہاد کی تاثیر		کرب و الم اور حزن و غم کا علاج
۳۵۰	لاحول ولاقوة الا باللہ کی تاثیر	۳۳۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ
	بے خوابی و حشت، اور پریشانی		رنج و غم دور کرنے کی دعا
۳۵۱	دعا - دعا - علاج - تدبیر	۳۴۰	حضرت ذوالنون علیہ السلام کی دعا
	جل جانے کا دوا، آگ بھانے کی تدبیر	۳۴۱	جہاد جنت کا دروازہ ہے
۳۵۲	تجکیر کا اثر آگ بھادیتا ہے	۳۴۲	دعائی دول کے پندرہ دورس اور اہم فائدے
	۳۴۲

صفحه	عنوانات	صفحه	عنوانات
۴۳۸	حرف الـدال		حرف الـبا
۴۳۸	دمن (روغن)	۴۱۹	بلخ (تربوز)
۴۴۰	حرف الـذال	۴۱۹	بلخ (تازه کجور)
۴۴۰	ذریره	۴۲۰	بسر خشک کجور
۴۴۰	ذباب (مکھی)	۴۲۰	بیض (اندک)
۴۴۰	ذهب (سونا)	۴۲۱	بصل (پیاز)
۴۴۲	حرف الـراء	۴۲۲	بادنجان
۴۴۲	رطب (تتر کجور)	۴۲۲	حرف الـتار
۴۴۳	ریحان	۴۲۵	یتن (انجیر) — تلبنه
۴۴۴	رمان (انار)		حرف الـثار — تلج و برت — شوم (تخم)
۴۴۴	حرف الـزاد		حرف الـحیم
۴۴۶	زیت (زیتون)		جماد
۴۴۶	زبد (مکھی)		جبن (پنیر)
۴۴۶	زبیب (گشش)		حرف الـحاء
۴۴۶	زنجبیل (سونا)		حنا (هندی)
۴۴۹	حرف الـسین		جده السوداء
۴۴۹	سنا		حریر (ریشم)
۴۴۹	سواک		حرف
۴۵۰	سمن (گھی)		علیه (میتھی)
۴۵۱	سک (مچی)		حرف الـخار
۴۵۲	حرف الـشین		غل (سرکه)
۴۵۲	شونیز		خلال

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۴۶۲	حرف الغین	۴۵۲	شبرم
۴۶۲	غیث	۴۵۲	شیر (جو)
۴۶۳	حرف الفار	۴۵۳	شم (چربی)
۴۶۳	فاتحہ الكتاب	۴۵۴	حرف الصاد
۴۶۴	فانیہ	۴۵۴	صلوة (نماز)
۴۶۴	فضہ (چاندی)	۴۵۵	صبر
۴۶۶	حرف القاف	۴۵۵	صبر (ایلو)
۴۶۶	قرآن	۴۵۶	صوم (روزہ)
۴۶۶	تطوکت	۴۵۶	حرف الصاد
۴۶۶	قصب (گنا)	۴۵۶	قصب (گوہ)
۴۶۸	حرف الکاف	۴۵۶	منفدع (مینڈک)
۴۶۸	کتاب للحمی (بخار کے لیے تعویذ)	۴۵۸	حرف الطاء
۴۶۸	عسر (ولادت کا تعویذ)	۴۵۸	طیب (غوشبو)
۴۶۹	نکیر کا تعویذ	۴۵۸	طین (مٹی)
۴۶۰	حرف اللام	۴۵۸	طلح
۴۶۰	لحم (گوشت)	۴۵۹	طلح
۴۶۰	بھیر کا گوشت	۴۶۰	حرف العین
۴۶۱	بکری کا گوشت	۴۶۰	عنب (انگور)
۴۶۱	بکری کا بچہ	۴۶۰	عسل (شہد)
۴۶۱	گائے کا گوشت	۴۶۰	عجوبہ
۴۶۱	گھوڑے کا گوشت	۴۶۱	عنبر
۴۶۱	اونٹ کا گوشت	۴۶۱	عود

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۴۷۹	درس	۴۷۱	گہ کا گوشت
۴۷۹	وسمہ	۴۷۲	ہرن کے بچہ کا گوشت
۴۸۰	خطرات سے متعلق طبی ہدایتیں	۴۷۲	ہرن کا گوشت
۴۸۰	اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرو	۴۷۲	خرگوش کا گوشت
۴۸۱	بقراط کا قول	۴۷۲	پرندوں کا گوشت
۴۸۱	بیمار ڈالنے والی چار چیزیں	۴۷۲	مرغی کا گوشت
	آنحضرت کے احکام و قضایا	۴۷۳	بطخ کا گوشت
	آپ کا اصول اور معمول احکام جزیہ	۴۷۳	گوریہ کا گوشت
۴۸۲	کے نفاذ میں	۴۷۳	کبوتر کا گوشت
	غلام کو عمداً یا غلطی سے قتل کرنے	۴۷۳	ٹڈھی کا گوشت
۴۸۲	کی سزا۔	۴۷۳	لبن (دودھ)
	ایک یہودی کو عبرت انگیز	۴۷۴	بھیر، بکری اور گائے کا دودھ
۴۸۲	سزا۔	۴۷۵	حرف المیم
	جنین کا تاوان اور قتل خطا کی	۴۷۵	مار (پانی)
۴۸۳	دیت۔	۴۷۵	آب زمزم
	حضرت علیؑ کا ایک عجیب	۴۷۵	مشک
۴۸۳	فیصلہ	۴۷۶	ملح (نمک)
	محرمات سے شادی کرنے والا سزا	۴۷۷	حرف النون والہاء
۴۸۳	قتل کا مستحق ہے۔	۴۷۷	نخل (کھجور)
	تاخیر قصاص زخم مجروح کا مندرجہ	۴۷۸	زرگس
۴۸۴	کے ہونے تک۔	۴۷۸	ہندبا
	...	۴۷۹	حرف الواو و حرف الیاء

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
	حدِ قذف	۲۸۵	گھر میں تاک جھانک کرنے والے کی سزا
۲۹۷	ارتداد اور شراب نوشی کی سزائے شرعی		رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
۲۹۷	مرتد کی سزا	۲۸۶	چند احکام و قضایا
۲۹۷	شرابی کی سزا	۲۸۶	مقتول کی دیت کیا ہے
	شرابی کو حسب مصلحت سزائے قتل دی جاسکتی ہے۔	۲۸۶	حضرت عمرؓ کا فیصلہ
۲۹۸	چوری کی سزا	۲۸۷	معادہ کی دیت کیا ہے
	قطع ید کا نصاب اور اس سے متعلق مباحث		جرم زنا کا اقرار اور اس کی سزا
۲۹۹	اچکے اور خان کے لیے قطع ید نہیں	۲۸۹	ایک زانی مرد اور ایک زانیہ
۲۹۹	کھجور کے چور کا حکم		عورت کا واقعہ
۲۹۹	بکری چرانے کی سزا	۲۸۹	اقراری مجرم سے استفسار
	مقدمہ پیش کرنے کے بعد واپس نہیں لیا جاسکتا		اقراری مجرم کو جرم زنا کی تحریم سے واقف ہونا چاہیے۔
۵۰۰	چونچھ شخص خود چوری کا اقرار کرے	۲۹۰	ایک زانیہ کا واقعہ
۵۰۰	چوری کا ایک اور اقراری مجرم	۲۹۱	غیر شادی شدہ زانی کی سزا
	جن لوگوں پر چوری کی تہمت لگائی جائے ان کا حکم	۲۹۱	قضائے رسول سے احکام و مسائل مستنبط
۵۰۱	حکام و قضایا سے بالا سے احکام متنبط		لواطت
۵۰۲	چوری کے تین احوال	۲۹۲	وضع خلاف فطرت کی عبرت انگیز سزا
	مسلمان، یا ذمی اور معاہد		زنا کا اقرار و انکار
	اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر.....	۲۹۴	اقراری زانی پر حسد جاری ہوگی
		۲۹۶	منکر عورت سے ساقط

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
	مقتول کا سلب قاتل کا ہے	۵۰۵	سب و شتم کریں تو کیا سزا ہوگی؟
۵۱۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ	۵۰۵	ایک یہودیہ عورت کا انجام
۵۱۴	سلب کے چار احکام		} معاہدہ کا عہدہ اسی وقت تک ہے کہ } سبب نہجاً نہ کرے
۵۱۴	کیا سلب کا شمار خمس میں ہوگا	۵۰۶	
۵۱۵	سلب صرف قاتل کا حق ہے	۵۰۶	ایک راہب اور حضرت ابن عمرؓ
۵۱۵	ابن اعزاز کے قول کی تردید	۵۰۶	شاتم رسولؐ کے قتل پر اجماع امت
۵۱۶	وہ لوگ جنہیں آپؐ نے سلب دلویا		} خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم } کا طرز عمل
۵۱۶	سلب کا خمس میں ہونا بے دلیل ہے	۵۰۶	
۵۱۶	ایک آیت اور اس کی تفسیر		نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوراک
	} حضرت ابو قتادہ کا واقعہ اور اس } سے استدلال		سین ۱۱۲۱۰
۵۱۶			زہر دے کر ہلاک کرنے کی کوشش
۵۱۶	ایک گواہ کی شہادت کافی ہے	۵۰۸	} اور آپؐ کا طرز عمل } اگر جاسوس مسلمان ہو
۵۱۷	جب دشمن مسلمان کے مال و املاک پر قبضہ کرنے		} آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا } اصول اور معمول
	پھر اسی کے قبول اسلام کے بعد وہ	۵۰۹	
۵۱۷	چیزیں اسی کی رہیں گی		اسیران جنگ
۵۱۷	ابن عمرؓ کا ایک واقعہ		} آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصول } اور معمول
۵۱۷	حضرت خالدؓ کا واقعہ	۵۱۱	
۵۱۷	آنحضرت کا فیصلہ	۵۱۲	اسیران جنگ اہل کتاب بھی مشرک ہیں
	} مہاجرین فتح مکہ کے بعد } اپنا مال و املاک واپس نہ لے سکے	۵۱۳	خیبر کے یہودیوں کے ساتھ معاملہ
۵۱۷			۵۱۳
۵۱۸	آنحضرتؐ اور جناب عقیلؓ		

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۲۳	قاصدوں اور سفیروں کے قتل اور حبس کی ممانعت	۵۱۸	اصل صورت واقعہ
	غیر مسلم کو امان، اور پناہ دینا۔	۵۱۸	کفار و مجاہدین قبول اسلام کے بعد مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مخالف اور بدایا۔
۵۲۴	امان مسلمان مرد بھی دے سکتا ہے اور مسلمان عورت بھی۔	۵۲۰	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل اور طریق کار۔
۵۲۴	ام ہانی کا واقعہ	۵۲۰	بادشاہوں کی طرف سے بدایا اور تحائف
۵۲۴	حکم قتال کے بغیر دعوت اسلام	۵۲۰	دیپاچ کی زر کار قبائوں کی تقسیم
۵۲۴	قتال کی مشروط اجازت	۵۲۰	مقوقس (شاہ مصر) کا تحفہ
۵۲۴	قتال سے معاہدین کا استثنا	۵۲۱	نجاشی بادشاہ حبشہ کا ہدیہ
۵۲۴	اہل کتاب سے قتال کا حکم	۵۲۱	آپ کی خدمت میں فخر کی پیشکش
۵۲۵	مجوس سے بھی حبزیہ لیا گیا	۵۲۱	بادشاہ ایلہ کا ہدیہ
۵۲۵	مجوس اور اہل کتاب کے سوا کسی سے حبزیہ نہیں۔	۵۲۱	ابوسفیانؓ کا تحفہ آپ نے قبول کر لیا
۵۲۵	حبزیہ ہر غیر مسلم سے لیا جاسکتا ہے	۵۲۱	مشرک کا ہدیہ ناقابل قبول
۵۲۵	عربوں سے حبزیہ کیوں نہیں لیا گیا	۵۲۱	مقوقس نے استرار نبوت کر لیا نہا۔
۵۲۶	مجوس اور مشرکین کا فرق	۵۲۱	مجاہد مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کیا جاسکتا۔
		۵۲۲	غیر مسلموں کا تحفہ مالِ غنیمت سمجھا جائے گا
			دشمن سے وفار عہد کا حکم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۲۷	جزیرہ کی تعداد کا تعین	۵۲۶	بت پرست اور مجوس کا امتیاز
	اہل مکہ سے معاہدہ صلح	۵۲۶	عرب اور غیر عرب میں تفریق
	نقض عہد کی صورت میں	۵۲۶	قریش اور غیر قریش میں تفریق
	بغیر اعلان کے جنگ کی جا سکتی		عربی اور غیر عربی کا کوئی سوال
۵۲۸	ہے۔	۵۲۷	ہیں۔

”آخر آمد پس پردہ تقدیر پید!“

انتر محمد اقبال سلیم گاہندی

خدائے بزرگ و برتر کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج میں ”زاد المعاد“ کا تیسرا حصہ خواندگان کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اردو زبان علم و فن کے اعتبار سے دنیا کی کسی ترقی یافتہ زبان سے فرومایہ نہیں ہے۔ ہر علم و فن پر اسی زبان میں بہترین کتابیں تصنیف و تالیف یا ترجمہ کی صورت میں موجود ہیں، اور اسلامیات پر تو اتنا بڑا اور اتنا اچھا ذخیرہ موجود ہے کہ ہماری یہ زبان فخر کے ساتھ عربی سے آنکھ ملا سکتی ہے بلکہ بعض اعتبارات سے اس پر برتری کا دعویٰ کر سکتی ہے۔

لیکن باایں ہمہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ابھی تک کئی ایسے گنج ہائے گراں عربی زبان میں موجود ہیں جو دنیائے عربیت رکھتے ہیں، اور اردو خواں پبلک ان کے مشابہدے سے محروم ہے۔ انہی میں ایک علامہ ابن قیم کی یہ کتاب زاد المعاد بھی ہے جس کے دو حصے آپ کی نظر سے گزر چکے ہیں اور اب یہ تیسرا حصہ آپ کے سامنے ہے۔

اس کتاب کی اہمیت، افادیت اور عظمت کا اندازہ آپ کو پہلے دو حصے پڑھ کر ہو چکا ہوگا، اب یہ تیسرا حصہ جو اہم ترین مباحث و مسائل پر مشتمل ہے، آپ کی رائے کو اور زیادہ محکم و استوار کرنے کے لئے پڑھ کر آپ غصوں کریں گے کہ واقعی یہ اردو زبان کی بد نصیبی تھی کہ ایسی معرکہ آما، اور یگانہ روزگار

کتاب سے اردو کا دامن خالی تھا ، اور اب میری طرح آپ بھی فخر کریں گے کہ اتنی بڑی محرومی کی تلافی
بالآخر ہو گئی ۔

للہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر می خواست ،
آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید !
مجھے امید ہے کہ اسی کتاب کا آخری یعنی چوتھا حصہ بھی میں اگلے مہینہ آپ کی خدمت میں
پیش کرنے کی عزت اور سعادت حاصل کر سکوں گا ۔ و باسئلہ التوفیق ۔

”زاد المعاد“ حصہ سوم کے مباحث و مسائل

یہ زاد المعاد کا تیسرا حصہ ہے۔

پہلے دونوں حصوں سے یہ حصہ، اپنے علمی و تحقیقی مباحث، مسائل فقہیہ، واقعات تاریخی اور بیان و کلام کے اعتبار سے کسی طرح کم نہیں ہے، بلکہ بعض اعتبارات سے زیادہ ہے۔ اس حصہ کا اگر ہم تجزیہ کریں اور اس کے مباحث و مسائل کو سمیٹنے کی کوشش کریں تو انہیں ہم چار انواع میں منقسم کر سکتے ہیں :

(۱) غزوات

اس حصہ میں غزوات کا ذکر زیادہ نہیں ہے، اس لیے نہیں ہے کہ گزشتہ حصص میں ان کی تفصیل آچکی ہے، لیکن غزوہ تبوک اور اس کے متعلقات اور متضمن فوائد و مسائل کا ذکر ضروری تفصیل، اور جامعیت کے ساتھ موجود ہے، اور اس میں پوری بکیتائی کے ساتھ وہ شان نطق و فکر موجود ہے جو علامہ ابن قیم کا خاص حصہ ہے۔

یہ مبحث نہ صرف عام قارئین کے لیے بلکہ عالم و فاضل اصحاب فکر و مطالعہ کے لیے بھی حد درجہ مفید اور نافع ہے۔

(۲) وفود عرب

اس حصہ میں تفصیل کے ساتھ ان وفود کا ذکر ہے، جو مختلف قبائل کی نمائندگی کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ عیسائی بھی تھے اور مشرک بھی۔ ہر طرح کے لوگ تھے۔ ان کی پذیرائی آپ نے کس طرح فرمائی؟ ان کے ساتھ کس حسن سلوک سے پیش آئے؟ خود یہ کس طرح کے تاثرات لے کر واپس گئے؟ ان کے دل کا دروازہ اسلام کے لیے بند رہا یا کھل گیا؟ یہ باتیں آپ کو، ضروری تفصیل اور انتہائی جامعیت کے ساتھ اس حصہ میں ملیں گی اور کوئی شبہ نہیں ہر جہت سے روح پرور، اور ایمان افروز ثابت ہوں گی۔

یہ ایک تاریخ بھی ہے، ایک سبق بھی، اور ایک مطالعہ بھی۔

(۳) مکاتیب نبوی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملوک اور سلاطین کو اسلام کی دعوت بھی دی، اور اس سلسلہ میں، ان کی مکاتیب کے ذریعہ عزت افزائی بھی فرمائی۔

یہ مکاتیب نبوی جہاں اپنی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہیں، وہاں ان میں وہ گیرائی اور کشش بھی ہے، جو نبی امی کی صداقت پر دال ہے۔ ان مکاتیب میں جو بے حد مختصر ہیں، صدق و راستی کی ایک دنیا موجود ہے، ان چند الفاظ میں وہ کشش ہے جو ایک پورے دفتر میں بھی نہیں مل سکتی۔

ان خطوط کی تاریخی حیثیت بھی بہت زیادہ ہے۔

ایک مؤرخ اگر اسلام کی تاریخ لکھتا ہے یا داعی اسلام علیہ التحیۃ والسلام کے احوال و سوانح پر قلم اٹھاتا ہے۔ یا ظہور اسلام کے وقت جو ملوک و سلاطین ریگ زار عرب کے بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق رکھنے والے موجود تھے۔ تو وہ کسی حالت میں بھی ان مکاتیب سے استفادہ کیے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ان مکاتیب کے مطالعہ سے اسے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آج سے ۱۴ سو برس پہلے کا انداز فکر و نظر کیا تھا؟ روح کی تشنگی اور قلب کی بیداری کا کیا عالم تھا؟ کفر کی سیلابی، اور مشرک کی ظلمت کی کیفیت کیا تھی؟ اور اسلام جو وقت کا ایک بہت بڑا انقلاب تھا، کیا پیام لے کر آیا تھا؟ اس پیام کے مضمرات کیا تھے؟ اس پیام کے جو اثرات و نتائج مرتب ہوں ان کا نوعیت کیا تھی؟

سیرت کے ہر طالب علم کے لیے، یہ مکاتیب ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہیں۔
مجھے امید ہے ان کا مطالعہ عامی و عالم سب کے لیے یکساں سود مند ثابت ہوگا۔

(۳) طب نبوی

پیش نظر کتاب کا بہت بڑا حصہ طب نبوی پر مشتمل ہے۔
علامہ ابن قیم نے، اس ساری کتاب میں، اس کتاب کے چاروں حصوں میں، کسی بحث کے لیے اتنے زیادہ صفحات وقف نہیں کیے ہیں، جتنے طب نبوی پر، اپنی طرف سے انہوں نے کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جسے تشنہ بحث رہنے دیا ہو۔
یہ طب نبوی جسے اس کتاب میں مصنف علام نے بہت زیادہ بسط و تفصیل سے بیان کیا ہے، تین حصوں پر مشتمل ہے۔

ایک حصہ تو وہ ہے جو امراض و علاج کے سلسلہ میں ادویہ ماثورہ پر مشتمل ہے، یعنی وہ دعائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف امراض کے علاج و تدارک کے سلسلہ میں مروی ہیں اور کوئی شبہ نہیں اگر اعتقادِ ذرنگ ریب و شک سے پاک ہو تو یہ دعائیں تیر بہ بدت ثابت ہو سکتی ہیں، اور ان کے کامیاب اثرات فوراً اور بہ طرفہ العین دیکھے جاسکتے ہیں۔ رسول کی تباہی ہوئی دعائے بے اثر رہ سکتی ہے۔ نہ رائگاں جا سکتی ہے۔

اور دوسرا حصہ وہ ہے، جو مختلف امراض کے سلسلہ میں دواؤں، اور جڑی بوٹیوں پر مشتمل ہے اس حصہ کی صحت و استناد زیر بحث لائی جاسکتی ہے۔ یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ دعائیں جن افراد کو تباہ لگیں ان کے لیے خاص تھیں۔ یا ہر فرد اور آنے والی تمام نسلوں کے لیے عام ہیں؟ یہ بات بھی زیر بحث لائی جاسکتی ہے کہ یہ دوائیں اور جڑی بوٹیاں امراض کی مخصوص نوعیت کے ساتھ اپنی افادیت اور تریاقیت کے لحاظ سے وابستہ ہیں۔ یا بغیر کسی رد و کد کے اور بلا کسی امتیاز و تخصیص کے جملہ امراض میں نافع ہیں؟

لیکن ان باتوں سے قطع نظر کر کے بھی، یہ حصہ تحقیق و وقت نظر، اور ثروت نگاہی کا جیتا جاگتا مرقع ہے، مصنف نے اس حصہ کی تکمیل میں جس محنت سے کام لیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی نظر کتنا وسیع تھی، اور جس موضوع پر وہ قلم اٹھاتے تھے اس پر کتنی زیادہ

تحقیق و تفتی کے بعد لکھائی کرتے تھے۔

تیسرا حصہ وہ ہے جو علاج بالمفردات سے تعلق رکھتا ہے، اور ان مفردات کے خواص و فوائد پر مشتمل ہے۔

اگرچہ یہ چیزیں طب نبوی کے ضمن میں بیان ہوئی ہیں، لیکن زیادہ تر یہ مصنف علام کی طبی معلومات، اور تحقیقات کا نتیجہ ہیں۔

کوئی شبہ نہیں، مفردات کے افعال و خواص، ان کے نفع و ضرر، ان کی کسیت و کیفیت ان کے اثرات و فوائد، اور ان کی تفصیل و نتیجہ پر مصنف علام نے بڑی سیر حاصل بحث کی ہے اور اس ضمن میں بہت سے ایسے اشارے کیے ہیں جو آج کی طب اور سائنس کی دنیا میں بھی مستلزمات کا درجہ رکھتے ہیں، جن کی طرف میں نے خواہی میں کہیں کہیں اشارہ بھی کر دیا ہے۔

اس بحث پر اتنی سیر حاصل اور مکمل و مفصل گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ کو فن طب سے کتنی گہری دلچسپی تھی، وہ اگر عالم یگانہ کے بجائے طبیب فرزانه کی حیثیت سے منظر عام پر نمودار ہوئے ہوتے تو بھی ان کی انفرادیت جملہ معاصرین پر بالارستی، اور ان کا نام نامی ابد الابد تک زندہ رہتا۔ ایک خیال میرے دل میں یہ بھی آتا ہے کہ طب علامہ ابن قیم کا موضوع خصوصی نہیں تھا، لیکن چونکہ انہیں ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ شیفتگی تھی، اس لیے طب نبوی کو بھی انہوں نے عقیدت کی آنکھ سے دیکھا، اور یہی عقیدت انہیں طبی تفتیش کے میدان میں کھینچ لائی، اور انہوں نے تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ — خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

(۴) مسائل و مباحث فقہیہ

دوسرے حصص کی طرح اس حصہ میں بھی علامہ ابن قیم، ایک فقہیہ یگانہ کی حیثیت سے نمودار ہوئے ہیں، یہ ان کی خصوصیت خاصہ ہے، بلکہ میں تو کہوں گا اس انفرادیت میں کوئی بھی ان کا شریک و ہم نہیں۔

سیرت نبوی کا جو گوشہ بھی ان کے سامنے آ جاتا ہے وہ دوسرے پہلوؤں کے ساتھ ساتھ آپ کے قول و فعل، اور امر و نہی سے فقہی نکات و مسائل ضرور پیدا کر لیتے ہیں اور کوئی شبہ نہیں ان کے یہ فقہی نکات اپنے اندر غیر معمولی وزن رکھتے ہیں۔ وہ جہاں ان کے تفقہ، ذہانت، دقیقہ سنجی، نکتہ آوری

اور فہم و ادراک قانون پر دال ہیں وہاں ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر آزادانہ اور بے لاگ طور پر وہ مسائل کا تجزیہ کرتے، ان کی تنقیح کرتے، اور ان کے مختلف گوشوں کو کھنگال کر ایک تجزیاتی رائے پیش کرتے ہیں جس کے بعض پہلوؤں سے اختلاف ہو، یہ دوسری بات ہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ فقہ اور اصول فقہ پر اکتفا نہیں غیر معمولی بصیرت حاصل تھی۔ احادیث پر ان کا استدراک اور نقد و جرح دیکھیے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ان کی تخلیق اس لیے ہوئی تھی کہ ساری زندگی تال الرسول کی ترانہ سخی میں گزار دی، وہ رایوں پر جرح کرتے ہیں۔ اسناد پر تنقید کرتے ہیں۔ ائمہ حدیث کی متاع فکر و نظر پر تبصرہ کرتے ہیں اور ایسے ایسے گوشے نظر کے سامنے لاتے ہیں کہ دل سے بے اختیار صدا اٹھتی ہے کہ بلاشبہ یہ شخص امیر المؤمنین فی الحدیث ہے لیکن حیب ان کی عنان توجہ قواعد و مسائل و مباحث فقہیہ کی طرف مبذول ہوتی ہے تو ان کی تحقیق و تدقیق اور زور نقد و جرح، اور کمال وسعت نظر دیکھ کر ایسا اندازہ ہے کہ یہ شخص امیر المؤمنین فی الفقہ بھی تھا۔

میں اس سے پہلے بھی یہ عرض کر چکا ہوں، اور اب بھی یہ عرض کرنے میں مجھے تامل نہیں کہ حدیث و فقہ میں جلالت شان کے حامل ہونے کے باوجود علامہ ابن قیم کی ہر رائے ہر مسئلہ میں قابل قبول نہیں ہے۔ اس پر جرح بھی ہو سکتی ہے۔ اور اس سے اختلاف بھی کیا جاسکتا ہے اور ان کے نکالے ہوئے نتائج کو کبھی کبھی اور کہیں کہیں ناقابل قبول بھی قرار دیا جاسکتا ہے اور یہ بات امام بخاری سے لے کر دارقطنی تک، اور امام مالک سے لے کر امام ابو یوسف تک کسی کے لیے نہیں کہی جاسکتی لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بحیثیت مجموعی ان کا انداز تحقیق اور اسلوب فکر اپنے اندر ایسی ندرت اور انفرادیت رکھتا ہے کہ بے ساختہ اس کی عظمت کے سامنے سر جھک جاتا ہے اور کسی محقق کی بھی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

مجھے امید ہے یہ حصہ بھی اسی قدر اور توجہ کی نظر سے دیکھا جائے گا جس طرح سے دو حصے دیکھے گئے تھے۔

اب چوتھا حصہ زیر ترجمہ ہے انشاء اللہ وہ بھی جلد منظر عام پر آجائے گا۔ السعی منی
والانتمامن اللہ۔ (رئیس احمد جعفری)

کے یہ حصہ مشتمل ہے :

• غزوة تبوک اور اس غزوه سے متعلق تاریخ و سیرت کے اہم ترین حثت و مسائل پر۔

• اس میں ان وفود عرب کی کیفیت مندرج ہے جو ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

• ان مکاتیب نبوی کی تفصیل ہے جو مقوقس اور دوسرے ملوک و سلاطین کو آپ نے بھیجے۔

• نبی کاذب مسلمہ کذاب کے وفد کا، اور آپ کے ارشاد کا ذکر بھی تفصیل اس حصہ میں موجود ہے۔

• طب نبوی کی پوری تفصیل، مع معالجات، ادویہ اور مفردات کے موجود ہے۔

_____ علاوہ انہیں _____

• بہت سے فقہی فوائد و مسائل پر جامع و مانع بحث کی گئی ہے۔

غزوة تبوک

تاریخ اسلام کا ایک اہم ترین غزوه اور اس سے متعلقہ مباحث

یہ غزوه ۹ رجب میں واقع ہوا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس غزوه کے موقع پر لوگ سخت تنگی اور فقر و فاقہ و قحط سالی میں مبتلا تھے (آئندہ موسم) کا پھل پک چکا تھا، لوگ اپنے بھلوں کے زیر سایہ آرام کرنا چاہتے تھے اس حالت میں انھیں گھر سے باہر نکلنا ناپسند تھا۔

کم ہی ایسے غزوات ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر رازداری سے کام لیا ہوگا جس قدر غزوة تبوک میں تنگ حالی اور بعد مسافت کے باعث رازداری سے کام لیا۔ چنانچہ منافقین کی جماعت نے ایک دوسرے سے کہا، گرمی میں کہاں جاتے ہو؟ مت جاؤ۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی، وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ یعنی ان لوگوں نے کہا مت کوچ کرو گرمی میں۔

بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی راہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایتیار اور قربانی نے تیزی سے سفر کی تیاری شروع

کردی اور لوگوں کو بھی تیاری کرنے کا حکم دیا۔ اور اہل ثروت و دولت کو اللہ کی راہ میں سوار یوں، اور اخراجات کے لیے (مدد) کرنے کی ترغیب دی جس سے متاثر ہو کر اہل ثروت حضرات سوار یوں اور سامان سفر لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت عثمان بن عفان نے اس غزوه میں بہت ہی زیادہ رقم پیش کی ان کے برابر کسی نے بھی مال خرچ نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں کہ عثمان نے اس موقع پر تین سو اونٹ ان کے

پلان رکھا دے، اور اسلحہ پیش کیے۔ نیز ایک ہزار اشرافی پیش خدمت کی۔
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ باہم تر حاضر ہوئے۔ ان کی تعداد سات تھی یہ
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سامان اسلحہ جنگ کے متمنی تھے۔ آپ نے فرمایا، اس وقت تو میرے
 پاس کچھ نہیں، یہ واپس چلے گئے، شدتِ اہم کے باعث ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، کہ
 ان کے پاس کچھ نہیں کہ جس کے ذریعہ وہ صدقہ کر کے شریک جہاد ہو سکیں۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں۔
 (۱) سالم بن عبدالمطلب، (۲) عیوب بن یزید، (۳) بولبی مازنی (۴) عمرو بن غنمہ۔ (۵) سلمہ بن صحراہ، (۶) ہریر بن
 ساریہ اور بعض روایات میں عبدالمطلب مفضل اور معقل بن یسار کا نام آتا ہے۔

حضرت علیہ بن یزید کھڑے ہوئے انھوں نے
اللہ کا ایک لے مایہ تیدہ اور اس کی چشم تر | تہجد کی نماز پڑھی اور رونے لگے اور کہا:

اے اللہ تو نے جہاد کا حکم دیا ہے۔ اس کی تعظیم دی۔ مجھے اتنا مال اور ساز و سامان عطا
 نہ فرمایا جس کے بل پر میں تیرے رسولؐ کے ہمراہ زور و قوت حاصل کر سکتا۔ اور نہ تو نے اپنے رسولؐ
 کے ہاتھ میں کچھ دیا کہ وہ اس سلسلہ میں میری مدد فرماتے۔ لیکن میں بہر حال ہر مسلمان پر اپنے مظاہر مال
 قوت، یا عزت کو صدقہ کرتا ہوں۔

صبح ہوئی تو علیہ لوگوں کے ساتھ حاضر ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آج رات کا صدقہ کرنے والا کہاں ہے؟ مگر کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا:

کہاں ہے وہ صدقہ کرنے والا؟ وہ کھڑا ہو جائے۔

علیہ کھڑے ہو گئے۔ اور تمام ماجرا عرض کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خوش ہو جا۔ اسی ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان

ہے، بلاشبہ تیرا یہ صدقہ زکوٰۃ منقلبہ میں لکھا دیا گیا ہے۔

عبدالمطلب بن ابی بن مسعود، یہود و

علی اور محمد: موسیٰ اور ہارون کی مماثلت | منافقین میں سے اپنے ساتھیوں کے

ہمراہ و ادیاد دماغ میں تھا، کہا جاتا ہے کہ اس کا لشکر دو لشکروں سے کم نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ انصاری کو مدینہ میں نائب مقرر فرمایا۔ ابن ہشام کہتے ہیں منصب نیابت سباع بن عرفطہ کو ملا تھا، لیکن پہلی رعایت ثابت ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو عبد اللہ بن ابی اور اہل کے ساتھ ہی بیچھے رہ گئے۔ ان کے علاوہ کچھ مسلمان بھی پیچھے رہ گئے لیکن ان کے ایمان اور عزم جہاد میں شک یا تذبذب نہ تھا۔ ان میں سے کعب بن مالک، بلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع، ابو خثیمہ سلمی اور ابو ذرؓ کے نام مروی ہیں۔ اسی کے بعد ابو خثیمہؓ اور ابو ذرؓ آپ سے جا ملے۔

اس غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تیس ہزار فوج تھی، جس میں دس ہزار سوار تھے۔ آپؐ میں دن یہاں اقامت پذیر رہے اور نماز قصر کر کے ادا کرتے رہے۔ اس وقت ہرقل تمص میں تھا، ابن اسحاقؒ بتاتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوح کا ارادہ فرمایا تو حضرت علیؓ بن ابی طالب کو اپنے گھر پر بطور نگران مقرر فرمایا۔ منافقین نے انھیں عار دلانے اور بھڑکانے کی کوشش کی اور کہا:

آنحضرتؐ آپ کو نکمّا اور بے کار سمجھ کر یہاں چھوڑ گئے ہیں۔ اب بھلا حضرت علیؓ میں تاب ضبط کہاں تھی؟ اسکو زیب تن کیے اور نکل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ آپؐ اس وقت مقام جوف میں اترے ہوئے تھے، حضرت علیؓ نے عرض کیا:

اے اللہ کے نبیؐ، منافقین کا خیال ہے کہ آپؐ نے مجھے نکمّا اور بے کار سمجھ کر مدینہ میں چھوڑ دیا تھا۔

آپؐ نے فرمایا، انھوں نے جھوٹ کہا، میں نے تو تمہیں ان کانگراں بنایا ہے جنہیں میں نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے، فوراً واپس جاؤ۔ میرے اور اپنے گھر کی نگرانی کرو۔ کیا تم مجھ سے اسی بات پر راضی نہیں ہو کہ میرا تمہارا وہی تعلق ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام کا تھا؟ مگر خبردار میرے بعد کوئی (کسی قسم کا) ظلی یا بروزی) نبی نہیں، چنانچہ وہ واپس مدینہ چلے گئے۔

ابو خثیمہؓ، رسول خدا کا ایک فدائی

گرمی پڑی تھی، انھوں نے دیکھا کہ ان کا دونوں بیویوں نے اپنے خیموں میں ٹٹیوں پر پانی چھڑک رکھا تھا

اور پانی بھی خوب ٹھنڈا کر لیا تھا۔ کھانا بھی مزے کا پکایا تھا۔ یہ جب گھر میں داخل ہونے لگے اور دروازے پر کھڑے ہوئے تو اپنی بیویوں کو دیکھا اور جو کچھ انھوں نے ان کے لیے تیار کر رکھا تھا اس پر ایک نظر ڈالی اور کہنے لگے:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دھوپ اور گرمی اور آندھی میں، اور ابو خثیمہ رضی اللہ عنہما چھاؤں، لہند کھانے اور خوبصورت عورتوں میں، یہ انصاف نہیں ہے، پھر گیا سوئے۔

عذا کی قسم میں تم میں سے کسی کے خیمے میں داخل نہ ہوں گا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملوں گا۔ اس لیے میرے لیے نادراہ تیار کرو۔ انھوں نے (زادراہ) تیار کر دیا، پھر اونٹ کو اٹھایا۔ اس پر کجاوہ ڈالا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے۔ آخر آپ سے تبوک میں جا ملے۔ حضرت ابو خثیمہ رضی اللہ عنہ کی راستہ میں عمیر بن وہب حمجی سے ملاقات ہوئی۔ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں تھے، یہ دونوں رفیق سفر ہو گئے اور جب تبوک کے قریب پہنچے تو ابو خثیمہ نے عمیر بن وہب سے کہا:

مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے قبل کہیں مجھ سے الگ نہ ہوتا۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔

جب یہ دونوں تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منزل کے قریب پہنچے تو لوگ کہنے لگے، دیکھنا کوئی سوار آرہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو خثیمہ رضی اللہ عنہما ہو گا۔

عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول، اللہ کی قسم یہ ابو خثیمہ رضی اللہ عنہما ہی ہے۔

راستہ میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجر میں دیار نمود کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا، اس علاقے کا پانی بالکل نہ پینا، اور نہ اس سے نماز کے لیے وضو کرنا۔ اور تم نے جو اس سے آٹا گوندھا لیا ہے وہ اونٹوں کو کھلا دو، اور خود اس میں سے کچھ نہ کھانا۔ اور تم میں سے کوئی بھی اپنے رفیق کو ہمراہ لیے بغیر باہر نہ نکلے۔

نبی ساعدہ کے دو آدمیوں کے سوا تمام لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ یہ دونوں تنہا نکلے۔ ایک اپنی کسی ضرورت کے باعث اور دوسرا اپنے اونٹ کی تلاش میں جو اپنی ضرورت سے نکلا تھا۔ اس نے خود کشی کی کوشش کی اور جو اپنے اونٹ کی تلاش میں نکلا تھا اسے ہرانے اڑا کر بنی طے کے ایک پہاڑ پر ڈال دیا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا: کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ تم میں سے کوئی بھی اپنے ہمراہی کے بغیر باہر نہ نکلے۔ پھر آپ نے اسے طلب فرمایا جس نے خود کشی کی کوشش کی تھی، وہ درست ہو گیا۔ اور دوسرے کو قبیلہ طے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ واپس تشریف لانے کے بعد پیش کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم میں ابو حمیدؓ کی جو حدیث ہے کہ ہم چلے اور توبہ پہنچ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آج شب کو تم پر ایک سخت آندھی آئے گی۔ اس لیے تم میں سے کوئی کھڑا نہ ہو، جس کا اونٹ ہو وہ اسے رسی سے باندھ لے۔ چنانچہ شدید ترین آندھی آئی۔ ایک آدمی کھڑا ہوا، آندھی نے اسے اٹھا کر طے کے پہاڑ پر ڈال دیا۔

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ صبح ہوئی تو لوگوں کے پاس پانی نہ تھا۔ انہوں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

منافقوں کی شرانگیزی اور شرارتیں

کے پاس حاضر ہو کر شکایت کی۔ آپ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ابر بھیجا اور اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ سیراب ہو گئے اور حسب ضرورت پانی بھی جمع کر لیا۔ پھر آپ نے کوچ کا فرمان صادر کیا۔ آپ ایک مقام پر پہنچے تھے کہ آپ کی اونٹنی گم ہو گئی۔ زید بن ابی صلت بول اٹھا (یہ منافق تھا) کہ محمدؐ کا خیال ہے کہ وہ نبی ہیں، چنانچہ تمہیں آسمان کی خبریں بتاتے ہیں، حالانکہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں، کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی ایسی ایسی بات کہتا ہے۔ پھر آپ نے اس کی ایک ایک بات تباہی اور فرمایا، اللہ کی قسم میں صرف اسی قدر جانتا ہوں جو مجھے اللہ نے بتایا ہے۔ اس واقعہ کے متعلق بھی اللہ نے مجھے بتا دیا۔ وہ اونٹنی فلاں فلاں فادای میں ہے۔ اور ایک درخت سے اس کی لگام اٹک گئی اسی وجہ سے وہ رکی ہوئی ہے۔ پس جاؤ اور اسے یہاں میرے پاس آؤ اور اسی جگہ آپ نے ایک عورت کے باغ کے پھل کا دس دس اندازہ لگایا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کے بارے میں آنحضرتؐ کی پیش گوئی کہ حضرت ابوذرؓ اپنے اونٹ

اس نے دیر کدی تو انہوں نے سامان اتار کر انہی مٹی پر لا دیا اور پاپیادہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش پا

پر چل پڑے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک منزل پر اترے ہوئے تھے کہ کسی مسلمان کی ابوذرؓ پر نظر پڑی، اس نے

عرض کیا :

یا رسول اللہؐ، کوئی آدمی راستہ پر تنہا چلا آ رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ ابوذرؓ ہوگا۔

جب لوگوں نے دیکھا اور پہچان لیا تو عرض کیا، اے اللہ کے رسول، خدا کی قسم یہ تو واقعی ابوذرؓ

ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ابوذرؓ پر رحم کرے۔ تنہا چلتا ہے تنہا مرے گا اور تنہا ہی اٹھے گا۔ لیکن یہ نظری ہے۔

۱۰ حضرت ابوذر غفاری

حضرت ابوذر غفاری مخصوص صفات و خصائل کے بزرگ تھے۔ ذات رسالت مآب سے دالہانہ

شغف رکھتے تھے، اور اسی شغف کا یہ نتیجہ تھا کہ جو بات اسوہ نبیؐ اور سنت رسول اللہ کے خلاف نظر آتی، برسرِ عام، نتائج سے بے پروا ہو کر "لہی عن المنکر" کے فرائض سرانجام دیتے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ خلافت میں ان کی سادگی، نرمی اور رفق و عنیت کے باعث موقع پرستوں

اور طالع آناؤں کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ عہدِ نبویؐ کی سزا جت، اور عہدِ شہین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کی

للہیت ختم ہو گئی، اور سرمایہ داری کا، زرداری کا، امارت اور ثروت کا دورا بھرنے لگا۔ جاگیریں بننے لگیں

دولت کے انبار جمع ہونے لگے، سوسائٹی کے امیر و غریب دو طبقوں میں بٹنے کی طرح پڑ گئی۔

یہ بات حضرت ابوذرؓ کس طرح برداشت کر سکتے تھے ؟

وہ میدان میں اترتے، انھوں نے برسرِ عام قرآن کریم کی وہ وعیدیں سنانا شروع کیں جو سیم و زر

جمع کرنے والوں کے لیے وارد ہوئی ہیں، انھوں نے چاہا کہ وہی دور پھر واپس آجائے کہ مال عنیت سے

لدے ہوئے اونٹوں کے قافلے آئیں اور سارے کے سارے عامہ مسلمین میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ ان کی

یہ سچی باتیں، بعض لوگوں کو کڑوی لگیں، چنانچہ حضرت عثمانؓ کے پاس جب ان کی بہت زیادہ شکایتیں

پہنچیں تو انھوں نے ابوذرؓ کو امیر معاویہؓ کے پاس شام، ازراہ مہرردی و تعلق خاطر بھیج دیا کہ یہ اس

آشوب سے محفوظ رہیں جو تیزی سے اٹھ رہا تھا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ابو حاتم بن حبان نے صحیح ابن حبان میں ابو ذر کے قصہ وفات کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے مجاہد سے انھوں نے ابراہیم بن اشتر سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے ام ذر سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں :

جب ابو ذرؓ کی وفات کا وقت آیا تو میں رو پڑی ، وہ کہنے لگے کیوں روتی ہو ؟ میں نے جواب دیا کس طرح آنسو نہ بہاؤں ، جب کہ تم ایک ویرانے میں فوت ہو رہے ہو اور میرے پاس اتنا کپڑا بھی نہیں جو تمہارے کفن کے لیے کافی ہو سکے اور تمہیں دفن کرنے کی بھی محجہ میں سمیت نہیں۔ انھوں نے جواب دیا ، خوش ہو جاؤ ، اور روؤ نہیں ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کی ایک جماعت کو مخاطب کر کے ، جس میں میں بھی تھا ، فرماتے سنا ہے کہ تم میں سے ایک آدمی ویرانے میں فوت ہو گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے (جنازہ) میں شریک ہوگی۔ اور اس جماعت میں سے اس وقت کوئی آدمی بھی زندہ نہیں بلکہ تمام کے تمام فوت ہو چکے ہیں۔ اس لیے وہ دنہا فوت ہونے والا میں ہی ہوں۔ اللہ کی قسم میں نے نہ غلط کہا اور نہ تکذیب کی۔ اس لیے راستہ کی

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) امیر معاویہ کو حضرت عثمانؓ نے مدینہ میں دیکھا تھا ، شام میں نہیں دیکھا ابو ذرؓ نے شام میں جا کر دیکھا کہ انھوں نے خلیفہ راشد کی زندگی ہی میں مسند امارت کو قیصر و کسریٰ کا دربار بنا رکھا ہے ، جو سرمایہ بیت المال میں جمع ہونا چاہیے یا عامہ مسلمین میں تقسیم ہونا چاہیے ، وہ ذاتی عیش و نعم پر خرچ ہو رہا ہے۔ قرآن و سنت کی عملداری کے بجائے ، آئین خسروی اور دستور قیصری کا فرما ہے ، تو ان کے منہ سے نکلے ہوئے بول برق و شراب گئے۔ امیر معاویہؓ انھیں کسی طرح برداشت نہ کر سکے۔ انھوں نے سوچا اگر یہ چند دن بھی رہ گئے تو ان کی مسند امارت بوریہ فقر میں تبدیل ہو جائے گی اور انھوں نے ثروت و امارت کے جو قلعے بنانا شروع کیے ہیں وہ ڈھے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کو ایک زبردست شکایت نامہ بھیجا۔ ابھی عثمانؓ اور علیؓ زندہ تھے ، لہذا وہ حجر بن عدی کی طرح انھیں قتل تو نہ کر سکے صرف شکایت نامہ پر اکتفا کیا اور لکھا کہ ابو ذر کے وجود سے شام کے امن و امان کو خطرہ ہے۔

حضرت عثمانؓ نے امیر معاویہؓ کی بات پر یقین کر لیا ، انھیں بلایا ، سرزنش کی اور حلاوتن کر دیا۔ حضرت علیؓ انھیں رخصت کرنے مدینہ سے پاسز تک آئے کہ وہ امیر معاویہؓ کے اطوار ، اور ابو ذرؓ کی طینت کے رمزاں سناتے تھے۔ ابو ذر نے اسکا ویران میں سکونت اختیار کر لی ، اور یہیں انتقال کیا۔

میلنے کہا، حجاج جاچکے ہیں۔ راستے عالی سوچکے ہیں اب کون یہاں ہوگا؟
انہوں نے کہا، ہاؤ اور جا کر دیکھو۔

دام ذرہ فرماتی ہیں کہ میں ٹیلے کی جانب جا کر دیکھتی اور پھر واپس آ کر تیمارداری کرتی۔ میں
اور وہ اسی حالت میں تھے کہ کچھ لوگ سوار یوں پر نظر آئے۔ میں نے ان کی طرف اشارہ کیا وہ تیزی سے
میری طرف آئے۔ اور قریب آ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے:

اے اللہ کی بندی کیا معاملہ ہے؟

میں نے جواب دیا، ایک مسلمان فوت ہو رہا ہے کیا تم اسے کفن دو گے؟

انہوں نے پوچھا وہ کون ہے؟

میں نے جواب دیا صحابی رسول ابو ذرؓ۔

کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست اور ساتھی؟

ہی نے کہا، ہاں وہی۔

انہوں نے حضرت ابو ذرؓ کے متعلق "ان پر ہمارے ماں باپ قربان" جیسے الفاظ میں،

(اظہار عقیدت کیا) پھر ان کی طرف بڑھے۔ جب ابو ذرؓ کے پاس پہنچے تو ابو ذرؓ نے فرمایا:

خوش ہو جاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

حضرت ابو ذرؓ کی وصیت | ایک جماعت کے بارے میں جس کا ایک فرد میں بھی تھا اسے

مخاطب کر کے فرماتے ہوئے سنا کہ اس جماعت میں سے ایک آدمی ویرانے میں فوت ہوگا، اور

مومنین کی ایک جماعت اس کے (جنازہ) میں شریک ہوگی۔ اب اس جماعت کا ہر فرد کسی نہ کسی موقع

پر فوت ہو چکا ہے، صرف میں زندہ ہوں، بخدانہ میں نے غلط کہا اور نہ تکذیب کی اور اگر میرے

یا میری بیوی کے پاس کفن کے لیے کوئی کپڑا ہوتا تو مجھے اس میں کفنا یا جاتا۔ اس لیے میں اللہ کے

نام پر تم سے درخواست کرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو مجھے جو کفن میں آئے وہ کسی امیر (حاکم)، سردار

قاعد یا نقیب کا نہ ہو۔

اس جماعت میں ایک انصاری نوجوان کے سوا ہر آدمی ان میں سے کسی نہ کسی بات میں ملوث تھا

پس وہ نوجوان بولا :

اے چچا میں آپ کو اپنی اس چادر اور ان دو کپڑوں میں کفن دے گا جو میری والدہ نے کاتے اور بنے تھے۔

انہوں نے فرمایا، ہاں، تم مجھے کفن دینا۔

چنانچہ انصاری نوجوان نے انہیں کفن پہنایا اور اسی جماعت نے جنازہ پڑھا، اور اسی مبارک جماعت نے انہیں دفن کیا۔

واقعہ تبوک کی طرف رجوع، دو منافقوں کی کہانی | ہم دوبارہ واقعہ تبوک کی طرف لوٹتے ہیں، منافقین کا ایک

گروہ جن میں دلدیعہ بن ثابت بھی تھا جو بن عمرو بن عوف میں سے تھا۔ نیز بنی سلمہ کا ایک حلیف بھی تھا جسے مخش بن حمیر کہا جاتا تھا۔ یہ منافقین ایک دوسرے سے کہنے لگے :

لیاتم جلابد بن اصغر کو معرکہ آرائی میں ایسا سمجھتے ہو جیسے عرب کے بعض قبائل دوسرے قبائل کے مقابلہ میں لڑتے ہیں، خدا کی قسم ہم صبح مومنوں کو ڈرانے اور دھمکانے کا عہد پورا کرنے والے ہیں۔ مخش بن حمیر بولا، تجذا میں سمجھتا ہوں کہ ہم میں سے ہر آدمی سوسو کو قتل کرے گا، اور تمہاری اس گفتگو کی طرح کل ہم پر قرآن نازل ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار بن یاسر کو حکم دیا، اس منافقین کی جماعت سے ملو کیونکہ یہ لوگ ہمسہم ہو چکے، اور ان سے دریافت کرو کہ ابھی تم نے کیا کہا تھا؟ پس اگر انکار کریں تو کہنا تم نے تو یہ یہ کہا تھا۔

حضرت عمارؓ ان کی طرف گئے، اور ان سے یہی بات کہہ دی۔

یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معذرت خواہی کرتے ہوئے آئے۔ دلدیعہ بن ثابت کہنے لگا۔ ہم تو محض سنہی مذاق کر رہے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق آیات نازل فرمائی، وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ، پ، ۱۴، آخر، یعنی "اور اگر تو ان سے پوچھے تو وہ کہیں گے ہم تو بات چیت کرتے تھے اور دل لگی۔"

صحیح مسلم میں مروی ہے کہ وہاں پہنچنے سے قبل آپ نے فرمایا، کہ کل انشاء اللہ توبک لاجتہ (یا کنواں) آئے گا، لیکن خبردار چاشت ہونے سے پہلے وہاں مت جانا۔ اور اگر کوئی جائے تو وہ ذرا سا بھنی پانی نہ استعمال کرے جب تک میں نہ پہنچ جاؤں۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ دو آدمی پہلے سے پہنچ چکے تھے اور اس چشمہ میں سے — ذرا ذرا سا پانی رک رک کر بہ رہا تھا، نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا، کیا تم نے اس میں سے کچھ پانی لیا ہے؟

وہ کہنے لگے، ہاں! آپ ان پر خفا ہوئے اور سخت سست کہا، پھر چشمہ سے تھوڑا تھوڑا چلو کے ذریعہ پانی لیا گیا۔ آخر کچھ پانی جمع ہو گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنا چہرہ اور اور دونوں ہاتھ دھوئے اور اس (استعمال شدہ) پانی کو دوبارہ اس چشمہ میں ڈال دیا۔ دفعۃً کثرت کے ساتھ پانی (کا فوارہ) بہنے لگا اور لوگوں نے خوب پانی پیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ زمانہ قریب ہے اے معاذ اور اگر تیری زندگی رہی تو تو خود بھی دیکھے گا، کہ اس پانی سے یہاں کے باغ شاداب ہوا کریں گے۔

حاکم ایلہ سے صلح

غیر مسلموں سے آنحضرتؐ کا روادارانہ اور فراخ دلانا برتاؤ

جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تنبوک پہنچے تو ایلہ کا حاکم حاضر ہوا اور آپ سے مصالحت کرنا اور جزیہ دینے پر آمادگی اور تیاری کا اظہار کیا، اس موقع پر آپ کی خدمت والا میں اہل حرب اور اذرح والے حاضر ہوئے۔ انہوں نے بھی جزیہ پیش کیا۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک تحریر لکھ دی جو ان کے پاس رہی۔

حاکم ایلہ کو آپ نے یہ مکتوب لکھ کر دیا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

یہ اللہ اور محمدؐ کی طرف سے جو نبی اور اللہ کے رسول ہیں، سچے میں رویہ اور اہل ایلہ کے لیے امان نامہ ہے۔ اہل ایلہ کی کشتیاں اور سواریاں خواہ وہ خشکی میں سچوں یا سمندر میں، اللہ اور محمدؐ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت اور ذمہ میں ہیں۔ اور اہل شام اہل یمن اور اہل سمندر میں سے جو لوگ بھی ان کے ساتھ ہوں گے ان کے لیے بھی یہ امان نافذ ہے، البتہ ان میں سے اگر کسی نے کوئی شرارت کی تو اس کا مال اس کی جان کے عوض میں بچاؤ نہ کر سکے گا۔ اور جو بھی اسے حاصل کر لے گا، اسی کا مال ہوگا اور جس گھاٹ پر یہ ذمہ آتے ہیں، یا جس راہ پر چلتے ہیں، یا جس سمندر اور خشکی میں ان کی آمد ہے اس سے انہیں روکنا مسلمانوں کے لیے جائز نہ ہوگا۔

اس طرح کی رواداری اور فراخ دل کی مثالیں صرف تاریخ اسلام ہی پیش کر سکتی ہے۔

سلسلہ غزوہ تبوک

عیسائی بادشاہ اکیدر دوم

حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھوں گرفتاری دربار رسالت پر رات رانی

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو اکیدر دوم کی طرف روانہ کیا۔

اکیدر بن عبد اللہ، کنزہ کا ایک آدمی تھا جو مذہباً عیسائی تھا اور اس قوم کا بادشاہ بن گیا تھا۔ خالد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم اسے گائے کا شکار کرتے دیکھو گے۔ حضرت خالد نکلے اور حیب وہاں پہنچے جہاں سے اس کا قلعہ نظر آتا تھا۔ اس وقت چاندنی رات تھی ہر طرف چاندنی چٹھکی ہوئی تھی۔ وہ دھاکم، اور اس کی بیوی قلعے کی چھت پر تھے۔ اچانک ایک گائے نے محل کے دروازے پر سینک رگڑنے شروع کیے۔

اس کی بیوی نے کہا، کیا تم نے کبھی ایسا منظر دیکھا ہے؟ وہ کہنے لگا، نہیں، بجز انہیں، وہ بولی بھلا اس گائے کو کون چھوڑ دے گا؟ اس نے کہا، کوئی نہیں دھچھوڑے گا، یہ کہہ کر اترا گھوڑے پر زین کسے کا حکم دیا، اس کے ہمراہ گھر کے چند افراد بھی سوار ہو کر چل نکلے، جن میں اس کا بھائی حسان بھی تھا۔ یہ لوگ سوار ہو کر اپنے شکار کے پیچھے نکلے، نکلے ہی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر نے انہیں پکڑ لیا۔ اور اس کے بھائی کو قتل کر دیا۔

بادشاہ کے بدن پر دیباچہ (ایک ریشم کی قسم) کا لبادہ تھا جس پر زری کا کام تھا، حضرت خالد نے یہ لے لیا اور واپس ہونے سے قبل ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔ اس کے بعد خالد بھی اکیدر کو لے کر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے

اس کا خون معاف کر دیا اور اس نے جزیہ پر مصالحت کر لی۔ پھر آپ نے اسے رہا کر دیا۔ اور وہ واپس اپنے شہر میں چلا آیا۔

ایک صحابی کی وفات کا واقعہ | امام مسلم کی روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ مجھے محمد بن ابراہیم بن حرث تمیمی نے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں رات کو اٹھا اور اسی وقت میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ تبوک میں شریک تھا۔ میں نے لشکر کے ایک جانب آگ کا شعلہ دیکھا۔ میں اُسے دیکھنے لگا، اچانک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ اور عمرؓ نظر آئے اور دیکھا کہ عبداللہ ذوالنجا دین مزنی فوت ہو گئے۔ اہد ان کے لیے قبر کھودی گئی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں کھڑے ہیں اور ابو بکرؓ اور عمرؓ انھیں دقبر میں اتار رہے ہیں اور آپ فرما رہے ہیں کہ اپنے بھائی کو میرے قریب کر دو۔ ان دونوں نے انھیں صحابی کو آپ کے قریب کر دیا۔

آپ نے فرمایا: اے اللہ میں اس سے راضی ہوں، تو بھی اسی سے راضی ہو جا۔
راوی کا قول ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کہا کرتے تھے، کاش وہ صاحب قبر میں ہی ہوتا۔
غزوہ تبوک سے واپس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عذر کی بنا پر شرکت جہاد سے محرومی

بے شک مدینہ میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ تم جہاں چلے اور جو فادی بھی تم نے طے کی، وہ دل سے تمہارے ہمراہ تھے۔

صحابیہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! حالانکہ یہ لوگ مدینہ میں ہیں۔
آپ نے فرمایا، ہاں! انھیں (شرعی) عذر سے روک رکھا تھا۔

سے کیا اس روفااری کی مثال دنیا کی تاریخ پیش کر سکتی ہے؟

آنحضرتؐ کا ایک اثر انگریز خطبہ

انسانی کردار و سیرت کی تشکیل کا معیار اور اس کی حقیقت پانچ

دلائل بہت ہی اہم ہیں اور ان میں حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے
انسان کس طرح بنتا اور بگڑتا ہے | مروی ہے انہوں نے بتایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے ہمراہ غزوة تبوک کے لیے نکلے۔ ایک شب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مصروف خواب تشریف
لے گئے۔ جب نیند سے بیدار ہوئے تو سوج ایک نیزے کے بقدر طلوع ہو چکا تھا۔

آپؐ نے فرمایا، اے بلالؓ میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ ہمیں فجر کے وقت بیدار کر دینا؟
انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسولؐ مجھے نیند نے بے بس کر دیا جس طرح آپؐ کے
ساتھ ماجرا گزرا۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے ہٹ کر کھڑی دو آگے جا کر اترے اور نماز ادا
کی۔ پھر باقی دن رات چلتے رہے۔ اور تبوک میں صبح ہوئی۔ وہاں آپؐ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان
کی پھر فرمایا،

”اما بعد“

سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے، اور مستحکم و قابل اعتماد چیز، کلمہ تقویٰ ہے۔
اور تمام ملتوں سے بہترین ملت ملت ابراہیم علیہ السلام ہے اور تمام سنن سے بہترین
سنت سنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور سب سے عظمت والی بات اللہ کا ذکر ہے

اے بشری کیفیتوں سے نبی اور غیر نبی کوئی مستثنیٰ نہیں۔

اور سب سے احسن قصہ یہ قرآن ہے، اور سب سے بہتر کام استقلال والا ہے اور سب سے بدتر کام بدعات ہیں۔ اور سب سے بہتر راہ انبیاء علیہم السلام کی راہ ہے، اور سب سے بہتر موت شہداء کے قتل (کی صورت میں موت) ہے اور اندھوں کا اندھا وہ ہے جو ہدایت کے بعد گمراہ ہو جائے۔ اور بہترین اعمال میں سے وہ عمل ہے جو نفع دے، اور بہترین ہدی (طریقہ) وہ ہے جس کا اتباع کیا جائے اور بدترین ناپسندیدہ دل کا کور ہونا ہے، اور اونچا ہاتھ دینے والا نیچے ہاتھ دینے والا سے بہتر ہے۔ اور جو تھوڑا اور کافی ہو وہ اس سے بہتر ہے جو زیادہ اور (نیکی سے) روکنے والا یا غافل بنانے والا ہو۔ اور سب سے بدترین معذرت (توبہ) وہ ہے جو موت کے وقت کی ہو۔ اور بدترین ندامت قیامت کی ندامت ہے۔ اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو جمعہ میں بہت دیر سے آتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ کو اعراض کناں یاد کرتے ہیں اور چھوٹے کی زبان تمام خطاؤں سے بڑی خطا ہے۔ اور بہترین بے نیازی قلب کی بے نیازی ہے۔ اور بہترین توشہ تقویٰ ہے اور دانائی کی جڑ اللہ عزوجل کا ڈر ہے۔ اور سب سے زیادہ با عظمت بات قلب میں یقین و ایمان کا ہونا ہے اور شک کرنا از قبیل کفر ہے اور وادیل کرنا (دین کرنا) جاہلیت (کفر) کے کاموں میں سے ہے اور غل کرنا (دین کرنا) حرارت دوزخ میں سے ہے اور نشہ و آگ کا داغ ہے، اور شعرا بلیس کی طرنگی ہے۔ اور شراب گناہوں کو جمع کرنے کا سبب ہے، اور بدترین خوراک یتیم کا مال ہے۔ اور نیکت وہ ہے جسے نصیحت کیے بغیر نصیحت ہو جائے اور بد نیکت وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ سے ہی بد نیکت پیدا ہوا ہو۔ اور تم میں سے ایک آدمی چار گز جگہ (قبر) کی جانب میں جائے گا۔ اور اصل معاملہ آخرت کا معاملہ ہے۔ اور اعمال کا معاملہ انجام کے ساتھ ہے۔ بدترین خواب جھوٹا خواب ہے۔ اور جو آنے والا ہے۔ وہ قریب ہے، اور مومن کو گالی دینا فسق ہے، اسے قتل کرنا کفر ہے، اور اس کا گوشت کھانا (غیبت کرنا) اللہ کی نافرمانی ہے۔ اور اس کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے، اور جو

وہ شاعری جو ہوس اور نفس کی شاعری ہو۔

اللہ کی جھوٹی قسم کھاتا ہے وہ اس کی تکذیب کرتا ہے۔ اور جو دوسروں کو بخش دیتا ہے اللہ بھی اسے بخش دیتا ہے، اور جو معاف کرتا ہے، اللہ بھی اسے معاف کر دیتا ہے، اور جو غصہ پی جاتا ہے، اللہ اسے اجر دیتا ہے اور جو تکلیف پر صبر کرتا ہے اللہ اسے ثواب دیتا ہے۔ اور جو کسی دکا بھید سننے کے لیے کان لگاتا ہے، اللہ بھی اس کے لیے کان لگا دیتا ہے۔ اور جو صبر کرے گا اسے اللہ دو گنا اجر دے گا اور جو اللہ کی نافرمانی کرے گا، اللہ اسے عذاب دے گا۔ پھر آپ نے تین بار مغفرت چاہی (استغفار کیا)

غزوة تبوک کے دوران میں جمع بین الصلا تین

ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ہمیں یثرب میں سے

حبیب سے انھیں ابی طفیل سے انھیں عامر بن واثلہ سے انھیں معاذ بن جبل سے روایت پہنچی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوة تبوک کے دوران میں زوال آفتاب سے قبل کوچ کیا۔ آپ ظہر کا نماز مؤخر کر دیتے تھے حتیٰ کہ اسے عصر کے ساتھ جمع کر کے (دونوں نمازیں) ایک ساتھ ہی ادا فرماتے اور جب مغرب سے قبل دن کے آخری حصہ میں سفر کرتے، تو مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ ادا کرتے اور جب کبھی مغرب کے بعد سفر کرتے تو عشاء کی نماز مقدم کر لیتے۔ اور اسے مغرب کے ساتھ ادا کرتے۔ اور ظہر و عصر ایک ساتھ پڑھتے اور بتایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ (آخری) حدیث منکر ہے۔

لے ظہر کو مؤخر کر کے عصر اور مغرب کو مؤخر کر کے عشاء پڑھنا سفر میں، یا سخت ضرورت کے وقت (مغفول) مسلک ہے۔ ظہر کے ساتھ عصر، اور مغرب کے ساتھ عشاء پڑھنا، دوسرے مذاہب فقہ کا مسلک ہے۔

بلسہ غزوہ تبوک

منافقین کی طرف سے آپ کی جان لینے کی کوششیں

رحمت للعالمین نے ان منافقوں کے نام ظاہر نہیں ہونے دیئے

مغازی ابوداؤد میں حضرت عروہؓ سے مروی ہے انھوں نے
صاحب السیر ابو حذیفہؓ بتایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے مدینہ کی طرف واپس تشریف

لائے۔ آپ راستہ میں تھے کہ کچھ منافقین نے آپ کو دھوکہ دے کر ضرر پہنچانا چاہا۔ چنانچہ انھوں نے
مشورہ کیا کہ آپ کو راستہ میں ایک پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیا جائے۔

جب قافلہ نبوی چوٹی پر پہنچا تو منافقین نے بھی چاہا کہ آپ کے ساتھ ساتھ چلیں۔ اب بات
ہو چکی تھی اور تاریکی بڑھ چکی تھی۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو چاہے کہ وادی کے درمیان سے جائے
تو کوئی حرج نہیں وہ تمہارے لیے کافی ہوگی۔ یہ کہہ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑی کا راستہ اختیار
فرمایا اور چند لوگوں کے سوا باقی (صحابہؓ) وادی میں سے گزرنے لگے۔

منافقین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملکر کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ جب انھوں نے سنا تو
یہ تیار ہو گئے اور نقاب ڈال کر ابابہ انتہائی شدید ترین خباثت کے لیے تیار ہو گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت حذیفہؓ رضی اللہ عنہم یمنی اور عثمانؓ رضی اللہ عنہما سے آپ نے حضرت عمرؓ
کو اونٹنی کی نیکیں پکڑنے کا حکم دیا۔ اور حضرت حذیفہؓ کو پیچھے سے اونٹنی ہانکنے کے لیے فرمایا۔ یہ قافلہ
دو بار ہٹا کہ ان کے پیچھے سے ایک گروہ کے اچانک حملہ کرنے کی آواز آئی۔ اور اتنے میں انھوں نے آپ کو

گھیر لیا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور حضرت حذیفہؓ کو حکم دیا کہ انھیں ہٹا دیں
جب حضرت حذیفہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی دیکھی تو واپس ہوئے ان کے پاس ایک عجمی دھڑا سا

تھا۔ انہوں نے ان منافقین کی طرف منگھریا اور ان کی سواریوں پر اس سے ہنر میں لگائیں۔ جس گروہ کو نقاب اڑھے دیکھا، تو اسے محض مسافروں کی ایک عادت ہی سمجھا۔

جب حضرت حذیفہؓ نے انہیں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے منافقین کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ سمجھے، کہ ان کے مکر کا اظہار ہو گیا۔ چنانچہ وہ تیزی سے ہٹ کر لوگوں میں خلط ملط ہو گئے۔ پھر حضرت حذیفہؓ آگے بڑھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ جب یہ آپ کے پاس پہنچے تو ارشاد ہوا، اے حذیفہ تم سواری کو منکاد، اور اے عمار تم چلتے رہو۔

چنانچہ تیزی کے ساتھ یہ چھوٹا سا قافلہ دہاڑا کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ سے فرمایا، تم اس جماعت یا سواریوں میں سے کسی کو جانتے ہو؟

حضرت حذیفہؓ نے عرض کیا کہ میں فلاں فلاں کی سواری جانتا ہوں۔ اور عرض کیا چونکہ رات اندھیرا تھی اور وہ اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ نیز انھوں نے نقاب اڑھ رکھے تھے (اس لیے زیادہ نہیں پہچان سکا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم جانتے ہو کہ اس قافلے کا کیا مقصد ہے اور ان کا کیا خیال تھا، انہوں نے عرض کیا نہیں! اے اللہ کے رسول، حادثہ میں نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا، انہوں نے میرے ساتھ چلنے کے لیے مکر سے ہم لیا تاکہ جب میں چوٹی کے اوپر پڑھوں تو مجھے وہاں سے گرا دیں۔

حذیفہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول۔ آپ نے حکم کیوں نہ دیا کہ ہم ان کی گردن مار دیتے؟ آپ نے فرمایا، میں اسے ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ پوچھا کریں کہ محمدؐ نے اپنے ساتھیوں پر ہاتھ ڈالنا شروع کر دیا ہے۔ پھر آپ نے ان تمام منافقین کے نام اپنے ان دونوں دم سفر صحابہ کو بتا دیئے اور فرمایا کہ یہ بات پوشیدہ رکھنا۔

اس بیوقوف بخت میں اس وقت نے کہا ہے کہ اس سے اس کا ہون پتہ پاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ کو ان منافقین کے نام بتائے اور ان کے علاوہ کسی کو مطلع نہیں فرمایا۔ اسی وجہ سے حضرت حذیفہؓ کو صاحب السر (راز دار) کہا جاتا ہے، جس شرف سے حضرت عمرؓ زیاد دوسرے صحابہ شرف زد تھے۔ اور ان میں سے کوئی بھی ان منافقین کے ناموں سے آگاہ نہ تھا، چنانچہ جب کوئی آدمی فوت ہو جاتا تو حضرت عمرؓ فرمایا کرتے۔ دیکھو اگر حذیفہؓ نے اس کا جنازہ پڑھا ہے تو ٹھیک اور نہ یہ ان منافقین میں سے ہے۔

بسلۃ غزوة تبوک

مسجد ضرار

منافقوں کی تعمیر کردہ مسجد کو ڈھا دینے کا فرمان نبویؐ

یہی وہ مسجد ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو وحی کے ذریعہ آنحضرتؐ کو اطلاع فرمائی کہ اس میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گرا دیا۔

(یہ واقعہ اس طرح ہے) کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوة تبوک تشریف لے گئے اور ذی اذان میں اترے۔ اس مقام اور مدینہ کے درمیان ایک ساعت کا فاصلہ ہے۔ اس وقت مسجد ضرار کے بنانے والے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ تبوک جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ ہم نے بیمار، ضرورت مند اور دوسرے معذور لوگوں کے لیے یہ مسجد تعمیر کی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ آپؐ ہمارے ہاں تشریف لائیں اور اس میں بیماری خاطر برکت کے لیے نماز پڑھ دیں آپؐ نے فرمایا، اس وقت میں سفر پر ہوں، اور اسی کام میں مشغول ہوں اور اگر ہم واپس آئے تو انشاء اللہ ہم یہاں تہارے پاس آئیں گے، اور تمہاری جگہ اس میں نماز بھی پڑھیں گے۔

چنانچہ آپؐ جب ذی اذان میں اترے تو اس مسجد کے متعلق اللہ نے وحی بھیجی۔ چنانچہ آپؐ نے مالک بن خنسم جو بنی سلمہ بن غوث کے بھائی تھے۔ نیز حصن بن عدی عجلانی کو بلا یا اور فرمایا کہ تم دونوں اس مسجد کی طرف جاؤ جس کے بنانے والے ظالم و گمراہ ہیں، اسے گرا دو اور اس کو جلا دو۔ چنانچہ وہ مسجد بنانے والے منتشر ہو گئے۔ ان سے متعلق آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا اذْوَارًا وَّكُفْرًا وَّلَقِيَ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ اِمٌّ يَبْعُوهُ اور جنہوں نے

بنائی ہے ایک مسجد صند پر اور کفر پر اور بھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اسے بنایا۔ یہ بارہ آدمی تھے۔ ثعلبہ بن حاطب بھی انہیں میں سے تھا۔

عثمان بن سعید دارمی فرماتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن صالح نے بتایا۔ انہیں معاویہ بن صالح سے انہیں علی بن ابی طلحہ سے انہیں ابن عباسؓ سے۔ اس آیت کے متعلق روایت پہنچی کہ یہ کچھ انصاری تھے جنہوں نے اس مسجد کو تعمیر کیا تھا۔ ان سے ابو عامر نے کہا۔ اپنی داگ (مسجد بناؤ اور قوت اور متھیاریوں سے اپنی طاقت میں اضافہ کر لو، کیونکہ میں قبصر شاہ روم کے پاس جا رہا ہوں۔ وہاں سے رومی لشکر لے آؤں گا۔ پھر میں محمد اور ان کے اصحابؓ کو نکال دوں گا۔ جب یہ (منافقین) تعمیر مسجد سے ناراض ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم نے مسجد بنائی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس میں نماز پڑھیں۔ اور برکت کی دعا فرمائیں۔ اس پر اللہ عزوجل نے حکم نازل فرمایا۔

لَا تَقْرَأْ فِيهِ اَبَدًا الْمَسْجِدَ اَسْسَ عَلٰی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اِحْقَانٍ تَقْرَأْ فِيهِ

سے لے کر فاعقاربہ فی نار جہنم۔

یعنی تو نہ کھڑا ہو اس میں کبھی البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد دھری گئی۔ پرہیزگاری پر اولیٰ ہون سے وہ ہنائق ہے کہ تو کھڑا ہو اس میں۔۔۔ سے لے کر پھر اس کو لے کر ڈھے پڑا دوزخ میں ؟

بیلد غزوہ تبوک

کعب بن مالک اور ان کے رفقاء کا معاملہ

آنحضرتؐ کی طرف سے مقاطعہ کا حکم اور اس کے اثرات و نتائج،

پھر جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قریب پہنچے تو ان حضرتؐ کی مدینہ میں واپسی | لوگ استقبال کے لیے حاضر ہوئے۔ عورتیں اور بچے بھی باہر نکل آئے۔ بچوں کی زبان پر اشعار تھے :

من ثنیات الوداع	طلع البدر علینا
وداع کی گھاٹیوں سے	ہم پر چاند طلوع ہوا ہے
ما دنا اللہ داعی	وحیب الشکر علینا
جب تک بلائے کوئی تلانے والا	ہم پر شکر کرنا واجب ہو گیا

بعض راویوں کا خیال ہے کہ یہ اشعار اس وقت پڑھے گئے جب آپؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ وداع کی وادیاں شام کی جانب میں، جنہیں مکہ سے مدینہ آنے والا نہیں دیکھتا۔ اور نہ ادھر سے گذرتا ہے۔ ہاں اگر وہ شام کو جانا چاہتے، تو ضرور راستہ میں پڑتی ہیں۔

جب آپؐ کو مدینہ نظر آیا، تو آپؐ نے فرمایا، یہ کتنی خوشگوار جگہ ہے اور یہ اچھا ہے، جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

جب آپؐ مدینہ میں داخل ہوئے تو حضرت عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر آپؐ کی شان میں ایک نعت پیش کی۔ یہ بخت مہر جمع کھا گیا ہے غابا راکا
سرجہ نہ آتا سہ لاکا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ میں داخلہ

جب آپ کا مدینہ منورہ میں داخلہ ہوا تو آپ نے مسجد میں دو رکعت نماز ادا فرمائی

پھر لوگوں کی طرف چہرہ انور کر کے بیٹھ گئے۔ چنانچہ پیچھے رہ جانے والے آئے۔ اور آپ کی خدمت میں معذرت کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے۔ ان کی تعداد اسی سے کچھ اوپر تھی۔ آپ نے ان کی ظاہری معذرت قبول کر لی اور ان سے اذہر نوبیت لی۔ اور ان کے لیے بخشش کی دعا فرمائی اور ان کے دلوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔

پھر کعب بن مالک حاضر ہوئے۔ جب انہوں نے سلام کیا آپ نے تیسم فرمایا جس سے یہی تھلک رہی تھی پھر ان کو فرمایا، او۔

(کعبؓ، فرماتے ہیں کہ میں چلا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔

آپ نے سوال کیا تو پیچھے کیوں رہ گیا تھا؟ کیا تو نے سواری خریدی نہ تھی؟

میں نے عرض کیا، ہاں! اللہ کی قسم اس وقت میں اگر اپنی دنیا میں سے کسی کے پاس بیٹھا ہوتا

تو آپ دیکھتے کہ میں معذرت کر کے اس کی خفگی دور کر دیتا۔ کیونکہ مجھے مباحثے کا فن خوب آتا ہے،

لیکن خدا کی قسم، میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر آج میں ایک جھوٹ بول کر آپ کو راضی بھی کر لوں، تو یہ

خطرہ ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھ پر ناراض نہ ہو جائے۔ اور اگر میں سچ بولوں تو مجھے امید ہے، کہ

اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے گا۔ اللہ کی قسم، میرا کوئی عذر نہ تھا۔ اللہ کی قسم جب میں آپ سے

(جہاد میں شرکت نہ کر کے) پیچھے رہا، تو اس وقت مجھ سے زیادہ کوئی (ساتھ جانے سے) قوی

اور صاحب سہولت نہ تھا (مجھے بہ طرح ہمراہی کی قوت تھی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس نے سچ کہا، بس اب جاؤ، نا انکہ اللہ تعالیٰ

تمہارے لیے کوئی فیصلہ کر دے۔

میں اٹھ گیا۔ بنی سلمہ کے کچھ لوگ میرے پیچھے آئے اور مجھ پر طعن و تشنیع کرنے لگے اور کہنے لگے

بجائے ہم نہیں جانتے کہ تم نے اس سے قبل کبھی گناہ کیا ہو، اور جس طرح دوسرے پیچھے رہنے

والے معذرتیں پیش کرتے رہے، تم اس بات میں بھی رہ گئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

عذری دینا، کر پیش کر دیتے۔ اب تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے متعلق بخشش کی

دعا فرمائیں گے تب ہی گناہ معاف ہوگا۔

(حضرت کعبؓ) فرماتے ہیں کہ یہ لوگ مجھے مسلسل زجر کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے واسپو جانے کا ارادہ کر لیا تاکہ اپنے آپ کی تکذیب کر دوں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا، کیا کسی اور نے بھی میری طرح کیا ہے؟ وہ کہنے لگے، ہاں دو آدمیوں نے کیا ہے جو تم لے کہا، اور انھیں بھی دربار نبوت سے دلیا ہی تجااب ملا ہے جیسا تمہیں ملا ہے۔

میں نے پوچھا، کون ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ مرارہ بن ریح غامری اور بلال بن امیہ حنفی۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ دونوں نیک آدمی ہیں جو بدر کے غزوہ میں بھی شریک ہوئے تھے۔ اور یہی (میرے لیے بھی بہتر نمونہ ہیں۔ جب انھوں نے ان کا تذکرہ کیا۔ تو میں زواہر جانے کی بجائے اپنے گھر چلا گیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم کہ کعب وغیرہ کا یا میکاٹ کر دیں

فرمایا۔ ان تینوں سے ہی جو کہ آپ سے پیچھے رہ گئے۔ چنانچہ لوگ ہم سے الگ ہو گئے۔ اور ہم سے بگڑ گئے، حتیٰ کہ زمین میرے لیے اجنبی ہو گئی۔ اب یہ زمین وہ نہ تھی جسے میں جانتا تھا۔ ہم پچاس دن اسی حالت میں گزارے، میرے دوسرے دونوں ساتھی تو اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ اور روتے رہتے، اور میں ذرا توانا اور جوان سا تھا۔ اس لیے میں باہر آیا کرتا اور مسلمانوں کے ہمراہ نماز میں شریک ہوا کرتا۔ بازار و در میں پھرتا اور مجھ سے کوئی آدمی بھی بات نہ کرتا۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا، ان پر سلام پیش کرتا۔ جب کہ نماز کے بعد اپنی مجلس میں آپ تشریف فرما ہوتے اور میں دل میں سوچتا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے جواب کے لیے ہونٹ مبارک ملائے ہیں یا نہیں؟ پھر میں آپ کے قریب نماز پڑھتا اور آپ کو کن آنکھوں سے دیکھتا رہتا، اور میں جب نماز کے لیے آتا تو آپ میری جانب نظر فرماتے اور جب میں دیکھتا تو مجھ سے اعراض فرما لیتے۔

جب انہی اسلام کا اعراض حدیثے لمول اور سخت تر امتحان اور آزمائش کی گھڑیاں

ہوئیں، تو میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی دیوار پر چڑھ گیا۔ یہ میرے

چچا کے بیٹے تھے، اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا، اللہ کی قسم انہوں نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔

میں نے پوچھا، میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول کے محبت رکھتا ہوں؟

وہ خاموش رہے، میں نے پھر وہی بات دہرائی وہ پھر خاموش رہے۔ میں نے پھر وہی بات دہرائی تو وہ کہنے لگے، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔
اس پر میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور میں واپس آ گیا۔

اس دوران میں کہ میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا

ایک اور کڑی آزمائش، شاہ غسان کی طرف سے رشوت

اچانک شام کے قہطیوں میں سے ایک قہطی جو مدینہ میں غلہ لے کر سچنے کے لیے آیا تھا، کہہ رہا تھا کون ہے جو مجھے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا پتہ بتائے؟ لوگ اسے اشارے سے بتانے لگے۔ جب وہ میرے پاس آیا، تو اس نے مجھے شاہ غسان کا ایک خط دیا، اس میں لکھا تھا:

”اما بعد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تیرے صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ پر زیادتی کی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ذلت و رسوائی کے لیے پیدا نہیں کیا، اس لیے آؤ، ہم سے مل جاؤ ہم تمہاری موافقت کریں گے۔“

سب میں نے اسے پڑھا تو کہا، کہ یہ بھی ایک امتحان ہے۔ چنانچہ میں نے جلدی سے اسے تنور میں ڈال کر اسے (حلا) دیا۔

آخری اور سخت ترین آزمائش

آخر جب چالیس راتیں گزر گئیں تو جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد میرے پاس آیا اور کہا:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے حکم دیتے ہیں کہ اپنی بیوی سے الگ ہو جا۔
میر نے دریافت کیا، کیا اسے طلاق دے دوں، یا کچھ اور؟
انہوں نے کہا، نہیں، بلکہ صرف الگ ہو جا، اور اس کے قریب نہ جا۔ نیز اسی طرح میرے دوسرے دو ساتھیوں کو بھی ایسا ہی حکم بھیجا۔
لے عیاشیوں کا ایک فرقہ

میں نے اپنی بیوی سے کہا۔ اپنے اہل لے کر چلی جاؤ، اور ان کے پاس کھڑی رہو۔ یہاں تک کہ
اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں فیصلہ فرمادیں

بلال بن امیہ کی بیوی حاضر ہوئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول۔ بلال بن امیہ ایک بوڑھا
نازراں آدمی ہے۔ اس کے پاس کوئی خادم نہیں، کیا آپ اس بات کو ناپسند فرماتے ہیں کہ میں اس کی
صرف خدمت ہی کر دیا کروں ؟

آپ نے فرمایا، کوئی مضائقہ نہیں لیکن وہ تیرے قریب نہ آئے۔ اور (صحابہؓ) نے جواب
دیا، اللہ کی قسم، اس میں کوئی سکت ہی نہیں رہی، بلکہ جس دن سے یہ معاملہ ہوا ہے اسی دن سے
آج تک وہ بس روتا ہی رہتا ہے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میرے ایک عزیز نے کہا، کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
بلال بن امیہ کی بیوی کو اجازت دے دی ہے تم بھی آپ سے اجازت لے لو تا کہ وہ تمہاری خدمت
ہی کرے۔

میں نے جواب دیا، اللہ کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت کا سوال نہیں
کروں گا، اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت کا سوال کروں، تو نہ جانے آپ کیا فرمائیں؟
میں ایک جوان آدمی ہوں۔
دس مزید راتیں اسی حالت میں گزر گئیں۔

اور جب ہمارے ساتھ مقلعہ کلام سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
آخر امتحان کی گھڑی گزر گئی نے فرمایا، پچاس راتیں مکمل ہو گئیں۔ اور پچاسویں رات کے
بعد میں نے اپنے گھروں میں سے ایک گھڑی چھت پر نماز فجر ادا کی۔ میں اسی حالت میں بھٹا تھا کہ جس کا
ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے کہ حج پر تنگی جان آچکی تھی، اور اپنے کیے کی بنا پر زمین بھرتا تنگ ہو گئی تھی
میں نے ایک آواز دینے والے کی صدا پہاڑ کی چوٹی سے سنی۔

اے کعب بن مالک، خوش ہو جا۔

میں فوراً مسجد سے میں گر گیا کیونکہ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ اللہ کی جانب سے آسانی آگئی۔
نماز فجر کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری توبہ قبول ہونے کے متعلق صحابہؓ کو

خبر لے دی تھی۔ چنانچہ لوگ بھی خوشخبریاں دینے کے لیے آئے اور میرے دونوں ساتھیوں کی جانب بھی گئے۔ ایک آدمی گھوڑے پر میری طرف بھاگا اور نبی اسلام سے ایک آدمی پہاڑ کی چوٹی پر پڑھا۔ اسی کی آواز گھوڑے والے سے جلد پہنچ گئی۔ اور حسب بلند آہنگ خوشخبری دینے والا میرے پاس پہنچا تو میں نے اپنا لباس اتار کر اسے دے دیا۔ اللہ کی قسم میرے پاس اس کے سوا کوئی کپڑا نہ تھا چنانچہ میں نے دو کپڑے مستعار لیے اور انھیں پہنا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

خطا کار، دربار رسالت میں | ہوئے ملے، اور کہنے لگے:

اللہ تعالیٰ نے تیرے توبہ قبول کر لی، تجھے مبارک ہو۔
حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریف فرماتے، اور صحابہؓ آپ کے ارد گرد کھتے۔ طلحہ بن عبید اللہ، ٹھوکر دورے، مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک، دی۔ اللہ کی قسم ہاجریں میں سے ان کے سوا کوئی میری جانب نہ آیا۔ اور میں طلحہؓ کی یہ محبت کبھی بھول نہیں سکتا۔

جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا۔ آپ کا چہرہ انور خوشی و شہادت سے چمک رہا تھا۔ آپ نے فرمایا، جب سے تیرے ماں نے تجھے بنا ہے تب سے آج تک آج کا دن (از حد) خوش ہو جا۔

کعبہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول یہ توبہ کی قبولیت، آپ کی جانب سے ہے۔ یا اللہ کی جانب سے؟ آپ نے فرمایا، نہیں، بلکہ اللہ کی جانب سے۔

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ انور روشن ہو جاتا گویا پانڈ کا ایک ٹکڑا ہے اور ہم اسی سے پہچان لیتے۔

ایشیاد اور فدویت کی مثال | اے اللہ کے رسول، میں قبولیت توبہ کی خوشی میں اپنا تمام مال اللہ اور اس کے رسول کی خدمت میں پیش کرنا ہوں۔

Marfat.com

آپ نے فرمایا کچھ مال اپنے پاس رکھ لو۔ وہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔
میں نے عرض کیا کہ میں خیر کا حصہ اپنے پاس رکھتا ہوں اور باقی اللہ کی راہ میں سرفرا
کرتا ہوں۔

حضرت عثمان بن سعید دارمی نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ
بن عباس سے انھیں معاویہ بن صراح سے انھیں علی بن ابی طلحہ

سے انھیں ابن عباس سے اس آیت کے متعلق روایت ملی۔ آیت یہ ہے :

وآخر دن اعترفوا بن اولیہم خا طرا عملا صالحا و آخر سیئاً

انہوں نے بتایا، یہ دس آدمی تھے جو کہ غزوہ تبوک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ
نہ گئے اور پیچھے رہ گئے۔ جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو ان میں سے
سات آدمیوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
واپس پر مسجد میں ان کے قریب سے گزر رہے تھے تو دریافت فرمایا۔

یہ کون ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ رکھا ہے ؟

عرض کیا گیا، اولیایہؓ، ان کے ساتھ جو کہ اسے اللہ کے رسول (غزوہ) میں آپ سے پیچھے
رہ گئے (اور ہمراہ نہیں گئے) ان لوگوں نے، اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا ہے
تو انکو آپ نے انھیں کھولیں اور ان سے معذرت قبول فرمالیں۔

آپ نے فرمایا، اللہ کی قسم میں نے انھیں کھولوں گا اور نہ ان کو معذرت قبول کروں گا جب تک
کہ اللہ تعالیٰ انھیں کھولے۔ یہ لوگ نجد سے اعراب سے گئے اور مسلمانوں کے ہمراہ غزوہ میں شریک
ہونے سے پیچھے رہ گئے۔

جب انہیں یہ معلوم ہوا تو کہنے لگے، ہم اپنے آپ کو بالکل نہ کھولیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ
ہی ہمیں نہ کھولے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

وآخر دن اعترفوا بن اولیہم خا طرا عملا صالحا و آخر سیئاً علی اللہ

ان میں سے پہلے اور اللہ غفور رحیم، یعنی اور بعض لوگ ہیں کہ اقرار کیا انہوں نے اپنے
گناہوں کا، ملایا انہوں نے انہیں کام لیک اور دوسرا بد، قریب سے کہ اللہ معاف کرے ان کو

بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف کسی کو بھیجا اور انہیں آزاد کر کے ان کا عذر قبول فرمایا۔ انہوں نے غرض کیا، اے اللہ کے رسول یہ ہمارے مال حاضر ہیں۔ ہماری جانب سے ان کا صدقہ فرما دیجئے اور ہمارے لیے بخشش کی دعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا مجھے تمہارا مال لینے کا حکم نہیں دیا گیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمادی : **خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً**

تَطْهَرُ بِهِمْ وَيُزَكِّيَهُمْ بِهَا وَصَلْ عَلَيْهِمْ إِنَّ صِلَاةَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ۔ ۱۱۱

یعنی "لے ان کے مال میں سے زکوٰۃ کہ پاک کرے تو ان کو اور یا برکت کرے تو ان کو اس وجہ سے اور دعا سے ان کو بے شک تیری دعا ان کے لیے تسکین ہے۔"

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مال قبول فرما کر صدقہ کیا اور ان کے لیے بخشش کی دعا فرمائی۔ اور تین آدمیوں نے اپنے آپ کو مستونوں کے ساتھ باندھا نہ کھا۔ انہیں خیال ہوا کہ نہ معلوم انہیں عذاب دیا جائے گا، یا ان کی بھی توبہ قبول کر لی جائے گی۔ چنانچہ ان کے مستحق اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی :

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى الْبَنِي وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ... اِسْ آیت تک ... وَعَلَى الَّذِينَ

الَّذِينَ خَلَفُوا... اِسْ آیت تک ان اللہ ہوا التواب الرحیم۔

یعنی، اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین و انصار پر... اور ان تین شخصوں پر جن کو

پیچھے رکھا تھا... بے شک اللہ ہی مہربان رحم والا ہے۔

سلسلہ غزوہ تبوک

فقہی احکام و مسائل کا استنباط

وہ زکات و معارف جو اس غزوہ سے حاصل ہوئے

۱۔ کوچ کا حکم ملنے کے بعد تاخیر روا نہیں | ہمراہ چلنا لازم ہے اور کسی کے لیے جائز نہیں کہ اہم کے اذن کے بغیر چھپے رہ جائے اور شکر کے نکلنے سے متعلق یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک آدمی کو متعین طور پر حکم دیا جائے، بلکہ جب لشکر چلے گا تو ہر آدمی کو اس کے ہمراہ نکلنا واجب ہے، جہاد کے تین مقامات ہیں۔

ایک فرض عین۔

دوسرا جب دشمن شہر میں آجائے۔

تیسرے جب کہ میدان جنگ میں صفیں جم جائیں۔ (یہ سب مذکورہ صورتیں فرض عین کی ہیں)

۲۔ مالی جہاد بھی واجب ہے، جہاد کرنا بھی واجب ہے۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جان کے ساتھ جہاد کرنے کے علاوہ مال سے

اہم احمد کی دو روایتوں میں سے یہ ایک روایت ہے اور یہی صائب رائے ہے جس میں کچھ شبہ نہیں کیونکہ قرآن میں جہاد بالذات کے ساتھ ساتھ ہی جہاد بالمال کا ذکر کیا گیا ہے، بلکہ ایک مقام کے سوا تمام مقامات پر جہاد بالمال کا ذکر جہاد بالذات سے پہلے ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے جہاد بالمال ایک اعتبار سے جہاد بالذات کے مقابلہ میں زیادہ اہم اور ضروری

ہے اور یہ بات، شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ یہ دو جہادوں میں سے ایک جہاد ہے۔ اور نبرا جہاد ہے جیسا کہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جو کسی غازی کے لیے سامانِ جہاد مہیا کرے اس نے گویا جنگ میں حصہ لیا۔

پس جو شخص مال استطاعت رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ راہِ خدا میں جہاد پر نکلنے والوں کے لیے سر و سامان بہم پہنچائے، بالکل اسی طرح جیسے جسمانی قوت و طاقت رکھنے والے شخص پر لازم ہے کہ دست و بازو سے جہاد میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے اور جہادِ بدنی کی تکمیل مالِ زرِ خراج کیے بغیر نہیں ہوتی کہ تعدادِ درجہاں اور سرمائے کے بغیر دشمن پر قابو پانا دشوار ہوتا ہے۔ اس لیے اگر افراد کثرت سے مہیا نہ کر سکے تو مال اور اسلحہ سے تعاون کرنا واجب ہے کیونکہ جسمانی طور پر معذور آدمی اگر دولت مند ہو تو حج (بدل) اس پر واجب ہو جاتا ہے، پس جہاد میں مال سے تعاون کرنا زیادہ واجب اور ادنیٰ ہوگا۔

اور انہی حکم میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت عثمان بن
 حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت و مزینت

اہل اسلام کی مدد کی اور تمام لوگوں پر گوئے سبقت لے گئے اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 لے عثمان رضی اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا، جو تو نے چھپ کر کیا، جو تو نے اعلیٰ کیا، جو تو نے
 مخفی رکھا، اور جو تو نے ظاہر کر دیا۔

پھر فرمایا:

آج کے بعد عثمانؓ کو کوئی بات بھی ضرر نہ دے گی۔

(حضرت عثمانؓ) نے اس دن ایک ہزار دینار، تین سو اونٹ سوار و سامان سمیت اور اسلحہ
 وغیرہ پیش خدمت کئے تھے۔

۴۔ عاجز کسے تسلیم کیا جائے گا؟
 نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عاجز صرف وہ ہے جو کوشش
 و جہد کے باوجود مال حاصل کرنے میں ناکام رہے۔

۱.۵ استخلاف امام کا مسئلہ
 نیز اس سے استخلافات امام کا مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ جب امام سفر کرے
 تو صغیرا معذورین، عورتوں اور بچوں پر کسی آدمی کو اپنا خلیفہ بنا کر

جاسکتا ہے۔ یہ مجاہدین کا نائب ہوگا کیونکہ یہ کام (دعاصل) مجاہدین سے بہت بڑا تعاون ہے جناب

یعنی کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ اس طرح مباشرت دوسرے صحابہ کرام کے لیے بھی آئے ہیں لیکن یہ سب سے سب تابع ہیں اور
 عمل اور نبی سے اجتناب کے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمعموم ابن اُمّ مکتوم کو نائب بنا کر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے انھیں وی سے زائد مرتبہ نائب بنایا

اور اہل حدیث و اثر کے ہاں ثبوت ملتا ہے، غزوہ تبوک میں آپ نے علی بن ابی طالب کو نائب بنایا جیسا کہ صحیحین

حضرت علی کی فضیلت و مزکیت

میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے انھوں نے بتایا کہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں جلتے وقت علی کرم اللہ وجہہ کو نائب بنایا۔ انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ اپنے پیچھے چھوڑے جا رہے ہو، آپ نے فرمایا :

کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہارا اس طرح تعلق ہو جیسا ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا؟ البتہ یہ ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، لیکن یہ خلافت دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل کے متعلق تھی۔ باقی رہا استخلاف عمومی! تو یہ محمد بن سلمہ انصاری کے سپرد تھا۔

نیز اس میں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قوم ثمود کے علاقہ

علاقہ قوم ثمود کی چیزوں کا استعمال

میں کنوؤں سے پانی پینا یا اس سے کچھ لپکانا، آٹا گوندھنا اور وضو کرنا جائز نہیں۔ البتہ ہیرناقہ کے سوا دیگر مقامات سے چوپاؤں کو پانی پلانا جائز ہے۔ یہ کنویں جناب رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک باقی تھے۔ اس کے بعد پھر آج تک صدیوں پر صدیاں گذرتی رہیں۔ اس کنویں کے سوا کوئی مسافر کہیں نہیں اترا۔ یہ کنواں بند ہے اور اس کی عمارت پختہ اور وسیع ہے۔ اس پر قدامت کے آثار صاف نمایاں ہیں جن سے قطعاً کسی طرح کا شبہ نہیں ہوتا۔

نیز جو آدمی منصرف علیہ اور سزایا نہ

معضوب قوموں کے علاقہ سے کس طرح گزرنا چاہیے؟

اقوام کے علاقہ سے گزرے اسے چاہیے کہ وہ اس کے اندر داخل نہ ہو اور نہ وہاں پر قیام کرے۔ کپڑا لپیٹے ہوئے تیزی کے ساتھ ادھر سے گزر جائے۔ بلکہ گریہ کناں داخل ہو۔ اور اسی حالت گریہ و غمز میں گزر جائے، یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وادی محسر میں منیٰ اور غزوة کے دربان تیزی سے گزر گئے، کیونکہ اسی جگہ صحابہ فیل پر عذاب الہی نازل ہوا تھا۔

نیز اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دو نمازوں کو سفر میں جمع کر کے پڑھنا منقول ہے۔

سفر میں جمع بین الصلاحتین کا مسئلہ

لیکن یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ ہاں عرۃ میں دخولِ عرۃ سے قبل آپ سے جمع تقدیم ثابت ہے کہ آپ نے ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ظہر کے وقت میں پڑھی اور اس کی علت میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے باعث ایسا کیا۔ امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ سطرِ طویل کے باعث جمع کیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ کام کی کثرت یعنی وقوت کے باعث جمع کیا۔ نیز اس خیال سے کہ وہاں غروب آفتاب تک پہنچ سکیں۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر ضروری کام ہو تو اس کی وجہ سے دو نمازوں کو ایک وقت پر ایک وقت سے پہلے جمع کیا جاسکتا ہے۔

نیز اس سے ریت کے ساتھ حوازی تیمم بھی ثابت ہوتا ہے۔

۱۰۔ اگر مٹی نہ ملے تو ریت سے بھی تیمم جائز ہے

اصحاب مدینہ اور تبوک کے ریگستانی علاقہ کو طے کر رہے تھے اور اس میں قطعاً شگ نہیں کہ آپ اپنے ساتھ مٹی نہیں لے گئے۔ اور یہ چٹیل ریگستان ایسا ہے کہ صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی اور یہ تو یقینی بات ہے کہ جہاں وہ اتر رہے تھے وہیں پراکھنوں نے ریت سے تیمم کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ہے کہ :

میری امت کو جہاں بھی نماز کا وقت آجائے وہیں اس کی مسجد ہے اور وہیں طہارت کا سامان ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں دن تبوک میں مقیم رہے اور قصر کرتے رہے مگر امت کو یہ حکم نہیں دیا کہ جب تم میں سے کوئی اس سے زیادہ دن قیام کرے تو قصر نہ کرے۔ بلکہ آپ کی یہ اقامت (آئی مدت) رہی اور حالات سفر میں یہ اقامت سفر سے خارج نہیں ہوتی چاہے طویل ہو یا قلیل، بشرطیکہ وہ اپنی علاقہ میں ہو اور اس جگہ مقیم ہو جانے کا ارادہ بھی نہ ہو۔

سلف اور خلف میں یہ مسئلہ کافی حد تک اختلافی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے اھنوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں انیس دن ٹھہرے اور آپ نے دو دو رکعتیں پڑھیں۔ اس لیے ہم جب انیس دن ٹھہرتے ہیں تو قصر کرتے ہیں اور اگر زیادہ دن ٹھہرنا ہوتا ہے

تو مکمل نماز پڑھتے ہیں۔

اور کلام احمد سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ کا مطلب زمانہ فتح میں مدت قیام مکہ سے ہے۔
 دوسروں نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا مطلب قیام تبوک سے ہے جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ
 نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں بیس دن ٹھہرے رہے اور نمازیں قصر کرتے رہے (مسند احمد)
 اور مسعود بن مخزوم نے بتایا کہ ہم شام کی کسی بستی میں حضرت سعیدؓ کے ہمراہ چالیس دن تک ٹھہرے۔ حضرت
 سعید قصر کرتے رہے اور ہم مکمل نماز پڑھتے رہے۔ حضرت نافعؓ بتاتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ آذربائیجان
 میں چھ ماہ تک ٹھہرے رہے اور دو کعتیں پڑھتے رہے۔ ان کی دلہنی کی راہ میں برف سے رکاوٹ ہو گئی تھی۔
 حضرت حفص بن عبیدہ بتاتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ ملک شام میں دو برس مقیم رہے اور مسافر
 کی نماز پڑھتے رہے۔

حضرت انسؓ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رام ہرگز میں سات ماہ ٹھہرے
 اور نمازیں میں قصر کرتے رہے۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبدالرحمنؓ بن سحرہ کے ساتھ بابل میں دو سال ٹھہرا اور وہ قصر نماز
 پڑھتے رہے اور جمع نہ کرتے تھے۔

حضرت ابراہیمؓ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ میں ایک سال سے زیادہ مدت تک ٹھہرے اور قصر کرتے رہے
 اور سجستان میں دو سال ٹھہرے (اور قصر کیا) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کی یہی سنتِ طیبہ
 ہے اور یہی بہتر اور صائب ہے۔

رہے لوگوں کے مذاہب تو امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جب چار دن تک اقامت کا ارادہ ہو تو مکمل نماز
 ادا کرے۔ اور اگر اس سے کم کا ارادہ ہو تو قصر کرے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے
 آثار کا احوال نے یہ مطلب یہ ہے کہ ان کا ارادہ اتنی مدت کا نہ تھا، بلکہ جنیال یہ تھا کہ ہم کل جائیں گے۔ اور
 پھر کل جائیں گے۔

امام مالکؒ اور شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر چار دن سے زیادہ اقامت کا ارادہ ہو تو مکمل نماز پڑھے اور اگر
 کم کا ارادہ ہو تو قصر کرے۔

ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں اگر پندرہ روز کے قیام کا ارادہ ہو تو مکمل نماز پڑھے اور اگر اس سے کم کا ارادہ ہو تو

قصر کرے، حضرت یثرب بن سعد کا یہی مذہب ہے اور تین بزرگ صحابہؓ، حضرت عمرؓ، ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے بھی یہی مروی ہے۔

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں اگر تو چار دن ٹھہرے تو چار رکعتیں پڑھ۔ نیز آپ سے ابو حنیفہ کے مطابق بھی ایک قول منقول ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں، اگر کسی دن قیام کرے تو مکمل نماز پڑھے، یہ ابن عباس سے روایت ہے۔

حضرت حسن فرماتے ہیں، جب تک اپنے شہر میں واپس نہیں آتا، تب تک قصر کرتا رہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب تک نادر راہ اور ساز و سامان نہیں رکھ دیتا، تب تک قصر کرتا ہے۔ ویسے اگر اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی حاجت سے قیام کرے اور ہر روز یہ ارادہ کرتا رہے کہ کل جاؤں گا، کل جاؤں گا اور انتظار میں لگا رہے، تو وہ زندگی بھر قصر کر سکتا ہے۔ البتہ ایک منقول قول میں امام شافعیؒ کا فرمان یہ ہے کہ سترہ یا اٹھارہ دن تک قصر کرے اور اس کے بعد قصر نہ کرے۔

ابن منذرؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کو اس پر اجماع ہے کہ مسافر کو اس بات کی اجازت ہے کہ جب تک وہ مدت مخصوص کے لیے اقامت کا ارادہ نہ کرے قصر کرتا رہے۔ چاہے اس پر کئی سال گزر جائیں۔

۱۱۔ اگر مصلحت دائمی ہو تو قسم توڑنا مستحب ہے، | اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حالت کو اپنی قسم

عجلائی اور فیکہ نظر آئے، البتہ اس کے عوض چاہیے کہ کوئی دوسرا نیک کام کر لے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے۔ یہ سفر کے سلسلے میں حنفی فقہ کا مسئلہ مختلف طور پر یوں ہے :

- ۱۔ قصر کا آغاز سفر پر روانہ ہوتے ہی کیا جاسکتا ہے۔ اس کی شرط نہیں کہ اتنے میل یا اتنی مسافت طے کرنا ضروری ہے۔ وطن سے یا مستقل اقامت گاہ سے نکلنے ہی اگر نماز کا وقت حالت سفر میں آجائے تو قصر جائز ہے۔
- ۲۔ سازگاری حیثیت سے اگر ساری زندگی ہی گزر جائے تو قصر برابر جاری رکھا جائے گا، اس کے لیے بھی شرط نہیں کہ اتنی مدت تک تو قصر کیا جاسکتا ہے۔ اس مدت میں اعانہ ہو جائے تو قصر نہیں کیا جائے گا، یہ غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قصر اس وقت تک کیا جائے گا، جب تک مسافر اپنے وطن نہ واپس آجائے، یا کسی اور جگہ مستقل اقامت نہ اختیار کر لے۔

بات اس کی صوابہ پر منحصر ہے کہ خواہ قسم توڑنے سے قبل کفارہ ادا کر دے، خواہ بعد میں ادا کرے۔

سنن میں حضرت عبدالرحمن بن سمرہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب تو حلف لے (قسم کھائے) اور پھر دیکھے کہ نیکی اور بھلائی تو دوسری صورت میں ہے تو قسم توڑ دے اور حلف کا کفارہ ادا کر دے اور وہ دوسری صورت جو غیر کی ہے اختیار کر لے۔

یہ روایت اصل صحیحین میں مروی ہے۔ اسی بنیاد پر احمد، مالک اور شافعی کا خیال ہے کہ قسم توڑنے سے قبل کفارہ دینا جائز ہے۔ اور امام شافعی نے روزے کے ذریعہ کفارہ ادا کرنے کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اور فرمایا کہ روزوں میں تقدیم کرنا جائز نہیں، البتہ ابوحنیفہ نے علی الاطلاق پیشگی کفارے سے منع کیا ہے۔

نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حالت غضب کی قسم معتبر ہے۔

۱۲۔ غصہ کی قسم بھی معتبر سمجھی جاسکتی ہے | سمجھ جائے گی بشرطیکہ حالت اس حد تک نہ لے جائے کہ قسم کھانے والا ہوش حواس کھو چکا ہو اور نہ جاننا ہو کہ کیا کہہ رہا ہے؛ ایسی قسم کے معتبر سمجھے جانے کی صورت میں اس کا حکم نافذ ہوگا اور اس کا عقیدہ بھی درست ہوگا اور اگر غضب اغلاق تک پہنچ جائے تو ایسے شخص کی نہ قسم معتبر ہوگی، نہ عقد، نہ طلاق، نہ عناق، حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غصہ کی نہ طلاق معتبر ہے نہ عناق

۱۳۔ اصل معطی، مانع، اور عامل خدا ہے، رسول صرف منفذ ہے | اسی طرح جناب سالتاب کا فرمان، کہ میں نے

تمہاری طرف یہ (ساز و سامان) تعاون سفر نہیں بھیجا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ارسال فرمایا ہے ایسا کلام گاہے گاہے جبرِ قلوب کے لیے ہوتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خدا کی قسم میں نے کسی کو کچھ دیا ہوں اور نہ کسی سے کچھ روکنا ہوں، بلکہ میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں۔ جہاں مجھے حکم ہوتا ہے وہاں رکھ دیتا ہوں۔

کیونکہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے اور حکم کے مطابق امور میں تصرف فرماتے تھے چنانچہ

۱۴۔ قسم سو یا روزہ، کسی کا کفارہ بھی وقوع واقعہ سے پیشتر ادا کرنا تکلیف مالا یطاق، اور عقلی و شرعی نقطہ نظر سے غیر متعین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام اعظم امام ابوحنیفہ نے علی الاطلاق پیشگی کفارہ کو رد نہیں کیا قرار دیا ہے۔

پر ہونے کا حکم فرماتا، آپ نافذ کر دیتے، کیونکہ اصل عطا کنندہ اور دکنے والا تو صرف اللہ ہی ہے۔

۱۲۔ نفاق کفر تک پہنچ جائے تو بھی منافق کا قتل روا نہیں | اسی طرح منافقین کو قتل نہ کرنا۔ حالانکہ یہ لوگ کفر صریح تک پہنچ چکے تھے

اسی سے بعض نے استدلال کیا ہے کہ زندیق کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ اگر وہ ظاہری طور پر تو یہ کرے کیونکہ (ان منافقین) نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسم کھائی کہ ہم نے یہ نہیں کہا، لہذا، ان الفاظ کا مطلب تو یہ ہی قرار دیا جائے گا اور بعض منافق تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہنے لگے کہ آپ نے عدل نہیں کیا۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔ کیا آپ انہیں قتل نہیں کریں گے؟ آپ نے یہ جواب نہیں دیا کہ ان کے خلاف مہینہ نہیں ہے بلکہ فرمایا کہ لوگ یہ چرچا کرنے لگیں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔ اس لیے صحیح جواب تو یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ان کا ترک قتل ایک مصلحت کے پیش نظر تھا، تاکہ آپ کی جانب تالیف قلوب ہو سکے۔ اور تمام لوگ آپ کے کلمہ پر جمع ہو جائیں۔ نیز ان کے قتل سے تنفر کا خطرہ تھا اور اس وقت اسلام کی حالت غربت تھی، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی تالیف قلوب چاہتے تھے اور یہ ایسا امر تھا، جو صرف آپ کے عہد سے مخصوص تھا، اسی طرح سے آپ نے اپنے آپ پر حملہ کرنے والوں کے خلاف بھی اقدام نہیں کیا، لیکن آپ کے بعد امت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنا حق بھی نہ لے۔ بلکہ اب ضروری ہے کہ

۱۳۔ قرآن، حدیث اور دینی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ حسنہ سے جو کچھ مستنبط اور متبادر ہوتا ہے کہ شرع میں اور احکام و قضایا میں عمل ظاہر کیا جاتا ہے، یہ منافقین اگرچہ دل میں اسلام اور دینی اسلام کے بدترین دشمن تھے، لیکن زبان سے اسلام کا اقرار کرتے رہتے تھے، یہی وجہ تھی کہ آپ نے انہیں سزا نہیں دی، لیکن اگر ان کے کفر کی کوئی ناقابل تردید شہادت مل جاتی تو ظاہر ہے پھر وہ سزا سے نہ بچ سکتے۔ ایک جنگ میں ایک حبیبی القدر صحابی نے جب میدان جنگ میں ایک شخص کو اپنی شمشیر عارائے شگافت کی زد پر دیا تو اس نے اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کیا، لیکن صحابی نے یہ سوچ کر اس کی گردن اڑادی کہ یہ جان بچانے کا ایک حیلہ ہے۔ آپ کو حسب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو برہم ہوئے اور ان سے دریافت فرمایا: (باقی اگلے صفحہ پر)

پورا پورا حق لیا جائے۔ ان مسائل پر ایک دوسری جگہ وضاحت آئے گی اور یہاں صرف اشارہ اور تنبیہ ہی مقصود ہے۔

۱۵۔ معاہدین اور اہل ذمہ کے بارے میں ایک رائے | نیز معاہدین اور اہل ذمہ لوگ جب کسی ایسی حرکت کا ارتکاب کریں جس سے

اسلام کو ضرر پہنچتا ہو تو ان کے مال اور جان کی حفاظت سے متعلق کیا سوا عہد ختم فوراً ہو جائے گا۔ اور اگر اہم اس کی جان و مال پر غلبہ نہ حاصل کر سکے تو اس کی جان و مال (بہر مسلمان کے لیے) مباح اور بدو ہوگی۔ اور جو بھی اسے پکڑ لے گا، اسی کی ملکیت سمجھی جائے گی، جیسے کہ آپ نے اہل ایلہ کے ساتھ مصالحت کے موقع پر فرمایا کہ جو ان میں سے شرارت کرے تو اس کا مال اس کی جان کے بچانے کے لیے حاصل نہ ہو سکے گا اور جو بھی اس پر قبضہ کرے گا وہ اسی کی ملکیت ہوگا یہ اس لیے کہ شرارت (اعدات) سے وہ محارب بن گیا ہے۔ اور اس کا حکم اہل حرب ہی کے مانند ہوگا۔

۱۶۔ رات کے وقت تدفین کا مسئلہ | نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رات کے وقت دفن کرنا جائز ہے جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالنجاہدین کو رات کے وقت دفن کیا۔

اہم احمد سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کچھ حرج نہیں اور فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کچھ حرج نہیں اور فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خدائے عزوجل کی بارگاہ میں تین مرتبہ اس فعل سے برأت کا اظہار فرمایا۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات کس طرح مانا جاسکتی ہے کہ منافقین کا قتل عہد رسالت میں ناجائز تھا بعد میں جائز ہو گیا۔ اگر ہو گیا ہوتا تو ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم نے منافقوں کو کیوں قتل نہیں کیا؟ اس سے تو بہر حال انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے عہد میں بھی منافقین ہتھے اور اچھی خاصی تعداد میں ہتھے۔

تاریخ اسلام میں ایک مثال بھی اس کی نہیں مل سکتی کہ لفاق کے جرم میں کسی کو قتل کیا گیا ہو اس لیے کہ لفاق اگر ثابت ہے تو کفر ہے۔ ثابت نہیں ہے تو لفاق ہے اور جو ثابت نہ ہو اس پر نہ حد جاری ہو سکتی ہے، نہ سزا دی جاسکتی ہے۔

رات کو دفن کیے گئے۔ علیؑ اور فاطمہؑ کی تدفین بھی رات کو ہوئی۔

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے متعلق دریافت فرمایا، یہ کون ہے؟ عرض کیا گیا، فلاں ہے، گزشتہ شب کو دفن کیا گیا۔ آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی (یا حیا زہ پڑھا) اُریہ کہا جائے کہ صحیح مسلم کی روایت کا آپ کہا جواب دیں گے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ دیا، اور ایک صحابی کا ذکر کیا جو فوت ہو گئے اور انھیں بالکل ہی معمولی درجے کا کفن پہنایا گیا، اور رات کو دفن کیے گئے۔ اس موقع پر آپ نے شدتِ اضطراب کے سوا رات کو قبر میں دفن کرنے سے منع فرمایا۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم اسی جانب جاتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ہم مجد اللہ دونوں احادیث کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور کسی کو بھی رد نہیں کرتے اس طرح کہ ہم رات کو دفن کرنے کو مکروہ سمجھتے ہیں بلکہ زبور کرتے ہیں تاہاں اگر کوئی مصلحت یا ضرورت ہو تو الگ بات ہے۔ مثلاً رات کو مسافروں کے قافلہ میں سے ایک آدمی فوت ہو جاتا ہے اور اہل قافلہ کے لیے صبح تک کھڑنا خطرناک ہے یا مثلاً میت کے پھٹ کر بدبودار ہو جانے کا اندیشہ ہے اس قسم کے ترجیحی اسباب کی وجہ سے رات کو دفن کر دیا جائے گا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام جب

۱۷۔ مالِ غنیمت اور قیدی مجاہدین کا حق میں کوئی سر یہ بھیجے اور اسے مالِ غنیمت یا قیدی حاصل ہوں یا کوئی قلعہ فتح ہو جائے تو خمس نکالنے کے بعد باقی سب کچھ اہل سر یہ کا حق ہوگا لیکن اگر جنگ کے دوران میں (بہ حالتِ سفر) فوج کا ایک حصہ بطور سر یہ بھیجا جائے اور فوج کی پشت پناہی کے بل پر اور اس کی قوت سے اسے کچھ حاصل ہو تو یہ خمس اور نفل نکالنے کے بعد مالِ غنیمت ساری فوج کا ہوگا، صرف اہل سر یہ کا نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنتِ طیبہ تھی۔

نیز غزوہ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا

۱۸۔ ایک اہم شرعی نکتہ یہ فرمان بھی ذکر ہو چکا ہے :

”مدینہ میں کچھ لوگ ہیں کہ تم نے جو وادی طے کی، یا تم جہاں بھی چلے وہ لوگ تمہارے ہمراہ تھے“ یہ معیتِ قلبی اور عزائم و صمم کی ہے، نہ کہ یوں جیسے جہلاء اور سفہاء نے کچھ رکھا ہے کہ وہ اپنے جسم و اعضا سمیت ان کے ہمراہ تھے۔ یہ محال ہے کیونکہ آپ کے سامنے عرض کیا گیا وہ تو مدینہ میں ہیں؟

آپ نے فرمایا، ہاں وہ مدینہ میں ہیں۔ انہیں ہڈیوں سے روک دیا ہے۔ یہ لوگ قلبی روحی طور پر ان کے ہمراہ تھے اور ان کے اہل بیت (مدینہ) میں تھے، اسے جہاد قلبی کہتے ہیں۔ ان کا یہ جہاد اہل میں جہاد کے چار مراتب قلبی، لسانی، مالی اور بدنی میں سے ایک ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ مشرکین کے ساتھ زبان، قلب اور مال کے ذریعہ جہاد کرو۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ

۱۹۔ مقامات معصیت کی تخریب انہدام جائز ہے | معصیت کے مقامات کو حلانا جائز ہے

جہاں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہوتی ہو، اسے گرا دینا چاہیے، جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ہزار کو حلا دیا۔ اور اسے منہدم کر دینے کا حکم فرمایا، حالانکہ اس مسجد میں نماز پڑھائی جاتی تھی اور اس میں اللہ کا ذکر کیا جاتا تھا کیونکہ اس کی بنیاد ہی ہزر اور مومنین کے درمیان افتراق و انتشار پر تھی یہ منافقین کی جہتے پناہ تھی اور ہر اسی جگہ جس کا معاملہ مسجد ہزار کا سا ہو، اہم پر واجب ہے کہ اسے گرا کر اور حلا کر ختم کر دے یا اس کی صورت متغیر کر کے اسے ٹھادے اور جس کام (مثلاً بت پرستی، قبر پرستی وغیرہ) کے لیے بنائی گئی ہے۔ اسے وہاں سے ہٹا دے کیونکہ جب مسجد ہزار کے متعلق یہ طرز عمل رواج رکھا گیا تو وہ مقامات شرک گرا دینے کے زیادہ مستحق ہیں۔ جن کے مجاورین لوگوں کو وہاں اللہ کا شریک بنانے کی دعوت دیتے ہیں۔ ایسے فسق و فجور کے مقامات مثلاً شراب کی دکانیں اور منکرات کے مراکز، چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایک پورا گاؤں ہی حلا دیا تھا، جس میں شراب کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ اور وہ لیسٹھن کی دکان حلا دی اور اسے ذلیق (غندہ) کا خطاب دیا۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تدکین جماعت اور جمعہ کے گھر حلا دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔ لیکن طوفانوں اور بچوں کی وجہ سے رک گئے کیونکہ ان پر مسجد میں جماعت کی حاضری واجب نہیں۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف نیکی اور قربت کی خاطر

۲۰۔ وقف کب درست اور جائز ہے | وقف درست ہو سکتا ہے ورنہ مسجد ہزار کا وقف بھی

نہ وہ مراکز جو مسلمانوں نے قائم کیے ہوں، غیر مسلموں پر یہ اصول نافذ نہیں ہو سکتا۔

یہ واقعہ تاریخی طور پر مستحکم ہے، کسی مستند تاریخ میں اس کا ذکر نہیں۔

سے آپ کا یہ عزم تنبیہ تھا، واقعہً نہ تھا، جیسا کہ کتب فقہ میں تصریحات مذکورہ موجود ہیں۔

۲۱۔ قبر پر مسجد یا محکم مسجد میں قبر کی تعمیر ناجائز ہے | نیز ایسے ہی قبر کے اوپر مسجد بنانا ناجائز ہے اور اس کی طرح اگر مسجد کے اندر دیا

محکم میں کسی کو دفن کر دیا جائے تو قبر کو اکھاڑ دیا جائے گا۔ یہ امام احمد و طبرہ سے منصوص ہے۔ اسلام میں مسجد اور قبر دونوں جمع نہیں ہو سکتیں بلکہ جو پہل کر جائے وہ دوسرے کے لیے رکاوٹ ہوگی۔ اور پہل کرنے والے ہی کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ لہذا اگر دونوں ایک ساتھ بنائے جائیں تو وقف درست نہ ہوگا اور نہ جائز ہوگا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کے باعث ایسی (قبر والی) مسجد میں نماز ادا کرنا جائز نہیں اور آپ نے اس پر لعنت کی جو کہ قبر کو مسجد بنائے، یا اس پر چراغ جلائے۔ اب یہ اسلام کا دین سے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور رسول پر نازل فرمایا۔ مگر اب غربت اسلام کسی نمایاں ہے۔

۲۲۔ مدحیہ اشعار کے جواز کا پہلو | اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنے والے کے استقبال کے لیے فرحت و انبساط کا اظہار کرتے ہوئے شعر پڑھنا جائز ہے،

بشرطیکہ اس کے ساتھ محرمات (حرام کام) مثلاً باجہ اور مزمار اور غود شامل نہ ہوں اور ایسے فنائی اشعار نہ ہوں جن سے فحاشی ٹپکتی ہو، یا ایسی بات جسے اللہ نے حرام کر دیا ہو اور فاسقانہ غنڈے کے قائل تو شراب جیسی مسکرات کو بھی حلال سمجھتے ہیں۔ اور اسے انگور اور عصارہ انگور (افشرودہ انگور) پر قیاس کرتے ہیں، حالانکہ افشرودہ مسکر نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کے انماز اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ انما البیع مثل الربوا یعنی بے شک بیع ربوا کی طرح ہے۔

یہ یعنی کفار کہا کرتے تھے کہ بیع اور سود دونوں یکساں طور پر کاروبار ہیں۔ زید اپنی چادر جو اس نے چار روپے میں لی تھی پانچ روپے میں فروخت کر کے ایک روپیہ نفع کماتا ہے اور خالد دس روپے نقد کے کر گیارہ روپے لیتا اور اس طرح ایک روپیہ نفع کماتا ہے۔ دونوں نے اپنے مال پر نفع لیا، لہذا بیع اور سود میں کوئی فرق نہیں۔

لیکن اسلام ان دونوں صورتوں میں فرق کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما احل اللہ البیع و حرہم الربوا (اللہ تعالیٰ نے بیع حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے)

اس میں مصلحت یہ ہے کہ تاجر، اپنی جس چیز پر نفع کماتا ہے اس میں نفع کے ساتھ نقصان کا بھی

(باقی اگلے صفحہ)

۲۳۔ مخفی مدحیہ اشعار سن سکتا ہے | اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدح کرنے والوں کی مدح سنی اور سننے سے انکار

نہیں فرمایا۔ اس واقعہ کو دیگر ممدوحین پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، جن کے متعلق فرمایا گیا۔
مدح کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈالو۔

۲۴۔ امام اپنا ارادہ مخفی رکھ سکتا ہے | نیز امام جب کسی بات کو عوام سے مخفی رکھنے میں مصلحت دیکھے تو اپنے عزائم اور دشمن کی جانب کوچ کرنے کو

اس کے لیے مخفی رکھنا جائز ہے۔

۲۵۔ بدعت حسنة کا جواز | نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نوح کے لیے کوئی دیوانہ دفتر نہ تھا۔ یہ طریقہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ

نے جاری فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفائے راشدین کی اتباع کا حکم دیا تھا، اور اہل اسلام نے دفتری ضرورت و اہمیت کو بھی محسوس کر لیا تھا۔

۲۶۔ پکھڑنے والوں سے امام کو باز پرس کرنی چاہئے | نیز امام مطالع کو چاہیے کہ وہ ایسے لوگوں کو آزاد ہرگز نہ رہنے

دے جو کہ اس سے (جنگ کے موقع) پڑتھے رہ جائیں بلکہ ان سے باز پرس کرے تاکہ وہ اطاعت کریں اور توبہ کریں۔

۲۷۔ سفر سے واپسی کے آداب | نیز آنے والے کے لیے مسنون یہ ہے کہ سفر سے واپسی پر اپنے اپنے شہر میں داخل ہوتے وقت بادھنو ہو اور سب سے پہلے

دبئیہ حاشیہ منہ توی امکان ہوتا ہے خوب ہوکتی ہے۔ سڑ سکتی ہے، جل سکتی ہے۔ نیز اسے مالی تجارت کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں سفر کرنا پڑتا ہے۔ دقتیں اور دشواریاں اٹھانا پڑتی ہیں۔ جاں و مال دونوں طرح کے خطرات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اس کے برعکس سود خوار ہر خطرے، زیاں اور خسارہ سے بے نیاز ہوتا ہے۔ دور روپیہ دے کر۔ جو مال تجارت نہیں ہے۔ زیادہ روپیہ لیتا ہے اسے اپنے انبانے جنس کے کوئی بھردی نہیں ہوتی۔ وہ سنگ دل اور سفاک بن جاتا ہے۔ معاشرہ کے لیے ایک ناقابل برداشت چیز بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بیع کی اجازت دی ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

اللہ کے گھر مسجد، میں جائے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کرے۔ پھر مسلمانوں کے پاس بیٹھے۔ اس کے بعد اپنے گھر میں آئے۔

۲۸۔ منافقین کے اظہار اسلام میں جرح نہیں کی جاسکتی | نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کا اظہار اسلام قبول کر لیتے اور

ان کی باطنی حالت کو اللہ کے سپرد کر دیتے۔ اور ظاہری حالت کے مطابق حکم نافذ فرماتے اور مخفیات پر زبرد کرتے۔

۲۹۔ امیر یا امام تاویباً سلام کا جواب نہ دے یہ جائز ہے | نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام اور حاکم کو چاہیے کہ وہ ایسے

آدمی کے سلام کا جواب تاویباً نہ دے جو اسلام میں کوئی بدعت جاری کرے، تاکہ دوسروں کو بھی زبرد و نصیحت ہو جائے۔ کیونکہ آپ سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے حضرت کعب کے سلام کا جواب دیا ہو، بلکہ یہ بھی کے انداز میں تبسم فرمایا۔

۳۰۔ ایک حکم اور لطیف نکتہ | ان تمام میں سے جو غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے صرف ان تین سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ممانعت کلام ان کی صداقت اور باقی لوگوں کے کذب کی دلیل ہے۔

چنانچہ آپ نے صادقین سے ان کی غلطی کے باعث تادیب کے لیے دعویٰ علیحدگی اختیار فرمائی اور جو منافقین تھے ان کا گناہ اس سے زیادہ بھرا، لہذا ان کے لیے ہجر نبی کی دعا پہلے تینوں کے برعکس کارگر نہیں ہو سکتی تھی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے بندوں کے جرائم پر ایسا ہی کیا کرتا ہے۔ چنانچہ مومن بندہ کی جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ ادنیٰ اور معمولی غلطی اور لغزش پر گرفت کرتا ہے تاکہ وہ مسلسل ہوشیار اور چوکتا رہے، اور اگر کوئی بندہ اس کی نگاہوں سے گرجاتا اور ذلیل ہو جاتا ہے پھر اسے گناہوں پر آزاد چھوڑ دیتا ہے، اور جیسے جیسے وہ گناہ کرتا ہے اس پر انعامات میں انعام کرتا ہے۔ اور یہ مغرور یوں سمجھتا ہے کہ یہ اللہ کا فضل ہے حالانکہ اسے علم نہیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ اسے آخرت میں شدید ترین عذاب دے اور سچ تو یہ ہے آخرت کی سزا کا کسی دوسری سزا سے مقابلہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ جیسے حدیث مشہورہ میں ہے کہ حبیب اللہ تعالیٰ

اپنے بندے کے حق میں بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دنیا ہی میں سزا دیتا ہے، اس کے گناہ کٹ جاتے ہیں اور حبیب اللہ تعلقے اپنے بندے کے حق میں سزا کا ارادہ کرتا ہے تو دنیا میں اس کی سزا روک لیتا ہے اور قیامت میں وہ اپنے گناہوں سے لدا ہوا آتا ہے۔

۳۱۔ مقاطعہ کی صورت میں ترک جماعت قابل مواخذہ نہیں | اس میں یہ بھی ذکر ہوا، کہ ہلال بن امیہ اور مرارہ اپنے

اپنے گھروں میں بیٹھے رہے اور وہیں نمازیں ادا کرتے رہے۔ اور جماعت میں حاضر نہ ہوا کرتے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل اسلام کا انقطاع تعلقات اس آدمی کے لیے معقول عذر ہے کہ وہ جماعت میں شریک نہ ہو۔ اور یا یوں کہا جائے گا کہ انقطاع تعلقات کا اکمال یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں بھی حاضر نہ ہو۔

لیکن کہا جائے گا کہ حضرت کعب بن جماعت میں شریک ہوا کرتے تھے۔ مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کبھی منع نہیں فرمایا، نہ ان دونوں پر ترک جماعت کے باعث عتاب فرمایا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حبیب مسلمانوں کو ان سے قطع تعلق کا حکم ملا تو انہوں نے ایسے امور میں بھی قطع تعلق کر لیا جن کا انہیں حکم نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے کلام کرنا بھی بند کر دیا۔ اور آپ نے جو نماز میں حاضر ہوتا ہے منع نہ فرمایا۔ اور جو نہ حاضر ہوتا اس کے متعلق بھی کچھ کہا نہیں، یا کہا جائے گا کہ وہ دونوں صحابی کمزور ہو چکے تھے اور باہر نکلنے سے عاجز و در ماندہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت کعب نے فرمایا کہ میں ان دونوں کے مقابلہ میں مضبوط تھا۔ اور ان سے زیادہ جوان تھا۔ اس لیے باہر بھی نکلتا اور مسلمانوں کے ساتھ نماز باجماعت میں بھی شریک ہوتا، اور وہ یہ بھی کہتے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور انہیں سلام کرتا۔ آپ نماز کے بعد مجلس میں بیٹھے ہوتے اور مجھ سے سوچا کرتا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک کو سلام کے جواب میں حرکت دی ہے یا نہیں؟

یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ جس سے (اہل اسلام) قطع تعلق کر لیں۔ اس کے سلام کا جواب دینا

واجب نہیں۔

۳۲۔ واقعہ کعب اور اس سے حاصل شدہ نکات و مصالح | اس کے علاوہ شاہ غشاں کا انہیں خط لکھنا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک طرح کا

امتحان و ابتلاء تھا۔ چنانچہ ثابت ہو گیا کہ کعب نے اللہ اور اس کے رسول سے محبت اور ایمان کے معاملہ میں ذرا بھی کمزوری نہیں دکھائی۔ نیز صحابہؓ کے سامنے بھی اس کا اظہار ہو گیا کہ یہ ان میں سے نہیں ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے قطع تعلق کے باعث جن کا ایمان کمزور ہو گیا ہو، اور نہ ایسے لوگوں میں سے ہیں جو ان حالات میں بھی دین کے مقابلہ میں جاہ و حشمت ظاہری کے طلب گار ہوں۔ یہ تمام امور اس لیے وارد ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نفاق سے ان کی برأت کرنا چاہتا تھا اور ان کی قوتِ ایمانی نیز اللہ اور اس کے رسول اور صحابہؓ سے محبت اور صداقت کو ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ پس یہ معاملہ تو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے انعامِ نعمت اور لطف و کرم اور زخمی دل پر مرہم رکھنے کا معاملہ تھا اور اس ابتلاء نے ان کی باطنی حالت کو آشکارا کر دیا اور ان کا یہ کہنا کہ میں نے اس مکتوب کو "نذر آتش کر دیا" اس بات کا ثبوت ہے کہ فسادِ دین کے خطرہ کے پیش نظر انھوں نے فوراً اسے حلیا دیا۔ اور محتاط آدمی نہ انتظار کرتا ہے اور نہ تاخیر سے کام لیتا ہے۔

اور اس زمانہ میں عرب و شام کے بادشاہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اتر آئے تھے، اور آپ سے جنگ کرنے کے لیے فوجیں جمع کر رہے تھے اور یہ واقعہ یوں ہے کہ حبیب شجاع بن وہب اسدی کو حرث بن ابی ثمر غسانی کی طرف دعوتِ اسلام دیتے ہوئے آپ نے ارسال فرمایا اور ساتھ ہی ایک نامہ مبارک بھی تحریر کر دیا تو شجاع کا بیان ہے میں وہاں پہنچا اور وہ دمشق کے مقام غوطہ میں تھا اور قیصر کے استقبال اور اسے کھڑانے میں مصروف تھا، اور وہ تمس سے ایلیا تک آیا تھا۔ میں اس کے دروازے پر دو یا تین دن تک کھڑا رہا۔ پھر میں نے دربان سے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فائدہ ہوں اور تمہارے بادشاہ کے پاس آیا ہوں۔

اس نے جواب دیا وہ فلاں فلاں دن باہر آئے گا۔ جب وہ باہر آئے تب ہی مل سکتے ہو۔ اس سے

پہلے نہیں۔

۳۳۔ شاہ غسان کے رومی دربان کا قبولِ اسلام | یہ دربان رومی تھا اس کا نام مری تھا۔ مجھ سے

جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلوم ہوا چاہئے لگا اور میں اسے نبی اور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت کے متعلق بتلانا رہا۔ وقتِ قلب کے باعث اس پر گریہ کی حالت طاری ہو جاتی، وہ کہتا ہاں میں نے انجیل میں بھی یہ پڑھا ہے اور میں نے نبی صلی اللہ

یہی صفت وہاں دیکھی ہے۔ اس لیے میں آپ پر ایمان لانا ہوں اور تصدیق کرنا ہوں کہ بے شک آپ خدا کے لاشریک نہ اور یگانہ و بے ہمتا کے بھیجے نبی گرامی ہیں۔ البتہ مجھے حرت سے خطرہ ہے کہ وہ کہیں مجھے قتل نہ کر دے کیونکہ وہ میرا احترام کرتا رہا ہے اور میری خوب خاطر و مدارات کرتا رہا ہے۔

آخر حرت ایک دن نکلا، تاج زیب بستھا، اس نے مجھے دیکھا اور اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ میں نے اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک دیا، اس نے پڑھنے کے بعد پھینک دیا اور کہنے لگا میرا ملک مجھ سے کون چھین سکتا ہے؟

پھر کہنے لگا، میں خود اس کی طرف جاؤں گا۔ اگر وہ دنی، یمن میں ہوتا تو میں اسے لوگوں کے سامنے لاتا۔ اس طرح کی بیودہ یا تہی بکتا رہا۔ آخر کھڑا ہو گیا، اور گھوڑوں کو تیار کرنے کا حکم دیا۔ پھر مجھ سے کہا جو کچھ تو نے دیکھا ہے اپنے سردار کو اس کی خیر سے دینا۔ نیز قبیر کو بھی اس نے خط لکھا اور تمام حالات اور اپنے عزائم بتائے۔

قبیر نے اسے جواب دیا۔ محمد کی طرف سفرت کرو اور اس سے باز رہو، بلکہ ایلیا ہی مجھ سے ملاقات کرو۔

جب قبیر کا خط آیا تو اس نے مجھے بلایا اور سوال کیا، تم اپنے سردار کے پاس کب جا رہے ہو؟ میں نے کہا، کل! اس نے مجھے ایک سو متقال سونا دینے کا حکم دیا اور اس کے دربان نے دھورومی تھا اور اسلام قبول کر چکا تھا، مجھے سفر خرچ اور لباس دیا اور کہا، میری جانب سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کر دینا۔

اس کے بعد میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کو تمام حالات کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا، اس کا مالک تو گیا۔

پھر میں نے اس کے دربان کی جانب سے سلام عرض کیا اور جو کچھ اس نے کہا تھا وہ بھی عرض کیا۔ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس نے سچ کہا۔

حرت بن ابی شمر، انتقال فتح مکہ کے زمانہ میں ہو گیا، مرنے سے پہلے ہی اس نے حضرت کعب کو خط لکھا تھا جس میں انہیں، اپنے ساتھ مل جانے کے لیے اکسایا تھا لیکن انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دہا سے اعراض کرنے سے انکار کر دیا۔

۳۳۔ کامیابی و کامرانی کی بشارت | جب کعبہ اور ان کے ساتھیوں کو ایسی حالت میں چالیس راتیں گزر گئیں تو یہاں سے نوید و بشارت کا سلسلہ شروع ہوا۔ فتح و کشت کے ابتدائی مفدمات کے طور پر، اور یہ بشارت دو طریق پر تھی۔

ایک تو یہ کہ آپ نے بذاتہ اور بنفسہ قطع کلام و گفتگو کے باوجود آپ نے انہیں پیغام ارسال فرمایا اور پیغام یہ تھا کہ اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لو۔ اس میں اس بات کی تشبیہ اور ہدایت تھی کہ اس آٹھ ماہ عبادت اور ریاضت کی جانب زیادہ سے زیادہ توجہ کی جائے۔ خیالات نفسانی قریب نہ بھٹکنے پائیں اور لہو و لعب و لذائذ سے انقطاع کامل کر لیا جائے اور کامل یکسوئی کے ساتھ عبادت میں انہماک اور استغراق کیا جائے۔

دوسرے یہ حکم واصل کامرانی اور کامگاری کا آئینہ دار تھا۔ مطلب یہ کہ ابتلا و محن کی بس پیڑھیں رہ گئی ہیں۔

۳۴۔ ایک فکر آفریں اور اہم نکتہ | اس واقعہ سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ عبادت کے زمانہ میں عورتوں سے علیحدہ رہنا چاہیے جیسے حالت احرام، زمانہ اعتکاف، اور حالت

صوم میں۔ اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ان تینوں کے حق میں یہ آخری ایام و فور عبادت کے باعث احرام اور صیام کی طرح ہو جائیں، رحمت و شفقت کے باعث یہ حکم ابتداء ہی میں نہیں دیا اس خیال سے کہ شاید دور ابتلاء کے آغاز میں بیویوں سے علیحدگی ان کے لیے زیادہ گراں ثابت ہوتی یہ حکم اس وقت دیا، جب دور ابتلاء ختم ہو رہا تھا جیسے حاجی کو ان چیزوں سے رکنے کا حکم اس وقت ہے جب وہ احرام باندھ لے، نہ کہ اس وقت جب وہ حج کا ارادہ اور نیت کرے۔

۳۵۔ سجدہ شکر کی اہمیت و عظمت | بشارت دینے والے کی بشارت پر حضرت کعبہ کا سجدہ کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان صحابہ کی عادت جمیلہ تھی اور یہ سجدہ شکر کے دنیویہ اور تجریدی و نعمت کی بنا پر سجدہ شکر تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی سجدہ شکر کیا جب انہیں مسلمہ کذاب کے قتل ہونے کی خبر ملی اور حضرت علی بن ابی طالب کو جب پتہ چلا کہ ذوالثدیہ خوارج کے مقتولین جنگ میں ملا ہے، تو انہوں نے بھی سجدہ شکر ادا کیا اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سجدہ شکر کیا۔ جب حضرت

جبریل علیہ السلام نے آپ کو بشارت دی۔

جو آپ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجے گا۔
نیز جب آپ نے اپنی امت کے لیے شفاعت کی تو بھی سجدہ کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تین بار آپ کی شفاعت قبول فرمائی۔

ایک بار ایک خوشخبری دینے والا حاضر ہوا۔ آپ کو عسکر اسلام کی فتح یا بی کی خوشخبری دی۔ اس وقت آپ کا سر مبارک حضرت ام المؤمنین عائشہؓ کے زانو پر تھا، آپ کھڑے ہو گئے اور سجدہ میں چلے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی مسرت انگیز خبر پہنچی، تو آپ اللہ کے حضور میں سجدہ گزارتے، اور یہ بات تمام آثارِ صحیحہ سے ثابت ہے ان میں کوئی طعن اور کزوی نہیں۔

اور گھوڑے سوار کا جلدی سے آنا اور ٹیلے پر چڑھنے والے کا عمل اس لیے
۳۷۔ مسلمان کی شان تھا کہ حضرت کعب کو بشارت پہنچائی جائے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ جماعت بھلائی اور اور خیر کی از حد طالب اور اس کی طرف سبقت کرنے والی تھی۔ اور ایک دوسرے کی مسرتوں میں شرکت کرتی اور خوشی محسوس کرتی تھی۔

اور حضرت کعبؓ کا
۳۸۔ خوشخبری دینے والے کو عطیہ دنیا اخلاق کریمانہ کی علامت ہے،
دو دن کپڑے اتار کر

خوشخبری دینے والے کو دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ بشارت دینے والوں کو عطیہ دنیا اخلاق کریمانہ اور عادتِ انحراف کی علامت ہے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے ایک غلام آداد کو دیا تھا جب اس نے انھیں یہ خوشخبری سنائی کہ حجاج بن علاط نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے آپ کے لیے ایک خیر لائے ہیں جو ان کے لیے مسرت بخش ہوگی۔

۳۹۔ دینی نعمت میسر آنے پر پورا لیا اس دے دینا بھی مستحب ہے،
اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مبشر کو تمام کپڑے دے

دنیا ہی جائز ہے۔ نیز جسے کوئی نعمت دینی عطا ہو اس کے لیے اس میں استحباب کا پہلو بھی ملتا ہے۔
۴۰۔ خوشخبری کے موقع پر مصافحہ کرنا بھی مستحب ہے، اور مصافحہ کرنا بھی اس وقت مستحب ثابت

ہونا ہے۔ چنانچہ یہ تمام طرق سنن مستحبہ میں، ہاں اگر کوئی دنیاوی نعمت مہیا ہو تو اسے صرف ہائز سمجھا جائے گا۔

۲۱۔ توبہ قبول ہونے پر حسب استطاعت صدقہ کرنا مستحب ہے | حضرت کعب کا یہ قول کہ لے یہ ہے کہ میں اپنا تمام مال راہ خدا میں لے ڈالوں، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ توبہ کے موقع پر حسب استطاعت صدقہ کرنا مستحب ہے۔

۲۲۔ پورا مال صدقہ کرنے کی نیت کر چکنے کے بعد بھی اس پر عمل واجب نہیں | اور جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ کچھ مال اپنے لیے روک لو، یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اپنے تمام مال کے صدقہ کرنے کی نذر مان لے۔ اس پر تمام مال لے دینا واجب نہیں بلکہ اس کے لیے کچھ حصہ بھی لینا جائز ہے۔ اس کے متعلق روایات مختلف ہیں۔ چنانچہ صحیحین میں مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب سے فرمایا کہ اپنا کچھ مال روک لو۔ اور اس کی مقدار مقرر نہیں فرمائی، بلکہ مطلق چھوڑ دی۔ اور بقدر کفایت ذاتی اجتہاد پر ہی چھوڑ دی۔ اور یہی مطلب درست ہے کیونکہ جو مال صدقہ کرنے والے اور اس کے اہل کی کفالت بھی کم ہوگا۔ اس کا صدقہ کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس صورت میں اس کی نذر طاعت نہ ہوگی اس لیے اسے پورا کرنا بھی واجب نہیں اور جو اس کی کفالت اور ضرورت سے نادم مال ہوگا اسے دینا اور اس کا صدقہ کرنا افضل ہے اس لیے حیب پورے کو نذر مان لے تو اس میں بقدر کفایت اخراج واجب ہوگا، اور فقہی قیاس اور قواعد شرعیہ کا تقاضا یہی ہے اس لیے حاجات مالی ادا کرنے پر اپنے اور اپنے اہل کی کفالت کے معاملہ کو مقدم رکھنا چاہئے، خواہ اللہ کا حق ہو، جیسے کفالت کے اور حج یا التالوں کا حق ہو، جیسے ادائیگی قرضہ جات۔ اس طرح ہم بے مایہ لوگوں کے لیے بھی اتنا چھوڑ دیتے ہیں جو رہائش۔ خادم۔ لباس۔ معرفت و صنعت اور ضروریات زندگی کے لیے کفالت کرتا ہو۔ اپنے مال کو علیحدہ کر دینے کے بعد جو باقی بچے گا اس میں قرضوں کا حق ہوگا۔

۲۳۔ صدقہ کی نذر تہائی مال سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے | امام احمد سے نص ملتی ہے کہ جو اپنا تمام مال صدقہ کرنے کی

نذرمانے۔ اس کے لیے تہائی کی اجازت ہے۔ اور ان کے اصحاب نے حضرت کعبؓ کے اسی قصہ سے استدلال کیا ہے، کعبؓ نے آپؐ سے عرض کیا تھا، اے اللہ کے رسول! اللہ اور اس کے رسول کے سامنے میری توبہ کا تقاضا یہ ہے کہ میں اپنا تمام مال اللہ اور اس کے رسول کی خاطر دے ڈالوں۔ آپؐ نے فرمایا، نہیں۔

انہوں نے عرض کیا پھر کیا نصف مال دے ڈالوں؟

آپؐ نے فرمایا نہیں یہ بھی نہیں،

کعبؓ نے عرض کیا، اچھا ایک تہائی تو دے ڈالوں؟

آپؐ نے فرمایا، ہاں، اتنے میں مضائقہ نہیں۔ کعبؓ نے عرض کیا، اچھا پھر میں اپنا خیر کا حصہ

ردک لیتا ہوں۔ (البوداؤد)

لیکن اس

۴۴۔ صدقہ کرنے والا اپنے لیے کیا رکھے؟ یہ اس کے ذاتی فیصلہ پر منحصر ہے | روایت

کے ثبوت محل نظر ہیں، کیونکہ اس سلسلہ میں حضرت کعبؓ کی روایت سے متعلق اصحاب صحیح کی روایت زیادہ مستند اور صحیح ہے۔ جو امام زہری کی حدیث میں وارد ہے کہ انہوں نے کعبؓ بن مالک کے لڑکے سے رعایت کی، کہ آپؐ نے فرمایا، اپنا کچھ مال روک لو۔ اس میں مقدار کا تعین نہیں فرمایا۔ اور یہ دوسروں کے مقابلہ میں صحیح روایت کا زیادہ علم رکھتے تھے۔ کیونکہ کعبؓ کے صاحبزادے تھے، لہذا ان کی روایت کی بنیاد والدی سے سنی ہوئی باتوں پر ہوگی۔

اگر یہ کہا جائے کہ مسند احمد کی اس

۴۵۔ مسند احمد کی ایک روایت اور اس کی تشریح | روایت کے متعلق کیا خیال ہے؟ کہ جب

اللہ تعالیٰ نے ابولبابہ بن منذر کی توبہ قبول فرمائی تو انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میں قبولیت توبہ کی مسرت کے باعث اپنے گھر سے دستبردار ہونا چاہوں اور آپؐ کو پیش کرتا ہوں۔ نیز اپنا تمام مال اللہ اور اس کے رسول کے لیے صدقہ کرتا ہوں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیرے حصہ کا (صدقہ) بھی تجھے کافی ہے۔

اس روایت میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ حضرت کعبؓ اور ابولبابہؓ نے کوئی خاص نذرمانی جس کا

ایفاء لازمی ہو، بلکہ انہوں نے توبہ کی خوشی میں تمام مال سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ اور یہ صراحت نذر کے خلاف ہے کیونکہ اس میں تو ان وہ نوا کا پختہ عزم تھا کہ قبولیت توبہ کے باعث تمام مال اللہ کا شکر ادا کرنے کی وجہ سے صدقہ کر دیا جائے۔ اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا، کہ اس مطلب کے لیے مال کا کچھ حصہ بھی کفایت کر سکتا ہے۔ اور تمام مال نکالنے کی ضرورت نہیں۔

اسی طرح حضرت سعدؓ نے جب عرض کیا، میں تمام مال (صدقہ کرنے کی) وصیت کرنے کی اجازت چاہتا ہوں تو آپؐ نے انہیں صرف ثلث کی اجازت دی اور ثلث سے زیادہ صدقہ کی ممانعت فرمائی۔

یہ اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ سہولت اور صدقہ کرنے والے کے دینی اور دنیاوی منافع اور فوائد آپؐ کے پیش نظر تھے، کیونکہ اگر آپؐ انہیں تمام مال خیرات کرھینے کی اجازت دے دیتے تو وہ فقرا اور افلاس میں مبتلا ہو جاتے۔

اسی طرح ایک آدمی آپؐ کی خدمت میں ایک تختیل لے کر حاضر ہوا آپؐ نے اسے سارا مال صدقہ کرنے سے منع فرمایا۔ اور فقر کے خطرہ کے باعث اس میں سے کچھ بھی قبول نہ کیا۔

اس کے علاوہ ایک اور صورت بھی بیان کی جاتی ہے جسے میں ترجیح دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کرنے والے کے حالات کے مطابق اس سے برتاؤ کرتے۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو تمام مال صدقہ کرنے کی اجازت دے دی۔ اور جب دریافت فرمایا کہ تم نے گھر میں کیا رکھا ہے تو انہوں نے عرض کیا، ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول کافی ہے، آپؐ نے ابو بکرؓ کو منع نہیں کیا۔

حضرت عمرؓ نے نصف مال پیش خدمت کیا۔ آپؐ نے انہیں بھی اجازت دے دی، جو تختیل لے کر آیا تھا اسے پورا مال دینے کی اجازت نہ دی اور حضرت کعبؓ کو حکم دیا کہ کچھ مال روک لو، اس لیے جو آدمی تمام مال صدقہ کرنے کی نذر مان لے اسے چاہیے کہ اس قدر مال روک لے کہ جو اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے ضروری ہو اور اسے زندگی میں دوسروں کے سامنے دستِ سوال دمازنہ کرنا پڑے۔

چنانچہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وہ تمام مال جس پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہو۔ اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اور جس پر زکوٰۃ عائد نہ ہوتی ہو اس کے بائے میں دو روایات ہیں۔ ایک ادا کرنے کی اور دوسری یہ ہے

کہ کچھ بھی نہ دے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص پر تمام مال کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

امام مالکؒ۔ زہریؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ ایک تہائی کا صدقہ کر دے۔

ایک گروہ کا یہ قول بھی ہے کہ بقدر کفارہ اس میں واجب ہے۔

حضرت کعب بن علقمہ کے واقعہ سے سنت گئی

۴۶۔ راست گوئی اور صدق بیانی کی قدر و عظمت | اور صدق بیانی کی قدر و عظمت اور

دنیا و آخرت کی سعادت اور شر سے نجات کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے محض صدق کے باعث ان لوگوں کو نجات دی اور محض کذب کے باعث جسے ملاک کرنا تھا ملاک کیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنین کو صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے۔

يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين ، یعنی اے وہ لوگو، جو ایمان

لائے ہو، اللہ سے ڈرو، اور سچوں کے ساتھ رہو۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو حصوں میں منقسم فرمایا ہے۔ سعید اور شقی، اہل صدق و تصدیق

کو سعید قرار دیا اور اہل کذب و تکذیب کو شقی قرار دیا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبر دی کہ قیامت کے دن انہیں صدق ہی نفع دے گا اور منافقین

کا نشان اقوال و افعال میں کذب و تکذیب قرار دیا، جس سے ان کی پہچان ہو جاتی ہے۔ کذب کے متضاد

ایمان ہوتا ہے جیسے شرک کے مقابل میں توحید ہوتی ہے۔ اس لیے کذب اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے

بلکہ ایک دوسرے کو اس کی جگہ سے دھکیں دے گا اور خود اس کی جگہ کھڑے ہو جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے

ان تینوں کو صدق کے باعث نجات دیا، اور دوسرے کو جہنم بھیجے رہنے والوں کو کذب کے باعث ہلاک کیا

۴۷۔ تکرار توبہ کے الفاظ کی حکمت و مصلحت | ذرا آیت کے اندر تکرار توبہ کے الفاظ پر جو اول

دائر میں آئے ہیں، غور کیجئے، کہ اللہ تعالیٰ نے

ابتداء میں ان کو توفیق دی اور توبہ قبول فرمائی، اور جب انہوں نے توبہ کی تو دوبارہ قبولیت توبہ کی (خبر دی)

اسی ذات نے انہیں توفیق بخشی اور پھر توبہ قبول کر کے ان پر فضل فرمایا۔ اس لیے تمام خیر اور بہرہ طرح کی

مصلحتیں اسی کی جانب سے ہیں۔ اسی کی توفیق سے ہیں اور اسی کے لیے ہیں، اسی کے قبضہ قدرت ہاں ہیں

جس پر چاہتا ہے احسان و فضل فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے حکمت و عدل کے باعث محروم کر دیتا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اس کی بہتر

۴۸۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا | تفسیر فرمائی ہے جو یہ ہے کہ وہ

ان میں سے پیچھے رہے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حلف اٹھائے اور عذر پیش کیے۔ یہ تینوں اس جماعت سے پیچھے رہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ لوگ قصدِ جہاد سے پیچھے رہ گئے۔

حضرت کعب کا اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ تم اپنے گھروالوں کے

۴۹۔ طَلاق بغير نیت کے نہیں ہوتی | پس چلی جاؤ۔ اس بات کی دلیل ہے کہ ان الفاظ سے طلاق

واقع نہیں ہوتی، جب تک نیت نہ ہو۔

واقعہ کعب رضی اللہ عنہ سے یہ بھی ثابت

۵۰۔ ایک بندے کے لیے قبولِ توبہ کا دن افضل ترین ہے | ہوتا ہے کہ ایک بندے کے لیے

علی الاطلاق بہترین اور افضل ترین دن توبہ اور قبولِ توبہ کا دن ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب فرمایا:

”آج کا دن تیرے لیے سب سے زیادہ خوشخبری کا دن ہے جب سے تو پیدا ہوا ہے۔“

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بہترین دن تو قبولِ اسلام کا ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ قبولِ اسلام تو

آغازِ سعادت کا دن ہے۔ اور یومِ توبہ کمال و تمام نعمت کا۔

توکے واپسی کے بعد

سورہ میں حضرت ابوبکر صدیق کی امارت حج

سورہ برأت کا نزول | ابن اسحاق فرماتے ہیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم توک سے واپس آنے کے بعد بقیہ رمضان شوال اور ذیقعدہ مہینہ مدینہ میں گزارا، اس کے بعد سورہ میں حضرت ابوبکرؓ کو مسلمانوں کا امیر حج بنا کر روانہ کیا۔ مشرکین اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے۔ ابوبکرؓ اور ان کی سرکردگی میں اہل اسلام حج کے لیے نکلے۔

ابن سعد فرماتے ہیں کہ مدینہ سے تین سو آدمی حج کے لیے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بس اٹھ قربانی کے لیے بھیجے۔ ان کے قلاوے ڈالے اور اپنے دست مبارک سے نشان ڈالا۔ اور ناجیہ بن جذب کو ان کا نگران مقرر فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ پانچ بدنے (اونٹ) لے کر روانہ ہوئے تھے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں ابوبکرؓ بھی راستے میں تھے کہ مشرکین اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ ختم کرنے کے لیے سورہ برأت نازل ہوئی۔ چنانچہ حضرت علیؓ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عصباء پر نکلے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ جب غرج میں تھے اور ابن عائد کہتے ہیں ضحبان میں تھے، کہ حضرت علیؓ عصباء پر سوار قافلے سے جا ملے۔

ابوبکرؓ نے علیؓ کو دیکھا تو دریافت کیا آیا آپ امیر بن کر آئے ہیں؟ یا مامور؟

علیؓ نے جواب دیا امیر نہیں مامور بن کر آیا ہوں۔

پھر دونوں چلتے رہے۔

ابن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے علیؓ سے سوال کیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے آپؓ کو امیر حج مقرر فرمایا ہے؟

علیؑ نے جواب دیا، نہیں! بلکہ مجھے اسی لیے روانہ فرمایا ہے کہ اہل مکہ کے سامنے سورہ براءۃ پڑھ کر اور ہر معاہدہ کا عہد اسی کے حوالے کر دوں۔

چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کو حج کرایا اور جب یوم النحر (قربانی کا دن) آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور مقام حبرہ میں لوگوں کو اذن دیا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا اور ہر معاہدہ کا عہد اسی کے حوالے کر دیا، اور اعلان کر دیا۔

اے لوگو! کافر جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اس سال کے بعد مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ عربیاں حالت میں کعبہ کا طواف کرے گا۔ اور جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے، اس کی وہ اسی مدت تک ہے۔

حمیدی فرماتے ہیں کہ ہمیں سفیان سے انہیں ابواسحاق صمدانی سے انہیں زید بن نفع سے روایت ملی۔ انہوں نے بتایا کہ ہم نے حضرت علیؑ سے پوچھا حج کے موقع پر آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا گیا تھا؟ حضرت علیؑ نے جواب دیا۔ "میں جو پیغام لے کر گیا تھا وہ چار باتوں میں مشتمل تھا۔

۱۔ جنت میں صرف، مومن داخل ہوگا۔

۲۔ عربوں کی حالت میں کوئی کعبہ کا طواف نہ کرے گا۔

۳۔ اس سال کے بعد مسجد حرام میں مسلمان اور کافر جمع نہ ہوں گے۔

۴۔ جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معاہدہ ہے۔ وہ بھی اسی مدت تک ہے اور جس کا کچھ معاہدہ

نہیں۔ اس کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے۔

صحیحین میں حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس حج میں نحر کے دن دو روز نماز کو بھیجا جو منیٰ میں اعلان کر رہے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے گا۔ اور نہ کعبہ کا عربیاں ہو کر طواف کرے گا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو حضرت ابو بکرؓ کا رولین بنا کر بھیجا اور انہیں سورہ براءۃ کے اعلان کرنے کا حکم دیا۔ راوی کہتے ہیں پھر حضرت علیؑ نے منیٰ میں نحر کے دن بجائے

۱۔ یعنی ختم کر دوں

۲۔ یعنی اعلان تبیح کر دیا۔

۳۔ مشرکین کا ایک طرز طواف یہ بھی تھا کہ سارے کپڑے اتار ڈالتے اور بالکل برہنہ ہو کر طواف کرتے۔

سامنے سورہ برآة کا اعلان کیا۔ اور اس بات کا بھی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے گا، اور نہ عرباں ہو کر کعبہ کا طواف کرے گا۔

اس قصہ میں اس بات کی دلیل ملتی ہے کہ حج کا بڑا دن یوم النحر ہوتا ہے۔

وفدِ عرب

غیر مسلم قبیلوں کے نمائندے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

وفدِ ثقیف کا اعزاز ہوا تھا۔ موسیٰ بن عقبہ بتاتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کو حج کرایا۔ اور عروہ بن مسعود ثقفیؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

مسجد نبوی میں وفدِ ثقیف کی رہائش کا انتظام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کے وفد کو مسجد میں اتارا اور ان کے لیے خیمے لگا

دیئے تاکہ وہ قرآن مجید سنیں۔ اور جب لوگ نماز پڑھیں تو یہ اسے دیکھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو اپنے آپ کا تذکرہ نہ فرماتے۔

چنانچہ جب وفدِ ثقیف نے یہ (انذارِ خطاب) سنا، تو کہنے لگے۔

محمدؐ جانتے ہیں کہ ہم اس امر کی گواہی دیں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، حالانکہ خطبہ کے دوران میں

وہ خود اپنے نبی ہونے کی شہادت نہیں دیتے۔

عثمان بن العاص کی فطری سعادت و رغبتِ اسلام جب آپؐ کو ان کے اس قول

میں نے سب سے پہلے اس بات کی گواہی دی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ چنانچہ یہ وفد ہر روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوتا اور عثمان بن ابی العاص کو اپنے سامان کا نگران بنا کر انھیں پیچھے چھوڑ آتا کیونکہ

یہ چھوٹے بھتے۔ اور جب وفد واپس آتا تو یہ عثمان بن العاصؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور

دین کے مسئلہ معلوم کرتے۔ نیز قرآن مجید پڑھتے۔ اسی طرح عثمان کو بکثرت آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے

واقع ملتے رہے ، یہاں تک کہ دین کے معاملات و مسائل میں بلا کی مہارت اور تفقہ حاصل کر لیا ، عثمان بن العاص کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ کو مصروف التشریح پلٹنے ، اس صورت میں ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ہم دین حاصل کرتے ، خدمت نبویؐ میں اپنی حاضری کو عثمانؓ نے اپنے ساتھیوں سے خفیہ اور پوشیدہ رکھا۔ رسالت مآبؐ کو عثمان بن العاص کی یہ ادا بجا گئی آپ ان سے محبت کرنے لگے۔

رئیس وفد کے سوالات اور آپ کے جوابات

وفد کچھ مدت تک ٹھہرا رہا۔ اور برابر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ آپ انہیں اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ آخر کار یہ وفد مسلمان ہو گیا۔

کنانہ بن عبدیالہیل نے دریافت کیا کیا آپ ہم سے مصالحت کریں گے ، ہم ابھی قوم کے پاس جا کر واپس آجائیں ؟

آپ نے فرمایا ، ہاں ! اگر تم نے اسلام کا اقرار کر لیا تو میں تم سے مصالحت کر لوں گا ، ورنہ کوئی صلح نہ ہوگی اور نہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی عہد ہوگا۔

وہ کہنے لگا ، کیا آپ زنا کی اجازت دیں گے ؟ کیونکہ ہماری قوم کے لوگ اکثر مجھ دہنتے ہیں۔ لہذا زنا کے بغیر ہمارے لیے کوئی چارہ کار نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ یہ تم پر حرام ہے ، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ، وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانَةَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ، یعنی اور پاس نہ جاؤ زنا کے وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔

وہ کہنے لگا ، کیا آپ سود کی اجازت دیں گے ؟ کیونکہ یہی ہماری دولت اور پونجی ہے۔

آپ نے فرمایا ، تمہارے لیے صرف اصل زر کی اجازت ہے ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔

پھر وہ کہنے لگا ، کیا ہمیں شراب کی اجازت ہے ؟ کیونکہ یہ ہماری زمین کا پھوس ہے اور اس کے بغیر ہماری گند ان دشوار ہے۔

آپ نے فرمایا ، اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کر دیا ہے ، پھر آیت پڑھی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ

فاجتنبوا لعلَّكُمْ تفلحون ، یعنی اے ایمان والو یہ جو ہے خراب اور جوا اور بت اور پانسے سب

گندے کام میں، شیطان کے سوا ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔

اس کے بعد یہ لوگ اٹھ کر گئے۔ اور ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے، اور آپس میں کہنے لگے، تمہارا ناس ہو۔ ہمیں یوم مکہ کی طرح خطرہ ہے۔ آؤ ہم ان سے اس پر مصالحت کر لیں۔

اس کے بعد پھر یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ ہم اپنی دیوی دربتہ کے ساتھ کیا سلوک کریں؟

آپ نے فرمایا۔ اسے توڑ ڈالو۔

وہ کہنے لگے، ہائے ہائے اگر دیوی کو یہ معلوم ہو گیا کہ آپ اسے ختم کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں تو وہ وہاں کے لوگوں کو ہلاک کر دے گی۔

حضرت عمر بن خطابؓ بول اٹھے اور فرمایا، اے ابن عبدیالیل، تو کس قدر جاہل ہے وہ بت تو ایک پتھر ہے۔

دند کے لوگ کہنے لگے، اے ابن خطاب ہم تیرے پاس نہیں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آپ اسے توڑ پھوڑ دیں، ہم تو اسے کبھی بھی نہیں توڑ پھوڑ سکیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں ایسے آدمی کو بھیس دوں گا جو یہ کام کر دے گا۔ چنانچہ معاہدہ ہو گیا اس کے بعد کنانہ بن عبدیالیل کہنے لگا، قبل اس کے کہ آپ کا آدمی پہنچے ہمیں اجازت دیکھئے، کیونکہ ہم اپنی قوم کی حالت اور اس کے انداز و اطوار کو خوب جانتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بے تامل اجازت دے دی اور خوب اچھی طرح اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت فرمایا۔

اہلِ وفد نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ایک آدمی کو ہم میں سے امیر بنا دیجئے جو ہماری ہمارت کرے۔ آپ چونکہ حضرت عثمان بن ابی العاص کی خواہش دین فہمی سے واقف تھے، لہذا انہی کو ان کا امیر مقرر کر دیا۔ ان لوگوں نے مدینہ سے نکلنے سے قبل قرآن مجید کی چند سورتیں یاد کر لی تھیں۔

اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لات کا انہدام مغیرہ بن شعبہ کے ہاتھوں

کے تھہرائے۔ ان کے امیر حضرت خالد بن ولید

تھے۔ ان میں مغیرہ بن شعبہ بھی تھے۔ جب یہ لوگ پہنچے تو انہوں نے لات کو منہدم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس منظر کو دیکھنے کے لیے بنو نضیف کے تمام مرد عورتیں اور بچے حتیٰ کہ پردہ دار عورتیں بھی باہر نکل آئیں اور

ثقیف کے عوام کا عقیدہ تھا کہ اسے گرایا نہیں جاسکتا۔ اس کے حضرت مغیرہؓ میں شعبہ اٹھنے اور بڑا سا کلہاڑا پکڑا اور اپنے اصحاب کے کہنے لگے۔

خدا کی قسم ثقیف کی حالت کے باعث میں نہیں خوب ہنساؤں گا۔ اس کے بعد انھوں نے وہ کلہاڑا مارا اور لڑکھڑاتے ہوئے (قصداً) گر گئے۔

اہل طائف میں ایک شور بلند ہوا، آپس میں کہنے لگے، اللہ مغیرہ کو درکھے، دیوی درتے نے اسے قتل کر دیا ہے، اور انھیں گرا ہوا دیکھ کر خوب خوش ہوئے اور کہنے لگے، اب تم میں سے جو چاہے آگے بڑھے اور اس دیوی کو منہدم کرنے کی کوشش کر دیکھے، بخدا، یہ کام کسی کے بس کا ہوگا نہیں، ناممکن ہے محال ہے۔

اس کے بعد مغیرہؓ میں شعبہ اچھل کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا، اے ثقیف کے گروہ خدا تمہارا منہ کالا کرے یہ تو ایک پتھر کا ٹکڑا ہے اور ایک ڈھیلا ہے۔ اس لیے اللہ کی پناہ میں آؤ۔ اسی کی عبادت کرو۔ اس کے بعد دروازے پر ضرب لگائی اور اسے توڑ دیا۔ پھر اس کی فصیل پر چڑھ گئے، اور دوسرے لوگ بھی ان کے ساتھ چڑھ گئے۔ اور یہاں سے توڑتے رہے۔ آخر کار توڑ پھوڑ کر اسے زمین کے برابر کر دیا۔

اس کے بعد کلید ببارنے کہا، اس کی بنیاد ضرور غضب ڈھائے گی اور انھیں زمین میں دھنسا دے گی۔ جب حضرت مغیرہؓ نے یہ سنا، تو حضرت خالدؓ سے کہنے لگے، ٹھہرو۔ ذرا میں اس کی بنیاد کھود ڈالوں، انھوں نے بنیاد کھود کر اس کی مٹی نکالی۔ پھر دیوی کے زیورات اور لباس نکال لیا۔

ثقیف کو یہ منظر دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ اس کے بعد یہ وفد زیورات اور لباس لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسی وقت اسے نصیحت فرمادیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیاں فرمائی کہ اس نے اپنے نبی کی نصرت فرمائی اور اپنے دین کو اعزاز و شرف بخشا۔

صحیح مسلم میں حضرت عثمانؓ بن ابی العاص سے **عثمان بن ابی العاص کو آنحضرتؐ کی تلقین** مروی ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے

رسول شیطان میرے اور میری نماز اور قرأت کے درمیان حائل ہوا کرتا ہے۔

آپ نے فرمایا، اس شیطان کو غنیزہ کہتے ہیں۔ جب تجھے اس کا احساس ہو تو اس سے اللہ کی پناہ مانگ اور بائیں جانب تین بار بخفوک دے۔ پھر میں نے اسی طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس شیطان کو پیرا رتہ سے شہاد

لے یعنی اعموذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لیا کر۔

چند فقہی احکام و مسائل

وقد تصیف اور وقوع عرب کی آمد سلسلہ میں انتہا

۱۔ اہل حرب میں اگر کوئی عذر کرے تو ضمان نہیں | اہل واقعہ میں فقہی حکم یہ ہے :
 اگر اہل حرب میں سے کوئی اپنا قوم کے ساتھ عذر کرے۔ اور ان کے مال و متاع پر قبضہ کرے، اس کے بعد اسلام قبول کر کے تمام المسلمین کے سامنے حاضر ہو جائے تو واپسی سے قبل اس نے جس قدر انلاف کیا ہوگا اس کی ضمان نہ ہوگی۔

۲۔ مشرکین کو مسجد میں ٹھہرایا جاسکتا ہے | نیز مشرکین کو مسجد میں ٹھہرانا عمومی طور پر جائز ہے۔
 خصوصاً ان حالات میں کہ قرآن پاک کے سماع اہل اسلام کی عبادت کے مشابہے سے ان کے قبول اسلام کی امید ہو۔

۳۔ امارت و امامت کا استحقاق کس سے ہے؟ | نیز قوم کی امارت و امامت کا استحقاق اسے ہے جو کتاب اللہ کا زیادہ عالم اور دینی فقاہت رکھنے والا ہو۔

۴۔ شرک کے گوز کا انہدام | نیز وہ مشرکانہ مقامات جہاں کہ شیاطین کے گھر بنائے گئے ہوں۔ انہیں گرا دینا ضروری ہے۔ ان کا گرا کر انہما اور اس کے رسول کو محبوب ہے۔ چنانچہ ایسے مقامات کا گرا کر اسلام اور اہل اسلام کے حق مفید ہے۔

۵۔ مزارات بھی اسی ذیل میں آتے ہیں | اور یہی حالت ان مزارات کی ہے کہ جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے اور اصحاب مزارت کو اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے۔ اسلام میں ان مزارات کو قائم رکھنا جائز نہیں۔ انہیں گرا دینا واجب ہے اور

ان پر وقف کرنا جائز نہیں۔ اہم پر واجب ہے کہ انھیں ختم کر دے اور ان کے اوقاف کو لشکر اسلام کے مصارف پر خرچ کرے۔ اور ان کو اہل اسلام کی مصالح عامہ پر استعمال کرے۔ اسی طرح ان مزارات میں جو آلات، سامان، تدریج وغیرہ ہو۔ ان سب کو لے لے اور انھیں اہل اسلام پر خرچ کر دے۔

۶۔ طاعنوت گاہوں کی مساجد میں تبدیلی | نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان طاعنوت گاہوں کو مساجد میں بدل دینا چاہئے تاکہ ان شرک گاہوں

میں اللہ کی وحدانیت سر بلند ہو اور اس کے ساتھ شرک نہ کیا جائے۔ اسی طرح مزارات میں بھی یہی طریقہ واجب ہے۔ انھیں گرا کر اس جگہ مسجد بنا دینا چاہیے بشرطیکہ اہل اسلام کو اس کی ضرورت ہو۔

۷۔ شیاطین اور بیات سے پناہ | نیز نبذہ اگر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے، اور بائیں جانب تین بار تھوک دے تو اسے بیات و شیاطین سے

کچھ ضرر نہ ہوگا، اور یہ حرکت قاطع نماز بھی نہیں۔ بلکہ یہ اتمام و اکمال نماز کے لیے۔

۸۔ وفود عرب کی حقوق درج ذیل | ابن اسحق فرماتے ہیں کہ حیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا۔ اور غزوہ تبوک سے فارغ ہو گئے۔ ثقیف نے

اسلام قبول کر کے بیعت کر لی۔ تو ہر سمت سے عربوں کے وفود حاضر ہوئے۔ اور گروہ دگر وہ اللہ کے دین میں داخل ہوئے۔ یہ وفد ہر طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے

عامر بن طفیل اور اربدین قبیس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دشمنوں پر حشر اتی قہر

وہ بنو عامر بارگاہ رسول میں | یہیں ابن اسحاق سے روایت ملی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنو عامر کا جو وفد حاضر ہوا اس میں عامر بن طفیل اربدین قبیس، خالد بن جعفر اور حیان بن مسلم بن مالک بھی شریک تھے۔ یہ لوگ اس قوم کے سردار اور بڑے شیطان صفت لوگ تھے۔ چنانچہ اللہ کا دشمن عامر بن طفیل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا اس کا مقصد آپ کو دھوکا دے کر ہلاک کرنا تھا، اس کی قوم کے لوگوں نے کہا اے عامر تمہاری قوم تو مسلمان ہو چکی ہے۔

اس نے جواب دیا۔ اللہ کی قسم میں تمہیں کھچکا ہوں کہ عرب قوم میرا اتباع کرے گی اور میں اس قریشی نوجوان کے پیچھے پڑ جاؤں گا۔ پھر اس نے اربد سے کہا۔

جب ہم اس آدمی (آنحضرت) کے پاس جائیں تو میں اس کا چہرہ تمہاری جانب کیے اپنی طرف مشغول کر لوں گا۔ جب میں یہ کام کر لوں تو تم تلوار سے حملہ کر دینا۔

جب یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو عامر کہنے لگا اے محمد میری کفایت کیجئے۔ آپ نے فرمایا، نہیں اللہ کی قسم جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہ لے آؤ، وہ کہنے لگا، اے محمد میری کفایت کیجئے۔ آپ نے فرمایا، نہیں اللہ کی قسم جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہ لے آؤ۔ جب اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انکاری کرتے رہے تو کہنے لگا۔ خدا کی قسم میں آپ کے مقابلے میں گھوڑ سواروں اور پیادوں سے میدان کو بھردوں گا۔

لے میرا ساتھ دیں۔

یہ کہہ کر جب واپس چلا گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔
اے اللہ میری طرف سے تو ہی عامر بن طفیل کے نیٹ۔

جب یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے تو عامر نے ارید سے کہا۔ اے ارید تیرا بڑا زیاد
ہے میں نے تجھ سے کیا کہا تھا؟ خدا کی قسم اس زمین پر میرے نزدیک تجھ سے زیادہ کوئی باہمیت نہ تھا اور
خدا کی قسم آج کے بعد تو اپنی باہمیت کھو چلا۔

اس نے جواب دیا تو فارت سو، میرے ہار سے میں جلدی نہ کر، بخدا میں نے جب بھی اس بات کا
ارادہ کیا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا تو میرے اہل آدمی (آنحضرتؐ) کے درمیان پردہ حائل مہجانا اور میں
تجھ پر تلوار چلاتا دکھائی دیتا۔

اس گفتگو کے بعد یہ لوگ واپس اپنے شہر کی طرف چل دیئے۔ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے
عامر بن طفیل کو طاعون کے عذاب میں مبتلا کر دیا۔ اور نبی رسول کی ایک دعوت کے گھر میں مر گیا۔

اس کے بعد یہ لوگ نکلے اور نبی عامر کے علاقے میں پہنچے، ان کی قوم ان کے پاس آئی۔ لوگ پوچھنے لگے
اے ارید کیا خبر لائے سو؟ اس نے جواب دیا، محمدؐ نے مجھے ایسی ذات کی عبادت کی دعوت دی ہے

کہ جی چاہتا ہے۔ مگر میرے پاس اس وقت موتا، تو میں اسے اس تیر سے فشاء بنانا اور قتل کر دیتا۔

اس بات سچیت کے بعد تین دن بعد ارید اپنا اونٹ لے کر فروخت کے ارادہ سے جان لکلا، اللہ تعالیٰ

نے اس پر اور اس کے اونٹ پر بھل گرائی جس سے یہ دونوں جل کر خاک ہو گئے۔ یہ ارید بعد میں ربیعہ کا بھائی تھا۔

وفد عبد القیس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں

صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وفد عبد القیس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا۔ یہ لوگ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں؟
عرض کیا گیا بنو ربیعہ سے۔

آپؐ نے فرمایا، مرحبا ایں وفد کو تمہاری حقہ میں نہ رسوائی ہے نہ شرمندگی۔

انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہمارے اور آپؐ کے درمیان قبیلہ مضر واقع ہے۔ اور صرف شہر حرام میں ہی آپؐ تک حاضر ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ہمیں کسی ایسی بات کا حکم فرمائیے کہ ہم بھی اسی پر چلیں اور جو ہمارے پیچھے ہیں انہیں بھی اسی پر عمل کی دعوت دیں۔ اور اس کی برکت سے جنت میں داخل ہو جائیں۔
آپؐ نے فرمایا، میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے منع کرتا ہوں۔
(۱) میں تمہیں ایک اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں۔ جانتے ہو کہ اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے؟
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا اور اقرار کرنا۔

(۲) نماز قائم کرنا

(۳) زکوٰۃ ادا کرنا

(۴) رمضان کے روزے رکھنا۔

نیز اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ مال غنیمت میں سے خمس ادا کیا کرو، اور تمہیں چار باتوں سے منع کرتا ہوں۔ یہ دبا، عنتم، نعیق اور مزفت نہیں۔ پیری یا تہی یا در کھو۔ جو تمہارے پیچھے رہ گئے ہیں۔ ان تک لگا

لہ یہ ان تہنوں کے نام ہیں جس میں شراب بنائی جاتی تھی۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حارود بن علاء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ نصرانی تھا اور وفد عبدالقیس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس لئے عرض کیا۔

اے اللہ کے رسول، میں ایک دین کا پیروں لیکن آپ کے دین کے لیے اس دین کو چھوڑتا ہوں آپ کے دین میں جو منفعت ہے اس کی مجھے ضمانت دیجئے۔

آپ نے فرمایا: بلکہ میں اس بات کا ضمان ہوں کہ جس کی طرفت میں تجھے بلا لانا ہوں اس میں جو کچھ ہے وہ مالک سے بہتر ہے۔ جو تیرے دین میں ہے۔

وہ اسلام لے آیا اور اس کے ساتھیوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، ہمیں سواریاں عنایت کیجئے۔ آپ نے فرمایا: "یہ تمہارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے جسے میں تمہیں بطور سواری لے سکوں۔"

انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول تمہارے دو ہماری آبادیوں کے درمیان بعض لوگوں کی گمشدہ سواریاں ہوتی ہیں کیا ہم ان پر قبضہ کر کے ان کے ذریعہ پہنچ جائیں؟ آپ نے فرمایا، نہیں یہ تو جہنم میں جاتے والی باتیں ہیں۔

۱۱۱ اس واقعہ کے ثابت ہونا ہے کہ اللہ پر ایمان لانا قول و عمل کے قواعد و مسائل و احکام مستنبط مجموعہ کا نام ہے، جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تابعین اور تبع تابعین کا مسلک ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے مبسوط میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور کتاب سنت سے اس کے متعلق صدمات لیں مل سکتی ہیں۔

۲۔ آنحضرت نے اس موقع پر حج کا تذکرہ نہیں کیا کیونکہ یہ لوگ ۹ھ میں حاضر ہوئے تھے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا بلکہ ۱۰ھ میں فرض ہوا تھا۔ اگر اس وقت فرض ہوتا تو جس طرح روزے نماز اور زکوٰۃ کا ذکر فرمایا۔ اسی طرح حج کو بھی ایمان کا حصہ

۱۳، نیز اس سے اس بات کی دلیل بھی ملتی ہے کہ اللہ کے افعال و اخلاق کا خالق ہے جس طرح ان کا

ہے یعنی بندہ اور اس کی ذات و صفات و افعال سب مخلوق میں اور جس نے بندے کے افعال کو اللہ کی خلقت سے الگ رکھا ہے۔ اس نے اللہ کے ساتھ ساتھ ایک اور خالق بنا لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلف نے قدریہ کو مجوسی قرار دیا ہے۔ جو بندے کے افعال کو اللہ کی تخلیق نہیں مانتے۔ قدریہ کے بارے میں اسلام کا مجوسی ہونا، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحت کے ساتھ مروی ہے۔ اور ان الفاظ سے یہ حقیقت جبر کا نہیں بلکہ جبلیت کا اثبات ہوتا ہے، کیونکہ خدا اپنے بندے کو جس طرح چاہتا ہے۔ جبلی طور پر پیدا کرتا ہے۔ اس وجہ سے امام اوزاعیؒ وغیرہ ائمہ سلف نے فرمایا ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اعمال پر جبلیت بخشی ہے۔ اور ہم یوں نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جبر کیا ہے۔ یہ حیلہ ائمہ کے علم اور ان کی وقت نظر کا آئینہ دار ہے کیونکہ جبر کا مطلب تو بندے کے ارادہ کے خلاف ہونا ہے جیسے نابالغ بچہ پر نکاح کے لیے جبر کرنا۔ حاکم کا اسے مجبور کرنا جس پر کسی کا حق ہو کہ وہ اس حق کو ادا کرے مگر اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے بندے پر اس طرح کا جبر کرے، بلکہ وہ اسے جبلیت بخشتا ہے کہ بندہ اپنے پروردگار کی مشیت اور اپنے ارادے اور اختیار و مشیت کے مطابق کام کرے۔ یہ الگ طریق فکر ہے، اور وہ الگ طریق فکر ہے۔

بیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسی گم شدہ چیز سے انتفاع جائز نہیں جس کا التقاط ناجائز ہو جیسے اونٹ، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جارود کو گم شدہ اونٹ پر سواری کی اجازت نہیں دی اور فرمایا، مسلمان کی گم شدہ چیز سے انتفاع جہنم کا لقمہ بنا ہے۔

وفد بنو حنیفہ مسلمہ کذاب استمانہ نبوت پر

ابن اسحاق فرماتے ہیں :

مسلمہ کے پاسے میں آپ کا ارشاد
 میں حاضر ہوا۔ اسی وفد میں مسلمہ کذاب بھی شامل تھا۔ یہ وفد بنو نجار کی ایک انصاری عورت کے گھر میں بیٹھا
 تھا، اصحابِ وفد اپنے ساتھ مسلمہ کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس نے
 کپڑوں میں اپنے آپ کو لپیٹ رکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی معیت میں جلوہ فرما
 گئے۔ آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی تھی۔

جب یہ وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مسلمہ ساتھ تھا، اور ان لوگوں کی مدد سے کپڑوں میں
 لپیٹا ہوا تھا۔ اس نے آپ سے گفتگو کی اور کچھ مانگا۔ اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا۔
 "اگر تو یہ ٹہنی مانگے جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے، تو یہ بھی تجھے نہیں دوں گا۔"

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھے بنو حنیفہ میں اہل بیامہ کے ایک بوڑھے نے بتایا کہ اہل واقعہ یوں نہیں
 ہے، بلکہ اس طرح ہے کہ بنو حنیفہ کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا مسلمہ کو
 اصحاب وفد نے سامان کی نگرانی کے لیے پیچھے ہی رہنے دیا۔ جب یہ لوگ مسلمان ہو گئے تو انھوں نے
 مسلمہ کا بھی تذکرہ کیا اور کہنے لگے۔

اے اللہ کے رسول ہم نے اپنے ساتھی کو اپنے سامان اور سواروں کی حفاظت کے لیے پیچھے
 چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے ان لوگوں کو جو کچھ حکم دیا تھا، مسلمہ کے لیے بھی وہی فرمایا، اور فرمایا، وہ تم
 جیسا آدمی نہیں ہے کہ اپنے ساتھیوں کے ساز و سامان کی حفاظت کر سکے۔

اس گفتگو کے بعد یہ لوگ واپس ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بخشش کردہ عطایا بھی ان کے ساتھ تھے۔ جب یہ لوگ پیام پہنچے، تو اللہ کا دشمن (مسلمہ) مرتد ہو گیا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا، اور کہنے لگا، میں بھی محمدؐ کے ساتھ شریک (نبوت) ہوں، کیا آپ نے تم سے میرا تذکرہ یوں نہیں کیا تھا کہ وہ تم جیسا آدمی نہیں ہے، اور یہ اس وجہ سے تھا کہ انہیں معلوم تھا کہ میں بھی ان کی نبوت میں شریک ہوں، پھر اس نے اپنا مسیح کلام بطرز قرآن مجید سنانا شروع کیا:

لقد انعم الله على الحبيلى اخرج منها نسمة تسع من بين صفاق وحشا، یعنی اللہ نے حاملہ پر انعام کیا۔ اس سے ایک روح نکالی، جو صفاق اور انتڑیوں کے درمیان چلتی ہے۔

مسلمہ نے نماز معاف کر دی۔ شراب اور زنا کو حلال کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود وہ اس بات کی بھی گواہی دیتا رہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

بنو حنیفہ نے اس معاملہ میں اس کا ساتھ دیا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا۔

مسلمہ کی جانب سے محمد رسول اللہ کی طرف۔

اما بعد!

میں نے اس کام (نبوت) میں آپ سے شریک کر لی ہے۔ اب نصف ہمارے لیے ہو گا اور نصف قریش کا حصہ ہو گا۔ اور قریش انصاف کرنے والے لوگ نہیں ہیں۔

مسلمہ کا قاصد یہ خط لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد الرسول اللہ کی جانب سے مسلمہ کذاب کی طرف سلام تلی من اتبع الهدی

اما بعد!

بے شک زمین اللہ کی ملکیت ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا

ہے اور (بہتر) انجام پر بھیزگاروں کے لیے ہے۔

یہ واقعہ سنہ ۶ کے آخر کا ہے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ سعد بن طارق نے مجھے بتایا، انہیں مسلمہ بن نعیم بن مسعود سے انہیں اپنے

والد سے ہدایت پہنچی کہ حیب مسلمہ کذاب کا ایلی آیا تو میں نے سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں قاصدوں سے ارشاد فرمایا "کیا تم بھی وہی کہتے ہو جو اس (کذاب) کا دعویٰ ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا، ہاں بے شک ہم اسے نبی مانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا، خدا کی قسم اگر قاصدوں کا قتل رہا ہوتا، تو میں تم دونوں کی گردن مار دیتا۔ عبد اللہ فرماتے ہیں، اس واقعہ سے سنت چل پڑی کہ قاصدوں کو قتل نہ کیا جائے۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ "انہوں نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں سو رہا تھا کہ میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے۔ اور میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ڈالے گئے۔ یہ مجھے گراں گذرے اور اس سے ایک طرح کا مجھے غم لاحق ہوا۔ پھر مجھے وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونک ماروں، میں نے پھونک ماری تو دونوں کنگن اڑ گئے۔ میں نے اس سے تاویل یہی کہ یہ دو کذاب ہیں کہ میں ان دونوں کے درمیان ہوں۔ یعنی صنعاء اور یمانہ کے (دونوں کذاب)۔"

۱۱) اس سے ثابت ہوا کہ حیب مرتدین کی سطوت قائم ہو تو ان سے مراسلت کرنا جائز ہے۔

۲) انہیں کفار کی طرح سلاہ علی من اتبع الهدی لکھا جائے گا۔

۳) نیز یہ کہ قاصد کو قتل نہ کیا جائے گا، اگرچہ وہ مرتد ہی ہو، یہی سنت ہے۔

۴) نیز امام کو چاہیے کہ وہ کسی اہل علم سے معتزین کے جوابات لکھائے۔ اسی طرح (مرتدین) کے

۱۲) اس جملہ کے معنی ہیں، "اس پر سلامتی ہو جو راہ ہدایت پر گامزن ہو۔"

اس کے برعکس مسلمان سے کہتے ہیں،

"السلام علیکم" (تجہ پر سلامتی ہو)

کیونکہ مسلمان راہ ہدایت پر گامزن ہوتا ہے، اور کافر نہیں ہوتا۔ (رئیس احمد سعیدی)

۱۳) اس سے بڑھ کر رفاہی، فراخ سوسلگی، اور عالی طرفی لیا ہو سکتی ہے کہ دشمن خواہ کتنا ہی رذیل اور پست

ہو، مگر اس کے قاصد کی جان پر آنچ نہیں آسکتی۔ خواہ وہ مرتد ہی کیوں نہ ہو، جس کے بارے میں علامہ اسلام

کے ایک بڑے طبقہ کی یہ رائے ہے کہ اس کا قتل واجب ہے۔

جوابات دینے کے لیے کسی عالم کو مقرر کیا جائے جو انہیں جوابات دے۔

(۵) نیز اس سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل اعلیٰ کا اظہار ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیب کنگونی کو اپنی روح کے ساتھ چھونک ماری، تو وہ دونوں ارگے اور یہ روح حضرت صدیق اعظم کی ہی تھی جس کے ذریعہ سلیمہ کو ختم کیا گیا۔

(۶) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ زیورات کا لباس خواب میں دیکھنا، دیکھنے والے کے لیے، آنے والے دکھ یا تکلیف کی جانب اشارہ کرتا ہے، ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میری ناک میں سونے کی ایک ٹھٹھ ہے اور اس میں سونے پتھر کا نگینہ ہے۔ میں نے اسے جواب دیا کہ تجھے نکیر کی شکایت ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ دوسرے نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میرے ہونٹوں سے کلابند ٹٹے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کہ تجھے ایک مرض لاحق ہو گا جس کے باعث تیرے ہونٹوں میں فصد کرنے کی ضرورت ہوگی، چنانچہ اس کا اسی طرح ہوا۔

(۷) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کفار میں سے کوئی امام سے ملنا چاہے تو اسے نیات خود اس سے ملنے کے لیے آنا چاہیے۔

(۸) سند ابی داؤد طیالسی میں ابو داؤد علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سلیمہ کے جو قاصد آئے تھے وہ ابن نواح اور ابن اثمل تھے۔

وقد طے کی آمد

زید الخنیل یا زید الخیر کے پاس میں آنحضرت کے ارشادات

ابن اسحاق فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ طے کا وفد حاضر ہوا۔ ان میں زید الخنیل بھی تھے۔ یہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ جب یہ وفد حاضر ہوا تو آپ نے ان سے گفتگو فرمائی اور ان پر اسلام پیش فرمایا۔ یہ لوگ مسلمان ہوئے اور بہت اچھی طرح اسلام لائے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے سامنے عرب کے کسی آدمی کے جس قدر فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔ جب وہ میرے پاس آتا ہے تو وہ صرف زید الخنیل ہی میں پورے اترتے ہیں۔ پھر آپ نے ان کا نام زید الخیر رکھا۔ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ ایک قول کے مطابق زید الخیر خلافت عمرؓ کے آخری عہد میں فوت ہوئے۔ ان کے دو بیٹے مکنت اور حسیت تھے، جو اسلام لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بنے اور حضرت خالد بن ولید کے ہمراہ مرتدین سے جنگ کرتے کرتے شہادت پائی۔

وقد کذبہ کی آمد

خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھے زہری نے بتایا کہ اشعث بن قیس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور ساتھ سوار کے لگ بھگ لے کر حاضر ہوئے۔ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوئے یہ سب ہمتیار بند تھے۔ انھوں نے اجارہ کاری لباس پہن رکھا تھا۔ جب خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کیا تم نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا؟ کہنے لگے: مسلمان ہو چکے ہیں۔

آپ نے فرمایا، تو پھر تمہاری گردنوں میں یہ ریشم کیسا نظر آتا ہے؟

یہ سنتے ہی انھوں نے اسے بھاڑ کر اتارا اور پھینک دیا۔ اس کے بعد اشعث نے عرض کیا

اے اللہ کے رسول ہم بھی مرارہ کھانے والوں کی اولاد ہیں اور آپ بھی مرارہ کھانے والوں کی اولاد

میں سے ہیں۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آگئی انھوں نے فرمایا اس نے ربیع بن حرت

اور عباس بن عبدالمطلب کے درمیان نسبت پیدا کرنی چاہی ہے،

کہتے ہیں کہ زہری اور ابن اسحاق تاجر تھے۔ جب یہ دونوں سرزمین عرب میں سفر کرتے اور

پوچھا جاتا۔ کہ تم کون ہو؟ تو جواب دیتے کہ ہم مرارہ اونٹوں کے کھانے کی ایک بوٹی کھانے والوں

کی اولاد سے ہیں۔ اس سے اہل عرب ان کا از حد احترام کرتے اور اپنے آپ کا تحفظ کرنے میں انہیں

بہت مہولت ہوتی۔ کیونکہ تو اکل المرارہ کذبہ کے رہنے والے تھے۔ جو بادشاہ تھے اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہم نصر بن کنانہ کی اولاد میں سے ہیں۔ نہ ہم اپنی ماں کو فاجرہ بتاتے ہیں اور نہ اپنے والد سے

فقہی کرتے ہیں۔

مسند میں حماد بن سلمہ کی حدیث ہے جو انھوں نے عقیل بن طلحہ سے اور انھوں نے مسلم بن مسلم سے روایت کی ہے کہ اشعث بن قیس نے کہا۔

یارسول اللہ کیا آپ ہم میں سے نہیں ہیں؟

اپنے تھے جواب میں فرمایا۔ ہم بنو نضر بن کنانہ ہیں، نہ ہماری ماں فاجرہ تھی۔ نہ ہم اپنے باپ کا انکار کرتے ہیں۔

مسائل فقہیہ کا اس واقعہ سے استنباط | اس واقعہ سے کسی فقہی مسألے پر روشنی پڑتی ہے، جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ یہ کہ جو شخص بنو نضر بن کنانہ کی اولاد میں ہونے کا مدعی ہو وہ قریش میں سے ہے۔

۲۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حرام چیزوں کا ضائع کر دینا تلف کر دینا جائز ہے، مثلاً

ریشم کا لباس مردوں کے لیے حرام ہے، اسے اگر کوئی تلف کر دے تو کوئی حرج نہیں،

اسے اعانت یعنی ضائع کرنا نہیں قرار دیں گے۔

۳۔ المرار ایک درخت ہے جو بادیه میں اگتا ہے، اکل المرار (مرار کھانے والا) سے مراد حارث

بن عمرو بن حجر بن عمرو ہے۔ معاویہ بن کندہ ہیں، آپ کی جدہ کندہ میں سے تھیں، جو ام کلاب

بن مرد کے نام سے یاد کی جاتی تھیں، اشعث کا اشارہ اسی طرف تھا۔

۴۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے

اس نے گویا اپنے باپ کا انکار کیا۔

۵۔ نیز یہ کہ آپ نضر بن کنانہ کی اولاد میں سے تھے،

۶۔ نیز یہ کہ جو شخص اپنے معروف نسب سے انکار کرے اس پر حد قذف و نہمت کی سزا

جاری کی جاسکتی ہے۔

اشعریوں اور کمینوں کا وفد بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں

یزید بن ہارون نے حمید سے انھوں نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک قوم آرہی ہے جو تم سے زیادہ رقیق القلب ہے۔

چنانچہ اشعری لوگ رجز پڑھتے ہوئے حاضر ہوئے:

عدا نلقى الاحبہ

حمداً وحبہ

ترجمہ: کل ہم دوستوں سے ملاقات کریں گے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جماعت (صحابہ) سے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، کہ اہل یمن آئے۔ یہ لوگ رقیق القلب اور نازک دل ہیں۔ اور ایمان تو لیں یمن ہی میں ہے۔ حکمت یمن ہی میں ہے۔ اور وہ تار و سینہ اہل غنم (بکریوں والوں) میں ہے۔ اور قحز اور بڑائی طلوع آفتاب سے قبل بدویوں میں ہے۔

ہمیں یزید بن ہارون سے انہیں ابن ابی ذویب سے انھیں حرث بن عبد الرحمن سے انھیں

محمد بن جبیر بن مطعم سے انھیں اپنے والد سے روایت ملی۔ فرمایا،

کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، آپ نے فرمایا:

تھارے پاس اہل یمن آتے ہیں۔ گویا کہ وہ ابر ہیں۔ یہ لوگ اہل زمین میں سے بہتر لوگ ہیں۔

ایک انصاری نے عرض کیا اے اللہ کے رسول: «سوا ہمارے»
 آپ خاموش رہے۔ پھر اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول «سوا ہمارے» آپ کچھ دیر
 خاموش رہے، پھر آپ نے آہستہ سے فرمایا: «اے اللہ کے رسول! ہاں سوا ہمارے»
 صحیح بخاری میں ہے کہ بنو تمیم کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
 حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا:

مے بنی تمیم خوش ہو جاؤ۔ انھوں نے عرض کیا۔ آپ نے ہمیں خوش خبری سنائی اس لیے
 ہمیں کچھ عطا فرمائیے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا۔ پھر اہل
 یمن میں سے ایک جماعت حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا: خوشخبری قبول کرو۔ جبکہ بنو تمیم نے قبول
 نہیں کی۔

وہ کہنے لگے! ہم نے قبول کر لی۔ پھر انھوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ہم دین سمجھنے
 کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ اور اس سلسلے میں پہلا مسئلہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ دنیا کی ابتدا
 کیا تھی؟ آپ نے فرمایا اللہ ہی سب سے پہلے تھا اس کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اور اس کا عرش پانی پر
 تھا اور اس نے ہر چیز کتاب میں لکھ دی ہے!

وفدازد

استانہ نبوی پر حاضر ہوتا ہے

آپ کی ایک عظیم گوئی | ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ عمرو بن عبداللہ ازدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اسلام لایا اور وفدازد کے لوگوں میں سب سے بہتر طور پر اسلام قبول کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی قوم کے مسلمانوں پر امیر مقرر فرمایا۔ اور فرمایا: اہل یمن کے مشرک قبائل سے ان مسلمانوں کی مدد لے کر جہاد کرے۔ جو اس کی قوم میں اسلام قبول کر چکے ہیں۔ چنانچہ وہ ایک چھوٹی سی جماعت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نکلا اور مقام جرش میں ٹھہرا۔ ان دنوں یہ جگہ ایک بند شہر تھا۔ اور یہاں یمن کے قبائل آباد تھے۔

جب خشم نے مسلمانوں کی آمد کی خبر سنی تو وہ بھی سب کے ساتھ شہر کے اندر داخل ہو گیا۔ اہل اسلام نے ایک اہل جملہ صرہ کیے رکھا۔ لیکن یہ لڑکے قابو میں نہ آئے آخر مسلمان لوٹ آئے۔ جب لشکر اسلام شکر نام کے پہاڑ کے قریب پہنچا تو اہل جرش نے خیال کیا۔ کہ مسلمان شکست کھا کر بھاگ گئے ہیں۔ چنانچہ وہ ان کی تلاش میں نکلے۔ جب الہام سے ڈبھیڑ ہوتی تو ان پر حملہ کر دیا۔ سخت خونریز جنگ ہوئی۔ اہل جرش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو آدمی بھیجے تھے جو معاملہ کو سمجھ رہے تھے۔ عصر کے بعد شام کو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی تھے کہ آپ نے دریافت فرمایا۔ اللہ کی زمین پر مقام شکر کہاں ہے؟ وہ دونوں جرش کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے ملک میں ایک پہاڑ ہے جس کو "کشر" کہتے ہیں، چنانچہ اہل جرش اس نام سے اسے یاد کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

• نہیں وہ کشر نہیں شکر ہے •

دونوں نے پوچھا مگر بات کیا ہے اسے اللہ کے رسول؟

آپ نے فرمایا، اس کے واسطے میں بہت جلد اللہ کے کچھ بندے قربان ہوں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ وہ دونوں آدمی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے پاس گئے۔ اُنھوں نے

فرمایا ابد بختمو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری قوم کی مصیبت کے متعلق خبر دے رہے ہیں،

اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ۔ اور درخواست کرو۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ

سے دعا کریں کہ تمہاری قوم سے یہ مصیبت اٹل جائے، وہ دونوں اٹھے، اور اسی طرح ہی درخواست

کی، آپ نے فرمایا اسے اللہ ان پر سے یہ مصیبت اٹھائے۔

اس کے بعد وہ دونوں آدمی اپنی قوم کی طرف واپس چلے گئے۔ تو وہاں جا کر انہیں معلوم

ہوا کہ واقعی اسی دن ان کی قوم کسی مصیبت میں مبتلا ہو گئی تھی۔ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا تھا ٹھیک اسی ساعت میں جب آپ نے گفتگو فرمائی تھی؟

چنانچہ جرش کا وفد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام

قبول کیا۔ اور آپ نے ان کی بستی کے گرد و علاقہ ان کی نگرانی میں دے دیا۔

وفد بنو حارث بن کعب کی آمد

جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت دینا ضروری ہے

ابن اسحاق فرماتے ہیں بعد ازاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الآخر یا جمادی اول ۶۱۰ء میں حضرت خالد بن ولید کو نبی حارث بن کعب کی طرف بخران روانہ فرمایا۔ اور حکم دیا کہ جنگ کرنے سے پہلے انہیں تین مرتبہ دعوت اسلام دیں: اگر وہ قبول کر لیں۔ تو ان کا اسلام قبول کریں۔ ورنہ پھر جنگ کرنا۔ آخر وہ منزل پر پہنچے۔ اور دو سو اردل کو بھیجا کہ ہر آدمی سے ملیں اور اسلام کی دعوت دیں، وہ کہہ رہے تھے اسے لوگو اسلام لے آؤ سلامتی پاؤ گے، چنانچہ لوگ اسلام لے آئے۔

حضرت خالد وہاں چند روز مقیم رہے۔ اور انہیں اسلام کی تعلیمات سے آشنا کرتے رہے نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ لکھ بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لکھا کہ ان کا اسلام قبول کر لو، اور اس کے ساتھ ساتھ ان کا وفد بھی قبول کرو۔ چنانچہ انہوں نے ان کا اسلام قبول کیا جس میں قیس بن حصین۔ یزید بن عبد المدان۔ یزید بن نخل، عبد اللہ بن قراد اور شاد بن عبد اللہ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا، کہ زمانہ جاہلیت میں اگر تم پر کوئی حملہ کرتا تو تم کس وجہ سے اس پر غالب آجاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم غالب نہیں آتے تھے۔ آپ نے فرمایا! ان ٹھیک ہے!

انہوں نے عرض کیا: ہم متحد رہتے اور متفرق نہ ہوتے اور ہم ظلم کی ابتداء نہ کرتے۔

آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ اور تمہیں بن حسین کو ان کا امیر مقرر فرما دیا۔ یہ لوگ شہداء یا
 ذی تعدہ کے آخر میں واپس ہوئے ان کی واپسی کے بعد چار ماہ گزرے تھے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی، !

وفد ہمدان

در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر

ہمدان کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس میں مالک بن عتظ - مالک بن عتظ،
 قمام بن مالک اور عمرو بن مالک تھے۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ تبوک
 سے واپسی کے بعد ملے۔ یہ اجبار کے لباس میں بیٹھے تھے، ان کے سر پر عدنی عمامے تھے۔
 مالک بن عتظ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رجز پڑھ رہا تھا۔

الیت جا وزن سواد المایف —

فی مبعوات المصیف والخریف —

مخطعات بحبال الیت —

یعنی، تیری جانب پڑھ گئیں دیات کی سیاہی —

بہار و خزاں کے عیار میں —

کچھوروں کے پہاڑوں میں لگام دمی ہوئی۔ اور اُنھوں نے آپ کے سامنے بہتر اور اچھی گفتگو

کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تحریر لکھ دئی، اور ان کی درخواست قبول فرمائی،
 اور انہیں عطایا دیے نیز مالک بن عتظ کو ان کا امیر بنا دیا۔ اور جو بھی ان میں سے مسلمان ہوتا اس
 کا امیر انہی کو قرار دیا۔ اور ثقیف کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا، ان کی حالت یہ تھی کہ جو جماعت
 بھی اس طرف نکلتی یہ لوگ (ثقیف) اس پر غارت گری کرتے۔

امام بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ ابن اسحاق سے اُنھوں نے حضرت براد سے روایت کیا

ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو اہل یمن کی طرف دعوتِ اسلام کے لیے بھیجا۔ حضرت برابر فرماتے ہیں۔ کہ میں بھی ان میں تھا جو حضرت خالد بن ولید کے ساتھ تھے۔ ہم چھ ماہ تک ٹھہرے رہے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ لیکن انہوں نے قبول نہ کی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب کو بھیجا۔ جب ہم قوم کے قریب ہوئے تو حضرت علیؑ نے ہمیں نماز پڑھائی اور ہماری ایک صف بنائی۔ اور ہمارے آگے بڑھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب پڑھ کر سنایا۔ چنانچہ قبیلہ ہمدان تمام کا تمام ہی مسلمان ہو گیا۔

حضرت علیؑ نے یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھ بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً سجدہ میں چلے گئے۔ پھر سر اٹھایا اور فرمایا! ہمدان پر سلامتی ہو ہمدان پر سلامتی ہو۔

وفد مزینہ کی آمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ

طریق بہت ہی سے مروی ہے کہ انھوں نے نعمان بن مقرن سے روایت کیا کہ ہم مزینہ سے چار سو آدمی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب ہم نے واپسی کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا اسے عمر رضی اللہ عنہ اس قوم کو زاہد راہ دے دو۔ انھوں نے عرض کیا۔ میرے پاس صرف کچھ کھجوریں ہیں۔ اور میں نہیں سمجھتا۔ کہ وہ اس جماعت کے لیے کچھ بھی کفایت کر سکیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ۔ اور انہیں زاہد راہ دے دو۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں لے کر چلے۔ اور اپنے گھر میں داخل کیا، پھر انہیں ایک اونچی جگہ بٹھایا۔ اور جب ہم داخل ہوئے تو وہاں اونٹ کے برابر کھجوروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ تو ہم نے حسب ضرورت وہاں سے کھجوریں لے لیں۔

نعمان کہتے ہیں۔ کہ میں سب سے آخر میں نکلا۔ اور میں نے دیکھا کہ گویا ایک کھجور بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلائی گئی۔ یعنی وہ ڈھیر ویسے کا ویسا ہی رکھا ہوا تھا۔

وفد دوس

آنحضرتؐ کے خلاف ایک شاعر سے اہل مکہ کی آمادہ

شاعر کا قبول اسلام | ابن اسحاق فرماتے ہیں۔ کہ طفیل بن عمرو دوسی کہا کرتا تھا۔ کہ وہ مکہ آیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں مقیم تھے۔ قریش کے چند آدمی خاص طور پر اس کے پاس آئے، طفیل ایک شریف اور ذہیرک شاعر تھا۔ وہ کہنے لگے تو ہمارے علاقے میں آیا ہے۔ اور یہ آدمی جو ہمارے پاس ہے۔ اس نے ہماری جمعیت کو پراگندہ کر دیا ہے اور ہمارے ہر کام کو تقسیم کر رہا ہے اس کی بات میں جاؤ جیسا اثر ہے۔ جو ان اور بیٹے۔ بیوی اور خاندان میں تفریق کر دینا ہے۔ اور ہمیں تمہارے اور تمہاری قوم کے متعلق بھی وہی خطرہ ہے جس سے ہم دوچار ہو رہے ہیں۔ اس لیے اس کی بات نہ سنا اور نہ اس سے بات کرنا۔

وہ کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم وہ برابر میرے پیچھے لگے رہے، یہاں تک کہ میں نے معصم ارادہ کر لیا۔ کہ نہ آپ سے بات کروں گا۔ نہ آپ کی گفتگو سنوں گا۔ میں نے اپنے کانوں میں روٹی سونس لی۔ جب میں مسجد کی جانب گیا محض اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں ان کی آواز میرے کانوں میں پڑ جائے۔

وہ کہتے ہیں، کہ پھر وہ صبح کو مسجد میں گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے۔ میں ان کے قریب کھڑا ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے کلام سنا ہی دیا، جب میں نے ان کا حسین کلام سنا تو میں نے دل میں کہا۔

ہائے میری بد بختی۔ اللہ کی قسم۔ میں ایک کامل شاعر ہوں۔ اور کلام کے حسن و نچ سے

خوب آگاہ ہوں، اس لیے میں کیوں نہ اس آدمی کی بات سنوں، اگر اس کا کلام اچھا ہوگا تو قبول کر لوں گا۔ اور اگر قبیح ہوگا۔ تو چھوڑ دوں گا۔ کہتے ہیں کہ میں ٹھہرا رہا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو کر اپنے گھر تشریف لے گئے، تو میں بھی ان کے پیچھے چلا۔ جب وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے، تو میں بھی اندر چلا گیا اور عرض کیا۔

اے محمد تیری قوم نے مجھے یہ بتایا تھا، اور اللہ کی قسم وہ مجھے تیرے معاملہ میں غوت دلاتے رہے۔ آخر میں نے روئی سے اپنے کان بند کر لیے، تاکہ میں آپ کا کلام نہ سنتوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے سنا دیا اور میں نے آپ کا بہترین کلام سنا۔ مجھے آپ اپنا معاملہ بتائیے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر اسلام پیش کیا، اور قرآن مجید کی تلاوت کی۔

اللہ کی قسم میں نے اس سے زیادہ بہتر کلام کبھی نہیں سنا تھا۔ اور نہ ان سے بہتر اور عدل والی بات کبھی سنی تھی۔ چنانچہ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور میں نے حق کی گواہی دے دی۔ اور میں نے عرض کیا۔

اے اللہ کے نبی میں اپنی قوم میں ایک سردار مطلق ہوں سب میری مانتے ہیں ان کے پاس جانا ہوں۔ اور انہیں اسلام کی دعوت دوں گا، اللہ تعالیٰ اے دعا کیجئے کہ وہ میرے لیے کوئی علامت پیدا کر دے۔ جو میرے لیے دعوت میں مددگار ہو، آپ نے دعا فرمائی اے اللہ، اس کے لیے کوئی علامت پیدا کر دے!

راوی کہتے ہیں، کہ میں اپنی قوم کی جانب نکلا۔ جب میں اپنے علاقے کے ٹیلے پر پہنچا تو میری آنکھوں کے درمیان چراغ کی طرح ایک نور چمکنے لگا، میں نے دعا کی۔ اے اللہ میرے چہرے کے علاوہ کہیں اور! کیونکہ مجھے خطرہ ہے۔ کہ وہ سمجھیں گے۔ کہ ان کے دین سے نکلنے کے باعث اس کے چہرے پر دھبہ لگ گیا ہے۔

وہ کہتے ہیں، کہ پھر وہ نور دہاں سے مٹ گیا، اور تبدیل کی طرح میرے کورے کے سر پر معلق ہو گیا۔ میں ٹیلے سے ان کی طرف اتر رہا تھا، حتیٰ کہ میں ان کے پاس پہنچا۔ صبح ہو گئی

جب میں اترا، تو میرے پاس میرا باپ آیا، وہ بڑھا آدمی تھا۔ میں نے اسے کہا: مجھ سے دور ہو جا، نہ تو مجھ سے ہے، اور نہ میں مجھ سے ہوں۔

وہ کہنے لگا: بیٹا یہ کیوں؟

میں نے کہا، میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ اور دین محمد کی اتباع میں آچکا ہوں۔ وہ کہنے لگا! بیٹا تیرا دین ہی میرا دین ہے، میں نے کہا! اچھا جاؤ۔ غسل کرو۔ نئے کپڑے پہنو پھر آؤ۔ تاکہ میں تمہیں وہ سکھاؤں جو میں نے سیکھا ہے۔

کہتے ہیں کہ وہ گیا، غسل کیا، اور اپنے کپڑے پاک کیے، پھر آیا۔ اور میں نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا وہ مسلمان ہو گیا۔

پھر میری بیوی آئی۔ میں نے اس سے کہا: چلی جا۔ تیرا میرا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں وہ کہنے لگی! میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔ یہ کیوں؟

میں نے کہا، اسلام نے میرے اور تیرے درمیان حدفاصل پیدا کر دی ہے، میں مسلمان ہو چکا ہوں، اور دین محمد پر آچکا ہوں۔

وہ کہنے لگی! تیرا دین ہی میرا دین، میں نے کہا، اچھا جاؤ، پہلے غسل کرو۔ اس نے ایسے ہی کیا۔ پھر واپس آئی۔ میں نے اس پر اسلام پیش کیا۔ وہ مسلمان ہو گئی۔

پھر میں نے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے میرا دین دوس کو قبول کیا۔ میں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا! اے اللہ کے رسول قبیلہ دوس پر ظالم غالب آچکے ہیں، ان کے متعلق اللہ سے بدعا کیجئے۔

آپ نے دعا فرمائی!

اے اللہ دوس کو ہدایت دے۔ پھر فرمایا: اب اپنی قوم کی طرف واپس جا۔ اور انہیں اللہ کی طرف بلا۔ اور ان سے نرمی سے پیش آنا۔

اس کے بعد میں واپس گیا، میں انہیں دین الہی کی طرف دعوت دیتا رہا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے علاقہ میں تھے کہ میں حاضر ہوا۔ اور مدینہ میں منتر یا انٹی

دوسے گھرانوں کو لیکر اترا۔ اس کے بعد ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیبر میں جا ملے۔ آپ نے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہمارا بھی سہم حصہ نکالا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں، کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور عرب کے بعض قبائل مرتد ہو گئے تو طفیل بن مسلموں کو لے کر نکلے۔ جب طلحہ سے فارغ ہوئے۔ تو اہل اسلام کے ہمراہ بیار کی طرف چلے۔ ان کے ہمراہ ان کا لڑکا عمر بن طفیل تھا۔ انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا۔ کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اس کی تعبیر بتاؤ۔ میں نے دیکھا کہ میرا سر موڑا گیا۔ اور میرے منہ سے ایک پرندہ نکلا۔ اور ایک عورت مجھے ملی۔ اس نے مجھے اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ میرا بیٹا بھی تیزی سے میری اتباع کر رہا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ اسے مجھ سے روک دیا گیا۔ انہوں نے تعبیر دی: جو کچھ تو نے دیکھا، اچھا دیکھا۔

طفیل کہنے لگے۔ اللہ کی قسم میں نے خود اس کی ایک تعبیر نکالی ہے۔

لوگوں نے پوچھا۔ کیا تعبیر نکالی ہے؟

وہ کہنے لگے! سر موڑنے کا مطلب سر کٹنا ہے۔ اور جو پرندہ میرے منہ سے نکلا ہے۔ یہ میری روح کے خارج ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اور وہ عورت جس نے مجھے اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین کھودی جائے گی۔ اور مجھے اس میں غائب کر دیا جائے گا۔ اور میرے بیٹے کی مجھے تلاش۔ اور اسی کا مجھ سے رک جانا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اسے دیکھوں گا کہ وہ بھی حصول شہادت کی کوشش کرے گا چنانچہ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ میں شہید ہو گئے۔ اور ان کے بیٹے سخت زخمی ہوئے۔ پھر وہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

اسی واقعہ سے ثابت شدہ احکامات

۱۔ قبول اسلام سے پہلے غسل واجب ہے | اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عادت تھی۔ کہ اسلام قبول کرانے سے

قبل غسل کراتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ امر ثابت ہے اور صحیح قول یہ ہے۔ کہ

حالت کفر میں کوئی جنابت زدہ ہو یا نہ ہو مگر قبول اسلام کے وقت غسل واجب ہے۔

۲۔ جنگ ختم ہونے سے پہلے ملک پہنچ جائے تو اس کا حصہ ہوگا | اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنگ ختم ہونے

سے قبل جو بھی ملک پہنچے اس کا بھی سہم لگایا جائے گا۔

۳۔ کرامات اولیاء کا وقوع نصرت دین کے لیے ہوتا ہے | نیز کرامات اولیاء کا وقوع یا تو ضرورت دین

کے لیے ہوتا ہے۔ یا اسلام اور اہل اسلام کے منفعت کے لیے ہے۔ یہ رحمانی احوال ہوتے ہیں۔ اور اتباع رسول ہی ان کا سبب ہوتا ہے۔ جن کے نتیجہ میں اظہار حق اور تذلیل باطل ظہور پذیر ہوتی ہے، اور احوال شیطانی کا سبب اور نتیجہ ان سے الگ ہی ہوتا ہے۔

۴۔ دعوت اسلام میں صبر و استقلال ضروری ہے | نیز اللہ کی طرف دعوت دینے میں صبر و استقلال ضروری ہے

اور نافرمانوں پر بدعایا انہیں سزا دینے میں جلدی سے کام نہ لینا چاہئے۔

وقد نجران

اہل کتاب کے ایک وفد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح

صلح کے شرائط اور ان کی نوعیت | اہل اسحاق فرماتے ہیں کہ مدینہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نجران کے عیسائیوں کا وفد حاضر ہوا۔

مجھے محمد بن جعفر بن زبیر نے بتایا کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نجران کا وفد آیا تو یہ لوگ عرصہ کے بعد مسجد میں آپ کے سامنے حاضر ہوئے۔ اور مسجد میں اپنی نماز ادا کرنے لگے۔ لوگوں نے انہیں منع کرنا چاہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خیر دار، انہیں مت ٹوکو، چنانچہ انہوں نے مشرق کی طرف رخ کیا اور اپنی مخصوص عبادت کی۔

راوی کہتے ہیں کہ مجھے یزید بن سفیان سے انہیں ابن سلمان سے انہیں کرز بن علقمہ سے روایت پہنچی۔ انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجران کے وفد میں ساٹھ سوار حاضر ہوئے، جن میں سے چوبیس بڑے بڑے سردار تھے اور چوبیس ایسے تھے کہ ان میں سے تین ان کے امیر تھے۔ ان کی رائے پر فیصلے ہوئے اور وہ صاحب مشورہ تھے۔ یہ لوگ جس کی رائے اور حکم سے بالکل سرکشی نہ کرتے وہ شخص تھا، عبد المسیح، دوسرا ان کا سردار اور صاحب رحل اور ان کی مجلس کا بڑا اہم تھا، اور ابو حارثہ بن علقمہ بھی تھا جو بنی بکر بن دائل کا بھائی تھا۔ یہ ان کا بڑا پادری، عالم اور امام بھی تھا اور ان کی تعلیمات کا نگران تھا۔

ابو حارثہ ان میں بہت ہی صاحب شرف آدمی تھا۔ اس نے ان کی کتابیں پڑھ رکھی تھیں اور روم کے نصاریٰ بادشاہ اس کی از حد عزت و تکریم کرتے تھے۔ چنانچہ اس کے لیے انہوں نے خادم رکھے تھے۔ گرج تعمیر کیے تھے اور اس کی دینی خدمات و علم کے باعث اس پر انعام و اکرام کی بارش کر دی تھی۔

جب یہ وفد نجران سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چلا تو ابو حارثہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کا قصد کر کے ایک خچر پر سوار ہوا۔ اس کی ایک جانب اس کا بھائی تھا جسے کرز بن علفم کہتے تھے وہ بھی ہمراہ تھا۔ اچانک خچر کا پاؤں پھسلا، گرنے کہا وہ (لہ) ہلاک ہوا۔

ابو حارثہ نے جواب دیا نہیں بلکہ تو ہلاک ہوا۔

وہ کہنے لگا، بھائی یہ کیوں؟

وہ کہنے لگا، اللہ کی قسم وہ واقعی نبی امی ہے، جس کا ہم انتظار کر رہے تھے۔ گرنے پوچھا، تو پھر اس کے اتباع سے کیوں رکتے ہو؟ جب تم اچھین جانتے اور مانتے بھی ہو۔

اس نے کہا ہماری قوم نے ہمارے ساتھ کیا سلوک نہیں کیا ہے؟ ہماری عزت کی۔ ہماری تکریم و شرف میں کسر نہ رکھی۔ اور اگر میں یہ اسلام قبول کر لوں، تو جو کچھ تو دیکھ رہا ہے۔ سب واپس چھین لیں گے۔ اس پر کرز بن علفم نے اپنے دل کی حالت اس سے پوشیدہ رکھی لیکن آخر کار اسلام قبول کر لیا۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھے محمد بن ابی محمد مولیٰ زید بن ثابت نے بتایا، فرماتے ہیں کہ مجھے سعید بن جبیر اور عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجران کے نصیری اور یہود کے علماء جمع ہوئے اور آپس میں جھگڑ پڑے۔

احبار یہود نے کہا، ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے۔

نصاری نے کہا، نہیں بلکہ وہ نصرانی تھے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی :-

﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَحْجُونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أَنْزَلْنَا مِنَ التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ إِلَّا مَن لَّعَلَّكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ هَٰذَا نَحْنُ ذَمِّمُوكُمْ فِي الْكُفْرِ بِعِلْمِ فَلِمَ تَحْجُونَ فِيهَا إِبْرَاهِيمَ كُفْرًا ۝ وَإِنَّكُمْ لَعَالِمُونَ ۝ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمَ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا ۝ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ إِنَّ أَوَّلِي النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لِلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ دَلِي الْمُؤْمِنِينَ ۝ ﴾
یعنی اے اہل کتاب کیوں جھگڑتے ہو، ابراہیمؑ کی بابت اور تورات و انجیل تو اتریں اسی کے بعد کیا تم کو غفل نہیں۔ سنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے جس بات میں تم کو کچھ خیر تھی اب کیوں

جھگڑتے ہو، جس بات میں تم کو کچھ خبر نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ نہ تھا
ابراہیم یہودی اور نہ تھا نصرانی لیکن تھا حنیف یعنی سب چھوٹے مذہبوں سے بیزار
اور حکم بردار اور نہ تھا مشرک۔ لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیم سے ان کو تھی جو ساتھ
اس کے تھے۔ اور اس نبی کو اور جو ایمان لائے اس نبی پر اور اللہ والی ہے مسلمانوں کا۔“
ایک جہر (یہودی) نے کہا، اگلے محمد کیا تم ہم سے یہ چاہتے ہو؟ کہ ہم اس طرح تمہاری عبادت
کریں جیسی نصاریٰ عیسیٰ بن مریم کی عبادت کرتے ہیں؟

نصرانی نجران کے ایک آدمی نے بھی تائید کی اور پوچھا اے محمد آپ ہم سے یہی چاہتے ہیں؟ اور
اسی کی ہمیں دعوت دیتے ہیں؟

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کی پناہ اس سے کہ میں غیر اللہ کی عبادت
کروں یا غیر اللہ کی عبادت کا حکم دوں، نہ اللہ نے مجھے اس لیے مبعوث فرمایا اور نہ اس نے مجھے اس کا
حکم دیا۔ اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوة ثم یقول للناس کونوا
عبادالی من دون اللہ ولکن کونوا ربانیین بما کنتم قد رسون ۝ ولا یأمروکم ان
تتخذوا الملائکة والنبیین اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون۔

یعنی کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اس کو دیوے کتاب اور حکمت اور پیغمبر کرے۔ پھر وہ کہے
لوگوں کو کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر لیکن یوں کہے کہ تم اللہ والے ہو جاؤ جیسے کہ
تم سکھلاتے تھے کتاب اور جیسے کہ تم آپ بھی پڑھتے تھے اسے۔ اور نہ یہ کہے کہ تم کو کھڑو
فرشتوں کو اور نبیوں کو رب کیا تم کو کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔

میں ابی طلحہ اللہ حاکم سے روایت پہنچی۔ انھیں اہم سے انھیں احمد بن عبد الجبار سے انھیں یونس
بن بکر سے انھیں سلمہ بن عبد یوشع سے انھیں اپنے والد سے انھیں اپنے دادا سے روایت ملی کہ یونس نے بتایا
یہ نصرانی تھا۔ پھر اسلام لایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کو لکھا:

ابراہیم، اسحق اور یعقوب کے خدا کے نام سے،

اما بعد! میں تمہیں بندوں کی عبادت کی بجائے اللہ کی عبادت کی دعوت دیتا ہوں، اور

بندوں کی ولایت (کار سازی، آفتابی) کی بجائے امتد کی ولایت کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر تم انکار کرو، تو جزیہ ہوگا، اور اگر (جزیہ کا بھی) انکار کرو، تو میں تمہارے ساتھ اعلانِ جنگ کرتا ہوں، والسلام۔“

جب یہ مکتوب اسقف (بڑا پادری) کے پاس آیا، اس نے خط پڑھا۔ اس پر شدید ترین گھبراہٹ طاری ہوئی، اس نے اہلِ نجران کے ایک آدمی کو بلا بھیجا، جسے شرحیل بن وداعہ کہتے تھے۔ یہ سمدان کا رہنے والا تھا چنانچہ اسقف نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب دیا، اس نے بھی پڑھا، پھر اسقف کہنے لگا:

اے ابو مریم تمہارا کیا خیال ہے؟

شرحیل نے جواب دیا، میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد نبی اسماعیل میں نبی مبعوث فرمانے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ وہی آدمی ہے۔ نبوت کے معاملہ میں میری کوئی رائے نہیں۔ اگر کوئی دنیا کا معاملہ ہوتا تو میں اپنی رائے سے متورہ دیتا۔ اور اس کے متعلق میں خوب غور و خوض کرتا۔“

اسقف نے جواب دیا، چل ایک طرف ہو جا۔ وہ ایک جانب بیٹھ گیا۔ پھر اسقف نے اہلِ نجران کے ایک آدمی عبداللہ بن شرحیل کو بلا بھیجا، وہ حمیر سے تعلق رکھتا تھا اسے بھی مکتوب پڑھوایا، اور اس کے متعلق اس کی رائے دریافت کی۔ اس نے بھی شرحیل کی طرح جواب دیا۔ اسقف نے کہا، چل ایک طرف ہو جا۔ وہ بھی سہٹ کر ایک جانب بیٹھ گیا۔

پھر اسقف نے اہلِ نجران کے ایک آدمی حبار بن قیس کو بلا بھیجا۔ یہ آدمی بن حریح بن کعب کے تھا اسے مکتوب پڑھوایا۔ اور رائے دریافت کی۔ اس نے بھی شرحیل اور عبداللہ کی طرح جواب دیا۔ اسقف نے اسے بھی ایک طرف ہو جانے کا حکم دیا۔ وہ بھی ایک طرف ہو گیا۔

جب ایک بات پر تمام کی رائے کا اتفاق نظر آیا، تو اسقف نے ناقوس بجانے کا حکم دیا۔ ناقوس بجا دیا گیا۔ اور گرجوں میں چادریں اٹھالی گئیں۔ جب کبھی وہ دن میں گھبراٹھے تو ایسا ہی کیا کرتے تھے اور اگر کبھی رات کو گھبراٹھے تو ناقوس بجاتے اور گرجوں میں آگ جلاتے۔

ناقوس کے بجتے ہی لوگ اکٹھے ہو جاتے۔ اور اہلِ وادی تمام وادی کے اندر ادلی اور اعلیٰ سب چادریں

اور چھ لیتے۔ یہ وادی اتنی دما دھتی کہ ایک تیز رفتار سواروں بھر میں اسے طے کر سکتا تھا۔ اس میں تہتر گاؤں تھے اور ایک لاکھ جنگجو آدمی تھے۔ اسقف نے ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب پڑھا۔ اور ان کی رائے کے متعلق استفسار کیا۔

وادی کے تمام لوگ اس پر متفق ہو گئے کہ شرجیل بن وداعہ ممدانی۔ عبد اللہ بن شرجیل اور جبار بن قیس حارثی کو بھیجا جائے تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خبر لائیں۔ چنانچہ وفد چل پڑا جب مدینہ کے قریب پہنچا، تو انھوں نے لباس سفر اتار دیا اور احبار کے لباس اور سونے کی انگوٹھیاں پہن لیں۔ پھر چلے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو سلام کہا۔ آپ نے سلام کا جواب نہ دیا اور دن بھر ان سے گفتگو نہ فرمائی۔

اس کے بعد وفد نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تلاش کی۔ یہ دونوں ان سے آشنا تھے۔ جب زمانہ جاہلیت میں یہ اپنے تجارتی قافلے کے نجران جایا کرتے تھے، اور ان کے لیے وہ گنڈم۔ پھل اور فصلیں خرید کرتے۔ اس وفد نے ان دونوں کو انصار و مہاجرین کی ایک مجلس میں دیکھا۔ انھوں نے پوچھا اے عثمان اور اے عبدالرحمن، تمہارے نبی نے ہماری طرف ایک مکتوب لکھا تھا۔ ہم اسے قبول کرنے حاضر ہوئے۔ جب ہم پہنچے اور سلام کیا تو انھوں نے جواب نہیں دیا اور دن بھر ہم نے ان سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن انھوں نے کلام کرنے کا موقع تک نہیں دیا۔ اب تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا ہم واپس چلے جائیں؟

عثمان و عبدالرحمن نے حضرت علی بن ابی طالب سے پوچھا، یہ بھی وہیں تھے کہ اے ابوالحسن اس قوم کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہما سے کہا، میرا خیال یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے یہ فتنی لباس اور انگوٹھیاں اتار دیں اور لباس سفر پہن لیں، پھر آپ کے پاس حاضر ہوں۔ چنانچہ وفد نے ایسے ہی کیا۔ انھوں نے وہ قیمتی ملبوسات اور سونے کی انگوٹھیاں اتار دیں۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا۔ پھر آپ نے ان سے بات چیت کی، گفتگو ہوتی رہی، آخر وفد کہنے لگا، آپ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ ہم اپنی قوم کی جانب جا رہے ہیں اور ہم نصرانی ہیں۔ ہمیں اس بات سے مسرت ہوگی کہ اگر آپ انہیں نبی کہیں تو

آپ ان کے متعلق کیا فرماتے ہیں ؟

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج کے دن میرے پاس ان کے متعلق کچھ خبر نہیں۔ تم ٹھہرو۔ یہاں تک کہ جو کچھ مجھے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بتایا جائے، تمہیں بھی بتا دوں۔ صبح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم خلقتہ من خراب ثم قال له کن فیکون ۵ الحق من ربک فلا تکن ۵ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم نقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم و الفسنا و الفسکد ثم نبتھل فنجعل لعنة اللہ علی الکاذبین۔

یعنی بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی، بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو کہ ہو جا وہ ہو گیا۔ حق وہ ہے، جو تیرا رب کہے۔ پھر تو مت رہ شک لانے والوں سے۔ پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصہ میں بعد اس کے کہ اچکی تیرے پاس خبر سچی تو کہہ دے اؤ بلا دیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان، پھر التجا کریں ہم سب اور لعنت کریں اللہ کی ان پر جو چھوٹے ہیں۔

انہوں نے اس کا اقرار کرنے کا انکار کر دیا۔ جب صبح ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تو آپ مباہلہ کرنے کے لیے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو ایک کپڑے میں لے آئے۔ اور آپ کے پیچھے پیچھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لاری تھیں۔ اس وقت آپ کی کئی بیویاں تھیں۔

شہر جبل نے اپنے ساتھیوں سے کہا اے عبداللہ بن شہر جبل اور اے جبار بن قیس تم دونوں جانتے ہو کہ وادی کے چھوٹے بڑے لوگ جیب بوجائیں۔ تو میری رائے کا خلاف نہیں کرتے۔ اور اللہ کی قسم میں ایک رائے رکھتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ واللہ اگر یہ آدمی بادشاہ ہوتا تو غرب قوم سب سے پہلے اس پر طعن کرتی اور اس کی آواز کو مسترد کرتی اور اس کی تبلیغ اپنی قوم سے بڑھ کر ہم تک نہ پہنچی۔ نیز میں اس کے اس پاس ظالموں کو دیکھتا (حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں) اور اگر یہ آدمی نبی مرسل ہے پھر اس نے ہم پر لعنت کر دی۔ تو زمین پر ہمارا ایک بال یا ناخن بھی باقی نہ رہے گا۔ ہم سب ہلاک ہو جائیں گے۔

اس کے دونوں ساتھیوں نے جواب دیا۔ پھر تمہاری کیا رائے ہے؟ یہ تمام معاملہ تو تمہارے پاس
سپرد کیا گیا ہے۔ اس لیے اپنی رائے پیش کرو۔

انہوں نے جواب دیا، میری رائے یہ ہے کہ میں انہیں (آپ) کو حکم بنانا ہوں کیونکہ میں انہیں
ایسا آدمی سمجھتا ہوں، جو کہ ظلم و تعدی کا فیصلہ کرنے والا نہیں۔

ان دونوں نے اسے جواب دیا۔ تم جانو اور تمہارا کام۔

چنانچہ شرجیل جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ میں نے آپ کی لعنت سے
زیادہ بہتر بات سوچی ہے۔

آپ نے فرمایا، اے شرجیل وہ کیا ہے؟

شرجیل نے عرض کیا! میں آج رات اور صبح تک آپ کو حکم بناتا ہوں جو کچھ بھی آپ ہمارے متعلق
فیصلہ فرمائیں وہ درست ہوگا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تمہیں کوئی ملامت بھی کر رہا ہے؟

شرجیل نے عرض کیا، میرے دونوں ساتھیوں سے دریافت فرمائیے۔ وہ دونوں کہنے لگے:
وادی کے اندر شرجیل کی رائے سے کوئی آدمی بھی سہرا نہیں کر سکتا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تو) اتفاق کرنے والا کافر ہے یا حاکم۔

اس کے بعد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور لعنت نہ کی۔ جب صبح ہوئی تو یہ وفد

حاضر خدمت ہوا

آپ نے انہیں تحریر لکھ دی:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آنحضرت کا عہد نامہ

یہ وہ تحریر ہے، جو محمد نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بخران کے لیے لکھی کہ...

(رسول اللہ) کا حکم ہے کہ ان پر برہمنوں - سوتوں اور چاندی اور برہمنوں کے چھوٹے پرنسپل

لیا اور اپنی دو ہزار حملہ جات (دبائیں) پر آزاد کیا۔ ہر جانب میں ایک ہزار اور ہر صفر میں ایک

ہزار حملہ دینا ہوگا اور ہر حملہ ایک اوقیہ ہوگا اور جو خرچ سے کم یا زیادہ ہو اس کا حساب

کر لیا جائے گا اور جو زمین گھوڑے یا سواریاں دیں، وہ بھی حساب کر کے لی جائیں گی اور

میرے قاصدوں کو بیس دن یا اس سے کم بھڑانا اہل نجران کے ذمہ ہوگا۔ اور ایک ماہ سے زیادہ کسی قاصد کو نہ روکیں گے۔ اور حیب یمن میں گڑبڑ ہو تو اہل نجران پر تیس روز میں اور تیس گھوڑے اور تیس اونٹ مستعار دینے لازمی ہوں گے اور میرے قاصدوں کے پاس سے جو زر میں گھوڑے یا سواریاں ضائع ہو جائیں وہ میرے قاصدوں کے ذمہ ہوں گی۔ یہاں تک کہ وہ انھیں ادا کر دیں۔ اور اہل نجران کے لیے اللہ کا پڑوس کافی ہے اور محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ان کی جانیں، ملت، زمین، اموال، غائب و شاہد، قبائل اتباع قبائل ہیں، اور یہ کہ کوئی دوسرا ان پر عارت گری نہ کرے گا۔ اور نہ کوئی ان کے حقوق یا ان کی ملت کے حقوق پائمال کرے گا۔ اور نہ ان کے پادریوں یا راہبوں کو ہٹایا جائے گا جو انھوں نے مقرر کر رکھے ہیں اور نہ ہی جو ان کے اتباع میں۔ اور جو کچھ بھی کم و بیش ان کے قبضہ میں ہے، اس پر عارت گری نہ ہوگی۔ اور ان پر جاہلیت کا خون اور جرم نہ ہوگا۔ اور کوئی لشکر ان کی زمین کو پائمال نہ کرے گا اور جو ان میں سے حق مانگے۔ تو ان کے درمیان نصف نصف ہوگا، مظلومانہ طور پر اور نہ ہی مظلومانہ طور پر اور اس کے بعد جو بھی سود کھائے گا تو اس سے میرا ذمہ ختم ہوگا۔ اور دوسرے آدمی کے ظلم کی پاداش میں دوسرا نہ پکڑا جائے گا۔ اور جو کچھ اس تحریر میں ہے یہ اللہ کی امان میں ہے۔ اور محمد نبی رسول اللہ کے ذمہ میں ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا امر لائے... جو یہ لوگ نصیحت کریں، پھر اصلاح کریں۔ تو یہ ظلم کے ساتھ واپس نہ ہوں گے۔

گواہ شد، ابوسفیان بن حرب۔ غیلان بن عمرو۔ مالک بن عوف۔ اوزع بن حابس حنظلی اور مغیرہ بن شعبہ۔

اور لکھا ہے کہ حیب انھوں نے تحریر ختم کی۔ تو یہ وفد نجران واپس چلا گیا۔ ایک رات ایک سعید روح کے سفر پر انھیں اسقف (پادری) اور اہل نجران ملے۔ اسقف کے ہمراہ اس کاماں کی جانب سے بھائی بھی تھا اور نسبی طور پر وہ اس کا چچا کا بیٹا تھا جسے بشر بن معاویہ کہا جاتا تھا۔ اس کی کنیت ابو علقمہ تھی۔ وفد نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر اسقف کو دی۔ وہ پڑھ رہا تھا، اور اس کا بھائی بھی اس کے ہمراہ تھا۔ یہ دونوں جا رہے تھے کہ بشر کی اڑنی پھسل پڑی اس نے بددعا کی

اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق واضح اشارہ نہ کیا۔ اسقف نے اس وقت کہا:
تو ملاک ہو گیا۔ اللہ کی قسم وہ تو نبی مرسل ہیں۔

بشر نے فوراً اڈٹنی کا رخ مدینہ کی طرف پھیرا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ ۱۔

اس واقعہ سے متعلق فقہی احکامات (۱) اہل کتاب کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے، اور
مسلمانوں کی موجودگی میں وہ اپنے طرز پر عبادت کر سکتے ہیں، بشرطیکہ یہ صورت صرف عارضی اور وقتی ہی ہو
اور اس کی مسلسل رسم ڈال لینا جائز نہیں۔

(۲) نیز اس میں ذکر ہوا کہ اہل کتاب کے ایک کامن نے بھی
اقرار نبوت اسلام کے لیے کافی نہیں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا اور کہا یہ

نبی ہیں۔ لیکن اسلام میں داخل نہیں سمجھا گیا جب تک طاعت و اتباع نہ کر لیتا اور اس اقرار کے بعد جب تک
وہ آپ کا دین نہ پکڑ لیتا، لہذا اس پر ارداد کا حکم نہیں نافذ ہو سکتا۔ اس کی مثال (یہود) کے دو احبار
میں ملتی ہے کہ انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مسائل دریافت کیے۔ جب آپ نے
جواب دیا تو کہنے لگے، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔

آپ نے دریافت فرمایا، تو پھر میری پیروی سے کون چیز تمہیں روک رہی ہے؟ انھوں نے جواب
دیا، ہمیں ڈر ہے کہ یہود ہمیں قتل کر دیں گے۔

پس صرف اس بات سے ان کا اسلام ثابت نہیں ہوا۔

(۳) نیز اسی طرح آپ کے چچا ابوطالب کی گواہی کہ آپ سچے ہیں، اور
کیا ابوطالب مسلمان تھے؟ آپ کا دین زمین کے تمام ادیان سے بہتر ہے۔ صرف اس شہادت

سے وہ اسلام میں داخل ثابت نہیں ہوئے اور جو بھی سیر اور احبار تائبہ میں ذرا سا بھی غور کرے گا، تو
اسے اہل کتاب اور مشرکین کی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متعلق کئی شہادتیں ملیں گی کہ یہ سچے
در رسول ہیں۔ لیکن اس شہادت سے وہ لوگ اسلام میں داخل نہیں سمجھے گئے۔ معلوم ہوا کہ اسلام اس سے
پرے کی کوئی حد ہے اور وہ صرف معرفت کا نام نہیں۔ اور نہ ایمان فقط معرفت و اقرار کا نام ہے بلکہ معرفت

اقرار اور ظاہر اور باطن میں طاعت و انقیاد کا نام ہے۔

(۴) نیز اہل کتاب سے مناظرہ، مباحثہ بھی جائز مستحب بلکہ واجب ہے۔ جب کہ اس سے اسلامی اصلاحت کا پہلو نکلا ہو۔

اہل کتاب کے مناظرہ جائز ہے

ان کے اسلام قبول کرنے اور ان پر حجیت قائم ہو جانے کی امید ہو۔ اور حدیث بزدلی یا عاجزی ان کے ساتھ مناظرے سے فرار کی راہ اختیار کرے گا۔ اسی لیے اس کی اس بزدلی کو صرف اس کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ ایک مرتبہ میرے اور ان کے علمائے د نصری و یہودی کے درمیان مناظرہ ہوا۔ تو میں نے انہیں گفتگو میں ان سے کہا کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حیب بھی تم لوگ زبان طعن کھولو گے، و دراصل پروردگار عظیم پر جرح و قدح ہوگی اور اس پر جرح و قدح کرنا سب سے بڑا ظلم، حماقت اور فساد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جرح و قدح سے بلند ہے۔

انہوں نے پوچھا، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

میں نے کہا، بلکہ اس سے بھی زیادہ اور آپ پر جرح صرف اللہ کے انکار و کفر سے ہی ممکن ہے۔ اس کی تشریح اسی طرح ہے کہ اگر محمد تمہارے خیال کے مطابق نبی صادق نہیں اور تمہارے گمان ناسد کے مطابق دفعہ بائیس وہ ایک ظالم بادشاہ ہی تو کیا اللہ نے انہیں بدو اس لیے دی کہ وہ اللہ پر افترا باندھیں، اور ایسی باتیں بیان کریں جو اس نے (وحی) نہیں کہیں؟ اور اللہ ان تمام باتوں کو پورا کرے۔ یہ معاملہ چلتا رہے۔ حتیٰ کہ وہ حلال و حرام کا فیصلہ کریں۔ خرائق بتائیں، شرائع کی تشریح کریں۔ ملتوں کو منسوخ کریں۔ گردنیں ماریں اور تمہارے خیال کے مطابق (اہل حق) اتباع انبیاء کو قتل کریں، ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنائیں۔ ان کے مال اور ملک پر قبضہ کریں۔ اور اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں میں ان کی مدد کرے۔ حتیٰ کہ زمین ختم ہو جائے۔ اور یہ تمام امور وہ اللہ کی جانب منسوب کریں اور بشری عادت کے مطابق وہ اسی طریقہ پر کامزن رہیں اور اسی حالت میں تیرہ برس گزر جائیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کی نصرت و حمایت کرتا ہے۔ اس کے امر کو رفعت بخشتا رہے۔ اور نصرت کے تمام خارجی اسباب بھی جنبا کرے جو عمومی طور پر بشری قوت سے بالاتر ہوتے ہیں اور سب سے تعجب

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرے، ان کے دشمنوں کو ذاتی محنت و سبب وغیرہ ہلاک کر دے کبھی محض بددعا سے ہی اور کبھی آپ کی بددعا کے بغیر، مزید برآں وہ جس قدر

کری اللہ وہ ضرورت پوری کرے اور آپ سے بہتر کی کامرانی کا وعدہ کرے۔ پھر وعدہ بہترین انداز میں پورا بھی کرے، حالانکہ وہ اس کے نزدیک کاذب و مفتری اور ظالم ہو (نعوذ باللہ)۔

اب تمہارے قول کے مطابق دو باتیں ضرور لازم آئیں گی، یا تو کہو کہ دنیا بنانے والا اور مدبر کوئی نہیں۔ اور اگر عالم کا کوئی بنانے والا اور مدبر مان لیا گیا جو قدیر و حکیم بھی ہو۔ تو وہ ایسے (نبی) کے دونوں ہاتھ پکڑ لیتا۔ اور اس کا سخت ترین مقابلہ کرتا۔ اور ظالموں کے لیے اسے عبرت بنا دیتا۔ کیونکہ بادشاہوں کا ایسی طریقہ ہوتا ہے پھر آسمانوں و زمینوں کے بادشاہ اور حکم الحاکمین کے متعلق یہ تصور کیسے ہو سکتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ ظلم و مفاہمت۔ تعدی اور محنوق کو گمراہ کرنے کا غلط انام پر مدگار کریم پر آتا ہے کہ وہ ابد الابد تک ایسا ہی کرتا رہا۔ نہیں بلکہ ایک کاذب (نعوذ باللہ) کی مدد کرتا اور اسے زمین پر تسلط دیتا۔ اس کی دعاؤں کو قبولیت بخشتا۔ اس کی ونات کے بعد اس کے دین کو قائم رکھتا اور ابد تک اس کی آواز کو رفعت عطا کرتا ہے۔ اس کی دعوت کا اظہار اور سرجماعت و قوم کے اندر سب کے سامنے علی الاعلان صدیوں کے بعد بھی اس کی نبوت کی شہادت دینا لازم آئے۔ یہ معاملہ حکم الحاکمین اور رحم الراحمین کی جانب سے کیسے ہو سکتا ہے؟

تم نے اپنے مخصوص طریق نقد سے رب العالمین پر شدید ترین جرح کی اور اس پر طعن کی زبان کھولی اور تمہارے اس کامرے سے انکار کر دیا۔ البتہ ہم انکار نہیں کرتے۔ کئی کذاب دنیا میں آئے۔ ان کی شوکت و سطوت بھی ظاہر ہوئی۔ لیکن ان کی دعوت مکمل نہ ہو سکی۔ نہ انہیں زیادہ مہلت دی گئی، بلکہ ان پر انبیاء علیہم السلام اور ان کے اتباع کو مسلط کر دیا گیا۔ انہوں نے ان کا نشان تک مٹا دیا۔ اور انہیں حوت غلط کی طرح ختم کر دیا۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک اس کے بندوں میں اس کی یہ سنت چلی آتی ہے۔ جب اس نے میری یہ گفتگو سنی تو کہتے لگا، اللہ کی پناہ ہم انہیں ظالم یا کاذب نہیں کہتے، بلکہ اہل کتاب میں سے ہر انصاف پسند اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ جو آپ کی اطاعت میں آیا اور آپ کے طریق کار پر چلا، وہ تاجی اور سعید ہے۔ اور اسے آپ کی رسالت ماننا ہی پڑتی ہے لیکن اہل کتاب کی جانب آپ مبعوث نہیں ہوئے

میں نے جواب دیا کہ آپ کی تصدیق کرنا تم پر لازم ہو گیا۔ اور تو اس سے ثابت ہے کہ آپ تمام لوگوں کی طرف سے عالمین کے رسول تھے۔ اہل کتاب اور امی ہر ایک کی طرف مبعوث تھے۔ اور آپ نے اہل کتاب کو بھی

اپنے دین کی دعوت دی اور جو آپ کے دین میں داخل نہ ہوا۔ اسی سے آپ نے مقاتلہ فرمایا۔ حتیٰ کہ انھوں نے جزیہ دینے اور ذمی بن کر رہنے کا اقرار کر لیا۔ اسی جواب سے وہ کافر پریشان و درماندہ رہ گیا اور فوراً اٹھ کر چلا گیا۔

الحاصل نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک مختلف اقوام و ملل کے خلاف نبرد آزما رہے۔ آپ کے بعد آپ کے صحابہؓ بھی اسی طریق پر کار بند رہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو مکی اور مدنی سونت میں بہتر انداز میں ان سے جدال کا حکم بھی دیا۔ اور اظہار محبت کے بعد ان سے مباہلہ کرنے کا حکم بھی دیا۔ اسی طرح دین قائم ہوا اور دلیل کے لیے تلوار کو مددگار بنایا گیا۔ اور سب سے بہتر اور عادل تلوار وہی ہے جو اللہ کے بیٹات کی نصرت کرتی ہے اور یہی رسول اللہ اور آپ کی امت کی تلوار ہے۔

(۵) نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو مخلوق مخلوق کی تعظیم حد عبودیت تک کرنا چاہیے | کی تعظیم اس کی منزلت سے زائد کرے اس طرح کہ اسے عبودیت محض سے نکال لے۔ گویا اس نے اللہ کے ساتھ شریک کیا اور اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت کی اور یہ طریقہ تمام رسولوں کی دعوت کے مخالف ہے۔ رہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول والی نجران کے لیے باسم اللہ ابراہیم واسحق و یعقوب ! (ابراہیم۔ اسحق و یعقوب کے اللہ کے نام سے) تو میرے نزدیک یہ مستند نہیں۔ حالانکہ آپ نے برقل کو لکھا، تو بسم اللہ الرحمن الرحیم تحریر فرمایا، اور بلوک کے نام خطوط میں آپ کی یہی سنت طیبہ تھی۔

(۶) نیز اہل کتاب کے ساتھ اہم کے حسب ارادہ اموال اور جزیہ بصورت مال بھی جائز ہے | پارچہ جات وغیرہ پر مصالحت کرنا جائز ہے اور یہ مال ان کے لیے جزیہ کے قائم مقام ہے۔ اس لیے ہر ایک کو جزیہ سے مفرد نہ کیا جائے گا، بلکہ یہی مال ان پر جزیہ قرار پائے گا اور اسے ان پر تقسیم کر کے (عیادہ کر دیا) جائے گا۔

(۷) اور جب آپ نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا | حضرت معاذ بن جبل کا واقعہ | تو انہیں ہر بائع سے ایک دینار وصول کرنے کا حکم دیا اور ان دو مقامات میں فرق بھی ہے۔ اہل نجران میں کوئی مسلمان نہ تھا اور یہ لوگ مصالحت کرنے والوں

میں سے بھتے، اور میں دارالسلام تھا۔ اس علاقہ میں یہودی بھی بھتے۔ چنانچہ آپ نے ہر ایک پر جزیہ عاید کرنے کا حکم دیا۔ اور فقہا بھی پہلی قسم کی بجائے اسی دوسری قسم کے ساتھ جزیہ مخصوص کرتے ہیں۔ اور حقیقتاً دونوں ہی جزیہ ہیں، کیونکہ ہر دو صورت میں یہ مال کفار سے ہر سال ان کی ذمیت کے باعث لیا جاتا ہے۔

اہل کتاب کو سود کی اجازت نہیں (۸) نیز امام کو جائز نہیں کہ اہل کتاب کے ساتھ سود کے معاملہ میں مصالحت کرے کیونکہ یہ ان کے دین میں بھی حرام ہے۔ اسی طرح ان سے شراب و مسکرات، لواطت اور زنا کی اجازت کے متعلق بھی مصالحت نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان جرائم کے باعث ان پر حد لگانی چاہیے۔

ایک کے بھائی دوسرے کو نہیں بکڑا جاسکتا (۹) نیز یہ جائز نہیں کہ کسی کافر کے ظلم کی وجہ سے کسی دوسرے کافر کو بکڑ لیا جائے یہ طلاق اہل اسلام کے حق میں ناجائز ہے اور یہ دونوں صورتیں ظلم کے مراد ہوں گی۔

عقد و عہد کافروں کے ساتھ مشروط ہوتا ہے (۱۰) نیز معاہدہ میں کے ساتھ عقد و عہد مشروط ہوگا۔ اور اگر وہ لوگ مسلمانوں کو دھوکہ دہی اور مسلمانوں کے دین (اسلام) میں فساد برپا کرنے کی کوشش کریں تو ان کے لیے کوئی معاہدہ و صلح نہیں۔ اور حیب دمشق میں ایک زیروست آگ لگائی گئی جس کا اثر جامع دمشق تک جا پہنچا، تو اس موقع پر بھی ہم نے یہی فتویٰ دیا تھا کیونکہ ان (نصاری) نے مفسد لوگوں کی حمایت اور تعاون کر کے معاہدہ کو توڑ دیا تھا۔

(۱۱) بلکہ دھوکہ بھی مجرم ہیں، کہ جنہیں ان فساد میں کا علم ہوا لیکن انہوں نے حکام تک ان کی اطلاع نہیں پہنچائی، کیونکہ یہ بھی اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ دہی کی ایک عظیم صورت ہے۔

فروہ بن عمرو الجذامی

اسلام کے نام پر جان سے دینے والا ایک نو مسلم

ابن اسحاق فرماتے ہیں۔

فروہ بن عمرو جذامی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک قاصد اپنے مسلمان ہونے کی خبر دینے کے لیے بھیجا۔ اور ایک سفید خچر بھی ارسال خدمت کیا۔ یہ فروہ اہل روم کی طرف سے ملحقہ مقامات کے عربوں پر گورنر مقرر تھا اور معان اور شام کا علاقہ اسی کا مسکن تھا۔ جب رومیوں کو اس کے مسلمان ہونے کی خبر ملی، تو انہوں نے اسے سر توڑ کوشش کر کے تلاش کیا، اور گرفتار کر لیا، مگر اپنے پاس ہی مجبوس رکھا، پھر فلسطین میں عفرار کے چشمہ پر اسے سولی پر چڑھا دینے کا فیصلہ کر لیا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں۔ کہ امام زہری کہتے ہیں جب وہ اسے قتل کرنے لے چلے تو اس نے

یہ شعر پڑھا!

بلغ سمراتہ المہامیرہ بانہی

سلمہ لہ بی اسطلمی و مقامی

پھر رومیوں نے وہیں عفرار کے گھاٹ پر اسے سولی سے دی۔

صہام بن ثعلبہ

نو سعد بن بکر کے پیامبر کا آنحضرت سے سوال جواب

یت پرستی سے کنارہ کشی | ابن اسحاق فرماتے ہیں۔

مجھے محمد بن ولید سے انہیں کریب مولیٰ ابن عباس سے انہیں ابن عباس سے معلوم ہوا۔ کہ نو سعد بن بکر نے صہام بن ثعلبہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد کے طور پر بھیجا۔ یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے مسجد کے دروازے ہی پر اومتھ کو بٹھایا، اس کا گھٹنا باندھا بعد ازاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔

آپ اس وقت اپنے صحابہ کے ہمراہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔

اس نے یہ آواز بلند کہا، تم میں سے کون ابن عبدالمطلب کون ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں ابن عبدالمطلب ہوں۔

وہ کہنے لگا: محمد؟

آپ نے فرمایا: ہاں!

وہ بولا، اے ابن عبدالمطلب میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں۔ اور سوال میں سختی کا انداز

اختیار کروں گا۔ اس لیے میری بات کا برا نہ ماننا۔

آپ نے فرمایا، میں ذرا بھی برا نہیں مانوں گا۔ جو جی میں آئے پوچھ لو۔

اس نے کہا، میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ کہ جو تیرا۔ تیرے خاندان کا۔ تجھ سے پہلوں کا

اور تیرے بعد میں آنے والوں کا رب ہے کیا واقعی تجھے اللہ نے ہماری طرف رسول بنا کر مبعوث

فرمایا ہے؟

آپ نے فرمایا، اے اللہ نے مجھے مبعوث کیا ہے۔

وہ کہنے لگا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ جو تیرا۔ تیرے خاندان اور تجھ سے پہلوں اور تیرے بعد میں آنے والوں کا خدا ہے۔ کیا تجھے اللہ نے علم دیا ہے۔ کہ تو صرف اسی کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ شرک نہ کرے۔ اور یہ کہ ہم ان شرکیوں سے علیحدگی حاصل کر لیں۔ جنہیں ہمارے آباؤ اجداد پوجا کرتے تھے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اللہ نے اس بات کا حکم دیا ہے۔

پھر اس نے اسلام کے تمام فرائض کا ایک ایک کر کے ذکر کیا۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ صوم۔ حج۔ غرض اسلام کے جملہ فرائض کا ذکر کیا اور ہر ایک کے ساتھ وہی سابقہ الفاظ دہرا تا رہا۔ جس طرح پہلے اس نے کہا تھا۔ حتیٰ کہ وہ (اپنے سوالات) سے فارغ ہو گیا پھر گویا ہوا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد

صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور میں یہ تمام فرائض ادا کروں گا۔

جب وہ واپس ہوا تو آپ نے فرمایا: دو زلفوں والے نے اگر سچ کہا تو جنت میں داخل ہوگا۔ اور یہ تمام ایک مضبوط، توانا، اور کھٹے کھٹے کا آدمی تھا، یہ دو زلفیں رکھتا تھا۔ آنحضرت سے گفتگو کے بعد یہ اپنے اونٹ کے پاس آیا۔ اس کی رسی کھولی، اور سوار ہو کر اپنی قوم کے پاس آیا۔ سب لوگ اس کے پاس جمع ہوئے۔ پہلی بات جو اس نے اپنی قوم کے سامنے کی وہ یہ تھی۔

• لات دعویٰ میں کیا دعویٰ ہے، ان سے بڑھ کر بدتر معبود نہیں۔

لوگوں نے کہا۔ اے ضمام خیر دار، کھڑو۔ برس۔ جنوں اور جذام سے بچو۔

اس نے جواب دیا۔ تم غارت ہو۔ یہ بت نہ ضرورے سکتے ہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں،

اللہ تعالیٰ نے ایک رسول مبعوث فرمایا ہے۔ اس پر ایک کتاب نازل فرمائی ہے، جس کے

سے ایسی کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

فدلیعہ تمہیں اُس گمراہی سے نکال دیا ہے جس میں تم ستر پانچ تھے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور میں اسکے پاس سے جو کچھ لے کر آیا ہوں۔ اس کی دعوت دیتا ہوں جس سے اس نے رد کا ہے اس سے منع کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم اس علاقہ میں شام تک تمام مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے کسی قوم کا وفد تمام بن ثعلبہ سے بہتر اور افضل نہیں دیکھا۔

صحیحین میں بھی حضرت انسؓ کی روایت کے مطابق یہ واقعہ اسی طرح منقول ہے۔

طارق بن عبد اللہ اور اس کے رفیقان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش معاملگی کا حیرت انگیز واقعہ

آپ کا ایک اتر اقرین خطیبہ | ابو بکر بیہوش کی روایت ہے کہ اور وہ جامع بن شداد سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ایک آدمی نے بتایا،

جسے طارق بن عبد اللہ کہتے ہیں، اس نے کہا:

میں سوق عکاظ میں کھڑا تھا، اچانک ایک آدمی آیا اس کے بدن پر جبہ تھا۔ اور وہ کہہ رہا تھا۔

اے لوگو۔ لا الہ الا اللہ کہو۔ تم فلاح پا جاؤ گے!

اور ایک آدمی اس کے پیچھے پیچھے لکھتا رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا، اے لوگو اس کی تصدیق نہ کرنا۔ کیونکہ یہ جھوٹا ہے۔

میں نے پوچھا، یہ کون ہے؟

لوگوں نے کہا: یہ بنو ہاشم میں سے ایک آدمی ہے۔ جو سمجھتا ہے، میں اللہ کا رسول ہوں۔

ادبی کہتا ہے، کہ میں نے پوچھا، کہ یہ کون ہے جو اس کے ساتھ ایسا سلوک کر رہا ہے؟
لوگوں نے بتایا یہ اس کا چچا عبد العزیٰ ہے۔

۱۔ ایک مشہور میڈ۔

۲۔ ابو جہل۔

راوی کہتا ہے۔ جب لوگ اسلام لے آئے، اور انہوں نے ہجرت کی۔ ہم نے بھی ابدہ سے نکل کر مدینہ کا رخ کیا۔ تاکہ وہاں سے کھجوریں خریدیں۔ جب ہم مدینہ کی دیواروں اور کھجوروں کے قریب پہنچے۔ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ اتر کر اپنے اس لباس کے علاوہ دوسرا لباس پہن لیں۔ اچانک ایک آدمی معمولی سے کپڑے پہنے آیا۔ سلام کہا۔ اور پوچھنے لگا یہ قوم کہاں سے آئی ہے؟ ہم نے کہا، اہذہ سے!

پھر اس نے پوچھا، اور ارادہ کہاں کا ہے؟
ہم نے کہا میں اسی شہر تک!

پھر اس نے پوچھا، یہاں تمہارا کیا کام ہے۔؟

ہم نے جواب دیا۔ ہم یہاں سے کھجوریں خریدنا چاہتے ہیں، اور بتایا۔ کہ ہمارے پاس صودج ہے اور سرخ اونٹ ہے۔

اس آدمی نے کہا: کیا تم اپنا اونٹ فروخت کرو گے؟

جواب دیا: ہاں فروخت کر دیں گے، لیکن اتنے صاع کھجوروں کے عوض!

راوی کا بیان ہے: کہ ہم نے جس قدر کہا۔ اس شخص نے اس سے بالکل کم نہ بتایا۔ اور اونٹ

کی مہار پکڑی، اور چل دیا۔

جب وہ مدینہ کی دیواروں اور کھجوروں کے ہو سے اوجھل ہو گیا۔ تو ہم نے کہا: یہ ہم نے کیا

کیا؟ اللہ کی قسم ہم نے ایسے آدمی کے ہاتھ اونٹ بیچ دیا ہے جسے ہم نہیں جانتے۔ اور

نہ ہم نے اس سے قیمت لی ہے!

راوی کا بیان ہے: ہم میں سے ایک عورت بول اٹھی۔ اللہ کی قسم میں نے اس آدمی کو

دیکھا ہے۔ اس کا چہرہ شب تمام کے مکمل چاند کی طرح ہے۔ میں تمہارے اونٹ کی ضامن

ہوں۔

ابن اسحاق رحمہ کی روایت ہے۔ کہ بڑھیا کہنے لگی: پریشان نہ ہو۔ میں نے اس آدمی

کا چہرہ دیکھا ہے وہ ایسا ہے جیسے شب تمام کا مکمل چاند ہے۔

یہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ ایک آدمی آیا۔ اور کہنے لگا، کہ میں تمہارے پاس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصدین کو آیا ہوں۔ یہ تمہاری کھجوریں ہیں۔ کھاؤ۔ اور
سیر ہو جاؤ۔ تو لو اور پوری کر لو۔ ہم نے کھائیں اور سیر ہو گئے۔ تو لیں اور پوری کر لیں۔ پھر
ہم مدینہ میں داخل ہوئے۔ اور مسجد کے اندر آئے۔ تو وہ شخص آپ ہی تھے۔ آپ مینبر پر
خطبہ دے رہے تھے۔ ہم نے آپ کے خطبہ کا کچھ حصہ حفظ کر لیا، آپ فرما رہے تھے۔
”صدقہ کرو۔ کیونکہ صدقہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر

ہے۔

وفد نجیب

ایک سعادتمند طفل نو عمر و نوخیز کی کہانی

ارتداد کے موقع پر جس کے پاؤں نہ دنگائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نجیب کا وفد حاضر ہوا۔

یہ کل تیرہ آدمی تھے۔ جو اپنے اموال کے صدقات بھی ہمراہ لے آئے تھے جو کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کیے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے مل کر فرحت اور مسرت حاصل ہوئی آپ نے ان کا اکرام و اعزاز کیا۔ انھوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ہم آپ کی خدمت میں (صدقات) بھی لائے ہیں جو اللہ نے ہمارے اموال پر فرض کیے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انہیں واپس لے جاؤ اور اپنے فقرا پر تقسیم کر دو۔ انھوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، ہم صرف وہ مال لائے ہیں جو ہمارے فقرا سے زاید بچ گیا ہے۔

حضرت ابوبکر نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، عرب کا کوئی وفد اس سے بہتر بناؤ میں حاضر نہیں ہوا جیسے یہ نجیب کا وفد حاضر ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہدایت بھی اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے جس کے متعلق بھلائی کا ارادہ کرنا ہے۔ اس کا سینہ ایمان کے لیے کھول دیتا ہے۔

اس وفد نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے چند باتیں دریافت کیں۔ آپ نے وہ باتیں اسے لکھ دیں یہ لوگ قرآن مجید اور سنن کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگے، ان کی یہ بات آنحضرتؐ کو زیادہ پسند آئی، اور ان سے آپ کی رغبت بڑھ گئی۔ چنانچہ آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ ان کی صیافت

بہترین طریقہ پر کرو، یہ لوگ کچھ دن رہے اور زیادہ مدت قیام نہ کر سکے۔ ان سے کہا گیا تمہیں کس بات کا خیال ہے؟

کہنے لگے ہم واپس چاہیں گے اور جو لوگ ہم سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کو بھی بتائیں گے کہ ہم نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اور ہم نے آپ سے گفتگو کی ہے اور آپ نے یہ جواب ہمارے سوالوں کا دیا ہے۔

پھر یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وداع ہونے کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت بلالؓ کو ان کی طرف بھیجا۔ اور انھیں یہ نسبت دوسرے وفد کے زیادہ اچھے انعامات و اکرامات سے نوانا اور دریافت فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی باقی رہ گیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا، ہاں! ایک لڑکا رہ گیا ہے، جسے ہم اپنے سامان کی نگرانی کے لیے پیچھے چھوڑائے ہیں اور وہ ہم سب کے عمر میں چھوٹا ہے۔

آپ نے فرمایا، اسے بھی میرے پاس بھیجو۔

جب یہ لوگ اپنی جگہ قیام پر واپس آئے تو لڑکے سے کہنے لگے، جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، اور ان سے کسب سعادت کرو۔ کیونکہ ہم تو شرف اندوز سعادت ہو چکے اور وداع بھی ہو گئے۔ لڑکا چلا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور عرض کرنے لگا۔ اے اللہ کے رسول میں بنی ابزی کا ایک آدمی ہوں، یہ وہی جماعت ہے جو آپ کی خدمت میں ابھی حاضر ہوئی تھی اور جو یہاں سے سعادت اندوز ہو کر رخصت ہوئی ہے۔ اے اللہ کے رسول اب مجھے بھی شرف اندوز سعادت کیجئے۔

آپ نے فرمایا، تیری حاجت کیا ہے؟

وہ کہنے لگا، میری مزدت میرے ساتھیوں کی طرح نہیں۔ اگرچہ وہ بھی اسلام کی رغبت لے کر حاضر ہوئے تھے اور اپنے صدقات میں سے جو کچھ لے کر آئے وہ خلوص سے محتاط میں اللہ کی قسم اپنے معاملے میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ اللہ عزوجل سے دعا کر دیں کہ وہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کرے اور مجھے قلبی عطا فرمائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ اے بخش دے اور اس پر رحم فرما لہذا اسے قلبی عطا فرما۔ پھر اس کے لیے ادراہی کے ساتھیوں کے بقدر عطیہ دینے کا حکم دیا۔ پھر یہ لوگ واپس

گھروں کو چلے گئے۔ اس کے بعد شام کو موسم حج میں یہی لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور عرض کیا ہم نبواذی میں سے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس لڑکے کا کیا حال ہے جو میرے پاس تمہارے ساتھ آیا تھا؟

انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم نے اس کا سا اچھا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ اللہ نے اسے جو رزق سے رکھا ہے وہ اس پر بہت ہی قانع ہے۔ اگر لوگ دنیا بھی تقسیم کریں تو وہ ان کی طرف سے کچھ لٹکا نہیں دیکھتا، اور نہ التفات کرتا ہے۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، الحمد للہ، مجھے امید ہے کہ وہ تکمل طور پر اس دنیا سے رخصت ہوگا۔

ایک آدمی نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول کیا ہر آدمی تکمل طور پر نہیں مرتا؟
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دنیا کی دادیوں میں اس کے خواہشات اور غم منتشر ہو جاتے ہیں۔ کبھی اس کی اجل انہیں دادیوں میں اسے پکڑ لیتی ہے۔ پھر اللہ عزوجل پروا نہیں کرتا کہ وہ کس دادی میں نلک ہو۔

کہتے ہیں کہ وہ لڑکا ہم میں بہتر حالت میں اور زائد بن کر زندہ رہا اور جس قدر اللہ نے اسے رزق سے رکھا تھا، اسی پر وہ قانع تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور اہل یمن میں سے بعض اسلام سے پھر گئے تو وہ اپنی قوم میں کھڑا ہو گیا۔ اور انہیں اسلام اور اللہ کی یاد دلائی چنانچہ اس کی قوم میں سے کوئی فرد بھی مرتد نہ ہوا۔

حضرت ابو بکرؓ اس کا تذکرہ کرتے اور اس کے حالات معلوم کرتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ اپنی حالت کو پہنچ گیا۔ اور انہوں نے زیاد بن بعید کو خط لکھا کہ اس لڑکے سے بہت اچھا سلوک کرنا۔

قضاء سے وفد بنو ہذیم کی آمد اسلام میں نہ کوئی چھوٹا ہے نہ بڑا، بڑائی اسلام کی ہے

واقعتاً نے ابن نعمان سے انہوں نے اپنے والد سے جو بنو سعد ہذیم سے ہیں۔ روایت کی ہے۔..... کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی قوم کی ایک جماعت کے ہمراہ حاضر ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلاد کو فتح کر چکے تھے اور عربوں نے آپ کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ اور لوگوں کی دو قسمیں ہو چکی تھیں۔ یا تو اسلام میں داخل تھے اور یا تلوار سے خوفزدہ تھے چنانچہ ہم مدینہ کی ایک جانب بکھڑے۔ پھر ہم مسجد میں جانے کے ارادے سے نکلے، حتیٰ کہ ہم اس کے دروازے تک پہنچ گئے ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ایک جنازہ پڑھا رہے ہیں۔ ہم ایک طرف کھڑے رہے۔ اور لوگوں کے ساتھ نماز جنازہ، میں شریک نہ ہوئے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاقات اور ان سے بیعت سے پہلے یہ کرنا نہیں چاہتے تھے۔

پھر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے۔ ہمیں دیکھا اور بلا لیا، اور دریافت فرمایا، تم کون ہو؟ ہم نے عرض کیا۔ بنو سعد ہذیم ہیں۔ آپ نے فرمایا، کیا تم مسلمان ہو؟ ہم نے عرض کیا، ہاں! آپ نے فرمایا۔ تم نے اپنے بھائی کی نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھی؟ ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، ہم نے سمجھا کہ آپ سے بیعت کر لینے سے پہلے ہمارے لیے یہ جائز نہ ہوگا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جہاں بھی تم نے اسلام قبول کر لیا تو تم مسلمان ہو رہے کہتے ہیں کہ پھر ہم نے اسلام قبول کیا اور اسلام پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ پھر ہم واپس اپنے سامان کے پاس آگئے۔ اور ہم نے اپنے پی سے ایک خادم کو وہاں

رکھا ہوا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری تلاش میں آدمی بھیجا۔ چنانچہ اسے بھی آپ کے پاس لے جایا گیا اور آگے بڑھ کر ہمارے اس ساتھی نے بھی آپ سے اسلام پر بیعت کی۔

ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ ہم میں سے تھوڑا ہے اور ہمارا خادم ہے۔ آپ نے فرمایا، قوم میں سے تھوڑا ان کا خادم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر برکات نازل فرمائے۔

راوی کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم وہ ہم میں سب سے بہتر تھا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ہم سے زیادہ قرآن پڑھ گیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہم پر امیر مقرر فرما دیا۔ وہی ہمیں نماز پڑھاتا تھا۔ جب ہم نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے ہم میں سے ہر آدمی کو چاندی کے کئی کئی اوقیہ انعام دیا، پھر ہم واپس اپنی قوم کی طرف آئے اور انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔

قدم و قدیمی فزارہ رحمت للعالمین کی دعائے طلب باران

ابو ربیع بن سالم کتاب الاکتفار میں فرماتے ہیں۔

” اور حبیب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لائے۔ تو آپ کی خدمت میں بنی فزارہ کا وفد حاضر ہوا جو دس آدمیوں سے زیادہ پر مشتمل تھا، جن میں خارجہ بن حصین اور حسن ثقیس بھی تھا جو عینیہ بن حصین کا بھائی تھا اور یہ وفد میں سب سے کم عمر تھا۔

یہ لوگ بنت حرت کے گھر میں ٹھہرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام کا اقرار کرتے ہوئے حاضر ہوئے۔ یہ لوگ دہلی اور نجیف سواریوں پر سوار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاقہ کا حال دریافت فرمایا۔ ایک بولا اے اللہ کے رسول ہمارے شہر برباد ہو گئے۔ ہمارے مویشی ہلاک ہو گئے۔ ہمارے باغات خشک ہو گئے اور اہل و عیال فاتے کرنے لگے۔ اسی لیے اپنے پروردگار سے دعا فرمائیے کہ ہم پر بارش فرمائے اور اپنے پروردگار کے پاس ہماری شفاعت فرمائیے اور آپ کے پروردگار کو بھی آپ کے پاس ہماری سفارش کرنی چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سبحان اللہ (اللہ پاک ہے) بد بخت، میں نے اپنے پروردگار عزوجل کے پاس شفاعت کر دی۔ لیکن وہ کون ہے؟ جس کے پاس ہمارا پروردگار سفارش کرے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بزرگ ہے اس کی کرسی آسمانوں اور زمینوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور وہ اس کی عظمت اور جلال کے باعث گواہی دیتی ہے۔ جیسے لوہے کا کجاوہ آواز دیتا ہے۔ پھر آپ منبر پر چڑھے اور کچھ کلمات فرمائے اور آپ کسی دعا کے موقع پر ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔ مگر دعائے استسقاء میں آپ نے ہاتھ اٹھائے۔ حتیٰ کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی بھی نظر آگئی۔ اور آپ کی دعا میں سے یہ الفاظ یاد ہیں، اے اللہ اپنے ملک اپنے چوپاؤں کو سیراب کر دے۔ اور اپنی رحمت پھیلانے

اور اپنے مردہ علاقے کو زندہ فرما۔ اے اشد میں بارش سے سیراب کر دے جو راحت رساں ہو۔ روئیدگی پیدا کرنے والی ہو، وسعت بخش ہو۔ عامل ہو۔ اجل نہ ہو، نافع ہو۔ مضر نہ ہو، اے اشد میں اپنی رحمت سے لذت اندوز کر۔ عذاب و ہدم۔ اور غرق سے محفوظ رکھ۔ نیز تباہی اور بلاکت و بربادی سے بھی، اے اشد ہم پر بارش بھیج، اور ہمیں دشمن پر فتح عطا کر۔

وفد بہراہ کی آمد اہل وفد پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لطف و عنایت

واقعی کریمہ نیت مقداو سے نقل کرتے ہیں۔

میں نے اپنی والدہ صناعتہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کو کہتے سنا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یمن سے بہراہ کا وفد حاضر ہوا۔ یہ کل تیرہ آدمی تھے۔ یہ لوگ اپنی سواریاں ہنکاتے ہوئے مقداوؓ کے دروازے تک آگئے۔ اور ہم نبی حبیب کی بستی میں اپنے گھروں کے اندر تھے حضرت مقداوؓ ان کی طرف بڑھے۔ ان کا استقبال کیا اور انہیں ٹھہرایا۔ ان لوگوں نے حضرت مقداوؓ کے ہاں کھانا کھایا۔ کھانے کا پیالیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی پیش کیا گیا۔ والیسی پر ابو عبیدہؓ نے اہل وفد کو بتایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی میں سے تناول فرما کر یہ حصہ واپس کیا ہے۔ لہذا اسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کی برکت بھی ہے۔

یہ سنتے ہی اہل وفد نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ اور کہنے لگے: ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کا ایمان بہت محکم ہو گیا۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی خواہش تھی۔

بعد ازاں ان لوگوں سے قرآن کا علم سیکھا۔ چند روز ٹھہرے اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وداع ہونے کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں انعامات دینے کا حکم دیا اور وہ واپس اپنے اہل و عیال میں چلے گئے۔

وقد عذرہ کی آمد

اہل وفد کو فتح شام کی خوشخبری آنحضرت کی طرف سے

۹۵۰ ماہ صفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بارہ آدمیوں کا ایک وفد آیا، یہ عذرہ کا وفد تھا۔ اس میں حمزہ بن نعمان بھی شامل تھے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم کون لوگ ہو! انہوں نے جواب دیا۔ آپ سے کلام کرنے والا آپ سے اجنبی نہیں ہم بنو عذرہ ہیں، ہم قصی کے بھائی ہیں، ہم نے ہی قصی کو مدد دی۔ اور وہ ہم ہی تھے جنہوں نے بطن مکہ سے خزائن اور بنی بکر کو نکال باہر کیا۔ اور ہماری ان سے قرابت اور رشتہ داریاں ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خوش آمدیاد۔ تم اپنے ہی گھر میں آئے ہو، میں نے تمہیں پہلے نہیں پہچانا تھا۔ پھر یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوش خبری دی کہ شام فتح ہو گیا اور ہرقل و درواز علاقہ میں سراسر ہو گیا۔ ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے آپ نے ہدایت فرمائی کہ کاہنوں کی نہ بات سنیں نہ ان کا اعتبار کریں۔ نیز انہیں ان ذبائح سے روکا جو کفر و شرک کے زمانہ میں وہ عبادت سمجھ کر کیا کرتے تھے۔ اور انہیں سمجھایا اور بتایا کہ قربانی تو بس اللہ کے نام ہی کی واجب ہے، یہ لوگ حضرت رملہ کے گھر میں کچھ روز مقیم رہے۔ پھر انعامات حاصل کر کے واپس چلے گئے۔

قدم وقدمی

اہل وفد کے استفسارات رسالت مآب سے

چند اہم مسائل فقہیہ | یہ وفد ۹ ربیع الاول کے مہینہ میں آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ انہیں روایع بن ثابت بلوی نے اپنے ہاں بٹھرایا۔ وہی ان لوگوں کو لے کر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ یہ میری قوم ہے۔ !

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تجھے اور تیری قوم کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام لے آئے پھر جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں، جس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دی۔ جو بھی اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین پر مے گا۔ وہ آگ جہنم میں جائے گا۔

وقد کا لوٹا آدمی ابو صنیب کہنے لگا: اے اللہ کے رسول میں ضیانت کرنے کا بڑا شوقین ہوں۔ کیا میرے لیے اس میں کچھ ثواب ہوگا؟

آپ نے فرمایا ہاں! جو بھلائی بھی تو کسی امیر یا غریب کے ساتھ کرے وہ صدقہ ہے۔

اس نے عرض کیا اللہ کے رسول ضیانت کب تک کے لیے ہوتی ہے؟

آپ نے فرمایا، تین روز کے لیے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ صدقہ ہے۔ اور مہمان کے لیے

جائز نہیں کہ وہ تیرے پاس (اس کے بعد) بھی بٹھارے اور تجھے تنگ کرے۔

اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ویران زمین میں جو گمشدہ بکریاں مجھے مل جایا کرتی

ہیں، ان کے مستحق آپ کا کیا ارشاد ہے؟

آپ نے فرمایا: وہ تیرا تیرے بھائی کا اور یا بھیریئے کا نوالا ہے۔
 اس نے عرض کیا: اور اونٹ؟ آپ نے فرمایا: تجھے اس سے کیا تعلق؟ اسے رہنے دے
 یہاں تک کہ وہ (خود ہی) اپنے مالک کے پاس پہنچ جائے۔
 حضرت روایع رض فرماتے ہیں پھر یہ لوگ کھڑے ہو گئے اور میرے گھر واپس آ گئے۔
 دیکھتا کیا ہوں اچانک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے مکان کی طرف کھجوریں
 لیے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ان کھجوروں سے ان کی دعوت کرنے کی سکت پیدا
 کرو۔

وہ لوگ یہ اور دوسری جگہ کی ہمتہ قسم کی کھجوریں کھاتے تین روز ٹھہرے۔ پھر رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں انعام سے سرفراز فرمایا اور رخصت کر دیا، اور یہ لوگ واپس اپنے
 وطن کی طرف لوٹ گئے۔

اسی واقعہ سے متعلق احکام فقہیہ

۱۔ مہمانی کی مدت اور میزبان کا فریضہ

یہ کہ مہمان جس کے گھر میں ٹھہرے اسے
 تین دن تک مہمان رہنے کا حق ہے۔

اور اس کے تین مراتب ہیں۔ واجب۔ مستحب، اور صدقہ۔

واجب حق تو ایک دن اور ایک رات کا ہے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث
 میں تینوں درجوں کا ذکر فرمایا، جو ابوشریحہ رض خزاعی سے مروی ہے اور اس کی صحت پر سب کا
 اتفاق ہے۔ یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا
 جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کی انعام سے
 خدمت کرے۔

عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول اس کا (جائزہ) انعام کیا ہے؟
 آپ نے فرمایا، ایک دن اور ایک رات۔ اور ضیانت تین روز تک ہوتی ہے، اور
 جو اس سے بڑھ جائے، وہ ضیانت نہیں صدقہ ہے، اور مہمان کے لیے جائزہ نہیں کہ وہ میزبان

کے ہاں ٹھہرا رہے اور اسے تنگ کرتا رہے۔

۲۔ لاوارث بیکریوں اور اوسوں کی ملکیت | نیز اس لاوارث بیکریوں کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور جب تک

بکری کا مالک نہ آجائے گا۔ یہ بکریاں پکڑنے والے ہی کی ملکیت میں رہیں گی۔

البتہ اصحاب احمد میں سے معتدین اس کے خلاف ہیں۔ اور ابوالمحسین نے فرمایا ہے۔ کہ

سال گزرنے سے قبل اس مال میں تصرف نہ کرے۔ نیز لاوارث (اونٹ) کا حاصل کرنا جائز

نہیں۔ ہاں اگر بالکل چھوٹا سا بچہ ہو، اور بھٹیروں اور دوسرے دندوں سے اپنا تحفظ نہ کر سکتا ہو

اس صورت میں اس کا حکم نص کی تہنیه اور اشارہ کے مطابق بکری کا سا ہوگا۔

قدمِ وفدِ ذی مَرہ

مخط زوہ لوگوں کے لیے آپ کی دعائے باران

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تیرہ آدمیوں پر مشتمل ذی مَرہ کا وفد حاضر ہوا، حرث بن عوف ان کا سردار تھا۔

اہلِ وفد کے سردار نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! میں آپ کی قوم اور آپ ہی کا خاندان ہوں۔ ہم لوگ بنی لوی بن غالب سے تعلق رکھتے ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبسم فرمایا۔ اور حرث سے پوچھا، اپنے اپنے اہل کو کہاں چھوڑا ہے؟

اس نے عرض کیا: سلاح اور اس کے ترمیم! آپ نے دریافت فرمایا، اور ملک کا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا، اللہ کی قسم ہم مخط زوہ ہیں۔ مال میں مغز نہیں رہا۔ اس لیے ہمارے لیے دعا فرمائیے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اے اللہ ان پر بارش فرما، یہ لوگ چند روز بھڑے۔ پھر واپسی کا ارادہ کیا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وداع ہونے کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہم کو انعام دینے کا حکم دیا۔ انھوں نے ان کو دس دس اوقیہ چاندی عنایت فرمائی اور حرث بن عوف کو زیادہ انعام یعنی بارہ اوقیہ رحمت فرمایا، پھر وہ لوگ اپنی بستی

میں واپس آگئے، یہاں آکر انہوں نے دیکھا کہ ان کے علاقہ میں خوب بارش ہو چکی ہے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ یہ بارش ہوتی ہے تو پتہ چلا۔ کہ ٹھیک اسی دن بارش ہوئی تھی جس دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے باران نرمانی تھی، پھر تو ان کا علاقہ سرسبز و شاداب ہو گیا۔

قدم وفد خولان

عم انس نامی بت کی داستان عجیب

شعبان ۱۰۰۰ھ میں خولان کا وفد جو دس آدمیوں پر مشتمل تھا حاضر خدمت نبوی ہوا۔ ان لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ہم ان لوگوں کے سردار ہیں جنہیں پیچھے چھوڑ آئے ہیں، ہم اللہ عزوجل پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے رسول کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہم اونٹوں پر سفر کر کے آپ کی خدمت بابرکت میں پہنچے ہیں۔ ہم زمین کی سخت اور نرم جگہ پر چلے ہیں۔ اور تمام احسان اللہ کا اور اس کے رسول کا ہے۔ اور ہم آپ کی زیارت کے مقصد سے حاضر ہوئے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے میری خاطر سفر کی جو بات کی تو جان لو تمہارے لیے اونٹ کے ہر قدم پر ایک نیکی ہے۔ اور تمہارا یہ قول کہ میری زیارت کرنے کے لیے آئے ہو تو جان لو جس نے مدینہ میں میری زیارت کی وہ قیامت کو میرا پڑوسی ہوگا۔ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول پھر تو اس زحمت میں کوئی خسارہ نہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عم انس کا کیا ہوا؟

یہ خولان کا بت تھا۔ جس کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا آپ خوش ہو جائیے۔ اللہ تعالیٰ اس کی عرض آپ کا دین عطا فرمایا: اور ہم میں سے ایک بوڑھا اور ایک بوڑھیا باقی رہ گئے ہیں جو ابھی تک اسی کے دامن سے چسپے ہوئے ہیں۔ اور جب ہم جائیں گے۔ تو اس کو انشاء اللہ تعالیٰ توڑ پھوڑ کر زمین کے برابر کر دینگے سچ تو یہ ہے کہ ہم اس کی وجہ سے فتنہ اور فریب میں مبتلا تھے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کا سب سے بڑا کیا فتنہ

دیکھا؟

کہنے لگے: ہمیں قحط سالی نے آن لیا۔ حتیٰ کہ ہم ہر ناقص چیز تک کھا گئے۔ پھر ہم نے حسب استطاعت مال جمع کیا۔ اور اس سے ایک سو بیل خریدے۔ انہیں عم انس کے نام پر ایک ہی صبح کو ذبح کر دیا۔ اور درندوں کے لیے انہیں وہیں چھوڑ دیا، حالانکہ درندوں کی نسبت ہم خود ان کے زیادہ محتاج تھے۔ اتفاق کی بات اس وقت بارش ہو گئی۔ ہم نے دیکھا کہ لوگ اس بات کا چرچا کر رہے تھے یہ عم انس کا ہم پر فضل اور انعام و احسان ہے۔

نیز ان لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ کہ ہم فصل بوتے تو اس کا حصہ مقرر کر دیا کرتے تھے اور اس کا نام رکھ دیتے تھے۔ پھر ہم دوسرا کھیت بوتے۔ تو اسے اللہ کے نام پر روک دیتے، جب کبھی آندھی آتی اس کھیت کو لپیٹ میں لے لیتی جسے ہم نے عم انس کے نام سے منسوب کر رکھا تھا۔ تو ہم اللہ کے نام والی کھیتی کو عم انس کے نام کر دیتے۔ اور جب کبھی دوسری کھیتی پر تباہی آتی تو ہم عم انس والی کھیتی کو اللہ کے نام کی طرف منتقل نہ کرتے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ قلے سے اس کے متعلق نازل فرمایا

ہے: وجعلوا للہ ما ذرأ من العرش والالعام نصیباً

نیز اہل وفد نے بتایا کہ ہم اس کے پاس اپنے جھگڑے لے جلتے۔ تو یہ بولتا تھا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ یہ شیاطین تھے جو تم سے

باتیں کرتے تھے۔

بعد ازاں اہل وفد نے قرآن کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے انہیں بتایا۔ اور وعدہ پورا کرنے۔ امانت ادا کرنے۔ اپنے پڑوسی کے ساتھ بہتر سلوک اور برتاؤ کرنے اور کسی پر ظلم نہ کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا بے شک ظلم قیامت کے اندھیروں

میں سے ہے ۔

پھر چند روز کے بعد انہیں انعام دے کر الوداع کیا ۔ یہ لوگ اپنی قوم میں واپس پہنچے ۔ اور اترتے ہی عم انس (بت) کو توڑ پھوڑ کر ختم کر دیا ، لہ

۱۔ شرک اور بت پرستی کا جو عقیدہ نسلوں اور پشتوں اور صدیوں سے چلا آ رہا تھا، قبول اسلام کے بعد اس کا نسیا نسیا ہو جانا اور وہ بھی آنا نانا اتنا آسان نہ تھا یہی وجہ تھی کہ اس بت کو توڑنے پھوڑنے کے سلسلہ میں یہ صورت پیش آئی لیکن یہ کاراہم جب سرانجام پایا تو وہ ذرا سی کھٹک جو باقی رہ گئی تھی وہ بھی دور ہو گئی ۔

وقد محارب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ یادداشت

حجۃ الوداع کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں محارب کا وفد حاضر ہوا۔ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام عربوں سے زیادہ قوی الایمان تھے، ان موافق پر جب موسم حج تھا۔ اور آپ قبائل عرب کو اللہ کی طرف دعوت دے رہے تھے۔ اسی قوم میں سے دس آدمی اپنی پوری قوم کی جانب سے نائب بن کر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ اور اسلام لے آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہم ان کا کھانا لاتے۔ آخر ایک روز یہ لوگ ظہر سے لیکر غنیمت نامی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے، آپ نے ایک آدمی کو پہچان لیا۔ اور اسے غور سے ملاحظہ فرمانے لگے۔ جب محاربی نے اپنی طرف آپ کی نگاہ دیکھی تو کہنے لگا: اے اللہ کے رسول شاید آپ مجھے پہچان رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں پہلے بھی دیکھ چکا ہوں، محاربی نے جواب دیا۔ ہاں! خدا کی قسم آپ نے مجھے دیکھا بھی ہے اور مجھ سے باتیں بھی کیں ہیں۔ اور میں نے بدترین طریقہ پر جواب دیا تھا۔ اور عکاظ کے قبیلہ میں نے بدترین انداز میں آپ کی دعوت اسلام رو کی تھی۔ جب آپ قبائل عرب کو مخاطب فرما رہے تھے۔ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ٹھیک کہتے ہو۔

پھر محاربی بولا۔ اے اللہ کے رسول اس روز میرے دوستوں میں مجھ سے زیادہ آپ کے خلاف کوئی سخت نہ تھا اور نہ اسلام سے زیادہ دور تھا۔ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں جس نے مجھے

زندہ رکھا۔ حتیٰ کہ میں نے آپ کی تصدیق کر لی، اور وہ میرے تمام ساتھی اپنے سابقہ (کفر کے) دین پر مرچکے ہیں۔

جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسے شک دل اللہ عزوجل کے قبضہ میں ہوتا ہے۔

مخاربی نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول آپ کے قدموں پر حاضر ہو جانے کے باعث میرے لیے بخشش کی دعا کیجئے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسلام اپنے پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

بعد ازاں پھر یہ لوگ واپس چلے گئے۔

قدم و قد صدار

حضرت سعد بن عبادہ کی طرف سے میزبانی کی پیشکش

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صدار کا وفد حاضر ہوا۔ تو حضرت سعد بن عبادہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! تمہیں میرے ہاں ٹھہرنے کی اجازت دیجئے۔ چنانچہ یہ لوگ ان کے ہاں ٹھہرے انہوں نے ان کی خوب خاطر و مدارت کی، اور حسب ضرورت لباس تک دیا۔ پھر انہیں لے کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے آپ سے اسلام پر بیعت کی۔ اور کہنے لگے، ہم اپنے ان لوگوں کی جانب سے جو یہاں نہیں آسکے آپ کے سامنے حاضر ہیں۔ چنانچہ بعد کو جب یہ اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے۔ تو ان میں اسلام خوب پھیل گیا۔ اور حجۃ الوداع میں ان کے ایک سو آدمیوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

واقعی نے بنی مصطلق کے کسی آدمی سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ اسی سابقہ میں ایک بعث کا ذکر بھی ہوا۔ کہ جس میں لشکر اسلام کا سفید جھنڈا اور سیاہ رنگ کا پرچم تھا۔

اہل وفد میں سے ایک نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! ہمارے ہاں ایک کنواں ہے، جاڑوں کے موسم میں تو اس کا پانی ہمیں کفایت کرتا ہے، لیکن گرمی کے موسم میں کم پڑ جاتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم ادھر ادھر کے گھاٹوں پر متفرق ہو جاتے ہیں، ابھی ہم مسلمانوں کی تعداد تھوڑی ہے، ہمارا پرانگندہ ہونا، خطرہ سے خالی نہیں۔ لہذا خدائے عز و جل سے دعا کیجئے، کہ ہمارا کنواں بھر جائے۔

آنحضرت نے فرمایا، سات کنکریاں لا کر مجھے دو۔

وہ پیش کر دی گئیں، آپ نے انہیں اپنے ہاتھ سے رگڑا، پھر واپس کر دیا اور فرمایا۔

جب وہاں پہنچے تو ایک ایک کر کے انہیں کنوئیں میں ڈال دینا، اور بسم اللہ کہہ لینا۔ ایسا ہی کیا گیا، وہ کنواں پانی سے بھرا ہوا اندارا بن گیا، جو اب تک موجود ہے!

اسی واقعہ سے متعلق فقہی احکامات

اپرچم کا استعمال مستحب ہے اس سے ثابت ہوا، کہ شکر کے لیے جھنڈے

اور پرچم کا استعمال مستحب ہے۔ اور مستحب

یہ ہے، کہ جھنڈا دلو اور سفید ہو، اور پرچم دریاہ سیاہ ہو۔ اس میں کچھ کراہت نہیں۔

نیز اس سے مقدس پانی سے وضو کا جواز

بھی نکلتا ہے، اس سے وضو مکروہ نہیں ہوتا

۲۔ آب زمزم سے وضو جائز ہے اسی طرح زمزم کے پانی سے وضو کرنا مکروہ نہ ہوگا۔ اور نہ ایسے پانی سے وضو مکروہ ہوگا جو کعبہ کی چھت پر یہ رہا ہو۔

قدم وفد غسان

اسلام پر ثابت قدم رہنے والے تین مومن

یہ وفد مشہور رمضان میں حاضر ہوا۔ یہ وفد تین آدمیوں پر مشتمل تھا یہ لوگ اسلام لے آئے اور کہنے لگے: ہم نہیں جانتے، کہ ہماری قوم ہمارا اتباع کرے گی یا نہیں کرے گی۔ کیونکہ وہ لوگ اپنے مسلک کو باقی رکھنا اور قیصر کا قرب پسند کرتے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں انعامات دیے۔ اور وہ واپس قوم کے پاس آئے۔ ان لوگوں نے ان کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا اسلام چھپائے رکھا۔ آخر ان میں سے دو اسلام پر فوت ہو گئے۔ اور تیسرے نے یرموک کے سال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا۔ وہ حضرت ابو عبیدہؓ سے ملا۔ اور انہیں اپنے اسلام کی خبر دی۔ چنانچہ وہ اس کی بہت شاعت کرتے تھے۔

قدم وفدِ سلامان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے باران

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلامان کا وفد جو سات آدمیوں پر مشتمل تھا حاضر ہوا۔ جن میں حبیب بن عمرو بھی تھے۔ یہ لوگ سلامان ہو گئے۔

حبیب کہتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا۔ اے اللہ کے رسول! سب سے بہتر عمل کونسا ہے ؟

آپ نے فرمایا، اپنے وقت پر نماز ادا کرنا۔ پھر انہوں نے طویل حدیث ذکر کی۔ اور رابل وفد نے آپ کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ادا کی۔ رومی کہتے ہیں، کہ عصر کی نماز ظہر کے قیام سے خفیف تھی۔

پھر رابل وفد نے آپ کی خدمت میں قحط سال کی شکایت پیش کی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، اے اللہ! انہیں ان کے گھروں میں بارش فرما۔ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اتھ زیادہ اٹھائیے۔ تاکہ زیادہ اور خوب بارش ہو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا، اور اس قدر ہاتھ اٹھائے، کہ آپ کی بنگلوں کی سفیدی بھی نظر آگئی۔ پھر کھڑے ہو گئے۔ اور ہم بھی آپ سے رخصت لے کر چلے گئے۔ ہم وہاں تین روز ٹھہرے اور آپ کی ضیافت کے انعامات ہم پر جاری رہے۔ پھر ہم نے وداع ہونا چاہا، آپ نے ہمیں انعامات سے نوازا۔ اور ہم میں سے ہر آدمی کو پانچ پانچ اوقیہ عنایت فرمایا۔ نیز حضرت بلالؓ نے معذرت بھی کی۔ اور کہا۔ آج ہمارے پاس زیادہ مال

نہیں۔ ہم نے کہا: یہ تو بہت ہی زیادہ اور خوب ہے۔ پھر ہم اپنے وطن واپس آ گئے
یہاں آ کر معلوم ہوا۔ جس دن اور جس گھڑی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی،
اسی روز اور اسی گھڑی بارش ہوئی۔

واقعی فرماتے ہیں۔ کہ یہ واقعہ سنہ ۱۰۰۰ھ شوال کے مہینہ میں حاضر ہوا تھا۔

قدمِ وفدِ نبی عس

نبی عس کا وفد آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول ہمارے اطلاع دینے والے ہمارے پاس آگئے اور کہنے لگے کہ جس کی ہجرت نہ ہو۔ اس کا اسلام نہیں۔ اور ہمارے اموال اور مویشی ہی ہماری معاش ہیں۔ اور اگر معاملہ یوں ہی ہے کہ جس کی ہجرت نہیں اس کا اسلام نہیں، تو پھر ان اموال اور مویشیوں میں کچھ بھی کھلائی نہیں۔ ہم نے انہیں بیچ دیا اور آخری (مال) سے بھی ہم نے علیحدگی (ہجرت) اختیار کر لی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جہاں بھی ہو، اللہ سے ڈرتے رہو۔

قدم و قد عامہ

ایک عجیب و غریب اور حیرت انگیز واقعہ

واقعی فرماتے ہیں :

سالہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عامہ کا وفد آیا۔ جو دس آدمیوں پر مشتمل تھا۔ انہوں نے آپ پر سلام پیش کیا اور اسلام کا اقرار کیا آپ نے انہیں اسلامی شریعت کے چند قوانین تحریر فرما دیئے اور دریافت فرمایا :

”تم نے اپنے سامان کی حفاظت پر کس کو بھیجے چھوڑا ہے ؟
کہنے لگے سب سے کم عمر کو ! اے اللہ کے رسول ۔

آپ نے فرمایا، وہ تمہارے سامان سے غافل ہو کر سو گیا تھا یہاں تک کہ ایک آنے والا آیا، اور تم میں سے ایک کا صندوق اٹھالیا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی بول اٹھا۔ اے اللہ کے رسول ۔ میرے سوا اس جماعت میں سے کسی کا صندوق نہیں ہے ۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ پکڑا گیا اور اسے اپنی جگہ پر لوٹا دیا گیا۔ یہ جماعت جلدی سے نکلی، اور اپنے سامان کے پاس آئی اس (نگراں) سے معلوم کیا کہ کچھ واقعہ پیش آیا تھا جیسا کہ آپ نے خبر دی تھی ؟ ۔

وہ کہنے لگا۔ میں گھبرا کر نیند سے بیدار ہوا تو میں نے صندوق گم پایا۔ میں اس کی تلاش میں نکلا ۔ اچانک ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ جب اس نے مجھ دیکھا تو وہ مجھ سے (دیکھنے) کے لیے بھاگ اٹھا۔ میں اس کی جگہ تک پہنچا وہاں پر کھدائی کے نشانات تھے، اس نے صندوق چھپا دیا تھا۔ میں نے اسے نکال لیا وہ کہنے لگے، ہم گواہی دیتے ہیں کہ دھماکا اللہ کے سپے رسول میں ۔ کیونکہ انہوں نے میں

اس کے دل جانے کی خبر دی تھی۔ اور واقعی یہ داپس مل بھی گیا۔

چنانچہ یہ لوگ داپس نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور تمام ماجرا سنایا۔ وہ لڑکا بھی حاضر ہوا۔ جو درنگرانی ما کے لیے پیچھے رہ گیا تھا۔ چنانچہ وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعبؓ کو حکم دیا۔ انہوں نے انہیں قرآن پاک سکھایا اور دیگر دُفود کی طرح انہیں بھی انعامات سے کرخصت کیا۔

اے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ تالیف قلب کے لیے ان لوگوں کی ضرورت مند فرماتے تھے، جو کسی درجہ میں بھی امداد و اعانت کے مستحق اور سزاوار ہوں۔

قدم و فدازد

حکمت کی باتیں نبوت سے قریب ہیں لیکن نبوت ختم ہو چکی ہے

ابو نعیم نے کتاب موفتاً لصحابہ میں اور حافظ ابو موسیٰ مدینی نے احمد میں قابل عمل خصائل | بن ابی حواری کی حدیث سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے

دارانی سے سنا، انہیں علقمہ بن یزید سے انہیں سوید ازدی سے انہیں اپنے والد سے انہیں اپنے دادا سوید بن حوث سے روایت ملی، کہ میں اپنی قوم کے ساتھ ازاد کے ساتھ وفد کی صورت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ہم نے آپ سے گفتگو کی تو آپ نے ہمارے طریقہ کلام اور خاموشی کو مستحسن سمجھا۔

آپ نے فرمایا۔ تم کیا ہو؟

ہم نے عرض کیا ہم مومن ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ آپ نے فرمایا، ہر قول کی ایک حقیقت

ہوتی ہے۔ تمہارے ایمان اور قول کی کیا حقیقت ہے؟

ہم نے عرض کیا، پندرہ خصائل، پانچ کا آپ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا کہ ان پر ایمان لائیں

اور پانچ کے متعلق آپ نے فرمایا کہ ہم ان پر عمل کریں۔ اور پانچ ہم نے زمانہ جاہلیت ہی میں پیدا

کر لیے تھے۔ ہم انہی پر قائم ہیں۔ ہاں اگر آپ ان میں سے کسی کو ناپسند فرمادیں تو بے شک اسے

چھوڑ دیں گے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ پانچ کیا ہیں؟ جن کا میرے قاصدوں نے

ہمیں حکم دیا ہے۔

ہم نے جواب دیا کہ آپ نے ہمیں اللہ۔ اسی کے فرشتوں، اسی کی کتابوں اسی کے رسولوں اور موت کے بعد زندہ ہونے پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔

آپ نے فرمایا، اور وہ پانچ کیا ہیں کہ جن پر میں نے تمہیں عمل کرنے کا حکم دیا ہے؟

ہم نے عرض کیا۔ آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لا الہ الا اللہ (کلمہ طیبہ) پڑھیں۔ نماز قائم کریں۔ زکوٰۃ دیں۔ رمضان کے روزے رکھیں اور جو استطاعت رکھتا ہو وہ بیت محرم کا حج بھی کرے۔

آپ نے فرمایا، وہ پانچ فضائل کیا ہیں جو تم نے زمانہ جاہلیت میں پیدا کیے؟

ہم نے عرض کیا، آرام کے وقت ٹھکر کرنا۔ مصیبت کے وقت صبر کرنا۔ قضا و قدر پر راضی رہنا۔ جنگ کے موقع پر ڈٹ جانا اور دشمنی اور شتمانتِ اعدا سے باز رہنا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دانا میں۔ عالم میں۔ سمجھ بوجھ اور فقاہت سے انبیاء کی طرح بن جاتے (لیکن نبوت ختم ہو گئی ہے)۔

پھر آپ نے فرمایا، اور میں تمہیں پانچ مزید بتاتا ہوں اس طرح تمہارے لیے میں فضائل مکمل ہو جائیں گے۔ اگر تم ایسے ہی ہو کہ جیسا کہہ رہے ہو۔ تو جو تم کھاتے نہیں اسے حج نہ کرنا۔ اور جن جگہوں میں تم نہیں رہتے، انہیں تعمیر نہ کرنا اور جس کام سے کل الگ ہونے والے ہو، اس میں انہماک نہ کرنا اور اس اللہ سے ڈرتے رہنا جس کی طرف تمہیں لوٹنا یا جائے گا اور اسی کے سامنے تمہیں پیش کیا جائے گا۔ اور جس (جنت) کو تمہارے سامنے پیش کیا جائے گا اور اس میں تم ہمیشہ رہو گے۔ اس کی طرف راغب رہنا۔ پھر یہ لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوئے اور آپ کی وصیت کو یاد رکھا اور ان وصایا پر سختی اور پابندی سے عمل کیا۔

قدم وقد بنی منتفق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خطبہ

ہمیں عبداللہ بن امام احمد بن حنبل سے سند احمدؒ میں روایت ملی، انہوں نے بتایا مجھے ابراہیم بن حمزہ بن محمد بن حمزہ بن مصعب بن زبیر زبیدی نے لکھا کہ میں تجھے یہ حدیث لکھ رہا ہوں اور میں نے اسے پیش بھی کیا اور جو میں نے آپؐ کی حدیث لکھی ہے اسے سنا، بتایا کہ مجھے عبدالرحمن بن مغیرہ خزاعی سے انھیں عبدالرحمن بن عباس انصاری سے انھیں ولہم بن اسود بن عبداللہ بن حاسب بن عامر بن منتفق عقیل انھیں اپنے والد سے انھیں اپنے چچا لقیط بن عامر سے روایت ملی۔ ولہم کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت ابوالاسود بن عبداللہ نے بتائی انھیں عاصم بن لقیط سے یہ روایت ملی کہ لقیط بن عامر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد کے ساتھ حاضر ہوا۔ اس کے ہمراہ اس کا ایک ساتھی نہیک بن عاصم بن مالک بن منتفق بھی تھا۔

لقیط بتاتے ہیں کہ میں اور میرا ساتھی نکلے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب آپ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے آپ کی زیارت کی۔ آپ لوگوں کے سامنے خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اے لوگو میں نے تم سے اپنی آواز چار روز تک پوشیدہ کر رکھی تھی۔ آگاہ ہو آج سنو، خبردار کیا کوئی آدمی ایسا ہے جسے اس کی قوم نے بھیجا ہو اور کہا ہو کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کو اس کی خبر دو۔ یاد رکھو پھر کوئی آدمی اس کے دل کے خیالات یا اس کے ساتھی کی باتیں یا کوئی گمراہ آدمی اس کو باتوں میں لگا لیتا ہے۔ یاد رکھو مجھے پوچھا جائے گا، کیا میں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا۔ یاد رکھو، سنو اور جیو، خبردار، بیٹھ جاؤ۔ لوگ بیٹھ گئے۔ میں اور میرا ساتھی کھڑے ہو گئے۔ جب آپ کی نظر ہماری طرف ہوئی تو میں نے عرض کیا، اے

اللہ کے رسول آپ کے پاس علم غیب نہیں!

آپ نے پڑے اور آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا، اللہ خوب جانتا ہے میں سقطہ چاہتا ہوں انھوں نے عرض کیا، آپ کے پروردگار نے (غیب) کی کنجیاں نہیں بتائیں۔ غیب کی پانچ باتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ پانچ کیا ہیں؟

آپ نے فرمایا، موت کا علم صرف خدا جانتا ہے کہ تم میں سے کوئی کب مرے گا؟ لیکن تم نہیں جانتے، اور مادہ (بچہ) کا علم جب کہ وہ رحم میں ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے اور تم اسے نہیں جانتے اور کل کیا ہوگا اس کا علم اسی کو ہے۔ نہ تم جانتے ہو نہ جان سکتے ہو اور بارش کے دن کا علم کہ وہ کب نازل ہوگا تم خوفزدہ اور ہراساں ہوتے ہو اور وہ ہنستا ہے، اور جانتا ہے کہ بارش قریب ہے۔

لفظی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم ایسے رب کی جانب سے بھلائی سے محروم نہ رہیں گے جو ہنستا ہے۔

نیز فرمایا! اور قیامت کے دن کا علم؟

ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہمیں بھی وہ سکھائیے جو لوگ جانتے ہیں اور آپ (انہیں) سکھاتے ہیں کیونکہ میں ان میں سے ہوں، یعنی مذبح قبیلہ جو ہمارے قریب ہے اور خشم جو ہمارا ساتھی اور ہمارا خاندان ہے۔

وہ ہماری تصدق (ایمان) کو سچا نہ جانے گا۔

آپ نے فرمایا "پھر تم لوگ رہو گے جب تک رہو گے۔ پھر آواز بھیجی جائے گی۔ تیرے معبود (اللہ) کی قسم اس (زمین) کی پشت پر کسی مقتول کی قتل گاہ یا کسی مردے کا مدفن باقی نہ رہے گا، کہ اس کی قبر نہ بھٹ جائے۔ اور وہ سپدھا بیٹھ جائے گا۔ وہ اپنی جدید زندگی کو اپنے اہل میں سمجھ کر کہے گا، اے پروردگار کل جو تھا، آج کب ہے؟

میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول جب ہمیں ہوائیں، آفات اور درندے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں تو وہ ہمیں کس طرح دوبارہ جمع کرے گا؟

آپ نے فرمایا، میں تجھے اس کی مثال اللہ کے نشانات و انعامات میں دیتا ہوں کہ جس زمین کو

تو دیکھے کہ وہ پرانی دقحط زدہ یا خشک بخر رہ جاتی ہے اور تو کہتا ہے کہ یہ کبھی زندہ (سرسبز آباد) نہ ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس پر بارش کرتا ہے اور چند دن ہی گزرنے پاتے ہیں کہ تو دیکھ رہا ہوتا ہے کہ وہ ایک گھونٹا آباد ہوتی ہے۔ اور تیرے معبود کی قسم وہ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے کہ تمہیں پانی سے جمع کرے۔ زمین کی کھیتی کو جمع کرے۔ اور تم اپنی قتل گاہوں اور قبروں سے نکلنے لگو۔ پھر تم اس کی جانب دیکھو گے اور وہ تمہاری جانب دیکھتا ہوگا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول یہ کیسے ہوگا؟ ہم سے تو زمین پر ہوگی اور وہ ایک ہی ذات ہوگی، جو ہماری طرف دیکھ رہی ہوگی اور ہم اس کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری طرف دیکھ رہی ہوگی اور چاند میں دیتا ہوں جو بہت چھوٹی سی نشانیاں ہیں ایک ہی سماعت میں تم ان دونوں کو دیکھتے ہو، اور وہ تمہیں دیکھ رہے ہوتے ہیں اور جانیں ایک دوسرے کی طرف سے مغلوب (محروم) نہیں ہوتے۔

میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، جب ہم اس سے ملیں گے تو اس وقت ہمارا پروردگار ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟

آپ نے فرمایا، تم اس کے سامنے اس حالت میں پیش کیے جاؤ گے کہ تمہارے رخ اس کے سامنے ظاہر ہوں گے اور تمہاری کوئی چیز اس سے مخفی نہ ہوگی پھر تمہارا پروردگار اپنے ہاتھ میں پانی کا ایک چلو بھر لے گا اور تمہاری طرف مائے گا۔ تیرے معبود کی قسم تم میں سے کسی کا چہرہ اس سے خالی نہ رہے گا۔ کہ اسے ایک قطرہ اس میں سے نہ لگے۔ رہا مسلم تو اس کا چہرہ اس سے بالکل سفید کپڑے کی طرح ہو جائے گا۔ رہا کافر تو اس پر چھڑکے گا یا فرمایا اس پر داس کے، سیاہ کالے گناہ مائے گا۔ تمہارا نبی چلے گا اور اس کے نشان پا پر صالح لوگ چل پڑیں گے اس طرح وہ آگ کے ایک پل پر سے گزریں گے۔ جیسے تم میں سے کوئی ایک انگارے پر سے گزرتا ہے۔ وہ حس کہے گا، اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا، الاد خیر دار، پھر تم اپنے نبی کے حوض (کوثر) پر شدید ترین پیاس کی حالت میں پہنچو گے، اللہ اس قدر پیاس سے ہوگا کہ میں نے کبھی نہ دیکھے ہوں گے، تمہارے معبود کی قسم تم میں سے جو بھی ہاتھ پھیلائے گا اس کے ہاتھوں میں ایک پانی، کا پیالہ ہوگا جو تنکوں اور نکاست سے پاک ہوگا اور سورج و چاند کو روک دیا جائے گا۔ اور تم ان دونوں میں سے کسی کو نہ دیکھو گے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ہم کس طرح دیکھیں گے؟
آپ نے فرمایا، جس طرح آج تم دیکھتے ہو، جب دن میں سورج نکلا ہوتا ہے اور زمین روشن ہو جاتی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، ہمیں ہماری برائیوں اور نیکیوں کا بدلہ کیا ملے گا؟

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نیکی کا بدلہ دس گنا اور برائی کا صرف اس قدر جتنا وہ ہوتی ہے ماسوا اس صورت کے کہ اللہ تعالیٰ معاف کرے۔

راوی فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول جنت اور دوزخ کیا ہیں؟
آپ نے فرمایا، تیرے معبود کی قسم، دوزخ کے سات دروازے ہیں اور دو دروازوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے، کہ ایک سو ستر سال تک ان دونوں کے درمیان چلتا رہے، اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں، اور ان کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے کہ ایک سو ستر سال تک چلتا رہے۔
میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، ہم جنت کی کس نعمت پر حاضر ہوں گے؟
آپ نے فرمایا، صاف شہد کی نہروں پر، ایسی شراب کی نہروں پر جن سے دردِ سر نہ ہوگا اور نہ ندامت ہوگی۔ اور دودھ کی نہروں پر جن کا ذائقہ متغیر نہ ہوگا اور ایسا پانی جو خراب نہ ہوگا، اور میوؤں پر؛ اور تیرے معبود کی قسم تم نہیں جانتے اور اس کے ساتھ ساتھ بہترین اور پاکیزہ بیبیاں ہوں گی۔
میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول اس میں ہماری بھی بیبیاں ہوں گی اور ان میں سے مہلکی کرنے والی بھی ہوں گی۔

آپ نے فرمایا، نیک عورتیں (مصلحات) نیک مردوں کے لیے ہوں گی۔ اور ایک لفظ میں نیک عورتیں (مصلحات) نیک مردوں کے لیے ہوں گی تم ان کو خوش کر دے اور وہ تمہیں خوش کریں گی جس طرح دنیا میں تمہیں خوش کیا کرتی تھیں، ہاں سلسلہ توالد و تناسل نہ ہوگا۔

لفظیت کہتے ہیں، میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول دور ہے، ہم اس تک پہنچنے اور آسکنے والے نہیں ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب نہیں دیا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کس بات پر میں آپ کی بیعت کروں ؟
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیلا دیا اور فرمایا ، نماز قائم کرنے ، زکوٰۃ دینے ، شرک کو
مٹا دینے پر ۔ اور اسی بات پر کہ تو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہیں بنائے گا ۔
راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ، اور ہمارے لیے مشرق اور مغرب کے
درمیان ہر چیز ہوگی ۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا میں ایسی شرط لگا دوں جو وہ تمہیں دینے والا نہیں ؟
راوی کہتے ہیں ، میں نے عرض کیا ، ہم اس میں سے جہاں چاہیں رہیں اور انسان کا بار صرف اسی پر ہو
آپ نے ہاتھ پھیلا دیا ، اور فرمایا تجھے اس بات کی اجازت ہے کہ جہاں چاہے سکونت اختیار
کرے اور تجھے پر صرف تیرا بار ہی ہوگا ۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم واپس چلے آئے ۔ پھر آپ نے دوبار فرمایا ۔ یہ دونوں ، یہ دونوں ، اول
و آخر تمام لوگوں سے زیادہ پرہیزگار ہیں ۔

ابن بکر بن کلاب کے ایک آدمی کعب بن جزار نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ کون ہیں ۔
آپ نے فرمایا ، بنو منفق ۔ بنو منفق ۔ بنو منفق ، ان کے اہل ان میں سے ہوں گے ۔
راوی بتاتے ہیں کہ پھر ہم واپس آگئے ۔ اور میں آپ کے سامنے حاضر ہوا اور عرض کیا اے
اللہ کے رسول ، کیا کوئی ایسا آدمی جو جاہلیت میں پھیلائییاں کر گیا ، اس کے لیے بھی کچھ ہے ؟
قریش کی جانب سے ایک آدمی بول اٹھا ، واللہ تیرا باپ منفق آگ میں ہے ۔
راوی کہتے ہیں ، لوگوں کے سامنے میرے باپ کے متعلق اس کا یہ جملہ سن کر میری یہ حالت تھی کہ
گو یا میرے چہرے اور گوشت پر آگ برس گئی ۔

آخر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر سات امتوں کے بعد ایک نبی
بھیجا ، جس نے اس نبی کی مخالفت کی ۔ وہ ضالین (گمراہ) میں سے ہو گیا اور جس نے اس نبی کی اطاعت کی
وہ ہدایت پانے والوں میں سے ہو گیا ۔

یہ حدیث اپنی حیلالت و ضخامت اور عظمت پر شاہد ہے کہ یہ انوار مشکوٰۃ نبوت سے ہی نکلے ہیں
اور یہ روایت صرف عبدالرحمن بن مغیرہ بن عبدالرحمن مدنی سے مروی ہے اس صحابہ پر ایم بن حمزہ زہری نے

روایت کیا ہے۔ اور یہ دونوں کبار علمائے مدینہ میں سے ہیں۔ ثقہ اور صحت میں ان کو حجت حاصل ہے۔ امام اہل حدیث محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور اہل سنت کے دیگر ائمہ نے اپنی کتابوں میں ان سے اخذ روایت کیا ہے، اور ان کے قول کو قبول کیا ہے۔ اور کسی نے ان پر طعن نہیں کیا اور نہ کسی نے ان کے رواۃ میں طعن کیا ہے، جس جس نے ان سے روایت کی ہے۔ ان میں سے امام بن امام ابو یوسف رحمہ اللہ عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے مسند احمد اور کتاب السنۃ میں روایت کیا۔ نیز حافظ ابو احمد محمد بن احمد بن ابراہیم بن سلیمان غسال نے کتاب العرفہ میں نیز ابو القاسم سلیمان بن احمد بن یوب طبرانی نے اپنی کئی کتب میں اور دیگر کثیر محدثین و ائمہ نے روایت کیا ہے۔

۱۱، اہل واقعہ سے اہل بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اہل کی ذات و صفات الہی کی قسم جائز ہے۔

۱۲، نیز اہل بات کا ثبوت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذہن میں حواشکال وارد ہوتے یا کوئی مشکل مسئلہ درپیش آتا

وہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے۔ آپ اہل طرح اس کا جواب دیتے کہ انھیں تشفی و اطمینان ہو جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کے دشمنوں نے اور صحابہ کرام نے سب سے سوالات پیش کیے۔ دشمنوں نے بغض و عناد اور تمکنت دینے کی خاطر اور آپ کے صحابہ نے محض سمجھنے و وضاحت اور ایمان کی زیادتی کے لیے آپ پر سوال کا جواب دیتے۔ بشرطیکہ کوئی سوال ناقابل جواب ہوتا جیسے قیامت کے وقت کا سوال۔

۱۳، نیز اس سے اس کی وضاحت بھی ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ بندے بعثت ضرور ہوگی کے تمام اجزاء کو متفرق ہو جانے کے بعد پھر سے جمع فرمائے گا اور دوبارہ اس کی نشأت اور نئی تخلیق کرے گا۔

۱۴، نیز اس میں یہ بھی ثابت ہوا کہ شے کا حکم اس کی نظر شے کا حکم نظر کے مطابق ہوتا ہے کے مطابق ہوا کرتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ جب کہ

شے پر قادر ہے تو اس کی قدرت اس کی نظر سے کس طرح عاجز ہو سکتی ہے، جب کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں معاد دوبارہ جی اٹھنے پر بہترین اسلوب میں کئی دلائل دیئے اور عقولِ عامہ اور

نظرت سلیمہ کے سامنے ابھیں واضح کر دیا۔ اس پر منکروں اور دشمنوں نے اس کے احکام میں طعن کیا اور اس کی تکذیب کی۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے اقوالِ رطعن سے بلند اور پاکیزہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان یہ ہیں :

فی الارض اشرقت علیہا وہی مدرۃ بالیة
یحیی الارض بعد موتھا۔

نیز اللہ کا فرمانا انک مقری الارض خاشعة فاذا انزلنا علیہا الماء اھتزت
وربت و اُنبتت من کل زوج بھیم۔
عرض اس طرح قرآن مجید میں اس کی مانند کثرت سے ملتی ہیں۔

قدم وفد نخ

زرارہ بن عمرو کے عجیب و غریب مشاہدات اور ان کی توجیہ

آپ کے پاس نخ کا وفد آیا۔

یہ آخری وفد تھا۔ یہ اللہ میں نصف محرم کے قریب آستانہ نبوی پر حاضر ہوا، اس میں دوستو آدمی تھے۔ یہ مہمان خانہ دارالافتہ میں اترا۔ پھر یہ لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام کا اقرار کرتے ہوئے حاضر ہوئے، پہلے حضرات معاذ بن جبل کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ ان میں سے ایک آدمی نے جس کا نام زرارہ بن عمرو تھا۔ عرض کیا۔

اے اللہ کے رسول میں نے اس سفر میں ایک عجیب واقعہ دیکھا۔

آپ نے دریافت فرمایا: تم نے کیا دیکھا؟

زرارہ نے عرض کیا: میں نے قلعہ میں ایک گدھی چھوڑ رکھی ہے۔ گویا اس نے سیاہ اور سرخ رنگ کا بچہ جنا ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اپنے بچے اپنی باندھی چھوڑ آئے ہو؟ جسے حمل تھا۔

اس نے عرض کیا: جی ہاں!

آپ نے فرمایا: اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اور وہ تمہارا بیٹا ہے۔ زرارہ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول اس کا سرخ اور سیاہ رنگ رکھنا کیا ہے؟

وایسا کیوں ہے؟ کیا مطلب ہے اس کا۔

آپ نے فرمایا، میرے قریب ہو جاؤ! وہ آپ کے قریب ہو گیا، آپ نے فرمایا، تمہیں برص کا مرض ہے؟ جسے تم (لوگوں سے) چھپاتے رہے ہو۔

زارہ نے عرض کیا، قسم ہے اس فات کی۔ جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔
اس کا کسی کو علم ہے نہ آپ کے سوا کوئی اس پر مطلع ہوا۔

آپ نے فرمایا بس یہی بات ہے!

وہ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول میں نے نعمان بن خندر کو دیکھا، جس کے کان میں دو اویڑے ہیں جو خوب گھملا کر بنائے گئے ہیں۔

آپ نے فرمایا: یہ شاہِ عرب ہے۔ جو بہترین اور حسین و جمیل لباس میں ملبوس ہو کر دکھائی

دیا ہے۔

اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول اور میں نے ایک سفید بالوں والی بڑھیا دیکھی ہے جو زمین سے نکلی تھی۔

آپ نے فرمایا، یہ زمین کی بقایا عمر ہے۔

اس نے عرض کیا، میں نے ایک آگ بھی دیکھی جو زمین سے نکلی تھی۔ اور میرے اور میرے بیٹے عمر کے درمیان حائل ہو گئی تھی، اور وہ کہہ رہی تھی۔ شعلہ شعلہ۔ دیکھنے والا اور اندھا، مجھے کھلاؤ۔ میں تمہارے اہل اور مال کو کھاؤ گی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ آخری زمانہ کے فتنے ہیں۔

اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، فتنہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا، لوگ اپنے روبرو قتل کر دیں گے، اور سردوں کے لینے پر لوگ آپس میں جھگڑا کریں گے۔ ان میں گناہ کرنے والا سمجھے گا کہ میں نیکی کرتا ہوں، اور مومن کے نزدیک دوسرے مومن کا خون پانی کے گھونٹ سے زیادہ فرحت بخش ہوگا۔ اگر تو مر گیا۔ تو تیرا بیٹا یہ فتنہ دیکھے گا اور اگر تیرا بیٹا مر گیا۔ تو تو اس فتنہ کو دیکھے گا! یہ

لے یعنی بعد میں آنے والی نسلیں یہ فتنے دیکھیں گی۔

اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، اللہ سے دعا فرمائیے کہ میں اس فتنہ کا زما نہ
ترپاؤں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ یہ اس عہد فتن کو
نہ پاسے۔ چنانچہ وہ فوت ہو گیا۔ اور اس کا بیٹا زندہ رہا۔ اور وہ ان میں سے تھا جنہوں
نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے میں حصہ لیا تھا،!

ہرقل کے نام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی

صحیحین میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے ہرقل کو ذیل کا نام مبارک لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کی جانب سے ہرقل روم کے عظیم بادشاہ کے نام
سلام علی من اتبع الهدی

اما بعد

میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کرو، سلامتی پاؤ گے۔ اسلام لے آؤ۔ اللہ تمہیں دگنا اجر دے گا۔ (لیکن) اگر تم نے اعراض کیا۔ تو دہیوں کا گناہ بھی تم پر ہوگا اور اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات پر اتفاق کر لیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ اور ہم میں سے بعض دوسرے بعض کو (ایک دوسرے کو) اللہ کے سوا رب نہ بنائیں پس اگر وہ پھر جائیں۔ تو تم اعلان کر دو، لوگوں کو گواہ کر کے کہ ہم مسلمان ہیں۔“

کسری شہنشاہ ایران کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک

اور کسری کو آپ نے جو نام مبارک لکھا وہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی جانب سے فارس کے عظیم و بادشاہ کسری کی طرف۔

سلام علی من اتبع الهدی وامن باللہ ورسولہ وشهد ان لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ و ان محمداً عبداً ورسولہ

اس پر سلام ہو جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تمہارے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

میں تجھے اللہ کی طرف بلا تا ہوں، میں تمام لوگوں کے لیے اللہ کا رسول ہوں۔ تاکہ جو زندہ ہیں انہیں ڈراؤں اور کافروں پر تمام حجت کروں اسلام لے آؤ، سلامتی پاؤ گے، پس اگر تم نے انکار کیا۔ تو تم پر مجوس کا گناہ ہوگا۔

جب کسری کے سامنے مکتوب مبارک پڑھا گیا، تو اس نے اسے پھاڑ دیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ۛ

بادشاہِ حبش نجاشی کا نام

رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک

نجاشی کا قبولِ اسلام | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ کی جانب سے نجاشی شاہِ حبشہ کے نام اسلام لے آؤ، کیونکہ میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد کرتا ہوں، وہ خدا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے، قدوس و سلام ہے، امن دینے والا نگہبان ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اللہ کی روح ہیں، اللہ نے اپنا کلمہ پاک نہاد اور پاک دامن مریم بتول کی طرف القا فرمایا اور اسی سے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے انھیں اللہ نے اپنی روح اور نفع سے پیدا فرمایا جیسے آدم علیہ السلام کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا۔ اور میں تجھے اللہ کی طرف بلاتا ہوں، جو کچھ ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اس کی طاعت پر مولات کی دعوت دیتا ہوں اور اس پر کہ تو میری اتباع کرے اور جو (وحی) تجھ پر نازل ہوئی اس پر ایمان لائے کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں تجھے اور تیرے عساکر کو اللہ عزوجل کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہوں، بات پہنچ گئی اور میں نے نصیحت کر دی، پس لازم ہے کہ میری نصیحت قبول کرنا والسلام علی من اتبع الهدی

آپ نے عمرو بن امیہ صمیری کو یہ مکتوب دے کر بھیجا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن امیہ صمیری نے شاہِ نجاشی سے کہا۔ اے احمد مجھ پر کہنا اور تم پر سنا واجب ہے۔ تم کو یا ہماری چاکری میں ہو۔۔۔ میں گویا تم پر اعتماد کرتا ہوں۔

کیونکہ ہم نے خیب بھی تم سے خیر کی امید کی تو ہمیں دخیرا ہی ملا۔ اور ہمیں تم سے کبھی کوئی اندیشہ نہیں ہوا، اور انجیل میں جو کچھ ہے۔ اس سے ہم نے تمہارے خلاف حجت قائم کر لی ہے وہ ہمارے اور تمہارے درمیان شاید ہے ایسا شاید جو رد نہیں ہوتا، اور ایسا فیصل کنندہ جو ظلم نہیں کرتا ورنہ اس نبی امی کے مقابلہ میں تم ویسے ہی ہوتے جیسے حضرت عیسیٰ بن مریم کے یہود تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف اپنے ناصد بھیجے ہیں۔ اور تم سے وہ امید باندھی ہے جو دوسروں سے نہیں باندھی اور تمہیں اس سے امن دیا، جس سے دوسروں کو خوف تھا، یعنی ماضی کی بھلائی اور آئندہ کا اجر۔

نجاشی کہنے لگا، اس خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ وہ نبی ہیں، جن کا اہل کتاب انتظار کر رہے ہیں موسیٰ علیہ السلام کی بشارت راکب حمار کی اسی طرح ہے جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی راکب حمل کی ہے اس کے بعد نجاشی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا:

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی احمد کی طرف سے۔

اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو اللہ کا۔ اور اللہ کی رحمت ہو۔ اور اللہ کی برکت وہ اللہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اما بعد!

اے اللہ کے رسول مجھے آپ کا مکتوب گرامی ملا، جس میں آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرمایا ہے۔ آسمان وزمین کے پروردگار کی قسم عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت اس سے بالکل زیادہ نہیں جتنا آپ نے ذکر فرمایا ہے۔ آپ نے ہماری جانب جو کچھ ارسال فرمایا، ہم نے اسے پہچان لیا اور ہم نے آپ کے چچا کے بیٹے اور آپ کے اصحاب کو بھی پہچان لیا۔ پس میں شہادت دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول صادق و مصدق ہیں۔ اور میں نے آپ کی بیعت کر لی۔ اور آپ کے چچا کے بیٹے کی بیعت کر لی، اور میں نے اس پر اللہ رب العالمین کی اطاعت کر لی۔

یعنی اسلام قبول کر لیا۔

نجاشی ۹ھ کو فوت ہوا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی موت کی خبر دی گئی۔ تو آپ لوگوں کے ہمراہ جنازہ گاہ میں پہنچے۔ اور آپ نے اس پر غائبانہ نماز (جنازہ) پڑھی، اور چار تکبیریں کہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ وہم ہے۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے اسے رواد نے خلط کر دیا ہے، اور وہ نجاشی جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ نماز (جنازہ) پڑھائی وہ آپ پر ایمان لایا تھا اور آپ کے صحابہ کا اکرام کیا تھا (اس مذکورہ نجاشی) رواد نے اس دوسرے نجاشی کے درمیان فرق نہیں کیا (دوسرا نجاشی) وہ ہے جس کی طرف آپ نے اسلام کی دعوت دیتے ہوئے نام مبارک لکھا تھا۔ یہ الگ الگ ہے۔ صحیح مسلم میں وضاحت سے منقول ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس (نجاشی) کو دعوتِ اسلام کا مکتوب لکھا، یہ وہ نہ تھا جس پر آپ نے نماز جنازہ پڑھی۔

بادشاہِ مصر

مقوس کے نام آنحضرتؐ کا مکتوب

مقوس شاہِ مصر اسکندریہ کے نام آپؐ نے جو نامہ مبارک لکھا ہے :

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 محمدؐ، اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے مقوس قبط کے عظیم بادشاہ
 کے نام۔

سلام علی من اتبع الهدی

اما بعد!

میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام قبول کرو، سلامتی پاؤ گے، اللہ تمہیں
 دگنا اجر دے گا۔ اور اگر تم نے انکار کیا تو قبٹیوں کا گناہ بھی تمہارے ذمہ ہوگا۔ اے
 اہل کتاب! آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو تمہارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یعنی یہ کہ
 ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم اس کے ساتھ شرک نہ کریں۔ اور ہم میں
 سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے، پس اگر پھر جائیں تو کہہ دو
 لوگوں کو گواہ کر کے کہ ہم مسلمان ہیں۔“

آپؐ نے اسے حاطب بن ابی بلتعہ کے ہاتھ یہ نامہ مبارک بھیجا۔ حیب یہ صحابی وہاں
 پہنچے..... انہیں بتایا گیا کہ آپؐ کے قیل یہ ایسا آدمی تھا کہ یہ سمجھتا تھا کہ یہی سب سے بڑا رب ہے۔

لے کر وہ تیرے محکوم اور تابع ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے آخر اور پہلوں کی عبرت کے لیے پکڑ لیا، اس سے انتقام لیا اس لیے اپنے غیر سے عبرت حاصل کرو۔ اور یہ نہ ہو کہ دوسرا تم سے عبرت حاصل کرے۔
مقوقس نے جواب دیا ہمارا ایک دین ہے ہم اسے تب تک نہیں چھوڑ سکتے جب تک کہ اس سے

بہتر دین نہ ہو۔

حاطبؓ نے انہیں جواب دیا، میں تجھے دین اسلام کی دعوت دیتا ہوں کہ اس دین میں اللہ ہی کافی ہے اور اس کے نبیؐ نے لوگوں کو دعوت دی ہے۔ قریش ادران کے دشمن یہود نے ان پر شدت کی ہے ادران کے پڑوسی نصاریٰ نے بھی شدت اختیار کی ہے اور مجھے میری عمر کی قسم، موسیٰ علیہ السلام کی علیٰ علیہ السلام کے متعلق بشارت ایسی ہی تھی جسے علیؓ علیہ السلام کی بشارت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ اور قرآن کی طرف ہماری دعوت ایسی ہی ہے جیسے اہل تورات کو انجیل کی طرف تمہاری دعوت۔ اور جس نبیؐ کو جو قوم ملی دی اس کی امت ہے، اس پر حتیٰ یہ ہے کہ وہ اس کی طاعت کریں، اور تو ان میں سے کہ جس نے اس نبیؐ کو پایا۔ اور ہم تجھے دین مسیح سے روکنے والے نہیں بلکہ ہم تو تجھے ان کا بھی اکرام کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

مقوقس نے جواب دیا، میں نے اس نبیؐ کے معاملہ میں غور کیا ہے نہ تو یہ مکروہ باتوں کا حکم دیتا ہے اور نہ ہی مرغوب باتوں کی ممانعت کرتا ہے اور نہ میں اسے گمراہ جادوگر یا کاذب کا سن سمجھتا ہوں (بلکہ) میں نے اس میں پوشیدہ باتیں اور بھید ظاہر کرنے کے باعث علاماتِ نبوت کو عسوس کیا ہے، اور میں ابھی دیکھوں گا۔

چنانچہ اس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب مبارک اٹھایا اور اسے ساگو ان کی ڈبیر میں ڈال کر اپنی ایک باندی کو دے دیا۔ پھر عربی لکھنے والے کاتب کو بلا یا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ خط لکھوایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد بن عبد اللہ کے نام مقوقس کی جانب سے جو قبط کا عظیم سردار ہے

سلام علیک، اما بعد

میں نے آپؐ کا مکتوب پڑھا، اور جو کچھ آپؐ نے اس میں لکھا اور جس کی آپؐ نے دعوت

دی اسے سمجھا، مجھے معلوم تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے۔ اور میں سمجھتا تھا کہ وہ
 شام میں ظاہر ہوگا۔ اور میں نے آپ کے قاصد کا اکرام کیا ہے اور آپ کی خدمت
 میں دو ایسی بانڈیاں بھیجی ہیں کہ قبضیوں کے نال ان کا ایک بلند مقام ہے، نیز آپ
 کی خدمت میں میں نے ایک لباس بھیجا ہے۔ نیز ایک نجر مدینہ بھیج رہا ہوں، تاکہ آپ
 اسی پر سوار ہوں۔ والسلام علیک۔

اس سے زیادہ کچھ نہ لکھا اور نہ ہی اسلام قبول کیا۔ بانڈیوں کا نام ماریہ اور سیرین تھا اور
 نجر کا نام دلدل تھا جو حضرت معادینہ کے عہد خلافت تک رہا۔

منذربن سادوی کے نام مکتوب رسول

یہودیوں اور مجوسیوں کے لیے جزیہ کا فرمان نبوی

آپ نے منذربن سادوی کو بھی ایک نامہ مبارک لکھا، واقدی نے حضرت عکرمہ کی سند سے بیان کیا ہے وہ بتاتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات کے بعد ان کی کتابوں میں یہ مکتوب دیکھا ہے تو اس میں مذروح تھا: کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علاء بن حضرمی کو منذربن سادوی کی طرف بھیجا، اور ان کے ہاتھ ایک خط بھی بھیجا۔ جس میں آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی تھی۔ منذر نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ جواب بھیجا:-

”اما بعد!

اے اللہ کے رسول میں نے اہل بصرہ کے سامنے آپ کا مکتوب پڑھا۔ ان میں سے بعض نے اسلام کو پسند کیا اور اسے خوب سمجھا اور اس کے حلقہ میں داخل ہو گئے اور بعض نے اسے ناپسند کیا اور مجوسیوں اور یہودیوں سے راضی ہوئے۔ آپ اس باب میں اپنا ارشاد تحریر فرمائیے:-

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ کی جانب سے منذربن سادوی کے نام۔

سلام علیک! میں تیرے سامنے اس اللہ کی حمد کرتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور

میں شہادت دیتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) وان محمداً

عبدہ ورسولہ (اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں) اما بعد:

میں کھتے امتد غزوجل کی یاد دلاتا ہوں کیونکہ جو نصیحت کرتا ہے وہ اپنے لیے نصیحت کرتا ہے۔ اور جو میرے قاصدوں کی اطاعت کرتا ہے اور ان کے احکام کا اتباع کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جس نے انہیں نصیحت کی۔ اس نے میرے لیے نصیحت کی میرے قاصدوں نے تیری تعریف کی ہے اور میں نے تیری قوم میں تیری سفارش کی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دے جس عقیدے پر وہ ایمان لائے ہیں، اور میں نے اہل خطا سے درگزر کر دیا ہے اس لیے ان کا عذر، قبول کر، اور جب تک تو اصلاح پر رہے گا، ہم کھتے معزول نہیں کریں گے اور جو یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے اس پر جزئیہ لازم ہے۔

شاہ عثمان کے نام مکتوب رسول

نامہ بر عمرو بن العاص کے انکشافات و تاثرات

اے شاہ عثمان کو بھی مکتوب لکھا، اور اسے عمرو بن عاص کے ہاتھ بھیجا، (وہ مکتوب یہ تھا)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد بن عبد اللہ کی جانب سے جسیر اور عبد انبی جلدی کے نام۔

سلاہ علی من اتبع الهدی۔

اما بعد!

میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ تم دونوں مسلمان ہو جاؤ، سلامتی پاؤ گے کیونکہ میں تمام لوگوں کی جانب رسول ہوں۔ تاکہ جو زندہ ہیں انہیں خدا سے ڈراؤں اور کافروں پر حجت نافذ کر دوں۔ اسی لیے اگر تم دونوں نے اسلام کا اقرار کر لیا تو میں تم کو حاکم بنا دوں گا اور اگر تم نے اسلام کے اقرار سے انکار کر دیا تو (یاد رکھو) کہ تمہارا ملک تم سے چھیننے والا ہے اور لشکر تمہارے مقابلے میں آنے والا ہے اور میری نبوت تمہارے ملک پر غالب آنے والی ہے۔

اس خط کو ابی بن کعب نے لکھا اور مکتوب پر مہر نبوی لگا دیا۔

حضرت عمرو بن زینب نے کہا اور عثمان پہنچا۔ جب وہاں گیا تو میں عبد کے پاس گیا، یہ نسبتاً خلیق اور نرم مزاج تھا اسے بتایا کہ تمہاری اور تمہارے بھائی کی طرف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد بن کر آیا ہوں۔

وہ کہنے لگا، میرا بھائی عمر اور ملک میں مجھ سے بڑا ہے۔ میں تجھے اسی کے پاس پہنچا دیتا ہوں،

یہاں تک کہ وہ مکتوب پڑھ لے۔ پھر کہنے لگا تم کس بات کی دعوت دیتے ہو؟ میں نے جواب دیا، میں تجھے اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں، جو یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ تو اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے۔ نیز تو اس بات کی شہادت دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ وہ کہنے لگا، اے عمرو! تو اپنی قوم کے سردار کا بیٹا ہے، بتا پیرے والد نے کیا کیا؟ کیونکہ اس میں ہمارے لیے رہنمائی ہے۔

میں نے کہا، وہ مر گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا۔ حالانکہ میری خواہش تھی کہ وہ اسلام قبول کر لیتا۔ اور آپ کی تصدیق کر لیتا۔ شروع شروع میں میں بھی اس کا ہم خیال تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔

وہ کہنے لگا، تم نے کب اتباع رسول اللہ کیا؟

میں نے کہا، کچھ زیادہ مدت نہیں گزری تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔

اس نے پوچھا تم نے کہاں اسلام قبول کیا تھا؟

میں نے کہا، نجاشی کے ہاں۔ اور ساتھ ہی میں نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ نجاشی بھی مسلمان ہو چکا ہے۔

اس نے پوچھا پھر اس کی قوم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

میں نے کہا۔ انہوں نے اسے برقرار رکھا اور اس کی اتباع کی۔

وہ کہنے لگا، اور پادریوں اور راہبوں نے بھی اس کا اتباع کیا؟ میں نے کہا، ہاں! وہ کہنے لگا،

اے عمرو، تم کیا کہہ رہے ہو، کسی آدمی کے لیے جھوٹ بولنے سے زیادہ کوئی رسوا کن بات نہیں۔

میں نے جواب دیا، جو کچھ میں نے کہا بالکل سچ ہے، اور جھوٹ بولنا ہم اپنے دہن میں جائز بھی

نہیں سمجھتے۔

پھر اس نے پوچھا، میں نہیں سمجھتا کہ ہر قتل کو نجاشی کے مسلمان ہونے کی خبر ملی ہو۔

میں نے کہا، کیوں نہیں (اسے بھی خبر ہے)۔

اس نے پوچھا، تمہیں اس کا کیسے علم ہو؟

میں نے کہا، نجاشی اسے خراج دیا کرتا تھا۔ جب وہ اسلام لے آیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق

کی تو اس نے (ہر قتل) سے کہا، اللہ کی قسم اگر تو مجھ سے ایک درہم بھی مانگے گا تو میں نہ دوں گا۔ ہر قتل کو

اس کی اس بات کی خبر ملی، تو اس کے بھائی نیاق نے اس سے کہا، کیا تم ایک غلام کو چھوڑے دے رہے ہو، حالانکہ وہ تمہیں خراج نہیں دیتا اور تمہارے دین کی بجائے ایک نیا دین اس نے اختیار کر لیا ہے؟

ہرقل نے جواب دیا:

ایک آدمی نے ایک (نئے) دین کو پسند کیا ہے۔ اور اسے اختیار کر لیا ہے۔ میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ اللہ کی قسم اگر مجھے اپنی بادشاہی کا لاپچ نہ ہونا، تو میں بھی اسی طرح کرتا جیسا اس نے کیا ہے۔ وہ کہنے لگا، اے عمرؤ! خیال کر لو کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا، اللہ کی قسم میں نے صحیح کہا ہے، عبد نے کہا، اچھا مجھے بتاؤ، تمہارا نبی کس بات کا حکم دیتا ہے؟ اور کس بات سے منع کرتا ہے؟

میں نے جواب دیا، وہ اللہ عزوجل کی طاعت کا حکم دیتا ہے اور اس کی نافرمانی سے منع کرتا ہے نیز نکی کرنے اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور ظلم و زیادتی، زنا، شراب اور پھترا، بت اور صلیب کی پرستش سے روکتا ہے۔

وہ کہنے لگا، کتنی اچھی باتیں ہیں جن کی طرف وہ دعوت دیتا ہے۔ کاش میرا بھائی میری بات مان لے۔ پھر ہم دونوں سوار ہو کر جائیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پر ایمان لے آئیں اور ان کی تصدیق کر لیں، لیکن میرا بھائی حکومت کا بڑا حریف ہے اور اسے چھوڑ نہیں سکتا اس طرح وہ مجرم بن جائے گا۔

میں نے کہا، اگر وہ مسلمان ہو گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی قوم پر حاکم بنا دیں گے اور وہ اغنیاء سے صدقہ لے کر اپنی ہی قوم کے فقرا پر تقسیم کر دے گا۔

اس نے جواب دیا، یہ تو بہترین خلق ہے پھر اس نے پوچھا، صدقہ کیا ہوتا ہے؟ میں نے اسے وہ بتایا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اموال میں سے صدقات کے بارے میں فرمایا تھا۔ آخر میں اونٹوں تک پہنچا۔

وہ کہنے لگا، اے عمرؤ! کیا ہمارے ان مویشیوں کا صدقہ لیا جائے گا، جو سارا سال درخت چرتے ہیں اور چشموں سے پانی پیتے ہیں؟

میں نے کہا، ہاں، ضرور لیا جائے گا۔

وہ کہنے لگا، اللہ کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ میری قوم درود و رسکوت رکھنے اور کثیر تعداد میں مویشیوں کے رکھنے کی وجہ سے اس کا صدقہ بھی ادا کرے۔

عمر کہتے ہیں، میں اس کے پاس چند روز ٹھہرا رہا۔ اور وہ اپنے بھائی کے پاس جاتا، اور اسے میرے متعلق تمام باتیں بتاتا۔ پھر ایک دن اس نے مجھے بلا بھیجا۔ میں اس کے پاس گیا تو اس کے احوال، مددگاروں نے میرا بازو پکڑ لیا۔ وہ کہنے لگا اسے چھوڑ دو، لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ چنانچہ میں بیٹھنے لگا۔ انھوں نے مجھے بیٹھنے سے روک دیا۔ میں نے اس کی جانب دیکھا، تو وہ کہنے لگا، اپنی ضرورت بیان کرو۔ میں نے اس کو ہرزوہ مکتوب دیا، اس نے ہر توڑی اور اسے آخر تک پڑھا، پھر اپنے بھائی کو دیا، اس نے بھی اسے اسی طرح پڑھا، ہاں البتہ میں نے محسوس کیا کہ اس کا بھائی اس کی نسبت زیادہ رقیق القلب تھا۔ اس نے پوچھا کیا تم بتا سکتے ہو اہل قریش نے اس کے ساتھ کیا کیا؟

میں نے کہا، انھوں نے ان کا اتباع کر لیا ہے، یا تو رغبت سے یا تلوار سے مغلوب ہو کر۔

وہ کہنے لگا، اس کے ساتھ کون لوگ ہیں؟ میں نے کہا، لوگوں نے اسلام و رغبت سے اختیار کر لیا ہے

اور آپ کو اختیار کر لیا ہے اور اللہ کی عطا کردہ عقل و فہم کے ساتھ پہچان لیا ہے کہ (اس سے قبل) وہ گمراہی پر تھے۔ پس میں نہیں جانتا کہ تیرے سوا کوئی باقی رہ گیا ہو۔ اور اگر تم آج اسلام نہ لاؤ گے اور ان کا اتباع نہ کرو گے تو (اسلامی) لشکر تمہیں مغلوب کر لے گا، اور تمہارے سبزہ زاروں کو پامال کر کے رکھ دے گا پس بہتر یہ ہے کہ اسلام قبول کرو، سلامتی پاؤ گے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں تمہاری قوم پر حاکم مقرر فرما دیں گے اور تم پر سوار اور پیادہ فوج کبھی حملہ بھی نہ کرے گی۔

وہ کہنے لگا، آج مجھے سوچ لینے دو، اور کل صبح میرے پاس آنا۔

میں اس کے بھائی کے پاس لوٹ آیا، اس نے کہا، اے عمر و مجھے امید ہے کہ اگر اس نے حکومت کا لالچ نہ کیا، تو وہ مسلمان ہو جائے گا، آخر جب صبح ہوئی تو میں اس کے پاس آیا۔ اس نے مجھے حاضر ہونے کی اجازت نہ دی۔ میں دوبارہ اس کے بھائی کے پاس گیا، اور اسے خبر دی، کہ میں اس کے پاس نہیں پہنچ سکا، اس لیے مجھے وہاں پہنچا دو، اس نے جواب دیا، میں نے تمہاری دعوت پر غور کیا ہے، اور میں عرب لوگوں میں سب سے زیادہ کمزور ہوں۔ اگر میں اپنے مقبوضہ ملک پر کسی کو نائب مقرر کروں تو اس کے لشکر مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور اگر پہنچ بھی گئے تو اسی جنگ سے سامنا ہوگا کہ اس سے قبل ایسی لڑائی نہ دیکھی ہوگی، میں نے جواب دیا، اچھا میں کل واپس چلا جاؤں گا، جب اسے میرے جانے کا یقین ہو گیا، تو اس نے اپنے بھائی سے خلوت میں باتیں کیں اور کہنے لگا، جن جن پر وہ غالب آچکے ہیں ہم ان کے برابر بھی نہیں، اور

جس جس کی طرف انہوں نے مکتوب مبارک بھیجے سب نے اتباع کر لیا ہے۔
 آخر صبح ہوئی تو مجھے بلا بھیجا، اس نے اداس کے کھائی دونوں نے اسلام قبول کر لیا اور نبی اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ اور مجھے صدقہ وصول کرنے اور اس (قوم) میں حکم (اسلامی) نافذ
 کرنے کی اجازت دی اور جس نے بھی میری مخالفت کی، ان دونوں نے اس کے خلاف مجھ سے تعادل کیا۔

پیامہ کے حاکم

ہوڈہ کے نام رسالت پائی صلی اللہ علیہ وسلم کا خط

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیامہ کے حاکم ہوڈہ بن علی کو مکتوب لکھا اور سلیط بن عمرو عامری کے ہاتھ روانہ فرمایا: (مکتوب یہ تھا)

”بسم اللہ الرحمن الرحیم“

محمد الرسول اللہ کی جانب سے ہوڈہ بن علی کے نام،

سلام علی من اتبع الهدی

یاد رکھو، کہ میرا دین عنقریب دور و نزدیک تک غالب آنے والا ہے، اس لیے اسلام قبول کرو، سلامتی پاؤ گے، اسلام قبول کر لو گے تو تمہارا مقبوضہ ملک تمہارے قبضہ و تسلط میں رہے گا۔“

جب سلیط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی لے کر ہوڈہ کے پاس پہنچے تو یہ مکتوب اسے دے دیا، اس نے انہیں اعزاز و اکرام سے کھٹھرایا۔ اور مکتوب پڑھوایا، اس کے بعد جو جواب دیا، وہ گوا قرار نہ تھا، مگر انکار بھی نہ تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے جواب میں لکھا:

”کس قدر اچھی بات ہے، جس کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں اور عرب لوگ میرے مرتبہ سے بہت زدہ ہیں، اس لیے کچھ باتیں میری بھی مان لیجئے تو میں آپ کا اتباع کروں گا۔“

پھر حضرت سلیط کو اس نے انعام دیا، اور بھر کی پٹاس کا کپڑا دیا جو اس زمانہ میں عمدہ مانا جاتا تھا)

وہ یہ تمام چیزیں لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو گئے۔ اور آپ کو اطلاع دی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خط پڑھا۔ اور فرمایا، اگر وہ مجھ سے ایک باشت بھرز میں بھی طلب کرے گا تو میں نہیں دوں گا۔ جو کچھ اس کے قبضہ میں ہے۔ وہ جانے والا ہے جانے والا ہے۔

چنانچہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے فارغ ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور بتایا کہ ہوذہ مر گیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پیامہ میں ایک کذاب نکلے گا جو نبوت کا (جھوٹا) دعوئے کرے گا اور اسے میرے بعد قتل کر دیا جائے گا۔

ایک کہنے والے نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اسے کون قتل کرے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو اور تیرے ساتھ ہی (اسے قتل کریں گے) چنانچہ ایسا ہی ہوا، واقعی فرماتے ہیں کہ دمشق کا ارکون جو نصاریٰ کا ایک بڑا آدمی تھا۔ یہ ہوذہ کے پاس تھا۔ اس نے ہوذہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا میرے پاس ان کا مکتوب آیا ہے (جس میں) انہوں نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔ میں نے اسے قبول نہیں کیا۔

ارکون نے پوچھا، تو نے کیوں قبول نہیں کیا؟ اس نے کہا کہ مجھے اپنے دین کا لالچ ہوا، نیز میں اپنی قوم کا حکمران ہوں۔ اور اگر میں اس کا اتباع کرتا تو بادشاہ نہ رہتا۔ اس نے جواب دیا نہیں اگر تو ان کا اتباع کرتا تو وہ ضرور تجھی کو حاکم بنا دیتے۔ اس لیے تیرے لیے ان کے اتباع میں ہی بھلائی ہے۔ اور درحقیقت وہ نبیؐ عربی ہے، جس کی عیسیٰ بن مریم نے نبیارت دی ہے اور ان کا نام ہمارے ہاں انجیل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحریر ہے۔

حارث بن ابی شمر غسانی کے نام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک

یہ دمشق میں تھا، چنانچہ آپ نے شجاع بن وہب کے ہاتھ حدیبیہ سے واپسی پر ایک مکتوب مبارک اس کے نام بھیجا جو یہ ہے :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ کی جانب سے حارث بن ابی شمر کے نام۔

سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اَتْبَعَ الْهُدٰی اِسْیٰ دَا اِسْیٰ پْرَسَلَامَتًا مَّوْجُوْبَاتٍ كَا اِتْبَاعِ كَرَسِ
اور اللہ پر ایمان لائے۔ اس کی تصدیق کرے۔ حارث میں تجھے اس بات کی طرف دعوت
دیتا ہوں کہ تو اللہ پر ایمان لے آئے جو کیا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ تیرا ملک باقی
رہے گا۔“

طہ نپ نپوئی

ہم نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے معازی - سیر - نبضات - سراپا، رسائل اور مکاتیب وغیرہ سے متعلق گزشتہ صفحات میں آپ کی سنت طیبہ پر روشنی ڈالی ہے۔ اب ہم طب کے متعلق آپ کی سنت طیبہ کا ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے کیا کہا (کیا کیا طریقے اختیار فرمائے۔ اپنے اور دوسروں کے لیے کیا کیا علاج بیان فرمائے۔ ہم اس میں اس حکمت کا تذکرہ کریں گے کہ جس تک پہنچنے میں اطباء عاجز آچکے ہیں کیونکہ اطباء کے مقابلہ میں آپ کی طب معجزات پر مشتمل ہے۔ ہم اللہ سے استعانت کرتے ہوئے اسی سے قوت و توفیق کے طالب ہیں۔

مرض کی دو قسمیں ہوتی ہیں :

قلب کے امراض اور بدن کے امراض۔

یہ دونوں امراض قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

امراض قلب کی بھی دو قسمیں ہیں، امراض شکوک و شبہات اور امراض شہوت و بہتان

(سکرشی) ان دونوں کا بھی قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے۔

علاج بدن

اس کے اقسام اور انواع کا بیان

علاج بدن کے قواعد تین ہیں۔

(۱) حفاظتِ صحت

(۲) مرض سے تحفظ

(۳) موادِ ناسد کا استفراغ

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان تینوں کا ان مقامات پر تذکرہ فرمایا۔ آیتِ روزہ میں فرمایا

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ

اس آیت میں مریض کے لیے عذرِ مرض اور مسافر کے لیے اپنی صحت اور قوت کی طلب کی خاطر افطار

کرنے کی اجازت دے دی تاکہ روزہ سفر میں کثرتِ حرکت اور موجباتِ تکلیف کی وجہ سے اور بدل یا تھکنے

کے معدوم ہونے کے باعث ضررِ رساں نہ بن جائے۔

اور قوت و صحت کی حفاظت کی وجہ سے مسافر کو اجازتِ افطار مرحمت فرمائی ہے۔ حج کی آیت

میں فرمایا:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهٖ اِذٰی مِنْ دَاسِهٖ فَعِدَّةٌ مِنْ سِیَامِ

اَوْ صِدْقَةٍ اَوْ نَسْكَ

اس آیت میں مریض کو اور اسے جس کے سر میں جوئیں پڑ جائیں یا غارش ہو جائے یا کوئی اور تکلیف

ہو جائے۔ اجازت دی کہ وہ حالتِ احرام میں سر منڈوالے تاکہ ناسد مادوں سے استفراغ حاصل ہو جائے

جن کے بالوں کی جڑوں میں مریت کرنے کی وجہ مرض پیدا ہوا ہے، جب سر منڈوائے گا، تو مسام کھل جائیں گے، اور یہ فاسد مادے ان مسامات کے کھل جانے کی وجہ سے نکل جائیں گے۔ اسی استفراغ پر تمام ان استفراغات کو قیاس کیا جاسکتا ہے جن کے رک جانے کے باعث تکلیف و گزند پہنچتا ہے۔

رہ تحفظِ (مرض) تو اللہ تعالیٰ نے وضو کی آیت میں فرمایا:

وان كنتم مرضى او على سفر او جاء احد منكم من الغائط او لامستم النساء

فلم تجدوا ماء فتميموا صعيداً طيباً

اس آیت میں مریض کو اجازت دی ہے کہ اپنے جسم کو امراض سے بچانے کے لیے پانی کی بجائے مٹی کے تيمم کی طرف منتقل ہو جائے۔ تمام داخلی یا خارجی مضرات سے تحفظ کے سلسلہ میں یہ آیت انتباہ کرتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو طب کے تین اصولوں پر آگاہی بخشی جو تمام قواعدِ (حفظانِ صحت) کے مرکزی اصول ہیں۔

اس سلسلہ میں ہم اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ کا تذکرہ کرتے ہیں اور ہم اس بات کی وضاحت کریں گے کہ اس معاملہ میں آپ کی سنتِ طیبہ اکلِ بدایت ہے۔

رہی طلبِ قلوب، تو یہ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے مسلم طور پر منسوب ہے اور ان کے بغیر اور ان کے دستِ کرم سے بے نیاز ہو کر اس کے حصول کا سرے سے امکان ہی نہیں۔

علاج بدن کے اقسام و طرق

مفرد اور مرکب ادویہ کے استعمال کے فوائد پر ایک نظر

علاج بدن کی دو اقسام ہیں :

اللہ تعالیٰ نے تمام حیواناتِ ناطقہ و بہائم کو اپنی دو میں منقسم فرمایا ہے :

ایک قسم ایسی ہے جس کے علاج کے لیے کسی طبیب کی ضرورت نہیں جیسے بھوک پیاسی ۔ سردی ،

تھکاوٹ وغیرہ کا علاج ۔ دوسرے وہ جس میں تال اور غور و فکر کی ضرورت ہے جیسے وہ امراض جو مزاج

اصل کے اعتدال سے خارج ہوجانے کے باعث پیدا ہوتے ہیں ۔ حرارت یا برودت یا یوست یا رطوبت

یا کسی دو کے مرکب ہونے کی صورت میں (بدن) غیر معتدل صورت اختیار کر لیتا ہے ۔

ان کے دو انواع ہیں یا مادی ہوتے ہیں یا کیفی یعنی یا تو کسی مادہ کے انصباب کے باعث یہ امراض

پیدا ہوتے ہیں یا کسی کیفیت کی وجہ سے ان کا ظہور ہوتا ہے ۔ اور تم دیکھو گے کہ اللہ کے فضل و کرم اور

اس کے نصرت سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ میں ان تمام امراض کا شافی اور

مکمل علاج ملتا ہے ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ یہ تھی کہ آپ اپنا اور اپنے اہل و عیال اور صحابہؓ کا معاملہ

فرمایا کرتے بلکہ آپ کی سنتِ طیبہ یہ نہیں کہ قرابادنیوں کی طرح مرکب ادویہ کا استعمال فرماتے بلکہ آپ

کی زیادہ تر ادویہ مفردات پر مشتمل تھیں اور گاہے گاہے مفرد دوا کے ساتھ کسی معادن یا مصلح دوا کا اضافہ

فرمادیتے ۔ اور یہ معاملہ عربوں ، ترکوں اور تمام اہل دیہات ، غرض مختلف اقوام میں مختلف ہوتا ہے ، اور

تجربہ کار و اطباء جو کثرت کے ساتھ مفردات سے معالجہ کرتے ہیں ۔ وہ اسے خوب سمجھتے ہیں اور ان

تینوں طبوں میں فرق بھی ہے ۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ ادویہ بھی غذا کی جنس سے ہوتی ہیں تو ایسی قوم یا جماعت

جن کی اغذیہ مفردات پر مشتمل ہوں۔ ان کے امراض بھی کم ہوتے ہیں اور ان کا معالجہ بھی مفردات سے ہی دست ہوگا۔ اور شہر والوں پر مرکب غذاؤں کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ لوگ مرکب دواؤں کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اہل شہر کے امراض زیادہ تر مرکب ہوتے ہیں۔ اکیلا وہ سے انہیں مرکب دوائیں زیادہ نفع دیتی ہیں، اور اہل دیہات اور صحرائی لوگوں کی اغذیہ مفرد ہوتی ہیں اسی لیے انہیں مفرد دوائیں مفید ہوتی ہیں۔

اس علاج کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اسی طرح ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کے پاس دیگر علوم بذریعہ وحی آتے ہیں، بلکہ یہاں تو وہ وہ ادویہ ملتی ہیں کہ جن کی شفا دہی کی تاثیرات کی جانب بڑے بڑے حکماء کا ذہن نہ جاسکا۔ اور ان کے علوم و تجارب کی رسائی بھی نہ ہو سکی۔ ادویہ قلبیہ اور روحانیہ میں قوت قلب، اعتماد علی اللہ، توکل علی اللہ۔ اس کی طرف رجوع و انابت اس کے سامنے عجز و نیاز اور تذلل و انکساری۔ صدقہ۔ دعا، توبہ و استغفار، مخلوق پر احسان اور مصائب زدگی کی مدد اور نصرت، یہ تمام ادویہ ایسی ہیں کہ مختلف ادیان اور مختلف ملل کے حامیوں نے بھی انہیں بار بار آزمایا اور شفا کا ملہ حاصل کی جس کی طرف ان کے بڑے بڑے دانش ور وں کا ذہن نہ جاسکا، اور نہ ان کے تجربات اور قیاسات نے ان کی رہنمائی کی۔ ہم نے انہیں بار بار آزمایا۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ ان سے وہ کام سر انجام پاسکتے ہیں کہ مادی ادویہ سے کبھی اس قدر زیادہ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اور ہم عنقریب اس بات کا سبب بیان کریں گے کہ جس شخص کو سانپ نے ڈس لیا یا ناتجہ پڑھنے سے کیونکر آرام حاصل ہوا اور خود آری وہ اٹھ کھڑا ہوا، گویا اسے کوئی مرصہ ہی نہ تھا۔

طب نبوی میں ہر دو اقسام کی ادویہ ملتی ہیں۔ ہم اپنی استطاعت کے مطابق اپنے کم علم، اور فقدان معرفت اور سرمایہ علم کی شدید کمی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے ان دونوں انواع پر بحث کریں گے۔ اللہ عزوجل ہی سے تمام خیر اور کھلائی کے طالب ہیں اور اس کے فضل کے سوا ہی نہیں۔ کیونکہ وہ غالب اور از حد عطا کرنے والا ہے۔

ہر مرض کا علاج موجود ہے

لا علاج مرض صرف موت ہے

صحیح مسلم میں حدیث ابو زبیرؓ سے جو انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ہر مرض کی دوا ہے۔ جب بھی مرض کی (درست) دوا مل جاتی ہے۔ تو اللہ عزوجل کے اذن سے صحت ہو جاتی ہے،

صحیحین میں حضرت عطاء سے منقول ہے کہ انہیں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ملی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا مرض نازل نہیں کیا جس کی دوا بھی نازل نہ کی گئی ہو۔

اور مسند امام احمدؒ میں فرما دین علاقہ رد کی حدیث مروی ہے۔ انہوں نے اسامہ بن شریک سے روایت کیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ چند اعراب (دیہاتی) آئے۔

انہوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول۔ کیا ہم علاج کریں؟
 آپؐ نے فرمایا: ہاں! اے اللہ کے بندو۔ دوا استعمال کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرض کے سوا تمام امراض کا علاج بھی اتارا ہے۔
 انہوں نے عرض کیا، وہ دایک مرض کیا ہے؟
 آپؐ نے فرمایا: موت!

ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا مرض نازل نہیں کیا جس کی

دعا نادل نہ کی ہو۔ جسے سکھا دی وہ جان گیا۔ اور جسے جاہل رکھا۔ وہ جاہل رہا۔
سند اور سنن میں ابو خزائمہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول
یہ جو جھاڑ پھونک کر داتے ہیں، یا دوا استعمال کرتے یا پرہیز کرتے ہیں کیا آپ سمجھتے ہیں
کہ ان سے اللہ کی کچھ تقدیر بھی رو ہو سکتی ہے؟

آپ نے فرمایا، یہ (علاج وغیرہ) بھی اللہ کی تقدیر میں داخل ہے اور وہ احادیث جن
میں علاج کا حکم ملتا ہے۔ توکل کے منافی نہیں ہیں، جیسے بھوک، پیاس، حرارت اور
سر دی کے موقع پر امداد سے علاج کرنا توکل کے منافی ہیں، نیز اس سے ان لوگوں کا رد
میں ملتا ہے، جو علاج کا انکار کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں۔ کہ اگر شفا مقدر میں ہے
تو پھر علاج سے کچھ فائدہ نہیں۔ اور اگر شفاء مقدر میں نہیں تو بھی علاج سے کیا فائدہ؟
کیونکہ مرض تو اللہ کی قدر کے مطابق آتا ہے، اور اللہ کی قدر نہ ہٹائی جاسکتی ہے۔ اور
رٹائی جاسکتی ہے۔ یہی سوال ابراہان نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش
کیا تھا۔ کیا صحابہؓ تو اللہ اور اس کی حکمتوں اور اس کی صفات سے خوب سے واقف
تھے وہ کس طرح ایسا سوال کر سکتے تھے؟ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں
بہت شافی اور کافی جواب دیا۔ اور فرمایا۔ علاج۔ جھاڑ پھونک اور پرہیز بھی اللہ کی
قدر میں سے ہے۔ کوئی چیز بھی اس کی قدر سے خالی نہیں۔ گویا اس کی قدر اس کی قدر
سے ہٹ رہی ہے، اور شفا یا بی بھی درحقیقت اس کی قدر ہی ہے۔ اس لیے اس کی
قدر سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں، اور یہ اسی طرح ہے جیسے بھوک، پیاس، حرارت
اور سر دی کی قدر جسے امداد سے ہٹایا جاتا ہے۔ یا دشمن کی قدر کہ اس کے مقابلہ میں
جہاد کر کے اسے ہٹایا جاتا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے اور ہمارے آباء و اجداد نے
مشرک نہیں کیا۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے بڑے اس کے سوا دوسروں کی عبادت
نہ کرتے۔ یہ بات احنوف (مشرکین) نے اس لیے کہی۔ تاکہ انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں
اللہ کی دلیل اور حجت کو کاٹ دیں۔ اور اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تیسری قسم بھی باقی
ہے جس کا ابھی تک تذکرہ نہیں ہوا۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سبب کے باعث ایسے ایسے

مقدرات پیدا کر رکھے ہیں کہ اگر تم نے سبب کو پیدا کر دیا تو سبب (نتیجہ) بھی موجود ہوگا۔
 ورنہ نہیں۔ اور اگر وہ یہ اعتراض کرے۔ کہ اگر اس نے سبب مقدر کر رکھا ہے تو میں اسے
 رد کر ڈالوں گا۔ اور اگر مقدر نہیں کیا۔ تو میں اس کے فعل پر قادر ہی نہ ہو سکوں گا۔ اب آپ
 خود ہی سوچیں۔ کہ کیا آپ اپنے لڑکے۔ غلام یا مزدور کا یہ استدلال قبول کر لیں گے۔ جب
 آپ انہیں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیں۔ اور وہ آپ کے حکم کی مخالفت کرے۔
 اگر آپ قبول کر لیں گے۔ تو جو آپ پر ظلم کرے اور آپ کا مال لوٹ لے۔ آپ کی عزت برباد
 کر دے۔ اور آپ کے حقوق پامال کر دے اس کی شکایت نہ کیجئے۔ اور آپ قبول نہیں کر سکتے
 تو اللہ کے حقوق کو آپ کس طرح ہٹا سکتے ہیں جو آپ کے ذمہ لازم ہیں۔

اور امراض بدن بھی امراض قلب کی طرح ہیں۔ اللہ نے کوئی مرض قلب ایسا نازل نہیں
 فرمایا جس کی دوا نازل نہ کی ہو۔ اگر مرعین اسے جان لے اور اسے استعمال کر لے۔ اور وہ علاج
 قلب کے مرض کا درست علاج ہو تو مرعین ضرور اللہ کے اذن سے صحت یاب ہو جائے گا۔

بسیار خوری اور کم خوری

آپ کی سنت طیبہ اور متوازن طریق کار

مسند وغیرہ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: آدمی نے پیٹ سے زیادہ برتن کبھی پُر نہیں کیا۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں، جن سے ان کی کمر سیدھی رہے۔ اگر ضروری (زیادہ) کھانا ہو، تو پھر تیسرا حصہ کھانا چاہئے اور تیسرا حصہ پینے کے لیے وقف ہے۔ اور تیسرا حصہ سانس لینے کے لیے،!

امراض کی دو انواع ہیں | امراض مادی جو بدن میں افراطِ مادہ کے باعث پیدا ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ طبعی افعال پر بھی مضر اثرات ڈالتے ہیں۔ اکثر

یہی امراض پائے جاتے ہیں۔ اور ان کا سبب ہضمِ اول سے قبل ہی مزید کھانا۔ اور بدن کی احتیاج سے کہیں زیادہ مقدار میں کھالینا اور ایسی غذائیں کھانا ہے۔ جن میں فائدہ کم اور دیر سے ہضم ہونے والی ہوں اور مختلف انواع و اقسام و تراکیب کی اغذیہ کا کثرت استعمال چنانچہ جب انسان ان اغذیہ سے پیٹ بھرتا رہتا ہے، اور دپر خوری کا عادی ہو جاتا ہے تو اسے کئی قسم کی مزمن اور عادی امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ غذا میں اعتدالی قائم رکھے۔ اور بقدر حاجت ہی کھانا کھائے جو مقدار اور کیفیت کے لحاظ سے مناسب ہو۔ تو پر خوری کی نسبت اس حالت میں بدن کو زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

غذا کے تین درجات ہیں۔ ۱، درجہ ضرورت۔ ۲، درجہ کفایت۔ ۳، درجہ زائد۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ آدمی کو چند لقمے کافی ہیں۔ جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھ سکیں۔ یعنی اس کی قوت نامل نہ ہو۔ اور وہ کمزور نہ پڑ جائے اور اگر اس سے

تجاوز ہی کرنا ہو۔ تو گنہگار کا تیسرا حصہ کھائے۔ تیسرا حصہ پینے اور تیسرا حصہ مانس لینے کے لیے چھوڑ دے۔

یہ صورت جسم و قلب دونوں کے لیے زیادہ فائدہ بخش ہے کیونکہ معدہ کھانے سے پُر ہوگا تو پانی پینے میں تکلیف ہوگی۔ اور جب پانی بھی اس پر ڈال دیا جائے گا۔ تو مانس میں تنگی محسوس ہوگی۔ اور اسے کرب اور تکان محسوس ہونے لگے گی اور اس کا پیٹ ایک وزنی بوجھ اٹھانے والا بن جائے گا۔ جس سے قلبی پریشانی اور عبادات کے سلسلہ میں جسمانی سستی لازم آئے گی، اور سیر ہونے کا لازمہ شہوات کی صورت میں بھی ظاہر ہوگا۔ الغرض معدہ کو پُر کرنا قلب حد جسم دونوں کے لیے مضر ہے۔ لیکن یہ صورت اس وقت ہوگی، جب اکثر و بیشتر اس کا عادی ہو۔ اور گاہے گاہے ایسا کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ حضرت ابو حریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اس قدر دودھ پیا کہ آخر کہہ اٹھے۔ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اب مجھے اس دودھ کے لیے کوئی جگہ نہیں ملتی۔ اور حضرات صحابہؓ نے بھی بار بار نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔

قسم اول یعنی ادویہ طبعیہ سے معالجات

بتی کے علاج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طبعیہ | ثابت ہے۔ انہیں حضرت ابن عمرؓ سے صحیحین میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے

سے روایت ملی۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بخاری شدت بخار جہنم کی پھنکار ہے۔ اس لیے اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔

اس روایت میں آپ کا فرمان! "پانی" تو اس میں دو قول ملتے ہیں۔ ایک عام

پانی۔ یہی صحیح طور پر مراد ہے۔ اور دوسرے زمزم کا پانی۔ اس کے ماننے والوں نے

صحیح بخاری کی اس روایت سے استدلال کیا۔ کہ ابو حیرة نقر بن عمران صنبی سے مروی ہے

کہ میں مکہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا کہ مجھے بخار ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا!

اسے زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کرو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ بخار جہنم کی لپیٹ میں سے ہو اسے پانی سے ٹھنڈا کر دیا۔ فرمایا زمزم کے پانی سے (ٹھنڈا کرو) راوی کو اس میں شک ہے۔ اور اگر اس میں تیقن بھی ہو، تو بھی یہ حکم اہل مکہ کے لیے ہوگا۔ کیونکہ انہی کو آسانی سے زمزم کا پانی مہیا ہو سکتا ہے۔ اور دوسرے لوگوں کے لیے عام پانی کا حکم ہوگا۔ جو ان کے ہاں بہ آسانی دستیاب ہوتا ہے۔

اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے کہ بخار جہنم کی لپیٹ میں سے ہے۔ اس لیے اسے ٹھنڈے پانی سے دور کرو،

اور مسند وغیرہ میں حدیث حسن مروی ہے۔ انہیں سمرقند سے مروی روایت ملی کہ بخار آگ کا ایک حصہ ہے، اس لیے اسے ٹھنڈے پانی سے ٹھنڈا کرو۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بخار ہو جاتا۔ تو آپ پانی کا ایک مشکیزہ منگواتے، اور اسے اپنے سر پر اندھیل لیتے۔ اور غسل فرماتے۔

اور سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بخار کا ذکر کیا تو ایک آدمی نے بخار کو گالی دی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے گالی مت دو۔ کیونکہ یہ گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے، جیسے آگ لوہے کے میل کو کھا جاتی ہے۔ پس بخار جسم اور قلب کے لیے مفید ہے اور اس میں وجہ ہے۔ اس لیے اسے گالی دینا ظلم اور زیادتی ہے۔

اور ایک حدیث میں مروی ہے۔ کہ ایک دن کا بخار ایک سال کے دگنا ہوں، کا کفارہ ہوتا ہے۔ اور اس میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ بخار تمام اعضاء اور مفاصل میں داخل ہو جاتا ہے، اور ان کی تعداد تین سو ساٹھ ہے۔ تو گویا ہر مفصل (جوڑ) کے ایک دن کے گناہ کے برابر معافی ملتی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ تمام بدن میں اس طرح اثر کرتا ہے کہ اس کے اثرات ایک سال تک نائل نہیں ہوتے۔ جیسے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان! کہ جو شراب پئے۔ اس کی چالیس روز تک نماز قبول نہ ہوگی! کیونکہ بندے کے پیٹ۔ عروق اور اعضاء میں چالیس روز تک اس کے اثرات باقی رہیں گے۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بخار سے زیادہ کوئی مرض محبوب نہیں۔ کیونکہ وہ میرے تمام اعضا میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر عضو کو اس کے صلہ میں اجر دیتا ہے۔

اور جامع ترمذیؒ میں حضرت رافع بن خدیج سے مرفوع حدیث مروی ہے۔ کہ جب تم میں سے کسی کو بخار آئے۔ اور بخار چونکہ آگ کا ٹکڑا ہے، اس لیے اسے ٹھنڈے پانی سے بھجائے اور جاری نہر کی طرت چلا جائے۔ اور فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے پانی کی آمد کی طرت رخص کرے۔ اور یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ وَصَدَقَ رَسُوْلَكَ۔

پھر تین بار تین روز تک اسی میں غوطہ لگائے۔ اگر محتیب ہو جائے۔ تو ٹھیک ورنہ پانچ روز، اور اگر ٹھیک نہ ہو تو سات روز اللہ کے اذن سے بخار سات روز سے تجاوز نہ کرے گا۔

میں کہتا ہوں۔ کہ گرم ممالک میں موسم گرما میں شرائط متقدمہ کے مطابق یہ غسل ساندہ بخش ہوگا اور اس وقت بدن میں قوی بھی (اس کے) قابل ہوں گے، چنانچہ قوی کی قوت اور دوا کی قوت درست ہوگی، یعنی گرم عارضی بخار یا غیب خالصہ (باری کا بخار) پر سرد پانی نفع بخش ہوگا۔ بشرطیکہ (بخار) کے ساتھ ساتھ ورم نہ ہو۔ اور نہ دیگر دوی عوارض اور فاسد مواد پائے جائیں۔ اس صورت میں (سرد پانی) اس بخار کی آگ بجھا دے گا۔ خاص کر ان ایام میں جن کا تذکرہ حدیث میں آیا ہے۔ کیونکہ زیادہ تر انہی ایام میں حاد امراض کا بحران واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ مخصوص علاقوں کے ساکنین کے اخلاط رقیق ہو جاتے ہیں۔ اور نافع دوا سے تیزی کے ساتھ متاثر ہوتے ہیں۔

امراض شکم

سورہ ہضم اور پیٹ کی خرابی میں شہد کا استعمال

شہد کے فوائد کثیرہ صحیحین میں ابو متوکل کی حدیث مروی ہے انہی حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ملی۔ کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا۔ میرے بھائی کو پیٹ کی تکلیف ہے، اور ایک روایت میں ہے۔ کہ اس کے پیٹ میں خرابی ہے۔

آپ نے فرمایا: اسے شہد پلاؤ۔ وہ گیا اور واپس آ کر کہنے لگا، میں نے اسے شہد پلایا لیکن اسے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ ایک روایت کے لفظ یہ ہیں۔ کہ اس کی تکلیف بڑھتی ہی گئی۔ دو یا تین مرتبہ یہ معاملہ درپیش آیا۔ ہر بار آپ نے فرمایا۔ اسے شہد پلاؤ۔ تیسری یا چوتھی مرتبہ آپ نے فرمایا۔ اللہ نے صحیح فرمایا اور تیسرے بھائی کے پیٹ نے جھوٹ کہا۔ اور صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ ان اخی عوب لبطنہ، یعنی اس کا ہضم خراب ہو گیا ہے۔ اور اس کا معدہ بیمار ہو گیا ہے۔

شہد میں کثیر فوائد ہیں۔ کیونکہ یہ عروق اور اعزاء وغیرہ میں سے میل کو کاٹ دیتا ہے۔ کھانے اور مالش کرنے سے رطوبات (فاسدہ) کو تحلیل کر دیتا ہے، بوڑھوں اور بلغمی مزاج کے لوگوں کو فائدہ دیتا ہے۔ اور جس کا مزاج سرد تر ہو۔ تو اس کے لیے مغذی اور ملیں کا کام دیتا ہے۔ معجونوں کی قوت قائم رکھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور جب اس میں دلوں کی آمیزش کی جاتی ہے، تو یہ ان کی مکروہ کیفیات کو زائل کر دیتا ہے۔ جگر اور سینہ کو صاف کرتا۔ پیشاب آور اور بلغم کے سبب سے ہونے والی کھانسی کو فائدہ دیتا ہے۔ اور جب اسے روغن کلاب

کے ساتھ گرم گرم پیا جاتا ہے۔ تو جانوروں کے کاٹے اور افیون خوری میں نفع دیتا ہے اور اگر اسے سادہ پانی میں ملا کر پیا جائے۔ تو کتے کاٹے اور زہر خورانی میں فائدہ بخش ہے۔ اور اگر اس میں تازہ گوشت رکھ دیا جائے۔ تو تین ماہ تک اس کی تازگی قائم رہتی ہے۔ اسی طرح اس میں تربوز۔ لکڑی، کدو، بادنجان رکھ دیا جائے اور چھ ماہ تک عام بھیلوں کو بھی خراب ہونے سے بچا لیتا ہے۔ اور مردے کے جسم کی حفاظت کرتا ہے۔ اسے حافظہ این کا نام دیا جاتا ہے۔ اور جب اسے بدن اور بالوں پر لگایا جائے تو جوں مارتا اور بالوں کو لبا کرتا ہے۔ اور اگر اسے آنکھوں میں ڈالا جائے۔ تو آنکھوں کے سامنے سے اندھیرے کی بصارت کو دور کرتا ہے۔ اگر اسے دانتوں پر سنون کے طور پر ملا جائے۔ تو دانتوں کو سفید کرتا اور انہیں صیقل کرتا ہے۔ اور مسوڑوں اور دانتوں کو قوی کرتا ہے، اور ان کے حفظِ صحت کا ضامن ہے، رگوں کو کشادہ کرتا اور حمیض جاری کرتا ہے۔ اس کا چاشنا بلغم کو مفید ہے، اور معدے کی ردی کیفیات کو نائل کرتا ہے۔ اور اسے گرم کر کے اعتدال پر لاتا ہے اور سدے کھولتا ہے۔ جگر، گردے اور مثانہ پر بھی یہی اثرات اس کے مترتب ہوتے ہیں جگر کے سدے کھولنے اور ہر مٹیھی چیز کے معاملہ میں طحال کو کم سے کم ضرر رسان ہے۔

اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی عنہ سے مرفوع حدیث میں مروی ہے جو شخص ہر ماہ تین روز صبح صبح شہد چاٹ لے۔ اسے کسی سخت تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے: تم پر وہ شافی چیزوں کو استعمال کرنا یا ان سے شفا حاصل کرنا لازم ہے۔

شہد اور قرآن۔

ایک آیت اور اس پر بحث

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يَخْرُجُ مِنْ بَطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ
اس باب میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ آیا نینہ کی یہ صنمیر شراب کی طرف راجع ہے یا

قرآن کی طرف ؟

اس سلسلہ میں دو قول ہیں اور صحیح تر یہ ہے کہ صنمیر شراب کی طرف راجع ہے۔ یہی ابن مسعود
ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہؓ اور اکثر صحابہؓ کا قول ہے کیونکہ یہی مذکور ہے اور سیاق کلام بھی اس پر
دلالت کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آیت میں قرآن کا ذکر نہیں ملتا۔ اور صحیح حدیث کے یہ الفاظ
بھی اس پر شاہد ہیں۔

طاعون

علاج، پرہیز، احتیاط، اور فرار

ایک اہم مسئلہ صحیحین میں عامر بن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے۔ انھیں اپنے والد سے روایت ملی کہ انھوں نے حضرت اسامہ بن زید سے پوچھا کہ آیا آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق کچھ سنا ہے؟

اسامہ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، طاعون ایک سزا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر اور ان قوموں پر جو تم سے پہلے تھیں نازل کیا۔ جب تم کسی جگہ طاعون کے پھیلنے کی خبر سنو تو وہاں داخل ہونے سے احتراز کرو۔ اور اگر طاعون وہیں پھوٹ پڑے، جہاں تم ہو تو وہاں سے فرار ہوتے ہوئے نکلنے سے اجتناب کرو۔

صحیحین میں حضرت حفصہ بنت سیرین سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک نے بتایا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، طاعون میں مبتلا ہو کر مرنا، ہر مسلمان کے لیے شہادت (کا درجہ) رکھتا ہے۔

جہاں طاعون پھیلا ہو نہ جاؤ، آپڑے ہو تو بھاگومت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی جگہ جہاں یہ وبا پھیلی ہو داخل ہونا اور وہاں سے نکلنا دونوں کی ممانعت کی ہے۔ اس طرح احتیاطِ کامل کو جمع فرما دیا۔ کیونکہ ایسی جگہ جانے کا مطلب اپنے آپ کو دوبارہ کے سپرد کرنا اپنے آپ کو ہلاک کرنا اور وبا کی جگہ میں جا کر موت کو دعوت دینا ہے اور یہ بات شریعت و عقل دونوں کے خلاف ہے بلکہ ایسی جگہ جانے سے گریز کرنا پرہیز میں داخل ہے، جیسا اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے..... اور یہ ممکن اور ایذا دہ باتوں سے

تحفظ اور بچاؤ کا طریقہ ہے۔

ربا وہاں سے نکلنے کی ممانعت کا معاملہ تو اس سے دو مطالب نکل
قضا و قدر پر توکل کی تعلیم | سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ انسان کو اللہ پر بھروسہ اور توکل کرنے کا سبق

دیا جائے اور اس کی قضا و قدر پر راضی رہنے پر آمادہ کیا جائے۔

پہلی صورت تعلیم و تادیب کی ہے دوسری تفویض و تسلیم کی۔

دوسرے یہ کہ اطباء نے کہا ہے دباؤ سے بچنے کے لیے ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے بدن سے

رطوبات فاضلہ کو خارج کرے۔ غذا میں کمی کرے اور ورزش اور غسل میں قطع نظر رطوبات فاضلہ

کو خشک کرنے کی تدبیر کرے۔ کیونکہ ان دونوں (ورزش اور غسل) سے پرہیز ایک ضروری امر ہے کیونکہ

بدن میں ہر وقت کچھ نہ کچھ مخفی طور پر فضلاتِ ردیہ ضرور رہتے ہیں، جو ورزش اور غسل (حمام) سے بھڑک

اٹھیں گے، اور کیموس اعلیٰ میں انھیں مختلط کر دیں گے۔ اس وجہ سے زیادہ فساد برپا ہوگا اور مرض لاحق

ہو جائے گا، بلکہ طاعون کے موقع پر سکون اور آرام ضروری ہے۔ اور اخلاط میں تسکین پیدا کرنا واجب ہے

وہابی جگہ سے نکلنے اور سفر کرنے میں حرکت شدیدہ (ورزش) کے بغیر چارہ کار نہیں اور یہ بہت

زیادہ مضر ہوتی ہے۔ متاخرین حکما کا یہی قول ہے، اس لیے حدیث نبویؐ سے طبی مطلب بھی واضح ہو جاتا

ہے اور جو کچھ اس میں بدن و قلب کے معاملات ملتے ہیں ان کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔

صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہما خطابِ شام کی طرف نکلے۔ جب آپؓ مقام سرخ پر پہنچے تو

ابو عبیدہ بن جراح اور ان کے اصحابؓ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے بتایا کہ شام میں دبا بھوٹ نکل سے

اب اس میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ امیر المؤمنینؓ نے حضرت ابن عباسؓ

صحابہ میں اختلاف رائے | سے فرمایا، مہاجرین اولین کو بلائیے۔ وہ کہتے ہیں میں انھیں

بلا لایا۔ امیر المؤمنینؓ نے ان سے مشورہ کیا۔ اور انھیں بتایا کہ شام میں دبا بھوٹ پڑی ہے۔

اس باب میں ان کے اندر اختلاف رونما ہو گیا۔

بعض نے کہا کہ آپؓ ایک کام کے لیے نکل پڑے ہیں، ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ آپؓ اس سے واپس

لوٹ جائیں۔

دوسروں نے کہا، آپؓ کے ہمراہ آزمودہ کار لوگ اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہم یہ

رائے نہیں دیتے کہ آپ اس و باء میں انہیں وکیل دیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، اچھا آپ لوگ جائیں۔

پھر فرمایا، انصار کو بلا لاؤ۔ میں انہیں بلا لایا۔ امیر المؤمنینؓ نے ان سے مشورہ کیا۔ وہ بھی مہاجرین کی طرح اختلاف کرتے رہے۔ امیر المؤمنینؓ نے فرمایا، تم بھی اٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا : جو قریش کے بوڑھے مشائخ ہیں انہیں بلا لاؤ۔ میں نے انہیں بلا لیا تو ان میں سے دو نے بھی اختلاف نہ کیا اور انہوں نے مشورہ دیا، کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کو لے کر واپس چلے جائیں اور اس و باء کی طرف نہ بڑھیں۔

حضرت عمرؓ نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ میں صبح کو واپس جانے والا ہوں۔

جب صبح ہوئی تو ابو عبیدہ بن جراح نے عرض کیا، اے امیر المؤمنینؓ اللہ کی تقدیر سے فرار ہو کر آپ

جارے ہیں؟

انہوں نے جواب دیا، اگر کاش اے ابو عبیدہؓ تیرے سوا کوئی یہ بات کرتا۔ ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی جانب فرار کرتے ہیں۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ اگر تمہارا اونٹ ہو۔ اور وہ ایک وادی میں اتر پڑے، جس میں دو حالتیں ہوں۔ ایک جانب سبزہ زار، اور دوسری جانب صحرائے بے آب و گیاہ، تو تم اسے سبزہ زار میں چراؤ گے تو بھی اللہ کی تقدیر سے چراؤ گے اور اگر خشک جانب چراؤ گے تو بھی اللہ کی تقدیر سے ہی چراؤ گے۔

راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف حاضر ہوئے وہ اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے غیر حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا، اس کے متعلق میرے پاس علم ہے۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب کسی جگہ (طاعون) ہو، اور تم وہاں ہو تو فرار ہونے کے لیے وہاں سے نہ نکلو۔ اور جب تم کسی جگہ (اک) کا وقوع (سنتو) تو وہاں مت جاؤ۔

مرض استسقاہ

علاج ————— پر مہیز ————— ہدایت

صحیحین میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے، فرمایا کہ عکلی اور طربینہ کی ایک جماعت نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اسے مدینہ کی آب و ہوا ناموافق ہوئی، چنانچہ ان لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی۔

آپؐ نے فرمایا، تم صدقہ کے اونٹوں کے پاس جاؤ اور ان کا بول اور دودھ پیو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا، جب وہ تندرست ہو گئے، انھوں نے چرواہوں پر حملہ کر دیا اور انھیں قتل کر کے اونٹوں کو سہا کر لے گئے اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاش میں آدمی بھیجے، وہ انھیں پکڑ لائے۔ آپؐ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کٹوا دیئے۔ ان کی آنکھیں نکلوا دیں اور انھیں دھوپ میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ اور استسقاہ کی تین اقسام ہوتی ہیں۔

۱۔ استسقاہ لحمی، یہ سب سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔

۲۔ استسقاہ زرقی۔

۳۔ استسقاہ طبعی

اور چونکہ ان امراض میں فائدہ دینے والی ادویہ وہی ہیں جن میں اعتدال پیدا کرنے پیشاب لانے کی کیفیت پائی جاتی ہے اور یہی اثرات اونٹوں کے پیشاب اور دودھ میں بھی ملتے ہیں، اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس کے پینے کا حکم دیا کیونکہ اونٹ کے دودھ میں جلا اور تلمین کی صفت ملتی ہے اور یہ جلا، بول، ملطفت اور سردوں کے لیے نفع دیکھنے والا ہوتا ہے، اور ہر وہ قوم جو بول دے

میں گئی۔ اس نے اسے بارہا آزمایا۔ جب بھی انھیں اس کی ضرورت لاحق ہوئی، تو انھوں نے اسے مفید پایا۔ انزالی اونٹوں کا پیشاب دوسروں کی نسبت زیادہ فائدہ بخش ہوتا ہے۔

اس واقعہ سے ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب پاک ہوتے اور ان سے علاج و معالجہ کی اجازت ملتی ہے۔ کیونکہ حرام اشیاء سے علاج کرنا جائز نہیں، اور نو مسلم ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے انھیں منہ دھونے اور کپڑے پاک کرنے کا حکم نہیں دیا اور بعد از ضرورت تاخیر بیان روا نہیں۔

نیز یہ کہ مجرم کے فعل کی بنا پر اس سے جنگ کرنا ضروری ہے، کیونکہ ان لوگوں نے چرواہوں کو قتل کر دیا اور اس کی آنکھیں نکال دیں۔ یہ صحیح مسلم سے ثابت ہے۔

اور ایک جماعت کو قتل کرنے اور ایک آدمی کے قصاص میں پوری جماعت کے ہاتھ پاؤں ایک سمت سے کاٹ دینے کا ثبوت ملتا ہے۔

نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب مجرم پر حد اور قصاص دونوں سزائیں جمع ہو جائیں تو دونوں اکٹھی وارد کی جائیں گی، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ڈاکے کے عوض ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے اور چرواہے کے قتل کے قصاص میں انھیں بھی قتل کر دیا، اہل مدینہ کا یہی مذہب ہے اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور اس کو مہاذی شیخ (ابن تیمیہ) نے اختیار کیا اور اس پر فتویٰ دیا ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جرائم اگر کئی ہوں تو عقوبات میں زیادہ سختی کی جا سکتی ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے:

(۱) اسلام قبول کرنے کے بعد ارتداد اختیار کیا

(۲) بے گناہوں کو قتل کیا۔

(۳) قتل کے بعد ان کا منہ کیا، یعنی ہاتھ پاؤں کاٹے اور صورت بگاڑ دی۔

(۴) مال لوٹ لیا۔

(۵) اور جنگ پر نوازے، لہذا ان کی سزا بھی ایسی ہونی چاہئے تھی

زخم اور جراحت

علاج — اور طرق علاج

صحیحین میں ابی حازم سے مروی ہے کہ انھوں نے سہل بن سعد کے متعلق سنا کہ انھیں تلاش کیا جا رہا تھا کہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کا کس طرح علاج کیا گیا؟ انھوں نے فرمایا، آپ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا۔ اور رباغی (دانت) ٹوٹ گیا، اور آپ کے سر کا خود ٹوٹ گیا۔ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خون دھوری بھین اور حضرت علی بن ابی طالب ڈھال میں پانی لے کر ڈال رہے تھے۔ جب حضرت فاطمہ نے دیکھا کہ خون بندی نہیں ہوتا تو انھوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا اور اسے جلایا۔ جب وہ خاکستر ہو گیا تو اسے زخم میں چپکا دیا، خشک کے باعث چٹائی کی خاکستر سے خون تھم گیا اور خون روکنے اور نہ چھینے میں یہ بہت سریع الاثر ہے۔

محض ادویہ میں اگر لڈخ کی سی کیفیت ہو تو خون میں ہیجان آجاتا ہے، البتہ خاکستر کو اگر تنہا، پا سر کر کے ساتھ ملا کر نکیر کے مرض کی ناک میں پھونک دیا جائے تو نکیر کو روک دے گی۔ اور صاحبِ قانون کا قول ہے کہ بردی خون بہنے کو روکتی ہے، اور اس میں فائدہ بخشتی ہے اور تازہ زخموں پر اسے ڈالا جاتا ہے تو انھیں مندل کر دیتی ہے۔ قدیم مصری کاغذ اسی سے بنایا جاتا تھا۔ اس کا مزاج سرد خشک ہوتا ہے اور اس کی خاکستر آکھم میں بھی مفید۔ نفث الدم کو روکتی ہے اور خراب زخموں کو مزید بگڑنے سے بچاتی ہے۔

لے حکیم بوعلی سینا

پہلے لکوانا اور داغ سے علاج کرنا

احادیث متعددہ و مختلفہ اور ان کی تفصیل و تشریح

صحیح بخاری میں حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے۔ اہلین حضرت ابن عباس سے روایت ملی
انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا شفا رتین چیزوں میں ہے۔

۱۔ شہد کے گھرنٹ میں۔

۲۔ حجامت کی نشتر میں۔

۳۔ اور آگ سے داغنے میں۔

اور میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔

ابو عبد اللہ مازری فرماتے ہیں کہ امتلائی امراض یا تو دموی ہوتے ہیں، یا صفراوی یا بلغمی اور یا
سوداوی ہوتے ہیں۔

بس اگر دموی ہوں گے، تو ان کی شفا، اخراجِ خون میں ہے۔ اور باقی تینوں اقسام کی صحت
اسہال میں ہے جو غلط مخصوصہ کے مطابق ہو، گویا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کے ساتھ مسہل
پر تنبہ فرمایا، اور حجامت کہہ کر قصد پر تشبیہ فرمائی۔ حاصلِ کلام نبوت یہ ہے، امراض کے علاج میں
اصل اصول یہ ہے کہ تشبیلی طور پر یہ سرد اور گرم میں منقسم ہیں۔ اگر مرض گرم ہو تو ہم اس کا علاج قصد
یا حجامت کے ذریعہ اخراجِ خون سے کریں گے، کیونکہ اس صورت میں استفراغِ مادہ ہوسکے گا۔ اور
اور مزاج کی تبرید بھی ہو جائے گی۔ اور اگر مرض سرد ہے تو تسخین کے ذریعہ اس کا علاج ہوگا اور یہ خاصیت
شہد میں پائی جاتی ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ ساتھ مادہ بارده کا استفراغ بھی ضروری ہوگا۔ تو شہد
یہ کام بھی سرانجام دے دے گا۔

رہ داغ دنیا، تو تمام مادی امراض یا تو عارض ہوتے ہیں، یعنی ایک نہ ایک سمت سرلیح الانتقال ہوتے ہیں، اسی لیے اس میں یہ ضروری ہیں اور یا مزمن ہوتے ہیں۔ اور استفرغ کے بعد ان میں بہتر صورت یہ ہے کہ ان اعضاء میں داغ دیا جائے۔ جہاں داغنا جائز ہو۔ کیونکہ مرض مزمن صرف بارد غلیظ مادہ سے ہوتا ہے جو عضو میں راسخ ہو جاتا ہے اور اس کا مزاج بگڑ جاتا۔ اور تمام جوہر جو اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اسے بھی بدل دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے عضو میں حلیہ پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ داغنے کی وجہ سے یہ مادہ اس جگہ سے خارج ہو جاتا ہے، کیونکہ جزو ناری میں ایسا اثر موجود ہوتا ہے جو اس مادہ کو فنا کر دیتا ہے۔ گویا اس حدیث سے ہمیں تمام مادی امراض کا علاج اور اصول علاج معلوم ہو گیا جیسے سادہ امراض کے علاج کا ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استنباط کیا تھا، کہ بخار جہنم کی شدید گرم لپیٹ میں سے ہے۔ اس لیے اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔

حجامت یعنی کھینے لگوانا

احادیث نبوی اور بیان احادیث

رہی حجامت۔ تو سنن ابن ماجہ میں حضرت جناد بن مفلح کی حدیث ہے۔ اور یہ کثیر بن سلیم سے ضعیف تر ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میں شبِ اسراء کو جس جماعت کے پاس سے بھی گذرا۔ اس نے یہ کہا۔
اے محمد اپنی امت کو حجامت کا حکم دیجئے!

اور جامع ترمذی میں یہ حدیث مروی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں:
• اے محمد آپ پر حجامت لازم ہے •

اور صحیحین میں طاؤس کی حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپ نے حجامت کرائی (سینکیاں لگوائیں) اور سینکیاں لگانے والے کو اجرت عنایت فرمائی۔

نیز صحیحین میں حمید الطویل سے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت منقول ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابو طیب نے سینکیاں لگائیں۔ اور آپ نے ان کے لیے دو صاع طعام دینے کا حکم دیا۔ اور انہوں نے اپنے موالی کے متعلق عرض کیا: تو آپ نے ان کا ٹیکس کم کر دیا۔ اور فرمایا: بہترین علاج حجامت (سینکیاں لگوانا) ہے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین دہ سینکیاں لگانے والا ہوتا ہے۔ کہ خون نکلتا ہے۔ پیچھے خشک ہوتی ہے اور بصارت میں جلا ہوتی ہے۔

اور فریاد استرویں۔ انیسویں اور اکیسویں تاریخ کا دن حجامت کے لیے بہتر ہے۔
اور فریاد سب سے بہتر علاج مسعوط۔ لدودو۔ حجامت اور چلنا ہوتا ہے۔
حجامت کے کثیر فوائد ہیں۔

کیونکہ یہ فصد سے زیادہ ظاہر جلد کو رماؤہ امراض سے پاک کرتی ہے۔ اور فصد بدن کے
گہرے حصہ کے لیے زیادہ نافع ہے۔ اور حجامت جلد کے ظاہر حصہ سے اخراج دم کرتی ہے۔
میں کہتا ہوں کہ حجامت اور فصد میں تحقیق یہ ہے کہ یہ دونوں اختلاف زبان و مکان۔
عمر اور مزاج۔ گرم و سرد ممالک۔ اور گرم موسم اور گرم مزاجوں کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں
گرم مزاج لوگ جن میں خون خوب نفع پا چکا ہوتا ہے۔ ان میں فصد کی نسبت حجامت زیادہ مفید۔
ہے۔ کیونکہ خون نفع پانے کے بعد ظاہر جلد کی طرف آچکا ہوتا ہے اس لیے فصد کی بجائے
یہ خون آسانی سے نکل جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بچوں اور ان لوگوں کے لیے جو فصد کے مستعمل نہ ہوں
یہ زیادہ نائدہ بخش ہے۔

اور اطباء نے فرمایا ہے کہ گرم ممالک میں فصد سے حجامت کرنا زیادہ مفید اور نافع
ہے۔ اور مہینہ کے وسط میں یا زیادہ سے زیادہ مہینہ کے آخری تیسرے ربع میں مفید
رہتا ہے۔ کیونکہ ابتداء ماہ میں خون میں بیجان اور نفع واقع نہیں ہوتا۔ اور بالکل آخر ماہ
میں اکثر اوقات ساکن ہو چکا ہوتا ہے۔ البتہ وسط اور آخر کے حصہ میں غائت نفع کی حالت
میں ہوتا ہے۔ ہر مخصوص (رگ) کی فصد کا ایک مخصوص نائدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ باسلیق
کے فصد کرنے سے حرارت جگر و طحال اور اورام میں نائدہ مند ہے۔ جوان دونوں میں اجتماع دم
سے پیدا ہوں۔ نیز پھیپڑے کے ورم میں بھی مفید ہے۔

اور شوصہ دور پہلو اور فوات الجنب اور تمام ان امراض میں نائدہ دیتا ہے جو گھٹنے
سے نیچے سے لے کر سرین تک اجتماع دم سے پیدا ہوں۔ اور اکمل کی فصد تمام بدن میں،
اجتماع دم سے ہونے والے امراض میں مفید ہے

یہ اگر تمام بدن میں فساد خون ہو جائے تو بھی مفید ہے، اور قیصال کی فصد سر اور گردن
کے ان امراض میں نائدہ مند ہے۔ جو کثرت خون یا فساد خون کے باعث پیدا ہوں۔ اور

دواجین کی نصد تلی کے درد۔ دمہ فالج اور پیشانی کے درد کے لیے مفید ہے۔

اور گدھی پر سینگیاں لگوانا۔ کندھے اور حلق کے درد کے لیے مفید ہے۔ اور کنپٹیوں پر سینگیاں لگوانا امراض سر اور اس کے اجزاء چہرہ۔ دانت۔ کانوں۔ آنکھوں۔ ناک اور حلق کے لیے مفید ہے۔ اگر یہ امراض کثرت خون یا فساد خون، یا ان دونوں صورتوں کے باعث پیدا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنپٹیوں اور گدھی پر سینگیاں لگوا کرتے تھے۔

صحیح روایت میں ہے کہ آپ نے سر میں درد کے باعث حالت احرام میں سینگیاں لگوائیں۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درک دسرین پر سینگیاں لگوائیں۔ کیونکہ آپ کو قدرے سستی سی تھی۔ اور گدھی کے سوراخ پر یعنی کانوں کے پیچھے کی ہڈیوں پر سینگیاں لگوانے میں اطباء کا اختلاف ہے۔ ابو نعیم نے کتاب الطب النبوی میں مرفوع حدیث نقل کی ہے۔

تم پر تھمدوہ کی ہڈی پر سینگیاں لگوانا واجب ہے۔ کیونکہ یہ پانچ امراض میں سفادیتی ہے۔ ان میں سے ایک جنام بھی ہے،

ٹھوڑھی کے نیچے سینگیاں لگوانا۔ دانتوں۔ چہرے اور گردن (حلقوم) کے لیے مفید ہے۔ بشرطیکہ ٹھیک وقت پر استعمال کیا جائے۔ نیز سر اور ہتھیلیوں کو دفا سداؤں سے صاف کرتی ہیں۔ اور پاؤں کی پشت پر سینگیاں لگانا صاف رگ کی نصد کے قائم مقام ہے۔ یہ رگ ٹخنے کے قریب ہے۔ اس پر سینگیاں لگوانا رانوں پنڈلیوں کے امراض، حیض کی بندش۔ اور انیشین کی خارش کے لیے مفید ہے۔

سینے کے نیچے حصہ پر سینگیاں لگوانا رانوں کے پھوڑوں۔ خارش اور پھپھیوں اور نقوش بواسیر اور خیل پا اور پشت کی خارش کے لیے نائدہ بخش ہے۔

جامع ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے مرفوع روایت منقول ہے کہ بہترین دن جس میں تم سینگیاں لگواتے ہو۔ وہ سترہاں۔ انیسواں۔

اوقات حجامت

اور اکیسواں دن ہے۔

نیز اس سلسلہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنپٹیوں اور گدنی پر سینگیاں لگوا کرتے تھے۔ اور آپ سترھویں۔ انیسویں اور اکیسویں تاریخ کو سینگیاں لگوا کرتے تھے۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت انسؓ سے مرفوع روایت ہے: جو سینگیاں لگوانا چاہے اسے سترھویں، انیسویں، اور اکیسویں تاریخ تلاش کرنا چاہئے۔

رہا سینگیاں لگواتے کے لیے دنوں کا انتخاب! تو جامع خلالؒ میں ہے۔ کہ ہمیں حرب بن اسماعیل نے

سینگیاں کس دن لگوانی چاہئیں!

بتایا کہ میں نے احمدؒ سے دریافت کیا کہ آپ کسی مخصوص دن سینگیاں لگوانا مکروہ بھی سمجھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ایسی بات بدھ اور ہفتہ کے متعلق منقول ہے۔

اور حسین بن حسان سے منقول ہے۔ کہ انہوں نے ابو عبد اللہؒ سے سینگیاں لگوانے کے متعلق دریافت کیا کہ آپ کس دن انہیں مکروہ سمجھتے تھے؟

انہوں نے فرمایا کہ ہفتہ اور بدھ کے دن!

بعض جمعہ کے دن بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ اور خلالؒ نے ابوسلمہؒ اور ابوسعید مرقی سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جو بدھ یا ہفتہ کو سینگیاں لگوائے اور اسے سفیدی یا برص کا مرض لاحق ہو جائے۔ تو وہ صرف اپنے آپ ہی کو لامت کرے۔

خلالؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہمیں محمد بن علی بن جعفر نے بتایا۔ کہ یعقوب بن نجتان بتاتے ہیں۔ کہ احمدؒ سے ہفتہ اور بدھ کے دن نورہ اور سینگیاں لگوانے کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے اسے مکروہ خیال فرمایا۔ اور بتاتے ہیں کہ مجھے ایک آدمی کے متعلق معلوم ہوا۔ کہ اس نے بدھ کے روز نورہ لگایا اور سینگیاں لگوائیں۔ تو اسے برص کا مرض لاحق ہو گیا۔

میں نے جواب دیا۔ کہ اس نے حدیث کو خفیف سمجھا۔ اس نے کہا: ااں!

اور دارقطنیؒ کی کتاب الاقرار میں حضرت تلامذہ کی حدیث منقول ہے کہ مجھ پر خون کا غلبہ
 سا ہو رہا ہے۔ اس لیے کوئی ایسا حجام دسینگیاں لگاتے والا تلاش کیا جائے جو رز چھوٹا ہو
 اور تہ بہت بڑھا ہو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ
 سینگیاں لگوانا حافظہ والے کی قوت یاداشت اور عاقل کی عقل بڑھاتی ہے۔ اس لیے
 اللہ کا نام لے کر سینگیاں لگواؤ۔ اور جمعرات۔ جمعہ۔ ہفتہ اور آوار کو سینگیاں لگواؤ۔
 درنگ دو شنبہ کے دن سینگیاں لگواؤ۔ اور برص اور جذام تو بدھ کے روز ہی نازل ہوا ہے
 دارقطنیؒ فرماتے ہیں۔ کہ زیاد بن یحییٰ اس روایت میں متفرد ہیں۔

ابو ایوبؓ نے حضرت تابعؓ سے نقل کیا ہے: اور فرمایا ہے

پیر اور منگل کو سینگیاں لگواؤ۔ اور بدھ کو سینگیاں مت لگواؤ۔

سنن ابوداؤدؒ میں حضرت ابی بکرؓ کی حدیث مروی ہے: کہ وہ منگل کو سینگیاں

لگوانے کو کروہ سمجھتے تھے۔ اور بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

منگل کا دن خون کا دن ہوتا ہے۔ اور اس میں ایک ایسی ساعت ہے۔ کہ جس کے اندر

خون نہیں ٹھمتا۔

احادیث ماثورہ کے مسائل مستنبطاً اور ان گذشتہ احادیث کے ضمن میں علاج معالجہ

اور حجامت کا استنباب بھی معلوم ہو گیا۔ اور یہ

کہ یہ تقاضائے حال کے مطابق ہونا چاہئے۔

نیز محرم کے سینگیاں لگوانے کا جواز معلوم ہو گیا۔ اگرچہ وہاں سے بال کاٹنے پر میں بہ
 سب جائز ہے رہا اس پر فدیہ دینا یہ مختلف فیہ ہے۔ وجوب (فدیہ) نیز فوری اور محرم صالح
 کی حجامت کے جواز کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری میں مروی ہے: رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت صوم میں سینگیاں لگوائیں۔ لیکن کیا اس سبب سے
 وہ مفسر قرار دیا جائے گا۔ یا نہیں؟ یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے۔ اور صاحب خیال یہ ہے کہ

اسے یعنی روزہ باقی رہے گا یا نہیں؟

حجامت سے اسے مفطر سمجھا جائے گا، کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر کسی تعارض کے صحت کے ساتھ ثابت ہے۔

نیز اس سے سینکیاں لگانے کے کاروبار سے کانا بھی جائز ثابت ہوتا ہے۔ اگرچہ حرام سمجھے بغیر جبیر پر اس کماٹی کا کھانا مناسب نہیں۔ کیونکہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اجرت دی ہے۔ اور اسے اس کے کھانے سے منع نہیں فرمایا۔ اور اسے خبیث قرار دینا ایسا ہی ہے، جیسے پیاز اور لہسن کو خبیث قرار دیا۔ اور ان الفاظ سے اس کی حرمت ثابت نہیں ہوتی؟

قطع عروق اور داغ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ

صحیح روایت میں حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب کے پاس ایک طبیب بھیجا۔ اس نے ان کی ایک رگ کاٹ دی اور پھر اس پر داغ دیا۔

اور حضرت سعد بن معاذ کو اکحل میں تیر لگا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر داغ دیا۔ پھر ورم ہو گیا آپ نے داغ دیا۔

اور افضل بن دکین فرماتے ہیں کہ ہمیں سفیان بن عیینہ سے انہیں ابی زبیر سے انہیں حضرت جابر سے روایت پہنچی۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اکحل پر داغ دیا۔ اور صحیح بخاری میں حضرت انس سے مروی ہے کہ انہیں ذات الجنب کے مرض میں داغ دیا گیا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے۔

اور ترمذی میں حضرت انس سے منقول ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن زرارہ کو کانٹا لگ جانے پر داغ دیا۔

اور متفق علیہ حدیث گذر چکی ہے کہ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ کہ میں داغ دوں۔ اور ایک روایت کے لفظ یہ ہیں۔ کہ میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔

اور جامع ترمذی وغیرہ میں حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے داغنے سے منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا، پس ہم مبتلا ہوئے۔ تو ہم کامیاب نہ ہوئے اور نہ فلاح پائے۔

اور ایک دعایت کے لفظ یہ ہیں۔ کہ ہمیں داغنے سے منع کیا گیا۔
 اور صحیح روایت میں اس حدیث سے ثابت ہے، کہ ستر ہزار لوگ ایسے ہوں گے۔ جو کہ
 بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ کہ نہ وہ جھاڑ کرواتے تھے۔ اور نہ داغ لگواتے تھے۔
 اور نہ ہی فال لیتے تھے۔ وہ صرف اپنے پروردگار پر توکل کرتے تھے۔
 پس احادیث (داغنے کی احادیث) چار انواع پر مشتمل ہوئیں۔

ایک تو اس کے فعل پر۔

دوسرے عدم محبت پر۔

تیسرے اس کے تارک کی تعریف پر۔

چوتھے اس کی ممانعت پر۔

اور بجد اللہ تعالیٰ ان میں کوئی تعارض نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ اس کا فعل اس کے جواز
 پر دلالت کرتا ہے۔ اور عدم محبت ممانعت پر فال نہیں۔ اور اس کے تارک کی ثناء و
 مدح اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا ترک اولیٰ و افضل ہے، اور اس کی ممانعت اختیار و
 کراہت کا طریقہ ہے، یا ایسی نوع مراد ہے جس کی احتیاج نہیں، بلکہ محض اندیشہ کے پیش نظر
 داغنا ہے۔

مرگی کا مرض

یہ ارواح کا نتیجہ بھی ہوتا ہے اور مرض کا بھی

صحیحین میں حضرت عطاء بن ابی رباح کی حدیث منقول ہے۔ کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کیا میں تجھے ایک جنتی عورت نہ بتلاؤں؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ ضرور بتائیے!

آپؓ نے فرمایا یہ سیاہ عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کرنے لگی! مجھے مرگی کا مرض ہے۔ اور بعض اوقات میرا پردہ کھل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے (میری صحت) کے متعلق دعا فرمائیے۔

آپؓ نے فرمایا: اگر تم چاہو، تو صبر کرو۔ اذرتھما سے لیے جنت ہے، اور اگر چاہو تو میں دعا کر دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں صحت دے دے۔

وہ کہنے لگی۔ میں صبر کروں گی! لیکن میرا پردہ کھل جاتا ہے۔ آپؓ یہ دعا فرمائیے۔ کہ میرا پردہ نہ کھلے۔

آپؓ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔

میں کہتا ہوں۔ کہ مرگی کے دورے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک ارواحِ خبیثہ ارضیہ کے باعث اور دوسرے اخلاطِ ردیہ کے باعث۔ دوسری قسم کے اسباب و علاج کے متعلق اطباء کلام کرتے ہیں۔ رہے ارواحِ خبیثہ کی وجہ سے۔۔۔۔۔ تو بڑے بڑے دانشور اور عقلا بھی اسی قسم کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور اس کا دفاع نہیں کر سکتے۔ اور سمجھتے ہیں، کہ اس کا علاج ارواحِ علویہ ہی سے ممکن ہے۔ جو ارواحِ مشرکہ خبیثہ کا مقابلہ کریں، اور ان کے افعال کا مقابلہ کر کے

انہیں باطل گردیں۔

بقراط نے اپنی بعض کتب میں اس پر بحث کی ہے۔ اور مرگی کے علاج کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ علاج صحت ایسی مرگی میں فائدہ بخش ہے جس کا سبب اخلاطِ دیر اور مادہ فاسد ہوتا ہے۔ لیکن وہ مرگی جو ارواح کے باعث ہوتی ہے، اس میں یہ علاج نافع نہیں۔

الیتہ جاہل اطباء اور لپست قسم کے لوگ اور وہ جو زندگی کو افضلیت قرار دیتے ہیں وہ ارواح کو مرگی کا سبب ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ اور اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ کہ یہ بھی مریض کے جسم میں اثر کرتے ہیں۔ ان کے پاس سوا جہالت کے کوئی دلیل نہیں ہے۔ ورنہ ہم دیکھ ہی رہے ہیں، کہ طب میں اس علاج کے سلسلہ میں کوئی کامیاب چیز نہیں ملتی۔ اور جس وجود بھی اس کا شاہد ہے اور قدامت سے مریض الہی کا نام دیا کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ یہ ارواح کا کارنامہ ہے۔

اس کا علاج دو وجوہ پر ہو سکتا ہے۔

ایک مریض کی جانب سے دوسرے معالج کی جانب سے۔ مریض کی جانب سے یہ ہے کہ وہ ان ارواح کے پیدا کرنے والے کی طرف صدق دل سے توجہ پوری قوت سے مبذول رکھے۔ اور صحت کے ساتھ تعوذ اختیار کرے۔ کیونکہ جب ان دونوں میں کوئی بھی ختم ہوا تو اسے کسی قسم کا ہتھیار کام نہ دے گا۔ اب ذرا اس حالت کا اندازہ کیجئے۔ کہ جب دونوں ہی نہ رہیں۔ یعنی دل توحید، توکل تقویٰ، اور امانت سے بالکل خالی ہے۔ اور اس کے مقابلہ کے لیے کوئی ہتھیار نہیں،

دوسرے معالج کی جانب سے اس میں یہ دونوں امور پائے جانے ضروری ہیں۔

اور بعض معالجین کی جانب سے اس قدر کہہ دینا ہی کافی ہوتا "اس سے نکل جا۔" یا "بسم اللہ" یا "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے "اللہ کے دشمن نکل جا" میں اللہ کا رسول ہوں۔

اور اکثر اوقات آفتِ مذہ کے کان میں یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔

انھیستما تمنا خلقناکم عبثاً وانکم الینا لا ترجعون

اور مجھے بتایا گیا۔ کہ ایک بار ایک مریض کے کان میں یہ آیت پڑھی گئی۔ تو روح کہنے لگی ہاں! اور طویل آواز نکالی شیخ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ڈنڈا پکڑ لیا اور اس کی گردن پر مارا۔ حتیٰ کہ مار مار کے میرے ہاتھ تھک گئے اور حاضرین کو لیتین ہو گیا۔ کہ یہ اس مار پیٹ سے ضرور مر جائے گا۔ چنانچہ مار کے دوران وہ روح بول اٹھی۔ اور کہا۔ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔ میں نے اسے جواب دیا۔ لیکن اسے تم سے محبت نہیں۔

وہ کہنے لگی، میں اس کے ہمراہ حج پر جانا چاہتی ہوں، میں نے کہا، لیکن وہ تیرے ہمراہ حج پر جانا نہیں چاہتا۔

پھر کہنے لگی! اچھا۔ میں تیری عزت کی خاطر اسے چھوڑتی ہوں۔

راوی کہتے ہیں۔ کہ میں نے کہا: نہیں۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی طاعت کی خاطر! آخر اس نے کہا میں جاتی ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ مریض بیٹھ کر دائیں بائیں دیکھنے لگا کہ حضرت شیخ کیسے تشریف لائے! لوگوں نے کہا۔ اور یہ جو مار پڑی ہے! اس نے کہا: حضرت شیخ نے مجھے کس جرم میں مارا؟ حالانکہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اور اسے محسوس بھی نہیں ہوا۔ کہ اسے چوٹ لگی ہے۔ اور آیت الکرسی سے اس کا علاج کیا جاتا تھا۔

اور آفت زدہ کو بھی اس کا مدد رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ اور معوذتین پڑھنے کا بھی کہا کرتے۔ الغرض مرگی کی اس قسم اور اس کے علاج کا صرف وہی انکار کرتا ہے۔ جو بے عقل اور بے علم و معرفت ہوتا ہے۔ اور ان پر ارواح خبیثہ کا تسلط زیادہ تر کئی دین کی وجہ سے اور اس وجہ سے واقع ہوتا ہے۔ کہ ذکر اللہ تعالیٰ و ذکر نبوی اور ایمانی اور اسے زبان و قلب کے ہٹ جانے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس حالت میں ارواح خبیثہ انسان سے اس طرح دوچار ہوتی ہیں۔ کہ وہ بے ہتھیار ہوتا ہے۔ اور گاہے گاہے وہ سڑیاں ہوتا ہے۔ (اور اس حالت میں آسیب لاحق ہو جاتا ہے)۔

مرگی کا سبب اور علاج

دعا کا اثر دوا سے زیادہ کارگر ہوتا ہے

رہی صرع اختلاط، تو یہ ایک ایسا مرض ہے جس سے اعضائے بدن انحال و حرکت سے ناکمل حالت تک ناکام رہتے ہیں۔ اس کا سبب نرج قسم کی خلط غلیظ ہے۔ جو بطون و دماغ کے منافذ میں سدھ پیدا کر دیتی ہے، اس وجہ سے حس و حرکت کا اعضائے نفیسہ میں نفوذ کم ہو جاتا ہے۔ البتہ کمال انقطاع واقع نہیں ہوتا۔ اور گلے گا ہے اس کے اور بھی اسباب ہوتے ہیں۔ ریح غلیظ جو منافذ روح میں حبس پیدا کر دیتی ہے، یا بخار آدمی کے دماغ میں انقباض پیدا کر دیتا ہے جس کے باعث وہ مادہ موزیہ کو دفع کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ نتیجہ اعضا میں تشنج پیدا ہو جاتا ہے پھر مادہ موزیہ کو دور کرنے کے لیے دماغ میں انقباض واقع ہوتا ہے۔ اسی لیے اس کے بعد انسان سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا بلکہ گر جاتا ہے۔ اور اس کے منہ سے بکثرت جھاگ خارج ہونے لگتا ہے، اور یہ علت جملہ امراض ادہ میں وقت وجود کے اعتبار سے شمار ہوتی ہے، اور جملہ امراض مزمنہ میں زیادہ مدت تک قائم رہنے کے باعث شمار ہوتی ہے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ مریض کی عمر پچیس سال کی ہو گئی ہو، اور یہ مرض دماغ خصوصاً جوہر (دماغ) میں ہوتا ہے اسی لیے اس حالت میں صرع کا وقوع ایک لازمی امر ہے۔

بقراط کہتا ہے کہ ایسے لوگوں میں مرگی کا مرض موت تک قائم رہتا ہے۔ ایسا ہی اس مرگی زدہ عورت کا قصہ ہے جس کا ذکر حدیث میں آتا ہے۔ کہ اسے مرگی کا دورہ پڑتا تھا۔ اور اس کا پردہ کھل جاتا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا مرض اسی نوع سے تعلق رکھتا ہو۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرض پر شاکر رہنے کی وجہ سے اسے جنت کی خوش خبری دی۔

اور اس کا سترہ کھینے کی دعا فرمائی۔ اور اسے صبر اور حینت یا صحت کی دعا کا بغیر حینت کی ضمانت کے اختیار دیا۔ چنانچہ اس نے حینت اور صبر کو اختیار کر لیا،

اور اس واقعہ میں ترک معالجه اور دوا کے نہ کرنے کا جواز بھی ملتا ہے۔ اور دعاؤں، اور اللہ کی جانب توجہ کرنے میں ارواح کا علاج ایسے طریق پر مؤثر ہے کہ دوسری صورتوں میں ناممکن ہے۔ اور بدنی ادویہ اور انفعالات طبیعیہ کی بجائے ان ادویہ کا اثر اور فعل زیادہ نافع ہوتا ہے۔

ہم نے اور ہمارے سوا کسی عاقل طبیعوں نے بارہا آزمایا، اور وہ اس بات کے معترف ہیں کہ شفاء امراض میں ان کی قوت نفسیہ عجیب اثر رکھتی ہے، اور زیادہ قدر۔ جہلاء اور سفہار سے زیادہ کوئی نقصان وہ عنصر نہیں۔ اور ظاہر مطلب یہی ہے کہ اس عودت کا مرض اسی نوع سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ارواح کی یہ کار فرمائی ہو، نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صبر کرنے اور حینت حاصل کرنے یا صحت کی دعا کے درمیان اختیار دیا اس نے صبر اور پردہ کو اختیار کیا۔

عرق النساء

لغت اور طب کی رو سے مرض کی تشریح و علاج

سنن ابن ماجہ میں محمد بن سیرین سے مروی ہے۔ انہیں انس بن مالک سے روایت پہنچی۔ کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ عرق النساء کا علاج یہ ہے کہ اعرابی بکری کے پچھلے حصّہ کو پکا کر گھلا دیا جائے۔ پھر اس کے تین حصّے کئے جائیں۔ پھر ہر روز اس کا ایک حصّہ پیا جائے۔

عرق النساء ایک درد ہوتا ہے جو سرین کی ہڈی سے شروع ہو کر پنڈلی کی پچھلی جانب سے نیچے اترتا ہے اور اکثر اوقات ٹخنے تک جا پہنچتا ہے، اور جوں جوں وقت گزرتا ہے اس میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ ران اور ٹانگ میں کمزوری محسوس ہوتی ہے۔

اس حدیث میں لغوی اور طبی دونوں مطالب پائے جاتے ہیں۔ لغوی معنی اس مرض کو عرق النساء کہنے کی دلیل ہے۔ اور یہ رک یعنی سرین کے جوڑے سے شروع ہوتی ہے۔ اور ٹخنے کے پیچھے پاؤں کے آخری حصّہ پر ختم ہوتی ہے۔ اور اس کا طبی مطلب گذر چکا ہے۔ کیونکہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام دو انواع پر مشتمل ہے۔ ایک از منہ۔ اکنہ اور اشخاص و احوال پر عام حیثیت رکھتا ہے۔ اور دوسرا ان امور میں یا ان میں سے بعض کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔ اور یہ اسی نوع سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ اہل عرب اہل حجاز اور ان کے آس پاس کے لوگوں بالخصوص اعراب سے مخاطب ہوتا ہے۔ اور یہ علاج دیگر معالجات کی نسبت ان کے لیے زیادہ نافع ہے۔

کیونکہ یہ مرض یوست کے باعث پیدا ہوتا ہے اور گاہے گاہے لزج قسم کے غلیظ مادہ سے پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا علاج مسہلات سے ہوتا ہے اور سرین کی ہڈی میں نفع اور تلیں کے دونوں خواص پائے جاتے ہیں۔ اور یہ مرض ان دونوں علاجوں کا محتاج ہوتا ہے۔

اگرابی بکری کا انتخاب اس وجہ سے ہے۔ کہ اس میں فضولیات (مادہ ہائے خراب) کم پائے جاتے ہیں۔ اور اس کا جوہر لطیف ہوتا ہے۔ اور اس کی کھینض یہ بھی ہے کہ یہ گرم جگہ کی جڑی بوٹیاں کھاتی ہے۔

اس مرض کو "عرق النار" اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے کرب میں انسان اس درد کے سوا سب کچھ بھول جاتا ہے!

خشکی طبع

تعریف، علاج اور تفصیلات

جامع ترمذی سنن ابن ماجہ میں حضرت اسماء بنت عمیس سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کس دوا سے جلاب (تلیسین) لیتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: بشرم سے۔ آپ نے فرمایا: یہ گرم اور تیز ہے۔ پھر فرمایا: سنا کا جلاب لیا کرو، اور فرمایا: اگر موت سے شفا ہوتی تو سنا ہی سے ہوتی۔

اور سنن ابن ماجہ میں ابراہیم بن ابی عیلة سے مروی ہے، کہ میں نے عبداللہ بن عرام کو فرماتے سنا۔ اور وہ ان میں سے تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دو قبلوں کی جانب نماز پڑھی ہے، (فرماتے تھے) کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ تم پر سنا اور سنوت کا استعمال واجب ہے، کیونکہ سام کے سوا ان میں ہر مرض کی شفا پائی جاتی ہے۔

عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول سام کیا چیز ہوتی ہے؟

آپ نے فرمایا: موت!

رہی سنا۔ تو اس میں دو لغت ہیں۔ در اور قہر کے ساتھ۔

یہ ایک حجازی بوٹی ہے۔ اور سب سے افضل مکی ہوتی ہے۔ اور یہ بہت ہی خوب

قریب بہ اعتدال درجہ اول میں گرم خشک و دا ہوتی ہے۔ جو صفراء اور مواد کی مہل ہے۔
قلب کو قوت دیتی ہے۔

اس میں بہت اعلیٰ خاصیتیں پائی جاتی ہیں نیز دوسواں سوداوی بدن میں شقاق کے
مرض کو بھی فائدہ پہنچاتی ہے۔ عہدہ کو کھولتی۔ بالوں کو فائدہ دیتی ہے اور جوں در دوسرے
خارش۔ پھنسی پھوڑے اور مرگی میں مفید ہے۔ اس کا جو شاندرہ پینا اسے کوٹ کر پینے سے زیادہ
فائدہ بخش ہے۔ اس کی مقدار خوراک تین درہم تک ہے اور اس کے پانی کی مقدار خوراک
پانچ درہم تک ہے اور اس کے ساتھ ساتھ گل بنفشہ۔ سرخ اور کشمش کو جو شاندرہ میں
ڈال لیا جائے۔ تو یہ اس کی مصلح ہے۔

رازی کہتا ہے کہ سنا اور شاہترہ اخلاط محترقہ کے مہل ہیں۔ اور خارش و جرب کو
نافع ہیں۔ اور ہر ایک میں سے چار سے سات درہم تک مقدار خوراک ہے۔
رہی سنوت۔ تو اس کے معنی میں آٹھ اقوال ہیں۔

ایک یہ شہد کا دو سرا نام ہے۔

دوسرا یہ گھی کا گرم ہتلا رب ہے۔ اور گھی پر سے سیاہ خطہ کی شکل میں خارج ہوتا ہے۔
تیسرا یہ کون کی طرح جنوب ہوتے ہیں۔ اور یہ ابن اعرابی کا قول ہے۔
چوتھا۔ یہ کون کرمانی کا نام ہے۔

پانچواں ابو حنیفہ دینوری نے کسی اعرابی سے نقل کیا ہے۔ کہ یہ راز بانج ہے۔
چھٹا یہ سونف کا نام ہے۔

ساتواں یہ کھجور کا نام ہے۔ اسے ابو یکر بن سنی حافظ نے نقل کیا ہے۔

بعض اطباء کا کہنا ہے یہ مطلب معقول اور قرین صواب بھی معلوم ہوتا ہے کہ سنا کو
کوٹ کر اس شہد میں ملا دیا جائے۔ جس میں پہلے گھی ملا ہو۔ پھر اسے
چٹا دیا جائے۔ اسے مفرد استعمال کے بجائے یہی بہتر صورت ہے۔ کیونکہ
شہد اور گھی میں سنا کی اصلاح اور اسہالی قوت میں اعانت کی تاثیر پائی
جاتی ہے۔

ترمذی وغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے۔ بہتر علاج جو تم کرتے ہو وہ معوط۔ لدو۔ سینگیاں لگوانا اور چلنا ہے۔ کیونکہ چلنے سے طبیعت میں مادہ خارجہ کو خارج کرنے کے لیے تلمین و اسہال کی قوت آجاتی ہے !

-
- ۱۔ ابن احویث اور طرن علاج کے سلسلہ میں دو باتیں پیش نظر رکھنا چاہئیں۔
- ۱۔ ابن میں سے اکثر احادیث کا پایہ استناد اس معیار پر پورا نہیں اترتا جو بخاری و مسلم کا ہے، الا ماشاء اللہ۔
- ۲۔ جو طریق علاج آن حضرتؐ سے قطعی طور پر ثابت ہے اس کے درست اور بجا ہونے میں شبہ نہیں، لیکن جس کی قطعیت ثابت نہ ہو، اسے مقامی احوال پر محمول کیا جائے گا۔

جسم کی پاکیزگی

تدبیر ————— طریقہ ————— علاج

صحیحین میں حضرت قتادہ ^{رضی} سے حدیث مروی ہے، انھیں حضرت انس ^{رضی} بن مالک سے روایت ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت زبیر بن عوام کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی۔

ایک روایت میں منقول ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن عوام نے ایک غزوہ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جوڑوں کے متعلق شکایت کی۔ آپ نے انھیں ریشم پہننے کی اجازت دی۔ اور میں نے ان کے بدن پر ریشم دیکھا۔

اس حدیث میں دو امور کا ذکر ہوا ہے۔ ایک فقہی اور دوسرا طبی۔

فقہی تو یہ ہے کہ عورتوں کے لیے ریشم مطلقاً مباح ہے۔ اور کسی ضرورت یا مصلحت راجحہ کے سوا مردوں کے لیے حرام ہے۔ حاجت یہ ہے سخت جاڑا ہو۔ اور اس کے سوا کوئی اور لباس مہیا نہ ہو۔ نیز خارش، حکمتہ یا کسی مرض یعنی جوڑوں کے لیے اس کا استعمال جائز ہے۔ جیسے حضرت انس ^{رضی} کی مروی صحیح اس پر شاہد ہے۔

امام احمد ^{رضی} سے دو روایتوں میں سے زیادہ صحیح روایت میں اس کا جواز ملتا ہے، اور امام شافعی ^{رضی} سے بھی دو اقوال میں سے زیادہ صحیح قول میں ایسا ہی منقول ہے، کیونکہ اصل تو عدم تخصیص اور عدم رخصت ہے اور جب امت کے ایک حصہ پر کسی سبب سے اس کی رخصت ثابت ہوگئی تو یہ سبب جہاں بھی پایا جائے گا، عدم سبب کے باعث اس کا حکم بھی وہاں ضرور موجود ہوگا۔

اور امرِ طبی یہ ہے کہ ریشم حیوانی دواؤں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اسی لیے اسے بھی حیوانی ادویہ میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس کا مخزج ایک کیڑا ہے۔ اور اس میں کسی ایک فوائد ہیں۔ اس کے خواص میں دل کو تقویت دینا ہے یہ مفرح بھی ہے اور کئی امراض میں نافع ہے۔ سرمہ لگایا جائے تو مقوی بصر بھی ہے اور خام حالت میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ درجہ اول میں گرم خشک ہے۔ ایک قول کے مطابق گرم ہے اور بعض کے نزدیک معتدل ہے۔

اگر یوں کہا جائے کہ جب ریشم کا بوسل سب سے زیادہ معتدل اور بدن کے لیے زیادہ موافق ہے، تو شریعتِ کاملہ نازلہ نے اسے مردوں کے لیے کیوں حرام قرار دیا؟ حالانکہ شریعت نے طبیات کو حلال کیا ہے اور صرف جنائث کو حرام کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہوگا کہ شریعت نے اسے اس وجہ سے حرام قرار دیا تاکہ نفوس اس سے رک جائیں۔ اور اللہ کی طاعت کی خاطر اسے ترک کر کے ثواب لوٹیں، اور یہ ضروری چیز ہے کہ انہیں اس کا صلہ ملے۔ بعض کہتے ہیں کہ ریشم، اصل میں عورتوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے، جیسے سونا ان کے لیے زیور ہے اور مردوں پر عورتوں سے تشابہ کی وجہ سے حرام کر دیا گیا۔

بعض کا قول ہے کہ اس میں فخر و غرور پایا جاتا ہے، اس لیے حرام ہے۔

اور نسائی نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث نقل کی ہے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے میری امت کی عورتوں کے لیے ریشم اور سونا حلال کیا ہے اور مردوں پر حرام کر دیا، ایک روایت کے لفظ یہ ہیں کہ:

میری امت کے مردوں پر ریشم اور سونا حرام کر دیا گیا اور عورتوں کے لیے حلال کر دیا گیا۔

صحیح بخاری میں حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے، انہوں نے بتایا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

نے حریر اور دیباچ پہننے سے ادا میں پرہیز کرنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے۔

یہ ان (غیر مسلموں) کے لیے دنیا میں ہے اور تمہارے لیے آخرت میں ہوگا۔

ذات الجنب

دوا، معالجہ، کیفیت، پرہیز

جامع ترمذی میں حضرت زید بن ارقم کی حدیث مروی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
کہ ذات الجنب میں قسط بھری اور زیتون سے علاج کرو۔

اطباء کے نزدیک ذات الجنب کی دو انواع ہیں۔ نوع حقیقی اور نوع غیر حقیقی۔
نوع حقیقی میں دم حار ہوتا ہے جو پسلیوں کے ساتھ غشاء باطنی میں ایک پہلو پر لاحق ہو جاتا
ہے اور غیر حقیقی میں ریاح غلیظہ کے باعث پہلو میں نمونے کا سا درد محسوس ہوتا ہے جو پردوں میں
نقوذ کرتا ہے۔

ذات الجنب حقیقی کا نمائل درد بھی ظاہر ہوتا ہے لیکن اس قسم کے درد میں کھینچاؤ ہوتا ہے، اور
حقیقی ذات الجنب میں درد کی حالت بہت زیادہ سخت ہوتی ہے۔
ذات الجنب میں پانچ اعراض ضرور پائے جاتے ہیں۔ بخار، کھانسی، چھینے والی درد تھلی تنفس
اور نبض منشاری۔

حدیث میں جو علاج آتا ہے، وہ اسی نوع کے لیے نہیں، بلکہ وہ دوسری نوع کے لیے ہے جو
غلیظ ریاح کے باعث پیدا ہوتا ہے کیونکہ قسط بھری دراصل عود ہندی ہوتی ہے، جیسے دوسری
احادیث میں قسط ثانی کا ذکر ہے کہ جب اسے نرمی سے کوٹا جائے اور گرم زیتون کے ساتھ ملایا
جائے اور ریاح کی جگہ ملا جائے یا چٹایا جائے تو یہ اس کے لیے نافع ہوگی اور مادے کو تحلیل کر کے
مرض کو ہٹائے گی۔ نیز اعصاب باطن کو قوت دے گی اور سردوں کو کھول دے گی۔ عود مذکور میں اس قسم
کے فوائد ملتے ہیں۔

ذات الجنب حقیقی میں بھی قسط نفع بخش ہو سکتی ہے۔ اگر اس کا سبب بلغمی مادہ ہو۔ اور اس کا فائدہ انحطاط مرض کے وقت خصوصاً زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔

ذات الجنب خطرناک امراض میں سے ہے۔

صحیح حدیث میں حضرت ام سلمہ رضی سے مروی ہے، انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کی حالت میں حضرت میمونہ کے گھر تشریف رکھتے تھے۔ جب افاقہ سا ہو جانا، تو آپؐ باہر تشریف لا کر نماز پڑھاتے۔ اور جب تکلیف زیادہ ہو جاتی، تو آپؐ حضرت ابوبکرؓ کو حکم دیتے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ شدت درد کے باعث تکلیف زیادہ ہوئی۔ چنانچہ آپؐ کے پاس ازواج مطہرات حاضر ہوئیں اور آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ اور ام فضل بنت حرت اور اہماز بنت نمیس بھی حاضر ہوئیں۔ انہوں نے لہو دینے کا مشورہ کر کے وہ دوائے دی، اس وقت آپؐ بیہوشی کے عالم میں تھے۔ جب آپؐ کو افاقہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا:

یہ یہ کام کس نے کیا ہے؟ یہ ان عورتوں کا کام ہے جو وہاں سے آئی ہیں آپؐ نے ارض عشرہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضرت ام سلمہؓ اور اہمازؓ نے یہ دوا دی تھی۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ ہمیں خیال تھا کہ شاید آپؐ کو ذات الجنب ہو گیا ہے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا، یہ دوا کس چیز پر مشتمل تھی؟

انہوں نے عرض کیا، عودِ ہندی، کچھ کسبہ اور زیتون کے دو قطروں کے ساتھ۔

آپؐ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ مجھ پر یہ مرض وارد نہ کرے گا۔ تم میں سے کوئی بھی دوا دینے والا میرے چچا عباسؓ کے سوا اس کمرہ میں نہ رہے۔

دردِ سر اور دردِ شقیقہ

کیفیت ، اسباب ، علامات ، علاج

سنن ابن ماجہ میں حدیث منقول ہے، جس کی صحت مختلف فیہ ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی درد سر ہوتا تو آپ مہندی لگاتے اور فرماتے کہ اللہ کے اذن سے یہ صداع دردِ سر میں مفید ہے۔

صداع ایک ایسا مرض ہے کہ جس سے سر کے بعض حصوں یا سارے سر میں درد ہو جاتا ہے۔ اور جو دردِ سر کے ایک ہی حصہ میں قائم ہو جائے اسے شقیقہ کہا جاتا ہے۔ اور اگر سارے سر میں پھیل جائے تو اسے بیضہ اور خودہ کا نام دیا ہے کیونکہ اس کی (خود) سے مشابہت ہوتی ہے جو جنگ کے موقع پر پہنا جاتا ہے۔

گاہے گاہے سر کے پھلے یا اگلے حصہ میں بھی درد ہوتا ہے، اس کی کئی اقسام ہیں اور اس کے اسباب بھی مختلف ہوتے ہیں۔

ایک تو اخلاطِ اربعہ میں سے کسی خلط کا غالب آجانا، یہ چار اسباب ہوتے۔

پانچواں معدہ میں پھوڑوں کی وجہ سے کہ سر بھی اس ورم سے متاثر ہو کر دردناک ہو جاتا ہے، کیونکہ سر سے نیچے معدہ کی طرف جانے والے عصبِ آپس میں متصل ہیں۔

چھٹا معدہ میں غلیظ ریح کے باعث کہ وہ سر کی جانب صعود کر کے موجب صداع ہوتی ہے۔ ساتواں غزوقِ معدہ میں ورم کے باعث کہ معدہ کے اتصال کی وجہ سے سر میں بھی درد

ظاہر ہو جاتا ہے۔

آٹھواں استفراغ اورتے کے بعد پوست یا معدہ سے بخارات پڑھنے کے سبب سے سرد لاحق ہو جاتا ہے۔

نواں شدتِ حرارت یا گرم ہوا کے باعث سر میں دم ہونے لگتا ہے۔
دسواں اعراضِ نفسانیہ، مثلاً غم، حزن و ملال، وساوس و افکار کے باعث درد
ہو جاتا ہے۔

گیارہواں دماغ کے پردے میں ورم آجانے سے درد ہونے لگتا ہے، اسی صورت میں مریض سمجھتا ہے کہ اس کے سر پر مٹھوڑے مارے جا رہے ہیں۔

بارہواں، بخار میں شدتِ حرارت کے باعث سر میں درد لاحق ہو جائے، دانشِ اعلم۔
شقیقہ کا سبب وہ مادہ ہوتا ہے جو سر کی شریانوں میں واقع ہوتی ہے یا ان کے اندر باہر سے آجاتا ہے۔ اس طرح جو حصہ سر کمزور ہوتا ہے وہ اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔

ابونعیم نے کتاب الطب النبوی میں اس نوع کا ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس نوع کا درد نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو جاتا، تو ایک یا دو روز ٹھہرتا۔ اس میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور آپ کے سر پر ٹی بندھی تھی، اور صحیح روایت میں ہے کہ آپ نے مرضِ وفات میں فرمایا:

اُف درد سر!

اور مرض کی حالت میں آپ نے سر پر ٹی باندھ رکھی تھی۔ اور دردِ شقیقہ اور سر کے دوسرے دردوں میں سر پر ٹی باندھنا بہت ہی فائدہ بخش ہے۔

اس کا علاج اس اختلافِ انواع و اسباب کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے۔ بعض میں استفراغ سے علاج کرنا پڑتا ہے اور بعض میں غذا سے صحت ہو جاتی ہے اور بعض حالت میں سکون و خاموشی سے آرام آ جاتا ہے۔ بعض میں ضماد لگانے بعض میں تبرید اور بعض حالتوں کے اندر حرارت پہنچانے سے آرام آتا ہے۔ بعض صورتوں میں حرکات اور آوازوں کے سننے سے پرہیز کرنا ضروری ہوتا ہے۔

اس بحث سے خود ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ دردِ سر کے اندر مہندی سے علاج کرنا ایک جزوی علاج ہے، کلی نہیں بلکہ صرف ایک ہی نوع کے لیے مفید ہے کیونکہ جب دردِ سر حرارتِ زائدہ ہوگا، اور کوئی ایسا

مادہ بھی نہ ہو کہ جس کا استفراغ ضروری ہو تو اس صورت میں مہندی بین فائدہ دے گی۔ اسے
کوٹ کر سرکہ میں ملا کر پیشانی پر ضماد کرنے سے دردِ سر میں افاقہ ہوگا۔

امام بخاریؒ نے تاریخ بخاری میں بتایا ہے اور سنن ابی داؤدؒ میں بھی روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے جب بھی دردِ سر کی شکایت کی گئی تو آپؐ نے فرمایا، سینگیاں لگواؤ، اور جب بھی
کسی نے پاؤں کے درد کی شکایت پیش کی، تو فرمایا، مہندی لگاؤ۔

جامع ترمذیؒ میں سلمی ام رافعہؓ خاتونِ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کو جب بھی پھوڑا پھنسی ہوتا یا کانٹا چبھ جاتا تو آپؐ اس پر مہندی لگاتے۔

حنہ (ہندی)

فوائد، طریق استعمال، اثرات

ہندی درجہ اول میں سرد درجہ دوم میں خشک ہے، اس کے فوائد یہ ہیں۔ کہ محلل ہے اور آگ سے جلتے میں نافع ہے۔ نیز اس کو اگر عصب پر (پھٹوں پر) صنماد کیا جائے تو مقوی اعصاب بھی ہے اور قروح (زخم) نم اور سلاق (مسور صوں کے زخم) مرض میں اس کا چبانا فائدہ بخش ہے، بچوں کے قلاع (منہ آجانا) کے مرض کو فائدہ دیتا ہے اس کا صنماد کرتا درہم حارہ کو نافع ہے۔ زخموں میں اس کی تاثیر دم الاغویس سے مشابہ ہے اور جب اسے موم معصی اور روغن گلاب میں آمیز کر دیا جائے۔ تو یہ پسلی کے درد میں فائدہ دیتی ہے۔ نیز جب بچے میں جدری (چھچک) کا مرض ظاہر ہو۔ تو اس کو پاؤں کے تلوؤں پر لگانے سے اس کی آنکھوں میں کوئی دانہ نہیں نکلتا اور آنکھیں محفوظ رہتی ہیں، اور یہ مجرب ہے۔ اور جب اس کا سفوف کپڑوں کی تہوں میں ڈال دیا جائے تو ان میں خوشبو پیدا کرتی ہے، نیز جون سے حفاظت کرتی ہے۔ اور جب اس کے پتوں کو آب شیریں میں رکھا جائے۔ پھر نچوڑ لیا جائے اور یہ مصفا پانی چالیس روز تک روزانہ بیس درہم کی مقدار میں دس درہم شکر ملا کر پیا جائے اور ساتھ ہی مریض کو چھوٹی بھیرٹ کا گوشت کھلایا جائے، تو جذام کی ابتدائی حالت میں حد درجہ عجیب اور اثر انگیز طور پر نفع بخش ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک آدمی کی انگلیوں کے ناخن پھٹ گئے اور اس نے امکان بھر

ہر طرح کا علاج کیا، مگر لا حاصل، آخر ایک عورت نے اسے بتایا۔ کہ وہ دس روز تک مہندی کا پانی پئے۔ اس نے طریق مذکورہ پر پانی پیا، اور صحت یاب ہو گیا۔ اور اس کے ناخن دوبارہ صحت مند ہو گئے۔

مہندی بالوں کو اگاتی، انہیں قوت دہن دیتی اور سر کو قوت دیتی اور پنڈلیوں کا تنگوں اور تمام پھوڑے پھنسی سے محفوظ رکھتی ہے۔

۱۔ مہندی کے فوائد طب جدید نے یعنی ڈاکٹروں نے بھی تسلیم کیے ہیں اور کوئی شبہ نہیں یہ فوائد بے شمار ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ان طبی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے جن میں ایشیائے مرقہ کے خواص تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں،

علاج اور بیماری

دورانِ غلات میں مریضوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟

جامع ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ میں حضرت عقبہ بن عامرؓ جہنی سے مروی ہے۔ انہوں نے بتلایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مریضوں کو کھانے پینے پر مجبور نہ کرو۔ کیونکہ اللہ عزوجل انہیں کھلاتا اور پلاتا ہے۔

بعض فاضل اطباء کا قول یہ ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مرامر مبنی بر مصلحت ہے، خصوصاً اطباء کے لیے اور ان کے لیے جو معالجات کے پیشہ سے متعلق ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مریض جب کھانا یا پینا چھوڑ دیتا ہے تو اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ یا تو طبیعت مرض کو دفع کرنے میں مصروف ہوتی ہے۔ یا خواہش کی کمی یا اس کا یکسر فقدان اس کا موجب ہوتا ہے کیونکہ حرارت غریزہ ضعیف ہوتی، یا قریب قریب سرد ہو جاتی ہے بہر حال جو بھی حالت ہو، اس حالت میں مریض کو کھانا دینا مناسب نہیں۔

یاد رکھنا چاہیے۔ کہ بھوک کا مطلب یہ ہے کہ اعضائے بدن بدل مایتمل کے باعث غذا کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ اس طرح غذا کی خواہش (بھوک) ہوتی ہے۔ اور اگر مرض موجود ہو تو طبیعت دفع مرض اور مادہ مرض کے نفع و اخراج میں پوری سرگرمی دکھانے لگتی ہے۔ اس لیے طلب غذا، اور پانی سے رک جاتی ہے۔ اب اگر مریض کو کھانے پر مجبور کیا جائے تو طبیعت کے فعل (شانی) میں تعطل واقع ہو جائے گا۔ اور اسے ہضم کرنے میں مصروف ہو جانا پڑے گا۔ اس طرح مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ لاحق ہوگا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ گاہے گاہے مریض کو کھانے اور پینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ معاملہ ان امراض میں ہوتا ہے جہاں عقل بھی مختل ہو چکی ہو۔ اس بنا پر یہ حدیث، عام، مخصوص، یا مطلق، ہوگی، جس کی تفسیر دلیل اور معنی دونوں سے ثابت ہے، یعنی حدیث کا مطلب یہ ہوگا: کہ مریض کچھ عرصہ تک غذا کے بغیر بھی گزار سکتا ہے، اور تندرست آدمی اس طرح گزارا نہیں کر سکتا۔ اور مریض کا اللہ کی جانب سے تغذیہ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اطباء نے تغذیہ بالدم کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ نصرت اللہ عزوجل کے سامنے اس کے صفت و عجز کے مطابق ہوتی ہے۔ جب اس کا دل ٹوٹ جاتا ہے۔ اور پروردگار کی رحمت اس کے قریب ہوتی ہے اب اگر وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہوگا۔ تو اسے اغذیہ قلبی مرحمت ہوگی، جن سے اس کی طبیعت کو قوت اور انبساط کی نعمت حاصل ہوگی۔ اس طرح اسے بدنی اغذیہ کی نسبت زیادہ فرحت حاصل ہوگی۔ اور جس قدر اس کا ایمان قوی ہوگا اسے اپنے پروردگار سے محبت ہوگی اور اس و فرحت کی نعمت سے بہرہ ور ہوگا، اور اپنے رب پر یقین اس کی رضا و لقاء کا شوق و ذوق قوی رکھتا ہوگا۔ اسی قدر اپنے قلب میں اس درجہ قوت محسوس کرے گا کہ اس کی تعبیر دشوار ہے۔ اور اطباء اسے محسوس کرنے اور اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں ناکام ہیں۔

جس کی طبیعت غلیظ ہو۔ اور وہ قوت ایمان اور تصدیق قلبی کے اوراق سے جاہل ہو وہ اس راز کو کبھی طرح نہیں سمجھ سکتا۔ ان عشاق کے حالات پر غور کیجئے جو اپنے محبوب کی صورت یا جاہ یا مال یا علم پر فریقہ ہوتے ہیں، عوام اس سلسلہ میں مختلف عجائبات دیکھتے ہی رہتے ہیں۔

اور صحیح روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کہ آپؐ کسی کئی روز تک صیام وصال رکھتے۔ اور اپنے صحابہ رضاکو اس سے منع فرماتے، اور فرمایا کرتے کہ میری حالت تم جیسی نہیں۔ کیونکہ مجھے تو میرا پروردگار کھلاتا اور پلاتا ہے۔

اور یہ تو معلوم ہی ہے۔ کہ یہ کھانا اور پینا عام انسانوں کا کھانا اور پینا نہ تھا۔ ورنہ صوم وصال قائم ہی نہ رہتا۔ اور سارا امتیاز ہی ختم ہو جاتا۔ بلکہ آپؐ صائم (روزہ دار)

ہی شمار نہ ہوتے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے، میرا پروردگار مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور آپ نے اپنے اور صحابہؓ کے درمیان صوم وصال سے فرق فرمایا ہے۔ آپ ایسے امور پر قادر تھے جن پر صحابہؓ کو قدرت حاصل نہ تھی۔ اور اگر آپ باقاعدہ منہ سے (ماڈی طور پر) کھانا کھاتے اور پانی پیتے۔ تو آپ یہ نہ فرماتے، کہ میری حالت تمہاری طرح نہیں! ۱۱

۱۱ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کی غیر معمولی قوت برداشت عطلتے الہی کا کرشمہ تھی، جس سے ہر شخص بہرہ ور نہیں ہو سکتا، اسی لیے آپ نے اندھا دھند لوگوں کو ایسی خیرات کے مظاہرہ سے منع فرمایا ہے۔

پھوٹے پھنسی

علاج — احتیاط — ادویہ

صحیحین میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ

” بہترین دوا جس سے تم علاج کرتے ہو، وہ سینکیاں لگوانا اور قسط بحری ہے۔ اور اپنے بچوں کو عذرہ میں نشتر سے چھڑ کر عذاب نہ دو۔“

سنن اور مسند میں انہی سے حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث منقول ہے۔ انہوں نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے، ان کے پاس ایک بچہ تھا۔ جس کے منہوں سے خون بہہ رہا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا یہ کیا بات ہے؟

مرض کیا گیا۔ اسے عذرہ کی تکلیف ہے یا اس کے سر میں درد ہے۔

آپ نے فرمایا: کتنے ناسمجھ ہو، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ جس عورت کے کسی بچہ کو عذرہ کا

مرض ہو جائے یا اس کے سر میں درد ہو۔ تو وہ قسط ہندی لے۔ اور اسے پان میں رگڑنے۔

پھر اسے سعوط زناک میں چڑھائے (کرائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے یہی حکم دیا۔

چنانچہ بچے کا اسی طرح علاج کیا۔ اور وہ صحت یاب ہو گیا۔

کہتے ہیں۔ کہ عذرہ ایک پھوڑا ہوتا ہے کہ جو کان اور حلق کے درمیان نکلتا ہے۔

اس کی وجہ سے حلق میں خون جوش مارتے لگتا ہے۔ اور یہ مرض اکثر بچوں کو لاحق ہوتا

ہے۔ رہا پانی میں رگڑی ہوئی قسط سے اس کا نافع ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ عذرہ کا

مادہ خون ہوتا ہے جس پر بلغم غالب آجاتا ہے اور قسط محض ہوتی ہے۔ لہذا کو صحت

کر کے اوپر اٹھا دیتی ہے۔ گلہے گلہے اس کا خوب فائدہ ظاہر ہوتا ہے، اور کبھی کبھی اس میں گرم دوائیں براہ راست اور کبھی بالعرض فائدہ بخش ہوتی ہیں۔ اور صاحب قانون نے بھی سقوطِ لہاۃ (حلق کا گواگر جانا) اس کا علاج تحریر کیا ہے قسط کو شب یمانی اور دانہ مرو کے ساتھ ملا کر استعمال کرایا جائے۔

اور حدیث میں جس قسط بحری کا ذکر کیا ہے۔ وہ عود ہندی ہے، اور اس کی سفید قسم شیریں ہوتی ہے۔ اس کے فوائد بھی زیادہ ہیں۔ اور عرب لوگ اپنے بچوں کا علاج کتے کے پریش اور علاق کے ذریعہ کرتے ہیں۔ اور علاق ایک ایسی چیز ہے کہ جسے وہ بچوں پر لٹکا دیا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کام سے منع فرمایا۔ اور بچوں کے لیے زیادہ فائدہ بخش اور سہل تر نسخہ بتا دیا۔

قلبی بیماریاں

کھجوروں کے فوائد، منافع، اور خواص

سنن ابی داؤد میں حضرت مجاہدؓ سے مروی ہے انہیں حضرت سعیدؓ سے روایت پہنچی فرمایا۔ کہ میں بیمار ہو گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے دل میں محسوس کی۔

آپ نے فرمایا! تجھے دل کا مرض ہے۔ اس لیے حرث بن کلدہ کے پاس جاؤ۔ جو بو ثقیف میں سے ہے۔ اور علاج کرتا ہے، اسے چلبے۔ کہ مدینہ کی سات بجوہ کھجوریں لے۔ اور ان کی کھٹلیاں نکلے اور وہ تجھے دے۔

اور اس مرض میں کھجور ایک عجیب خاصیت رکھتی ہے، خصوصاً مدینہ کی کھجوروں میں اور بالخصوص کھجوروں کی فوع بجوہ میں تو یہ صفت بدرجہ تام ہوتی ہے، اور اس کی تعداد سات تک ہونا یہ وحی سے متعلق ہے۔

اور صحیحین میں حضرت عامر بن سعد ابی وقاصؓ سے مروی ہے۔ انہیں اپنے والد سے روایت پہنچی، انہوں نے بتایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو صبح کو ان میں سے سات کھجوریں کھالے۔ اسے اس روز کوئی زہر یا جادو نقصان نہ دے گا۔

کھجور دوسرے درجہ میں گرم اور درجہ اول خشک ہوتی ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ اس میں رطوبت بھی پائی جاتی ہے۔ ایک قول کے مطابق معتدل ہے۔

کھجور میں صحت کی حفاظت کے لیے فاضل غذا پائی جاتی ہے۔ خصوصاً ان کے لیے

(زیادہ مفید ہے) جو اسے اپنی غذا کا جزو بنا چکے ہیں، جیسے اہل مدینہ وغیرہ۔ اور تمام سرد ممالک یا ان گرم ممالک میں جہاں دوسرے درجہ کی گرمی پڑتی ہے یہ ایک عمدہ غذا ہے اسی وجہ سے اکثر اہل حجاز اور یمن اور طائف کے لوگ یا ان کے مشابہ آب و ہوا کے رہنے والے ایسی گرم غذائیں کھانے کے عادی ہیں جیسے کھجور، شہد وغیرہ۔

نیز ہم نے دیکھا ہے کہ وہ کھانوں میں مرچیں اور زنجبیل دوسروں کی نسبت دس گنا زیادہ ڈالتے ہیں۔ اور دوسروں کے مقابلہ میں زنجبیل (سونٹھ) کو اس طرح کھاتے ہیں جیسے حلوہ ہو۔ اور اہل مدینہ کے لیے کھجور گہیوں کے قائم مقام ہے۔ یہی ان کی قوت، اور اناج ہے۔

تمر عالیہ کھجور کی تمام اقسام سے زیادہ بہترین ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ جسم کو قوی کرتی ہے لذیذ اور حد درجہ شیریں ہوتی ہے۔

کھجور غذا ہے اور دوا بھی ہے اور پھل بھی یہ ہر جنس میں داخل ہے۔ اکثر لوگوں کو یہ مفید ثابت ہوتی ہے، یہ حرارتِ غریزی کو قوت دیتی ہے، دوسری غذاؤں اور پھلوں کے مقابلہ میں اس سے بہت کم فقالتِ روزیہ پیدا ہوتے ہیں۔ بلکہ جس کے بدن میں تعفن و فساد و خلط اکثر ہو جاتا ہو۔ اس کی اصلاح کرتی ہے۔

رہی سات عدد کی خاصیت۔ تو قدر و شرع ہر لحاظ سے یہ درست ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل

سات کے عدد اور اس کے خواص

نے سات آسمان اور سات زمینیں پیدا فرمائیں۔ ایام سات ہیں۔ اور انسان کا خلق سات اطوار میں ہوا۔ عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں بھی سات تکبیریں ہوتی ہیں، اور اسی روز کے ستر ہزار آدمی بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔

الغرض سات کے عدد میں ایسے خواص ملتے ہیں جو دوسرے اعداد میں نہیں پائے جاتے۔ اور اطباء کو بھی لفظ سات کے ساتھ مخصوص قسم کا تعلق خاطر ہوتا ہے، بقراط نے کہا ہے کہ اس عالم میں ہر چیز سات اجزاء پر مقدر ہے۔ نجوم سات ہیں۔ ایام سات ہیں لوگوں کی عمریں سات حصص میں منقسم ہیں۔

۱- پہلی طفلی سے سات برس تک۔

۲- پھر صبی سے چودہ برس۔

۳- پھر مراحق۔

۴- پھر شباب (زوجان)

۵- پھر کہولت ادھیڑ عمری۔

۶- پھر شیخ (بوڑھا)

۷- پھر آخری عمر تک (بہت زیادہ بوڑھا)

اور اللہ تعالیٰ اس عدو کی تخصیص کے سبب میں اپنی حکمت و شرع سے خوب واقف ہے۔ کہ یہ اسی مطلب کے لیے ہے۔ یا کسی اور مطلب کے لیے!

اگر بقراط اور جالینوس یا دوسرا کوئی طبیب اس علاقہ میں اس شہر میں اس عدو کے متعلق بتا دیتا۔ کہ کھجوروں کی یہ تعداد سحر (جادو) اور زہر خولانی میں نافع ہے تو اطباء فوراً پورے یقین و ایمان کے ساتھ قبول کر لیتے، حالانکہ اطباء کے لیے مغالطہ کا احتمال بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ ان کا قول محض ظنی اور تخمینہ ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جملہ کلام یقینی قطعی برہانی ہوتا ہے، کیونکہ وہ وحی پر مبنی ہوتا ہے اور وحی کو قبول کرنا و تسلیم کرنا اور اس پر اعتراض نہ کرنا زیادہ اولیٰ اور لائق ہے۔ اور تمام ادویہ کبھی تو کیفیت کے اعتبار سے اثر کرتی ہیں۔ اور کبھی خاصیت کے لحاظ سے جیسے کئی قسم کے اجمار اور جواہر اور پاقوت وغیرہ۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ تر مذکورہ کا اثر زہر کی بعض اقسام پر ہو۔ تو اس صورت میں حدیث عام مخصوص ہوگی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا اثر اس شہر یا اس زمین کی خصوصیات کے سبب سے ہو اور ہر قسم کے زہر پر شفا بخش اثر رکھتی ہو۔ لیکن اس موقع پر ایک بات کی وضاحت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ مریض کی شفا دوا کرنے اور اس کے نافع ہونے کا اعتقاد رکھنے پر منحصر ہے۔ کیونکہ طبیعت جب پورے اطمینان سے دوا قبول کرے گی۔ تو وہ دفع مرض میں مدد دے گی۔ حتیٰ کہ کئی امراض محض اعتقاد اور حسن سلوک سے دور ہو جاتے ہیں۔ اور لوگوں نے اس سلسلہ میں کئی عجیب عجیب واقعات دیکھے ہیں۔ اور دوا و شفا میں جس چیز کا بڑا اثر ہوتا ہے

نیز قلوب و ابدان حتی کہ معاشی و معاد و دنیا و آخرت ہر جگہ اس کا اثر لازمی ہوتا ہے۔ وہ قرآن ہے، قرآن ہر مرض کی شفا ہے۔ لیکن ان قلوب پر آخر وہ کیوں شفا بخش اثر نہیں کرتا کہ جنہیں اس پر اعتقاد ہی نہیں۔ اور اس کی نافع حیثیت کے قائل ہی نہیں۔ بلکہ ان کے مرض میں اصناف ہی کرتا ہے۔ حالانکہ امراض قلب کے لیے قرآن سے زیادہ شفا بخش کوئی نسخہ نہیں، اس کی شفا بھی کامل اور اکمل ہوتی ہے۔ یہ کسی قسم کا مرض رہنے نہیں دیتا۔ اور پھر صحت کی خوب حفاظت کرتا ہے اور ہر آفت اور مرض سے بچاتا ہے۔ اس کے باوجود اکثر قلوب کا اس سے اعراض اور اس پر پختہ اعتقاد نہ ہونا۔ اور اس کا عدم استعمال۔ اور اس کی بجائے ان ادویہ کے پیچھے پھرنا۔ جو اس کے ہم جنسوں (ادویوں) کی ایجاد ہیں۔ (اسی خرابی کے باعث) ہی ان کے اور شفا کے درمیان پردہ آجاتا ہے۔ چنانچہ امراض و تکالیف غالب آجاتی ہیں۔ اور قلوب میں امراض مزمنہ لاحق ہو جاتے ہیں۔ مرض بڑھتے جاتے ہیں۔ اور اطباء۔ اپنے ہم جنسوں کے علاج سے عاجز آجاتے ہیں۔ اور حالت یہ ہو جاتی ہے کہ مرض میں برابر اصناف ہوتا جاتا ہے۔ *

ضرر اغذیہ کے دفعیہ میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ

پہل اور ان کی اصلاح جس سے ان کی معزرت دور ہو جائے اور ان کا نفع پورا پورا حاصل ہو اسی سلسلہ میں صحیحین میں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی حدیث مروی ہے۔ کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترکھجور کے ساتھ لکڑی کھاتے دیکھا۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں۔ کہ مٹا ہونے کے لیے مجھے ہر چیز دی گئی۔ لیکن میں فرہ نہ ہوئی آخر مجھے لکڑی اور ترکھجور دی گئی، جس سے میرے بدن پر موٹاپا آ گیا۔ غرض سرد کا گرم سے اور گرم کا سرد سے اور خشک کا تر سے اور تر کا خشک سے ضرر دفع کیا جاسکتا ہے اور ایک دوسرے کی ترکیب سے اعتدال کرنا یہ عنالجات اور حفظانِ صحت کا ایک عمدہ طریقہ ہے، اس کی مثال پھلے ابواب میں سنا اور سنوت کی ترکیب میں گذر چکی ہے۔ اور سنوت ایسے شہد کو کہتے ہیں جس میں اصلاح کے لیے گھی ملا دیا ہو۔ تاکہ اس سے سنا کی اصلاح اور تعدیل ہو سکے۔ پس اس فات پر اللہ کا صلوة و سلام ہو۔ جسے قلوب و ابدان کے علاج اور معاد دنیاء و آخرت کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا۔

پرہیز اور احتیاط پرہیز کے اقسام اور ان کے اثرات و نتائج

علاج و دراصل پرہیز اور حفظ صحت کا نام ہے۔ اور جب کسی طرح کی گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ تو مناسب استفرغ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ ایسے ہی قواعد پر تمام طب کا مدار ہے۔

پرہیز کے دو اقسام ہیں۔

۱۔ ایک مرض پیدا کرنے والی بات سے پرہیز۔

۲۔ اور دوسرے اس بات سے پرہیز جو مرض میں اعناقہ کا سبب بن سکتی ہے۔

پہلا پرہیز تندرست لوگوں کے لیے ہے۔ اور دوسرا مریضوں کے لیے۔ چنانچہ مریض جب پرہیز شروع کر دیتا ہے تو اس کا مرض زیادہ بڑھنے سے رک جاتا ہے۔ اور دفع مرض میں (طبیعت) کو قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور پرہیز میں اللہ کا فرمان ہے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ
النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا۔

یعنی اور اگر ہو تم مریض یا سفر پر یا آئے تم میں سے کوئی پانخانہ سے یا چھو نام عورتوں کو اور نہ پاؤ پانی تو تم تمیم کرو پاکیزہ مٹی سے۔

چنانچہ اس میں مریض کے لیے پانی کے استعمال سے پرہیز کا حکم ہے۔ کیونکہ اس حالت میں پانی اسے ضرر دے گا۔

اور سنن ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت ام سلمہ بنت قیس الغناریہ سے مروی ہے وہ

فرماتی ہیں۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص حاضر ہوا، ان کے ساتھ حضرت علیؓ بھی تھے۔ اور مرض کی وجہ سے حضرت علیؓ کمزور ہو چکے تھے، ہمارے یہاں دو ال دیاہ انگور لگا رہے تھے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر اس میں سے کھانے لگے، اور حضرت علیؓ بھی اٹھے وہ بھی کھانے لگے۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا، تم کمزور ہو۔ انہوں نے ہاتھ دیکھا۔ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے جو اور شہد کو آمیز کیا۔ میں اسے لے کر حاضر ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ زیادہ درست ہے۔ کیونکہ یہ تمہارے لیے نافع ہوگا، ایک روایت کے لفظ یہ ہیں۔ کہ یہ زیادہ درست ہے یہ تمہارے زیادہ موافق ہوگا۔

اور سنن ابن ماجہ ۷۷ میں حضرت صہیبؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے روٹی اور کھجور تھی۔ آپ نے فرمایا، قریب ہو جاؤ اور کھاؤ۔ میں نے کھجور لی اور کھانے لگا۔

آپ نے فرمایا، تم کھجور کھاتے ہو حالانکہ تمہیں آشوب (چشم) ہے میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول میں دوسری جانب سے کھا رہا ہوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔

علاج اور پرہیز سے متعلق

معلومات ضروریہ اور نافعہ

جن سے مراد اور تندرست کو ضروری طور پر پرہیز کرنا چاہئے۔ جب اس کی خواہش ہو اور طبیعت کا اس طرت میلان ہو۔ اس وقت اگر اسقدر کھانا کھالے۔ جس کو ہضم کرنے سے طبیعت عاجز نہ آجائے تو اس میں کوئی ضرر نہ ہوگا۔ بلکہ اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ ہی ہوگا۔ کیونکہ طبیعت اور معدہ (اسقدر خوراک) کو خواہش سے قبول کرتے ہیں۔ اس لیے ضرر سے تحفظ ہو جاتا ہے، اور گاہے گاہے باوجود طبیعت کی کراہت کے غذا کا کھانا نافع ہوتا ہے۔ اسی باعث سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صہیبؓ کو کھجوریں کھالینے سے منع نہیں فرمایا۔ کیونکہ آپؐ جانتے تھے کہ قلیل مقدار میں کوئی مضرت نہیں۔

اسی طرح حضرت علیؓ کے متعلق مروی ہے۔ کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت علیؓ آئے۔ انہیں آشوب چشم تھا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھجوریں تھیں جنہیں آپؐ کھا رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے علیؓ کھاؤ گے؟ یہ کہہ کر ایک کھجور ان کی طرف پھینکی۔ پھر دوسری اس طرح سات کھجوریں مرحمت فرمائیں۔ پھر فرمایا اے علیؓ اسی قدر کافی ہیں۔

نیز اسی طرح سنن ابن ماجہ میں حضرت عکرمہؓ کی حدیث منقول ہے جو انہیں حضرت ابن عباسؓ سے ملی۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی عیادت فرمائی اور

اس سے دریافت فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے عرض کیا: میں گندم کی روٹی چاہتا ہوں۔ ایک روایت کے لفظ یہ ہیں، کہ میں پراٹھا چاہتا ہوں؛ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس کے پاس گندم کی روٹی ہو اسے چاہئے کہ اپنے بھائی کے پاس بھیجے۔ پھر فرمایا: جب مریض کسی چیز کی خواہش کرے تو اسے کھلا دو۔

اس حدیث میں ایک لطیف طبی راز ہے۔ کیونکہ مریض طبعی اور سچی بھوک کے ساتھ جو چیز بھی کھائے گا۔ اس کا ضرر بھی نفع میں بدل جائے گا۔ اور اگر بغیر اشتہا کے کھائے گا تو اس کا نفع بھی ضرر بن جائے گا۔ کیونکہ جوع صادق کی وجہ سے طبیعت ضرر کو از خود دور کر دیتی ہے۔

اشوب چشم

سکون ، ترک حرکت ، اور پرہیز

اس سے قبل گزر چکا ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صہیبؓ کو کھجوروں کے استعمال سے منع فرما دیا۔ جب انہیں اشوب چشم کی تکلیف تھی۔ نیز اشوب کی حالت میں حضرت علیؓ کو تر کھجوروں سے منع فرما دیا۔ اور ابو نعیم نے کتاب الطب النبوی میں لکھا ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے جسے بھی اشوب چشم کی تکلیف ہوتی۔ آپ ان کے پاس تشریف نہ لاتے۔ حتیٰ کہ وہ محتیا ب ہو جاتیں۔ اشوب ایک گرم ورم ہوتا ہے۔ جو آنکھ کے طبقہ ملتہ میں لاحق ہو جاتا ہے۔ یہ اوپر کا سفید حصہ ہوتا ہے۔ اس کا سبب اخلاط اربعہ میں سے کسی خلط کا گزنا یا سراور بدن میں کثیر مقدار میں گرم ریح کا آنا ہے۔ جس میں سے ایک حصہ آنکھ کے پردہ کی طرف جاتا ہے۔ یا آنکھ پر تیز دھوپ پڑ جانے سے یہ مرض لاحق ہوتا ہے، اس طرح طبیعت (دفعہ مرض کے لیے) اس طرف خون کی ایک کثیر مقدار بھیجتی ہے۔ تاکہ مرض کو ہٹانے میں اس سے مدد لی جاسکے اسی باعث عضو ماؤن میں ورم آ جاتا ہے،

حضرت عبداللہ بن مسعود نے اپنی بیوی حضرت زینبؓ سے فرمایا، جب ان کی آنکھوں میں اشوب تھا۔ اگر تم اس طرح کرو۔ جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ تو پھر تم بہت جلد محتیا ب ہو جاؤ گی، اپنی آنکھوں پر پانی ڈالو، اور یہ دعا پڑھو۔

اذھب الباس من رب الناس اشف انت الشافی لا شفاء الا شفاک شفا لا یغادر سقر
 یعنی: تکلیف ہٹا۔ اے لوگوں کے پروردگار شفا عطا فرما۔ تو ہی شفا دینے والا
 ہے۔ تیرے سوا کہیں سے شفا نہیں۔ (ایسی شفا دے کہ کوئی تکلیف نہ رہے۔)
 کسی بار گذر چکا ہے۔ کہ یہ مرض اور بعض آنکھوں کے درد بعض ممالک سے مختص ہیں
 اس لیے کلام نبوت کے حصہ جزئی خاص کو عام کلی نہ بنایا جائے۔ نہ کلی عام کو جزئی خاص
 بنانا جائز ہے۔ کیونکہ اس سے غلط اور خلاف واقعہ نتائج نکلتے ہیں! ❖

سُن ہوجانے کا علاج،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی تدبیر

ابو عبید نے ایک غریب حدیث میں حضرت ابی عثمان ہندی سے روایت کیا ہے کہ ایک گروہ ایک درخت کے پاس سے گذرا۔ ان لوگوں نے اس میں کچھ کھایا۔ انھیں ایسا محسوس ہوا کہ ہوا آئی اور پھر منجم ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

شنان میں پانی ٹھنڈا کر کے ان لوگوں پر دو اذانوں کے درمیان ڈال دو۔

آپ کا فرمان کہ "دو اذانوں کے درمیان" تو اس کا مطلب صبح کی اذان اور اقامت کے درمیان

ہے۔ آپ نے اقامت کو اذان فرمایا۔

بعض اطباء کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمایا ہوا علاج تمام معالجات سے افضل ہے

کیونکہ یہ مرض اکثر و بیشتر حجاز میں ہوتا ہے جو گرم خشک علاقہ ہے۔ چنانچہ صند سے اس کا علاج کیا گیا

اور اگر سقراط و جالینوس وغیرہ یہ علاج بتاتے تو اطباء سر نیاز خم کر دیتے اور ان کے کمالِ معرفت پر

انگشت بدنداں رہ جاتے۔

ملکھی

حس کے ایک پر میں زہر ہے دوسرے میں شفا

اور آپ کا ارشاد ہے کہ زہروں کے مضرات کو بالصدادویہ سے دور کرو۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن میں ملکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے دو، کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے، اور دوسرے میں شفا۔

اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملکھی کے ایک پر میں زہر ہوتا ہے اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے۔ اس لیے جب وہ کھانے میں گر جائے تو اسے غوطہ دے دو، کیونکہ وہ زہر دے والا ہے، پہلے ڈبوتی ہے۔ اور شفا والا موخر کرتی ہے۔ اس حدیث میں دو احکام ہیں، ایک فقہی حکم اور ایک طبی حکم۔

فقہی حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب پانی یا سیال چیز میں ملکھی گر کر مر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتا۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے اور سلف میں اس کے خلاف معلوم نہیں۔ خصوصاً اگر کھانا گرم ہو۔ کیونکہ اگر کھانا نجس ہو جاتا، تو آپ کھانے کے خراب ہونے کی خبر دیتے، اس کے بجائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اصلاح کا حکم فرمایا ہے۔ پھر اس حکم کو ہر اس حیوان پر لگایا گیا کہ جس میں دم سائلہ رہنے والا خون مانہ ہو، جیسے شہد کی مکھی۔ بھڑ۔ مکڑی وغیرہ کیونکہ عموم علت کے باعث حکم میں بھی عمومیت آجاتی ہے اور سبب کی نفی سے حکم بھی منتفی ہو جاتا ہے۔

اور طبی مطلب یہ ہے کہ ابو سعید نے فرمایا: امقلوہ کا مطلب ہے کہ اسے ڈبو دو تا کہ اس کی شفا بھی باہر آجائے، جیسے مرغن باہر آیا تھا۔

یاد رکھنا چاہیے، مکھی میں ایسا زیر بلیا مادہ ہوتا ہے جس کے پھیلنے سے خارش اور ورم لاحق ہو جاتا ہے، یہ اس کا ہتھیار ہے، اس لیے جب وہ کسی کو ایذا دینا چاہتی ہے تو اس ہتھیار سے کام لیتی ہے۔ اس وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس زیر کا اس کے دوسرے پر سے مقابلہ کرو، جس میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے شفا رکھی ہے۔ اس لیے اسے مکمل طور پر پانی یا کھانے میں غوطہ دیا جائے گا۔ چنانچہ مادہ سمی اور مادہ نافعہ کا تقابل ہو کر ختم ہو جائے گا۔ اور یہ ایسا علاج ہے کہ بڑے بڑے اطباء اس تحقیق تک رسائی حاصل نہیں کر سکے۔ اور کئی اطباء نے بتایا ہے کہ بھڑیا بچھو کے ڈسنے پر اگر مکھی کو ملا جائے تو مریض کو سکون ہو جاتا ہے اور یہ صرف اس مادے کی وجہ سے ہے۔ کہ جس میں (اللہ تعالیٰ نے) شفا و دلالت کر رکھی ہے۔ اور جب مکھیوں کے سر کاٹ کر باقی حصہ کو انگھوں کے بالوں پر نکلنے والی پھنسی پر لگایا جائے جسے شعرہ کہتے ہیں تو وہ منڈل ہو جاتی ہے۔

پھپھنی کا علاج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ

کتاب ابن سنی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زودبہ محترمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ میری انگلی پر پھپھنی نکلی ہوئی تھی۔

آپ نے فرمایا، کیا تمہارے پاس ذریدہ ہے؟ پھر آپ نے فرمایا، اسے اس پر رکھو، اور یوں دعا کرو

اللہم مصغراً الکبیراً و مکبراً الصغیراً صغراً ما بى

یعنی اے اللہ بڑے کو چھوٹا کرنے اور چھوٹے کو بڑا کرنے والے، میری تکلیف کو چھوٹا دیکر ختم

کرے۔

ذریدہ ایک ہندی دوا ہے جو قطب الذریرۃ سے تیار ہوتی ہے۔ یہ گرم خشک ہوتی ہے اور معدہ اور جگر کے اورام اور استسقا میں سفید ہے، خوشبو کے باعث قلب کے لیے مفوی اور مفرح ہے۔

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ کے ساتھ حل و احرام کے لیے حجۃ الوداع کے موقع پر ذریدہ کی خوشبو لگائی۔

بثرہ دھپھنی، ایک چھوٹا سا پھوڑا ہوتا ہے جو گرم مادے سے پیدا ہوتا ہے جسے طبیعت ہی طرف پھینک دیتی ہے، چنانچہ جسم کے ایک حصہ پر ٹھہر کر وہیں سے خارج ہوتا ہے۔ اس کے لیے نفع کرنے اور پھر خارج کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، اور ذریدہ میں نفع اور اخراج کی صفات پائی جاتی ہیں۔ مزید برآں اس میں خوشبو کے باعث تبریدی اثر بھی ہوتا ہے جس کی وجہ سے پھپھنی کی تکلیف کم ہو جاتی ہے۔

اسی طرح صاحب قانون نے بتایا ہے کہ آگ سے جلنے کا سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ روغن گلاب اور سرکہ میں ذریدہ کو ملا کر لگایا جائے۔

حاد اور مزمن امراض اور ام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اور ہدایات

حضرت علیؓ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک آدمی کے پاس عیادت کے لیے گیا، اس کی پیٹھ میں درم تھا، عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول اس میں پیپ ہے۔ آپ نے فرمایا، اسے شق کرو۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں شق کرتا رہا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طبیب کو حکم دیا کہ وہ اجوی آدمی کے پیٹ میں شگاف دے۔

عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول کیا اس کے لیے یہ علاج نافع ہے؟ آپ نے فرمایا جس ذات نے مرض نازل کیا ہے اس نے جس میں چاہا شفا بھی نازل فرمائی۔ شق کرنے میں دو فوائد ہیں، ایک تو فاسد اور ردی مادہ کا اخراج، دوسرے مزید خراب مادے کے اجتماع میں رکاوٹ ہوتی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ اجوی آدمی کے پیٹ میں شگاف دو۔ اجوی کے کئی معنی ہیں، ایک یہ کہ پیٹ میں گنداپانی جمع ہو جاتا ہے، جس سے استسقاء کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ اودان کے خیال میں یہ حکم استسقاء زقی میں ہے، جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اور اس کی تین اقسام ہوتی ہیں۔

۱۔ استسقاء طبعی، یہ وہ قسم ہے جس میں مادہ ریحیہ کی وجہ سے پیٹ پھول جاتا ہے۔ جب اس پر تھپکی دی جائے تو ڈھول کی آواز سنائی دیتی ہے۔

۲۔ دوسرا استسقاءے طمی۔

اس میں تمام بدن کا گوشت بمع ذکر پیٹ کے اندر مادہ بلغمیہ پیدا ہونے کی وجہ سے پھول جاتا ہے جو خون کے ساتھ ساتھ اعضائے بدن میں پھیل جاتا ہے۔ یہ پہلی قسم سے زیادہ شدید ہے۔

۳۔ تیسرا استسقاءے زتی

یہ وہ ہے، جس میں پیٹ کے نچلے حصہ میں فاسد پانی جمع ہو جاتا ہے اور حرکت کے وقت اس کی اس طرح آواز آتی ہے کہ جیسے مشک میں پانی کی حرکت کی آواز، اور اکثر اطباء کے نزدیک یہ سب سے بدترین قسم ہے، اور اس کا علاج ٹسگات کے ذریعہ پانی نکالنا ہے۔

تیمارداری کاگز

مریضوں کی تفریح اور تقویت قلب کا سامان

سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے، انہوں نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اس کی اجل کو مہلت دو۔ یہ مریض کو خوش کرنے کا طریقہ ہے۔ اس حدیث میں علاج کے متعلق ایک بہت ہی کارآمد اور اعلیٰ نصیحت ہے اور وہ یہ ہے، کہ مریض کی تقویت طبیعت کے لیے ایسا کلام کر دو، جس سے اسے فرحت و انبساط حاصل ہو۔ اور اس کی تقویت میں اضافہ ہو۔ اور حرارت غریزی میں زیادتی ہو، جس کی مدد سے طبیعت مریض کو دفع کر سکے اس میں کمی کر سکے اور ایک طبیب کا یہی کام ہوتا ہے۔

اکثر اوقات لوگوں نے دیکھا ہے کہ مریض بعض ایسے لوگوں کی عیادت سے خوش ہوتے ہیں، جن سے وہ محبت رکھتے ہیں۔ ان کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں، اور ان سے ملاقات ان کے لطف و کرم اور گفتگو سے انہیں طبعی قوت حاصل ہوتی ہے۔ مریضوں کی عیادت کے سلسلہ میں یہاں چیز از حد مفید ہے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ کے متعلق یہ گزر چکا ہے کہ آپ مریض سے اس کے مرض کی حالت اور احساسات کے متعلق دریافت فرماتے اور اس کی خواہش طعام وغیرہ کے متعلق بھی معلوم فرماتے۔ اس کی پیشانی پر ہاتھ مبارک رکھتے اور گاہے گاہے اس کے سینہ پر ہاتھ رکھتے اور اس کے لیے دعا فرماتے۔ نیز جو چیز مریض میں مفید ہوتی وہ بھی بیان فرماتے۔ گاہے گاہے وضو فرماتے اور وضو کا پانی اس پر پھرتے، اور اکثر اوقات مریض سے فرماتے :-

اے یعنی صحت و خیریت کی باتیں کرو۔

کوئی ہرج نہیں، انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔
یہ حسن علاج اور کمال لطف کا مظہر ہے۔

۱۰ اہل سے بہتر نفسیاتی علاج بھی کوئی نہیں ہو سکتا۔
مریض کو اگر مرض سے ڈرایا نہ جائے، بلکہ تسلی اور دل دی کی باتیں کر کے اس کا حوصلہ قائم رکھا
جائے تو طبیعت مدبرہ بدن خود ہی اس کا علاج کر لیتی ہے، اور یہ علاج ادویہ کے مقابلہ میں زیادہ
موثر اور کارگر ہوتا ہے۔ اور اس سے جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ بھی نسبتاً دیر پا اور مستقل ہوتا ہے۔

عادی اور غیر عادی وائیں

مذکورہ ادویہ سے علاج کے بارے میں آپ کا معمول اور اصول

اصول علاج میں یہ چیز سب سے زیادہ درست اور نافع ہے اور جب طبیب اس میں خطا کرتا ہے تو مریض کو ضرر پہنچ جاتا ہے اور وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ اسے فائدہ ہو رہا ہے، اور صرف جاہل طبیب ہی اس وقت صرف کتابی ادویہ کی تلاش میں رہتا ہے کیونکہ ادویہ و اغذیہ ابدان کے لیے حسب استعداد و قبول مفید ثابت ہیں۔ اور اہل بوادی و دیہاتی لوگوں کے لیے ستریت نیلوفر، گلاب اور دیگر قیمتی ادویہ کچھ کارگر نہیں ہوتیں اور نہ ہی ان کی طبائع پر مفید اثر ڈالتی ہیں، بلکہ حضری (شہری) لوگوں کی عام ادویہ بھی ان پر اچھا اثر نہیں ڈال سکتیں۔ تجربہ اس بات کا شاہد ہے جو بھی علاج نبویؐ میں ذرا بھی غور کرے گا، اسے محسوس ہوگا کہ یہ علاج مریض اور اس کے وطن اور جائے پیدائش کے بالکل مطابق ہے۔ اصول علاج میں اصل مرکز دکانی (یہی ہے اور اس کا خیال رکھنا اشد ضروری ہے، اور افاضل اطباء نے بھی اس کی صراحت کی ہے حتیٰ کہ طبیب عرب بلکہ سب سے بڑا طبیب حرث بن کلدہ جو اپنی قوم میں بقراط کی حیثیت رکھتا تھا، کہتا ہے:

پرہیز علاج کی جڑ ہے اور معدہ امراض کا گھر ہے۔ اور ہر جسم کا علاج اس کی عادی ادویہ کے ساتھ کرو۔

اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ عادات طبیعت ثانیہ کی حیثیت رکھتی ہے اور بدن میں اس کی قوت عظیمہ مسلم ہے۔ اسی وجہ سے اغذیہ اور ادویہ کے متعلق علاج نبویؐ میں ان کی عادی اشیاء کا لحاظ رکھا جائے۔

عادی اغذیہ میں سے زیادہ لطیف غذا میں استعمال کرنی چاہئیں | صحیحین میں حضرت عروہؓ

سے مروی ہے انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت پہنچی کہ جب کسی کے گھر موت ہو جاتی تو عورتیں اکٹھی ہوتیں پھر وہ اپنے اپنے گھر واپس چلی جاتیں۔ انہیں دودھ کی آمیزش سے تڑید تیار کرنے کا حکم تھا جسے وہ تیار کرتیں۔ پھر دودھ کا آمیزہ اس پر ڈال کر اسے کھالیا جاتا، کیونکہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ دودھ کا تڑید مرلین کے قلب کو قوت دیتا اور غم دور کرتا ہے اور فرماتیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کوئی مرلین ہو جاتا تو پرہ آگ پر ہوتا۔ یہاں تک کہ صورت حال یکسو ہو جاتی، یعنی یا وہ صحت یاب ہو جاتا یا فوت ہو جاتا۔

بیز جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا جاتا کہ فلاں کو درد ہے وہ کھانا نہیں کھاتا، تو آپ فرماتے، تلبینہ (دودھ آمیز غذا) بنا کر اسے پلانی چاہیے، اور فرماتے کہ قسم سے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ تمہارے پیٹ کو اس طرح دھو دیتا ہے کہ جیسے تم اپنے چہرہ کو مٹی سے صاف کر دو۔

ادریہ تو گزر چکا ہے کہ ادویہ و اغذیہ کے افادہ میں عادات کو بڑا دخل ہے اور اس قوم کی عادت تھی کہ جو کاپانی پس کر پیتے، ادریہ زیادہ تران کی غذا میں شامل تھا۔ اس کا فعل بھی قوی اور عظیم ہوتا ہے، البتہ شہر کے اطباء نے زیادہ صاف حصہ کو لیا تا کہ زیادہ ترقی و لطیف ہو جائے۔ اس طرح وہ مرلین کی طبیعت پر گراں نہیں گزرتا۔ ادریہ معائلہ اہل شہر کے اختلاف طبائع اور جو کے پانی کے ثقل و خفافت پر منحصر ہے۔ الغرض جو کلامطبوخ پانی زیادہ سریع النفوذ ہوتا ہے اور اس کا فائدہ کافی سے زیادہ ہے اور یہ ایک لطیف غذا کی حیثیت رکھتا ہے جب اسے گرم پیا جائے تو اس کے فائدے اور سرعت نفوذ میں قوت آجاتی ہے اور حرارت تریزہ کو بھی یہ بڑھاتا ہے اور دیوار معدہ کے لیے مفید ہے۔

زہر کا علاج

خیبر کی یہودی عورت کا زہر آلود کھانا اور آپ کا تدارک

عبدالرزاق نے عمر سے انہیں زہری سے انہیں عبدالرحمن بن کعب بن مالک سے روایت پہنچی کہ ایک یہودی عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بمقام خیبر ایک ٹھنی ہوئی بکری بھیجی۔

آپ نے دریافت فرمایا، یہ کیسی ہے ؟

اس نے عرض کیا، یہ بدیہ ہے۔

صدقہ کہنے سے اس نے اس لیے انکار کیا کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے تھے۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کھایا۔ صحابہؓ نے بھی کھایا۔

پھر آپ نے فرمایا، رک جاؤ، اور عورت کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، کیا تو نے اس بکری میں زہر

ملا یا ہے ؟

اس نے کہا، آپ کو کس نے بتایا ؟

آپ نے فرمایا، اس کی پنڈلی کی اس بڈی نے۔

وہ اس وقت آپ کے ہاتھ میں تھی۔

اس نے اقرار کیا، اور کہا، ہاں !

آپ نے فرمایا، کیوں تو نے ایسا کیا ؟

اس نے کہا، میں نے سوچا، اگر آپ جھوٹے ہیں تو لوگ آپ سے نجات حاصل کریں گے اور اگر آپ

نبی ہیں تو آپ کو کچھ ضرر نہ ہوگا۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ گدی پڑھنے لگوائے اور صحابہؓ کو کھتی کھنے

لگوانے کا حکم دیا۔

آخر بعض صحابہ کی وفات بھی ہو گئی۔ اس واقعہ کے تین سال بعد تک آپ زندہ رہے، حتیٰ کہ مرض وفات میں آپ نے فرمایا، میں نے خیبر کے دن جس بکری کا گوشت کھایا تھا، اس کا اثر ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں، حتیٰ کہ اس وقت وہ مجھ سے منقطع ہو رہی ہے۔ گویا نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی وفات پائی۔

موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ زہر خورانی کا علاج استفراغات اور ایسی ادویہ سے کیا جاتا ہے کہ سبھی اثرات کی ضد ہوں، اور انہیں باطل کر سکیں۔ کیفیات یا خواصات کسی لحاظ سے بھی! اگر دوا مہیا نہ ہو تو فوراً استفراغ کامل کرے اور حجامت دسینگیاں لگوانا (از حد نافع ہے۔ خصوصاً گرم علاقہ اور گرم موسم میں، کیونکہ خون میں سبھی اثرات سرایت کر جاتے ہیں۔ اس کے بعد عروق و مجاری میں نفوذ کرتے ہیں اور آخر قلب پر پہنچ کر ہلاک کر دیتے ہیں۔ گویا ہلاکت کا موجب خون ہی ہوتا ہے جو اسے نفوذ کرتا ہے اور زہر کو قلب و اعصاب تک لے آتا ہے۔ اس لیے جب مسموم جلدی سے خون نکلوانے کا تو یہ سبھی کیفیت بھی ساتھ ہی خارج ہو جائے گی، جو اس میں مل چکی ہے۔ اور اگر استفراغ کامل ہوگا تو زہر ضرور نکلے گا، بلکہ یا تو بالکل ہی باہر چلا جائے گا، یا اس کے اثرات کمزور پڑ جائیں گے اور طبیعت اس کے مقابلہ پر قوی ہو کر اسے باطل کر دے گی، یا اس کے اثرات کو کمزور کر دے گی، اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت سے نوازنے کا ارادہ فرمایا، تو اس مخفی زہر کے اثر کو موقع تاثیر دیا، تاکہ اللہ کا فیصلہ حکم پورا ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہود کے متعلق اس فرمان کا راز بھی کھل کر سامنے آ گیا:

أَوْ كَلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفِرِّقُوا بَيْنَهُمْ
وَقَتْلُوا تَقْتُلُونَ ۝

یعنی، پھر کھلا کیا جب پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جو نہ بھایا تمہارے جی کو تو تم تکبر کرنے لگے

پھر ایک جماعت کو جھٹلایا، اور ایک جماعت کو تم نے قتل کر دیا۔

تم نے جھٹلایا۔ کا لفظ ماضی کے صیغہ میں آیا تھا اور تقتلون کے لفظ میں زمانہ مستقبل پایا ہے

جس کی توقع تھی۔

جادو اور سحر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ

اس کے علاج میں لوگوں کے ایک گروہ نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ کے متعلق یہ گمان جائز نہیں اور اسے نقص و عیب قرار دیا ہے، حالانکہ واقعہ ان کے زعم کے مطابق نہیں بلکہ یہ کام تو امراض و اوجاع کی ان اقسام میں سے ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لاحق ہوتے رہے اور یہ معاملہ جس امراض میں سے ہے اور اس کے اثرات بھی زہر کی طرح ہیں، ان میں کچھ فرق نہیں۔ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا، حتیٰ کہ آپ کو خیال ہوتا کہ آپ اپنی بعض اذواج کے پاس آ رہے ہیں حالانکہ ایسا نہ ہوتا، اور یہ معاملہ سحر سے بھی زیادہ شدید ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں، سحر بھی ایک مرض ہے اور دوسرے امراض کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا ورود ممنوع نہیں۔ اس کا نہ انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ یہ چیز نبوت میں قدح و عیب بن سکتی ہے، اور ہا یہ امر کہ آپ کو ایک کام کرنے کا خیال ہونا حالانکہ آپ وہ کام نہ کر رہے ہوتے تو یہ مخالفین کے لیے دلیل نہیں بن سکتی، جب کہ آپ کی عصمت پر سب کا اجماع ہے، بلکہ یہ معاملہ امور دنیائے متعلق ہو سکتا ہے کہ آپ کو لاحق ہوا ہو، جس کے لیے آپ مبعوث نہیں ہوئے اور دنیا میں تمام انسانوں کی طرح آپ کو تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ہے، اور یہاں صرف اس کا علاج بیان کرنا مقصود ہے۔

اس باب میں آپ سے دو انواع مروی ہیں ایک کا استخراج اور اس کا باطل کرنا، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار سے اس سلسلہ میں دعا فرمائی، تو آپ کو اطلاع دی گئی۔ آپ نے اسے کنوپی میں سے نکالا۔ تو یہ جادو، گنگھی اور مشاطہ میں تھا۔ جب آپ نے اسے نکلوایا تو آپ کو تکلیف جاتی رہی۔ گویا

آپ بالکل فوری طور پر صحت یاب ہو گئے اور یہ مادہ خبیثہ کے زائل کرنے اور بدن سے اسے استفراغ کے ذریعہ نکال باہر کرنے کے قائم مقام ہے۔

دوسری نوع وہ ہے جس میں مقام سحر زدہ سے استفراغ ضروری ہوتا ہے، چنانچہ مسحور کی طبیعت میں اثر ہوتا ہے۔ اور اس کی اخلاط میں ہیجان اور مزاج میں پریشانی واقع ہو جاتی ہے۔ جب کسی عضو میں اس کا اثر ظاہر ہو اور اس عضو سے مادہ فاسدہ کا استفراغ بھی ممکن ہو، تو یہ خوب فائدہ بخش ہوتا ہے۔

ابو عبیدہ نے کتاب غریب الحدیث میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بلی کی سند سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب جادو کیا گیا، تو آپ نے سر مبارک پڑ پھینے لگوائے۔

ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تکلیف ہوئی، کہ آپ کو ناکردہ کاموں کا خیال ہونے لگا، تو خیال ہوا کہ یہ دُموی یا کسی دوسرے مادہ کے سبب سے ہے، جو دماغ کی طرف مائل ہو چکا ہے اور لطن مقدم پر غالب آ گیا ہے، اس لیے اسے حالتِ طبعیہ سے متغیر کر دیا ہے اس وقت پچھنے لگوانا از حد فائدہ بخش اور نافع علاج تھا۔ چنانچہ آپ نے پچھنے لگوائے۔

لیکن یہ معاملہ وحی سے قبل تھا اور جب وحی آگئی، اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ یہ سحر کی وجہ سے ہے تو آپ نے علاجِ حقیقی کی طرف رجوع فرمایا۔ یہ علاج استخراخ و تعویذات، اور ابطال سحر سے ہی ہو سکتا تھا، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کا مقام بتا دیا، آپ نے انہیں نکلوا یا، تو گویا آپ چنگے تھے، اور اس سحر کا زیادہ سے زیادہ اثر آپ کے جسم اور ظاہر جوارح پر تھا۔ آپ کی عقل و قلب اس سے متاثر نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اس خیال کی صحت کا

سہ سحر اور جادو کا اثر نہ آپ کے اعضا اور جوارح پر ہو سکتا تھا، نہ ہوا، یہ بالکل غلط خیال ہے؛ اور شان نبوت کے یکسر منافی ہے۔

درحقیقت جو لوگ، روایات کو بہر حال میں قبول کرنے کے عادی ہیں، خواہ ان سے شانِ نبوت کا استخفاف کیوں نہ ہوتا ہو، وہ اس طرح کی باتوں کو جو قطعاً غلط، ناقابلِ قبول، اور منافی کردار رسول ہیں قبول کر لیتے ہیں کہ "روایت موجود ہے اور سند صحیح ہے، رواۃ ثقہ ہیں"۔ حالانکہ اس طرح کی روایتوں میں، سند کی صحت اور رواۃ کا ثقہ ہونا بھی متفق علیہ اور غیر مختلف فیہ نہیں — اور قبول کر لینے کے بعد خود ان کا دل قبول نہیں کرتا، کھٹک پیدا ہوتی ہے، اب یہ چہ کتم میں رہا باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

یعنی نہ کرتے، کہ آپ ازدواجِ مطہرات کے پاس آرہے ہیں، بلکہ آپ کو علم ہونا، کہ یہ محض خیالی ہے، اس کی کچھ حقیقت نہیں، اور بعض امراض میں اس قسم کی باتیں ہو رہی جابایا کرتی ہیں۔

سحر کا سب سے زیادہ نافع علاج دوئے الہمیہ ہے | کیونکہ (سحر) دراصل ارواحِ نجیہ سلسلہ کے اثرات کا نتیجہ ہوتا ہے اور ان کی

تاثرات کو اذکار و آیات اور وہ ادعیہ ہی باطل کر سکتی ہیں جو ان کے مقابل اور معارض ہوں۔
ساحروں کا خیال یہ ہے کہ ان کا سحر کمزور اور متاثر ہو جانے والے قلوب اور شہوانی انسانوں پر زیادہ اثر انگیز ہوتا ہے، جو کہ لپٹ صفات میں ملوث رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر یہ عورتوں، بچوں، جہلا اور دیہاتی لوگوں میں اثر کرتا ہے۔ یا ان پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ جو دین، توکل اور توحید میں کمزور

(یعنی حاشیہ) پڑ جاتے ہیں، روایات کو چھوڑ نہیں سکتے، اور قبول کرنے میں تو اشکال عقل و فکری و دینی و عقائدی پیدا ہوتا ہے، اب تاویل کا سہارا لیتے ہیں۔ اور تاویل کے ذریعہ بات بنانے کی کوشش کرتے ہیں، جو بالکل نہیں بن پاتی۔ علامہ ابن قیم بہت بڑے مجتہد تھے، مجاہد تھے، علم و عمل کی دنیا میں اپنی مثال آپ تھے، تحقیق و تدقیق کے میدان میں اپنا کوئی حریف نہیں رکھتے تھے۔ مسائل فقہیہ میں جو نکات پیدا کرتے ہیں وہ انہی کا حق ہے۔ احادیث کی تحقیق میں جتنی ژرف نگاہی سے کام لیتے ہیں وہ انہی کا حصہ ہے، لیکن بااں ہمہ بشریت کے تقاضے سے مجبور ہو کر، ایسی باتیں بھی کبھی کبھی اور کہیں کہیں کہہ جاتے ہیں جو ان جیسے مجتہد دوران کے نمایاں شان برگز نہیں ہیں، انہی میں یہ جادو کا معاملہ بھی ہے۔
صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول برحق ہوتے ہوئے نہ جادو، سحر اور ٹونے ٹونے سے متاثر ہو سکتے تھے۔ نہ یہ ان کی شان کے مطابق تھا، رہی اعضاء و جوارح اور قلب و روح کی تفریق و تاویل یہ محض سخن سازی ہے، ایسی دس ہزار روایتیں بھی — خواہ ان کے راوی بظاہر کتنے ہی ثقہ ہوں، اور سند بظاہر کتنی ہی اعلیٰ ہو — قطعاً ناقابل قبول ہیں جن سے آنحضرتؐ کی توہین کا شائبہ بھی نکلتا ہو، لہذا اس طرح کی حدیثیں — جن کی صحت اور قطعیت بھی مشتبہ ہے — نہ کسی مرد مومن کے عقیدے کا جزو بن سکتی ہیں، نہ ان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ آل حضرتؐ کی ذات اسی سے کہیں اعلیٰ اور بالا تھی کہ آپ پر جادو کا اثر ہو سکتا۔

ہوں، اور اوراد الہیہ ادعیہ ماثرہ اور نبوی تعوذات سے بالکل محروم ہوں۔

۱۔ اصل بات یہی ہے کہ جس کی روح پاک ہو، جو دوسرا کسی قلب کا شکار نہ ہو، جو بارہ حیات کی رہروی قرآن و سنت کی روشنی میں کرتا ہو جسے خدائے واحد و یکتا پر کامل اعتماد ہو، وہ ان شعبہ بازیوں سے کسی درجہ میں بھی متاثر نہیں ہو سکتا، اس کے لیے خدا کا کلام کافی اور بہت کافی ہے۔ اس کے بعد اسے کسی سے بھی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔

(رئیس احمد جعفری)

استفراغ، ایک علاج

استفراغ کے اقسام اور فوائد و اثرات

جامع ترمذی میں حضرت معدان بن ابی طلحہ سے مروی ہے، انھیں حضرت ابوالدرداء سے روایت پہنچی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھے کی، پھر وضو فرمایا، آخر کار میں دمشق کی مسجد میں حضرت ثوبان سے ملا، اور اس کا تذکرہ کیا، انھوں نے فرمایا، ہاں انھوں نے سچ کہا۔ میں نے آپ کے وضو کے لیے پانی بہایا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں، باب النقی میں یہ روایت صحیح ہے۔
استفراغ کی پانچ اقسام میں سے ایک قسم تھے ہے۔ یہ پانچ حسب ذیل ہیں:

۱۔ اسہال

۲۔ تھے

۳۔ اخراجِ خون۔

۴۔ خروجِ انجریہ

۵۔ اور عرقِ دلپینہ

اور ان کے متعلق سنت بیان ہو چکی، اسہال کے متعلق سنا کی حدیث میں اور اس حدیث میں بیان ہو چکا جس میں وارد ہوا ہے کہ سب سے بہتر دوا جو تم کو تم کرنے ہو وہ سیر ہے۔ اخراجِ دم کے متعلق حجامت کی احادیث میں وضاحت ہو چکی ہے۔

استفراغِ انجریہ کے متعلق اس فصل کے آخر میں ذکر ہو گا، انشاء اللہ، رہا دلپینہ کے ذریعہ استفراغ! وہ زیادہ تر قصداً نہیں ہوتا بلکہ طبیعت اس مادہ کو ظاہر بدن کی طرف بھیج دیتی ہے، مسلمان

کھلے ہوتے ہیں، وہ باہر نکل پڑتا ہے۔
 قے درہل معدہ کے اوپر کے حصہ کا استفراغ ہے اور حقنہ معدہ کے نچلے حصہ کا، اور دوا
 ہر دو پر اور نچلے حصہ میں کارگر ہوتی ہے۔

قے کی دو قسمیں ہیں، ایک غلبہ و بیجانِ دامادہ کے سبب سے۔
 دوسرے خود اپنی سعی اور کوشش سے۔

پہلی میں اگر ہلاکت یا افراط کا خوف نہ ہو تو اسے روکنا نہ چاہیے اور نہ بند کرنا چاہیے کیونکہ یہ
 مسک دوا سے قطع ہو جائے گی (اور پھر ضرر رساں نہ ہوگی)

دوسری قسم ضرورت کے وقت مفید ہے بشرطیکہ اوقات و شرائط مذکورہ کو مد نظر رکھا جائے۔
 گرم ممالک اور گرم موسموں میں اخلاطِ رقیق ہو کر اوپر کو منجذب ہو جاتی ہیں، تو قے ہی ان میں نافع
 ہو سکتی ہے، البتہ سرد ممالک اور سرد موسموں میں یہ غلیظ اور منجذب ہو جاتی ہیں۔ اس لیے اسی وقت انہیں
 اسہال سے خارج کرنا مفید ہوتا ہے۔

اور اخلاط کے دفعہ کے دو ہی طریقے ہیں ایک جذب اور دوسرا استفراغ !
 قے، مصفی معدہ، منغی اور مقوی معدہ ہوتی ہے۔ بصارت کو تیز کرتی، سر کے بوجھ کو ہلکا کرتی
 اور جذام، استسقار، نابح اور ریشہ جیسے مزمن امراض میں نیز گردے اور مثانے کے زخموں کو فائدہ
 دیتی ہے، نیز یرقان کو دور کرتی ہے۔

ہیبتہ میں دو بار سلسل اس انداز سے اس کا استعمال کرنا چاہیے کہ ہر دوسری بار کے وقفہ میں فرق
 نہ آجائے۔ یہ گرنے والے مادوں کا تنقیہ کرتی ہے۔ اس کی کثرت معدہ کو ضرر دیتی ہے اور فاضل مادوں
 کے سامنے اسے کمزور کر دیتی ہے، نیز اس کی کثرت دانتوں، بصارت اور سماعت کے لیے مضر ہے اور
 جس کے حلق میں دم ہو یا سینہ میں ضعف ہو، یا اس کی گردن باریک ہو یا نفث الدم کا مرض ہو یا اس سے
 جلدی متاثر نہ ہوتا ہو، اسے قے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

اور قے لانے کے موقع پر چاہیے کہ آنکھوں پر ٹی بانڈھ دی جائے۔ سپٹ دبا دیا جائے، اور
 فارغ ہونے کے بعد سرد پانی سے چہرہ دھو لینا چاہیے۔ نیز فارغ ہونے کے بعد مشرب سبب میں تھوڑی کا
 مصطکی اور عرق کلاب ملا کر پی لینا چاہیے۔ اس صورت میں خوب فائدہ ہوگا۔

ہی کے ادقات گرما اور بہار کا موسم ہی ، البتہ سردیوں اور خزاں میں یہ نقصان دہ ہو سکتی ہے۔
 قے معدہ کے اوپر کے حصہ کا استفراغ کرتی ہے۔ اور اسفل معدہ سے مادہ کو جذب کرتی ہے اور
 اسہال اس کے برعکس اثر رکھتے ہیں۔

بقراط کہتا ہے کہ گرمی کے موسم میں دواسے اوپر کے حصہ کا استفراغ زیادہ ہونا چاہیے اور سردیوں
 میں اسفل حصہ کا زیادہ استفراغ مناسب ہے۔

علاج کے لیے

حاذق اور ماہر معالج سے رجوع کرنا چاہیے

موطا مالک میں حضرت زید بن اسلم سے منقول ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک آدمی زخمی ہو گیا۔ اسے خون آیا، تو ایک آدمی نے بنی انمار کے دو آدمیوں کو طلب کیا۔ ان دونوں نے اس کی طرف دیکھا، اسے خیال ہوا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کون زیادہ ماہر طبیب ہے؟

اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا علاج میں بھی اس سے فائدہ ہے؟
آپ نے فرمایا کہ جس نے مرض اتارا ہے، اسی نے علاج بھی نازل کیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر علم و صنعت میں جو زیادہ ماہر ہو اس سے مدد لینی چاہیے کیونکہ وہ درست رائے کے زیادہ قریب ہوگا، اور آپ کا فرمان کہ جس نے مرض اتارا اس نے علاج بھی نازل کیا، اس مضمون کی کئی احادیث آتی ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت عمرو بن دینار کی روایت ہے، انھیں بلال بن لیث سے روایت پہنچی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔

آپ نے فرمایا، اسے طبیب کے پاس لے جاؤ۔

ایک کہنے والے نے کہا، اے اللہ کے رسول کیا آپ یہ فرما رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا، ہاں اللہ عزوجل نے کوئی مرض ایسا نازل نہیں کیا جس کی دوا نہ نازل کی ہو۔

یہ حدیث گزر چکی ہے، البتہ انزل الدار والدوار کے معنی میں اختلاف ہے۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس کے نازل کرنے کے معنی بندوں کو جتا دینا ہے۔ دوسرے گروہ کا

خیال یہ ہے کہ موکل فرشتوں کے ذریعہ مرض اور علاج وغیرہ براہ راست انسانوں پر نازل کیا گیا کیونکہ ملائکہ اہل کارخانہ عالم اور انسان کے مادہ رحم میں آجانے سے لے کر موت تک کے موکل ہیں۔ اس طرح مرض اور علاج ملائکہ کے ذریعہ نازل ہوا۔ یہ صورت اقرب الی الصواب نظر آتی ہے۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ عام امراض اور معالجات آسمان سے نزولِ باران کے ذریعہ اترے ہیں

جس سے اغذیہ، ادویہ اور روزیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس کے تمام آلات و اسباب

(معرض وجود) میں آتے ہیں، اور معاونِ علویہ کی باتیں پہاڑوں کے ذریعہ اور دادیوں کی (اٹھیار و ادعا)

دریاؤں اور بھپوں کے ذریعہ نازل ہوتی ہیں۔ یہ پہلی وجوہ سے بھی آسن قول ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

یہ بھی پروردگار کریم کی حکمت اور ربوبیت کا مظہر کامل ہے جس طرح اس نے بندوں کو امراض میں مبتلا کیا

اسی طرح ادویہ بھی نازل فرمائی جن سے انھیں صحت حاصل ہوتی ہے جیسے انھیں گناہوں سے آزما یا،

اسی طرح توبہ سے گناہوں کو مٹا دینے والی حسنت اور کفارہ بننے والے مصائب سے مدد بھی دی جس طرح

انھیں شیاطین کے ارواحِ خبیثہ سے آزما یا۔ اسی طرح ملائکہ جیسے ارواحِ طیبہ کے لشکر سے نصرت کی

جس طرح انھیں شہوات میں مبتلا کیا، اسی طرح انھیں شریعت کے مطابق قضائے حوائج کر لینے اور

پاک (بیویوں) سے استلناذ کی اجازت دی۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر جس قسم کا بھی ابتلاء ڈالا، انھیں اس میں کامیاب ہونے، اور (برائی)

کو دور کرنے کا ہتھیار بھی دیا۔ اب صرف علم سے نفاذت رہ جاتا ہے اور علم توصل و حصول کی سعی سے

ملتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سے بس مدد مطلوب ہے۔

انارٹی معالج

کوئی غلطی کر جائے تو اس سے تاوان لیا جاسکتا ہے

ابوداؤد۔ نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے فاداسے روایت کی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے اپنے آپ کو طبیب ظاہر کیا، حالانکہ طب کا علم اور فن حاصل نہ کیا ہو تو وہ ضامن ہے جاہل طبیب پر ضمان ڈالنے کا سبب یہ ہے۔ کہ جب اس نے طب کا کام شروع کر دیا اور اس نے اس سے قبل علم طب نہیں سیکھا۔ تو گویا اس نے لوگوں کی جان سے کھینچنا شروع کر دیا۔ وہ گویا ایسے کام کا مترکب ہونا چاہتا ہے جس کا اسے ذرا علم نہیں۔ وہ مریض سے دھوکا کرتا اور اسے مبتلائے فریب کرتا ہے۔ لہذا اس پر ضمان لازم آنے کی۔

اس مسئلہ میں اہل علم کا اجماع ہے۔ خطابی فرماتے ہیں میرا خیال ہے اگر معالج کی زیادتی کے باعث کوئی مریض ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان لازم آنے کے سلسلہ میں کسی کا اختلاف نہیں۔

البتہ اگر کوئی شخص اس فن میں کچھ علم رکھتا ہو، لیکن تجربہ اور معرفت کے لحاظ سے کوئی مرتبہ نہ رکھتا ہو اس کے علاج سے اگر کوئی ہلاک ہو جائے تو اس پر دیت لازم آنے کی۔

لہ اس سے تاوان لیا جاسکتا ہے۔

لہ تاوان، ہرجانہ،

البتہ قصاص ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ مریض کے اذن سے یہ فعل کر رہا ہے۔
فقہاء کے قول کے مطابق معالج کی خباثت اس کی عقل و فراست کے مطابق (کم و بیش) ہوتی ہے، میں کہتا ہوں۔ کہ اس کی پانچ اقسام ہیں۔

۱۔ طبیب حاذق پر ضمان نہیں ہوگی | ایک طبیب حاذق جو اس فن کا صحیح طور پر ماہر ہو، اور اس نے قصداً زیادتی نہ کی ہو۔ بلکہ شارع اور

مریض کی جانب سے وہ ماذون ہو اس سے کوئی عضو یا جان ہلاک ہو جائے۔ یا کوئی صفت (سماعت بصارت وغیرہ) ضائع ہو جائے تو اس پر بالاتفاق کسی طرح کی ضمان نہیں۔ کیونکہ وہ فی الحقیقت ہر طرح سے ماذون (اجازت یافتہ) ہے۔ اسی طرح کسی ماہر اور کارخانہ طبیب کی جانب سے شکات وہ اپریش دیا گیا، اور اتفاق سے یہ فعل اس وقت انجام پایا کہ ابھی اس کا موقع نہیں تھا، اور مریض ہلاک ہو گیا۔ تو بھی اس پر ضمان نہ ہوگی۔

اسی طرح ہر ماذون کا فعل جو فاعل کی (قصداً، زیادتی پر مبنی نہ ہو، جیسے حد لگانے والا بالاتفاق (غیر ضامن ہے) اور قصاص کا معاملہ جمہور کے نزدیک متفقہ ہے، لیکن اس مسئلہ میں وجوب ضمان سے متعلق امام ابو حنیفہؒ کا اختلاف ہے، نیز حد لگانے والا، بچوں کا معلم اور کسی چوپائے کو گرایہ پر لینے والا بھی ضامن ہوگا۔

البتہ آخری دو صورتوں میں ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ان پر ضمان کے وجوب میں اختلاف ہے، امام شافعیؒ نے سواری کے مارنے میں استشفار کیا ہے۔ اس مسئلہ میں اختلاف و نزاع کی صورت یہ ہے کہ سرایہ جنایت تو بلا اختلاف قابل ضمان (تاوان طلب) ہیں، اور سرایہ واجب بالاتفاق ہر (تاوان) ہیں۔ البتہ اختلاف کی صورت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے مطلقاً ضمان واجب کیا ہے۔ اور احمدؒ و مالکؒ نے ضمان کو ہر قرار دیا ہے امام شافعیؒ اس میں فرق کرتے ہیں۔ انہوں نے مقدر صورت میں ضمان کو ہر کہا ہے۔ اور غیر مقدر صورت میں ضمان واجب فرمائی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا خیال ہے۔ کہ فعل میں اذن سلامتی سے مشروط ہے۔ اور احمدؒ و مالکؒ نے فرمایا۔ کہ اذن کے باعث ضمان ساقط ہو جائے گی۔ اور شافعیؒ کا خیال یہ ہے

کہ مقدر صورت میں ضرر ناممکن ہے، گویا یہ نص ہے۔ اور غیر مقدر صورت مثلاً تعزیرات و تادیبات یہ اجتہادی صورت ہے۔ اس لیے اس صورت میں ضمان لازم آئے گی۔ کیونکہ اس وقت تعدی گمان کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ انارٹی اور جاہل معالج | دوسری قسم جاہل طبیب کی ہے، یہ اگر کسی کا علاج کرتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتا ہے، تو اس صورت

میں وہ جہالت کا ایک حملہ کر گزرا ہے، کیونکہ طب نہیں جانتا۔ لیکن اسے علاج کی اجازت دہریض کی جانب سے ہے، اس لیے اس پر ضمان لازم نہ ہوگی۔

۳۔ طبیب حاذق کی دانستہ غلطی موجب ضمان ہے | تیسری قسم ایسے طبیب حاذق کی ہے جو ما ذون بھی ہے،

اس فن میں درک اور مہارت بھی رکھتا ہے، لیکن ہاتھ چوک گیا اور اس نے کوئی عضو صحیح ضائع یا نکلا کر دیا تو اس سے ضمان لی جائے گی۔ کیونکہ اس نے قابل سزا غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ تاوان ملزم سے لیا جائے گا یا بیت المال سے ادا کیا جائیگا۔ اس کے متعلق دو قول ہیں۔ جو امام احمد سے مروی ہیں۔

ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ اگر طبیب ذمی ہے، تو اس کے مال میں سے ضمان ادا ہوگی، اور اگر مسلمان ہے۔ تو اس میں اختلاف روایت ہے۔

۴۔ طبیب کی چوتھی قسم | قسم چہارم: طبیب حاذق ہو اور اپنے فن میں مہارت رکھتا ہو۔ اس نے خوب سوچ بچار کے مریض کے لیے علاج تجویز کیا۔ لیکن اجتہادی طور پر غلطی ہو گئی، اور مریض ہلاک ہو گیا۔

اس کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مریض کی دیت بیت المال سے دی جائے گی۔ دوسری یہ کہ دیت طبیب پر لازم آئے گی، امام احمد نے امام اور حاکم کی خطا کے سلسلہ میں اسے بیان کیا ہے۔

۵۔ طبیب کی پانچویں قسم | ایسا طبیب جو حاذق ہے اس نے فن طب میں پورے طور پر

بہارت حاصل کی ہے، اب اس نے کئی آدمی۔ یا بچے یا مجنوں کا پھوڑا بغیر اس کے یا اس کے دل کے اذن کے کاٹ دیا۔ یا ولی کے اذن کے بغیر بچے کا خلتہ کر دیا (اور ضرر پہنچ گیا) تو ہمارے اصحاب فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ اس نے غیر ماذون صورت میں تصرف کیا ہے اس وجہ سے اس پر ضمان لازم ہوگی، اور اگر بالغ یا بچے اور مجنوں کا ولی (سرپرست) اذن دے دے تو ضمان نہ ہوگی۔

اور اس کا بھی احتمال ہے۔ کہ وہ مطلقاً اس پر ضمان (کسی صورت میں بھی) لازم نہ آنے کیونکہ وہ محسن ہے، اور محسنوں کے خلاف کوئی حرکت نہ کرنی چاہئے، اور حدیث میں طبیب کا اطلاق اس پر ہوتا ہے۔ جو اس فن میں دسترس رکھتا، اور علاج معالجہ کرتا رہا ہو، *

ماہر اور حاذق طبیب

وہ امور جن کا اہتمام و انصرام معالجات میں لازمی اور ضروری ہے

اور حاذق طبیب وہ ہے جو اپنے معالجات میں کس امور کا اہتمام کرتا ہے۔

- ۱۔ نوع مرض، کہ وہ کس قسم سے متعلق ہے؟
- ۲۔ مرض کے سبب کا خیال کرنا کہ کس وجہ سے ہوا اور اس کے پیدا ہونے کی علت کیا ہے۔
- ۳۔ مریض کی قوت کہ آیا وہ مرض کا مقابلہ کر سکتا ہے یا نہیں۔
- ۴۔ مریض کا مزاج بدن طبعی؟
- ۵۔ مزاج طبعی کے علاوہ حادث مزاج کیسا ہے؟
- ۶۔ مریض کی عمر۔

۷۔ اس کی عادات و معمولات

۸۔ موسم

۹۔ مریض کا وطن اور جائے پیدائش۔

۱۰۔ وقتِ مرض، موسم اور آب و ہوا کی نوعیت۔

۱۱۔ اس مرض کے مقابلہ میں دوا کی تجویز۔

۱۲۔ دوا اور مریض کی قوت باہمی کا موازنہ

۱۳۔ مخض اس مرض کا سبب دور کرنے کا قصد نہ ہو، بلکہ اس انداز سے علاج کیا جائے کہ کوئی نئی تکلیف

پیدا نہ ہو جائے جو اس سے بھی صعوبت تر ہو۔ اور اگر کوئی ایسی ہی صورت پیش آجائے کہ کسی صعوبت تر

مرض کے لاحق ہو جانے کا خطرہ ہو، تو مرض کو جوں کا توں باقی رکھ کر اس کی تلطیف کی سعی کی جائے۔

اس بات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے جیسے رگوں کے دہانے کا مرض ہے کہ جب انہیں کافی کر یا ہاندھ کر علاج کیا جائے تو اس سے صعب تر اور مصرت رساں مرض کا خطرہ ہوتا ہے۔

۱۴۔ علاج پہلے پہل طریق پر کیا جائے، پھر دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے، بجز مجبوری کے اسے اختیار نہ کیا جائے، ہو سکے تو شروع میں دوا سے معالجہ کے بجائے غذائی علاج پر اکتفا کرے، جہاں تک ہو سکے مفردات سے علاج کرے، بدرجہ مجبوری مرکبات استعمال میں لائے اور یہ طبیعت پر منحصر ہے کہ وہ محض غذائی علاج قبول کرے۔ یا مرکبات کی بجائے صرف مفردات پر اکتفا کرے۔

۱۵۔ مرض کو اچھی طرح جانچنا، کہ آیا علاج ممکن بھی ہے یا نہیں؟

اگر علاج مرض ہو تو اپنے پیٹے اور منہ کا دتار رکھے اور غیر مفید علاج کرنے کی جرات نہ کرے اور اگر ممکن العلاج ہو تو یہ دیکھے کہ اس کو دور کرنا ممکن ہے یا نہیں۔ اگر سمجھے ناممکن ہے تو دیکھے کہ اس کی تخفیف ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر تغلیل ناممکن ہو اور سمجھے کہ زیادہ سے زیادہ اس کے بڑھنے اور نمو کو روکا جا سکتا ہے تو اس کا علاج کرے، طبیعت کو قوت دے اور مادہ (مرض) کو ضعیف کرے۔

۱۶۔ نضح سے قبل کسی خلط کو استفراغ کے ذریعہ خارج نہ کرے، بلکہ پہلے اس کا نضح کرے۔ جب نضح مکمل ہو جائے تو استفراغ کی جانب توجہ کرے۔

۱۷۔ نایز طبیعت کو قلوب و ارواح کے امراض اور ادویہ کا علم ہو جائے۔ اور علاج کے مسئلہ میں یہ چیز مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔

۱۸۔ مریض سے لطف و نرمی کے ساتھ پیش آئے، جیسے کہ بچے کے ساتھ نرمی سے پیش آتے ہیں۔

۱۹۔ طبعی، الہیاتی اور نفسیاتی ہر قسم کا طریق علاج استعمال کرنے، کیونکہ ماہر اطباء سے بعض اوقات نفسیاتی طور پر ایسے ایسے عجائب و غرائب صادر ہوتے ہیں جن تک ادویہ کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ الغرض طبیب مرض کا ہر نوع سے اور ہر قسم سے علاج کرے۔

۲۰۔ ایک اچھے اور کامل طبیب کے لیے ضروری ہے کہ اس کا علاج و تدبیر ذیل کے امور پر منحصر ہو:

۱۔ حفظ صحت موجودہ

۲۔ رذیلت منقرضہ۔

۳۔ مرض کا ازالہ

۴۔ اس کی امکان بھر تقبیل۔

۵۔ دو خرابیوں میں سے زیادہ بڑی خرابی کو دور کرنے کے لیے ہلکی معززت کو قبول کر لینا۔

۶۔ بڑے فائدے کے حصول کی خاطر چھوٹے کی قربانی دینا۔

یہ بھی وہ چھ اصول جن پر کامیاب علاج کا انحصار ہے۔ اور جو طبیب ان امور کو نظر انداز کرتا ہے اسے معالج اور طبیب کہنا رہتا ہے۔

مریض کے چار احوال ہوتے ہیں

۱۔ ابتداءئے امرض،

۲۔ مرض کا شباب

۳۔ مرض کی انتہا

۴۔ مرض کا انحطاط

اس لیے طبیب پر ہر مزاج کی رعایت کرنا اور احوال مرض کا خیال رکھنا واجب ہے۔ اگر طبیعت میں یہ محسوس کرے کہ طبیعت تحریک و استغراغ فضلات کی محتاج ہے، تو عجلت سے ان کا نفع کرے (اور پھر اہمال وغیرہ سے ان کا استغراغ کرے)

طبیب کی عداقت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اگر آسان تدبیر ممکن ہو تو دشوار علاج کی طرف متوجہ نہ ہو، اور اضعف سے اقویٰ کی طرف آہستہ آہستہ منتقل ہو۔ ہاں اگر (مریض) کی قوت کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو، تو ابتداء ہی سے قوی ادویہ سے علاج کرنا درست ہے۔

علاج کے دوران میں ایک ہی ڈگر پر قائم نہ رہنا چاہیے کیونکہ طبیعت اس سے مانوس ہو کر دوا کے اثرات کھودیتی ہے۔ اور یہ تو گزری چکا ہے کہ اگر غذائی علاج ہو سکے تو دوائی علاج سے پرہیز کیا جائے اور اگر یہ معلوم کرنا دشوار ہو جائے کہ آیا مرض گرم ہے یا سرد، تو حین تک یہ معاملہ کھل نہ جائے تب تک علاج مانہ کرے۔ اور جس سے ضرر کا اندیشہ ہو اس کا تجربہ نہ کرے۔ ہاں اگر ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

اور اگر چند امراض یکجا صدمت میں پائے جائیں تو ایسی صورت میں تین میں سے کسی ایک خصوصیت کا خیال رکھ کر علاج کرنا چاہیے۔

ایک یہ کہ دوسرے مرض کی صحت کا مدار اسی (مرض) کے دور ہونے پر ہو، جیسے ورم اور زخم کیونکہ اسی کی ابتداء ورم سے ہوتی ہے۔

دوسرے یہ کہ ایک دوسرے کا سبب ہو جیسے سٹہ اور حمی متعفنہ (تعفن کے باعث بخار) کہ اس میں سبب کے ازالہ سے علاج کی ابتدا کرنا چاہیے۔

تیسرے یہ کہ ایک دوسرے سے زیادہ اہم ہو، جیسے کہ حاد اور مزمن امراض۔ اس میں حاد کا پہلے علاج کرنا چاہیے۔ نیز اس کے باوجود دوسرے مرض سے بالکل بے اعتنائی بھی اختیار نہ کرنی چاہئے۔

امراض متعدی

بیماروں کے لیے احتیاط، صحت مندوں کیلئے ہدایت

جذام اور دق وصل سے تحفظ صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ وفد ثقیف میں ایک شخص جذام کے مرض میں مبتلا تھا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لایا۔

تم واپس جاؤ۔ ہم نے تمہیں بیعت کر لیا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے تعلیقاً مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جذامی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جذامی کی طرف زیادہ دیر تک مت دیکھو۔

نیز حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت منقول ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جذامی سے اس طرح کلام کرو کہ اس کے اور تمہارے درمیان ایک یا دو نیزوں کا فاصلہ ہو۔ جذام ایک نہایت خطرناک مرض ہوتا ہے۔ جو بدن کے سارے حصے میں مرہ سودا کے پھیل جانے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اعضاء کے مزاج۔ ہیئت۔ اور شکل کو خراب و فاسد کر دیتا ہے، گاہے گاہے۔ آخر میں انہیں اس قدر خراب کر دیتا ہے کہ اعضاء گل جاتے ہیں اور گر پڑتے ہیں۔ اس مرض کو داء الاسد بھی کہا جاتا ہے۔

اطباء کے نزدیک یہ مرض موروثی اور متعدی ہوتا ہے۔ جذامی اور صل کے مریض کے پاس

جذام اور دق وصل موروثی امراض ہیں

رہنے والا بھی ان امراض کی ہول سے مبتلائے مرض ہو سکتا ہے۔ چنانچہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر کمال شفقت و نصیحت کی بنا پر ان اسباب سے بھی منع فرمایا، جن سے ان کے اجسام و قلوب میں فساد مرض لاحق ہو، اور فی الحقیقت گاہے گاہے بدن میں اس مرض کے قبول کر لینے کی استعداد بخشنی ہوتی ہے، اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ طبیعت نقال ہونے کے باعث مجالست و مخالطت رکھنے والے امراض سے تیزی کے ساتھ منفصل اور متاثر ہو جاتی ہے۔

کیا یہ احادیث یا ہم معارض ہیں؟

بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ یہ احادیث آپس میں معارض ہیں۔ اور ایک دوسرے کا بطلان و

نقض کرتی ہیں ان میں سے ایک ترمذی کی حدیث ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جذامی آدمی کا ہاتھ پکڑا۔ اور اسے پیالے میں ڈالا اور سیرمایا

کھاؤ۔ بسم اللہ ثقہ باللہ وتوکل علیہ؛ یعنی اللہ کے نام سے اللہ پر اعتماد رکھتے ہوئے اللہ پر توکل کرتے ہوئے اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا اور صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کوئی متعدی مرض (عدوی) نہیں۔ نہ طیرہ (فال) ہے۔

ان احادیث میں تعارض نہیں

اور ہم کہتے ہیں۔ کہ بجز اللہ ان احادیث صحیحہ میں کوئی تعارض نہیں جب تعارض ہوتا ہے۔ تو صرف

ان روایات میں ہوتا ہے۔ جو کلام نبوت میں سے نہ ہوں، نیز بعض روایات نے بھی ثقہ ہونے کے باوجود خلط ملط کر دیا ہے، یا پھر ایک روایت دوسری کے لیے ناسخ ہوتی ہے بشرطیکہ نسخ ہو سکتا ہے۔ نیز ہم سامع کے ذہن میں بھی تعارض ہو سکتا ہے۔ حقیقتاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تعارض نہیں ہوتا۔

میں کہتا ہوں۔ کہ اس میں اختلاف نہیں ہے بلکہ ہر معنی کے لیے ایک وقت و مقام ہے۔ جب جگہ متعین ہو جائے تو اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔

عدوی کی دو قسمیں ہیں۔

ایک جذامی کا عدوی۔ جذامی کی ہوا از حد شدید ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کے ساتھ مجالست و محالطت رکھنے سے مرض لاحق ہو سکتا ہے۔ نیز جذامی اپنی بیوی سے جب قربت کرتا ہے تو اس حرکت سے بھی اس کا یہ مرض عورت میں منتقل ہو سکتا ہے، نیز اس کا یہ مرض اولاد میں بھی منتقل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح دق اور سل کے مرض کا معاملہ ہے، یہ بھی انتقال پذیر ہیں ایک سے دوسرے کو لگ سکتے ہیں۔ چنانچہ اطباء مسلول اور جذامی کے پاس مجالست کرنے سے منع کرتے ہیں، اور اس مخالفت سے وہ تو یہ مراد نہیں لے رہے ہوتے بلکہ ان کا مطلب فقط تغیر ہوا سے ہوتا ہے۔

دوسری قسم متعدی امراض کی طاعون ہے۔ جو شہر میں واقع ہو اس صورت میں چھوت لگ جانے کے ڈر سے لوگ بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔
جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ويا پھوٹ پڑنے کی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟
جب وبا کسی شہر میں واقع ہو۔ اور تم اس میں رہائش پذیر ہو

تو وہاں سے نہ نکلو۔ اور اگر یہ کسی شہر میں پہلے سے موجود ہو تو اس میں داخل نہ ہو۔
باہر نہ نکلنے سے مراد آپ کی یہ معنی۔ کہ جب تم اس شہر میں ہو۔ تو باہر نہ جاؤ۔ گویا تم یہ سمجھتے ہو۔ کہ اللہ کی تقدیر سے فرار اختیار کرنا تمہیں اللہ سے نجات دے دے گا۔ اور آپ کا یہ فرمان کہ جب یہ وبا کسی شہر میں ہو۔ تو وہاں داخل نہ ہونا۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں تم ٹھہرے ہو یعنی جہاں طاعون نہیں ہے وہ جگہ تمہارے قلوب کے لیے زیادہ اطمینان بخش اور تمہارے رہنے کے لیے زیادہ بہتر ہے۔

دوسرے گروہ نے یہ بھی کہا ہے کہ جذامی سے اجتناب و فرار کا حکم استحباب و اختیار و ارشاد کے طور پر ہے۔ رہا اس کے ساتھ کھانا تو یہ صرف جواز کے لیے ہے۔ حرام نہیں ہے۔

دوسرے گروہ نے کہا ہے۔ کہ یہ دونوں خطاب کلی نہیں بلکہ جزئی ہیں۔ گویا نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آدمی کے حسب حال حکم دیا ہے۔ بعض کا ایمان اور توکل قوی ہوتا ہے۔ اس لیے ان کی قوت توکل تعدیہ کی قوت کو فنا کر دیتی ہے۔ جیسے قوت طبیعت مرض کا زور توڑ کر کے رکھ دیتی ہے۔ اور اسے باطل کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس بعض لوگ اس کی قوت نہیں رکھتے۔ چنانچہ آپ نے احتیاط و تحفظ کے طور پر انہیں الگ خطاب فرمایا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لیے نمونہ اقتداء چھوڑنے کے لیے دونوں امور ارشاد فرمائے، تاکہ امت کے قوی توکل رکھنے والے ایک عمل اختیار کر لیں۔ اور جو کمزور ہوں وہ تحفظ و احتیاط کی صورت اختیار کریں۔ اور یہ دونوں سنن صحیح ہیں۔ ایک مومن قوی کے لیے اور دوسری مومن ضعیف کے لیے۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا اعتقاد تھا کہ متعدی امراض خود طبعی طور پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف اصناف کے بغیر ہی تعدیہ کرتے ہیں۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اعتقاد باطل کہا۔ اور جذامی کے ساتھ کھایا۔ تاکہ انہیں بتا دیا جائے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی مریض کرتا اور شفا دیتا ہے۔ اور قربت سے یوں منع فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسباب کو مسیبات (امراض) تک پہنچ جانے کا سبب بنایا ہے تو اثبات اسباب کی نفی میں آپ نے وضاحت فرمادی۔ کہ کسی چیز کو معمولی نہ سمجھو بلکہ پروردگار اگر چاہے تو اس کی قوت سلب کر لے۔ پھر کچھ بھی اثر نہیں ہو سکتا۔ اور اگر باقی رکھنا چاہئے۔ تو اس کے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں۔

غریب روایات سے بچنے کی تاکید | ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ احادیث ایک دوسرے کے لیے

ناسخ و منسوخ ہیں۔ اس صورت میں ان کی تاریخ دیکھی جائے گی۔ اگر متاخر حدیث کی تاریخ کا علم ہو جائے تو ایک کو ناسخ قرار دیا جائے گا۔ ورنہ تو انفق قائم کرنا ہوگا۔ اور حضرت جابر رضی کی روایت کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جذامی کا ہاتھ پکڑ کر پیلے میں ڈالا، تو یہ حدیث ثابت نہیں اور نہ صحیح ہے۔ امام ترمذی کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور نہ حسن ہے بلکہ اسے غریب قرار دیا ہے۔ اور شعبہ

وغیرہ نے فرمایا۔ کہ ان غرائب (روایات) سے بچو۔ اور ہم نے کتاب المفتاح میں اس مسئلہ پر خوب سیر حاصل اور طویل تبصرہ کیا ہے۔

۱۔ احادیث کی پرکھ کے لیے آئمہ حدیث نے بڑے سخت اور بے لچک اصول و قواعد مقرر کیے ہیں، ان کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو بڑی آسانی سے کھوٹی اور کھری، صحیح اور غلط، حدیث کا پتہ چل سکتا ہے۔ اور ظاہر ہے اس کے بعد پھر حدیث کی صحت شک و شبہ سے بالا ہو جاتی ہے۔

حرام چیزیں دوائیں بن سکتیں

یہ بجائے ایک قسم کی سخت اور شدید بیماری ہیں

سنن ابو داؤد میں حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے مرض بھی نازل کیا اور دوا بھی اتاری، اور ہر مرض کے لیے دوا پیدا کی۔ اس لیے دوا کرو۔ البتہ حرام چیز سے علاج مت کرو۔

اور صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں میں شفا نہیں رکھی ہے جنہیں تم پر حرام کر دیا ہے۔

سنن میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپاک دوا سے منع فرمایا ہے۔

صحیح مسلم میں طارق بن سويد جعفی سے مروی ہے
مشراب دوائیں مرض ہے | انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشراب کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے اس سے منع فرمایا۔ یا اس کے بنانے پر کراہت ظاہر فرمائی۔

اس نے عرض کیا۔ میں تو دوا کے لیے بناتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: یہ دوائیں بلکہ مرض ہے۔

اور سنن میں مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوا میں ڈالنے کے لیے

مشراب کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ مرض ہے۔ علاج نہیں! یہ روایت

ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کی ہے۔

اور بنن لسانی میں منقول ہے۔ کہ ایک طبیب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں دوا کے لیے مینڈک کا ذکر کیا۔ آپ نے اسے ہلاک کرنے سے منع فرمایا۔
نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، آپ نے فرمایا، جس نے شراب سے علاج کیا۔ اسے اللہ شفا نہ دے۔

محرمات سے علاج کرنا عقل اور شرع ہر لحاظ سے قبیح فعل ہے۔ مشروعیت کا خیال تو ہم نے احادیث وغیرہ میں بیان کر دیا ہے۔ اور عقل کے لحاظ سے غور کیجئے تو معلوم ہوگا، خدانے بزرگ و برتر نے خبیث کے باعث انہیں حرام کیا ہے، کیونکہ اس امت پر سزا کے طور پر کوئی طیب چیز حرام نہیں کی گئی۔ جیسے کہ بنی اسرائیل پر حرام کی گئی تھیں۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ فَيُظْلِمُونَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّت لَكُمْ
یعنی، پس ان کے ظلم کی وجہ سے جو یہودی ہوتے ہم نے حرام کر دیں ان پر پاک چیزیں، جو حلال کی گئیں ان کے لیے۔

جو چیزیں حرام ہیں ان کی بنیاد خبیث ہے اور اس امت (مسلمہ) پر جو چیز بھی حرام ہے۔ وہ محض خبیث کی وجہ سے

حرام ہوئی۔ تاکہ اس کے خبیث سے پرہیز کر کے (مرض) سے بچاؤ حاصل کیا جائے۔ اس لیے امراض و اسقام سے شفا نہیں مل سکتی۔ اور اگر قوت (تیزی) کے اثر سے مرض کا ازالہ بھی کر دے پھر بھی خبیث کے باعث قلب میں اس سے بھی زیادہ خطرناک مرض پیدا کرے گی اور ام الحناتش (شراب) میں تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذرہ بھر بھی شفا نہیں رکھی، کیونکہ یہ دماغ کے لیے شدید ترین ضرر رسال ہے۔ جو اطباء فقہاء اور متکلمین سب کے نزدیک عقل و دانش کا مرکز ہے۔

بقرات نے امراض حادہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شراب

شراب کے بارے میں بقراط کی رائے
دماغ کے لیے سخت ترین نقصان دہ ہے۔ کیونکہ یہ تیزی کے ساتھ اوپر کی جانب چڑھ جاتی ہے۔ اور اس کے ارتفاح کے ساتھ ساتھ بدنی (فاسد) اخلاط بھی چڑھ جاتی ہیں۔

اسی طرح وہ ذہن کے لیے بھی مضر ہے۔ اور صاحبِ کامل نے لکھا ہے۔ کہ شراب کی خاصیت دماغ اور اعصاب کو ضرر دینا ہے۔

۱۔ حرام چیزوں سے کوئی شبہہ نہیں احتیاطِ کامل اور مکمل پر ہمیں لازم ہے، اور ان سے گریز و اجتناب ایمان کی علامت ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ اس طرح کے احکام و مسائل سے دو طرح کے اشخاص کو سابقہ پڑتا ہے۔

ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو صاحبِ عزیمت ہیں، یہ اتنے باعزم اور باحوصلہ ہوتے ہیں کہ ماتھے پر شکن لاتے بغیر، احکام و اوامر الہی کی تعمیل ہر حالت میں کرتے ہیں، خواہ جان ہی کیوں نہ چلی جائے، خواہ کیسے ہی مصائب کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو صاحبِ رخست ہوتے ہیں، یعنی ان کا عزم و حوصلہ کمزور ہوتا ہے لہذا انہیں صاحبِ عزیمت لوگوں کے مقابلہ میں سہولت اور آسانی حاصل ہوتی ہے، مثلاً مردار کا کھانا بھی شراب کی طرح حرام ہے، لیکن اگر کسی ناقوں کے بعد آدمی جان بچانے کے لیے کھالے تو جواز ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمن اضطر عنیر بائع و لا عاد یعنی جو شخص سرکشی اور بغاوت کا مرتکب ہوئے بغیر جان بچانے کے لیے ایسا کر گذرے تو اس پر گناہ نہیں۔ — یہی صورت شراب کی ہے۔

سر میں جوڑوں کا پڑنا

اسباب ، تحفظ ، علاج ، تدبیر

صحیحین میں کعب بن عجرہ سے مروی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میرے سر میں درد تھا۔ چنانچہ مجھے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا۔ جو میں میرے سر سے گر رہی تھیں۔

ایک روایت میں ہے۔ کہ آپ نے انہیں سر منڈانے اور چھ آدمیوں کو کھانا کھلانے یا بکری کی قربانی دینے یا تین روزے رکھنے کا حکم دیا۔

سر اور بدن میں دو وجوہ سے جوڑیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک خارجی سبب سے، ایک داخلی سبب سے۔

خارجی سبب سطح بدن پر میل کچیل کی زیادتی کے باعث ان کا پیدا ہونا ہے۔ دوسری قسم یعنی داخلی روی اور متعفن خلط سے ظاہر ہوتی ہے۔ جسے طبیعت ظاہر جلد کی طرف پھینک دیتی ہے۔ چنانچہ یہ خلط مسامات سے خارج ہونے کے بعد ظاہر جلد پر رطوبت دم کے باعث تعفن پذیر ہو کر جوڑوں کی پیدائش کا سبب بنتی ہے۔ اسی وجہ سے اکثر امراض کے بعد یا میل کچیل سے جوڑیں پیدا ہو جایا کرتی ہیں۔ اور بچوں کے سروں میں رطوبت کی کثرت سے زیادہ تر یہ مرض واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ یہاں جوڑیں پیدا ہونے کے اسباب زیادہ ہوتے ہیں۔

اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی جعفر کے لوگوں کے سر منڈوا دیئے۔ اور اس مرض کا سب سے بڑا علاج سر منڈوانا ہی ہے۔ تاکہ مسامات کھل جائیں۔ اور فاسد بخارات خارج ہو جائیں۔ اور مادہ خلط ختم ہو جائے۔ نیز یہ بھی مناسب ہے کہ جوڑیں مارنے

والی ادویہ سر پر لگائی جائیں۔

سرمنڈوانا تین طرح سے ہوتا ہے۔

سرمنڈوانے کی تین صورتیں | ایک مذہبی بنا پر،

دوسرا بدعت اور مشرک کے باعث۔

تیسرا ضرورت اور علاج کے لیے۔

پہلا حج اور عمرہ میں کیا جاتا ہے۔

دوسرا اللہ تعالیٰ کے سوا حصول قرب کے لیے سرمنڈوانا جیسے مرید اپنے شیوخ کے لیے

منٹاتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرید کہتا ہے میں نے فلاں کے لیے سرمنڈوایا۔ اور تو نے فلاں

کے لیے سرمنڈوایا۔ اور یہ قول اسی طرح ہے کہ جیسے کوئی کہے میں نے فلاں کو سجدہ کیا۔ کیونکہ

حلق سرخشوع و حضور اور عبودیت کے مترادف ہے۔ اسی وجہ سے یہ مکملات حج میں سے

ہے۔

امام شافعی رحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ یہ حلق راس حج کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ اس

کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا۔ پھر شیوخ الفضلال دگر اہی کے مرکز اور دشمنان پروردگار ظاہر ہونے

جن کی مستحبت کی بنیاد ہی مشرک و بدعت پر ہے۔ انہوں نے مریدوں سے اپنی عبادت کرانے

کا قصد کیا۔ چنانچہ انہیں یہ بات خوب لگی۔ کہ وہ ان کے لیے سرمنڈوائیں۔ جیسے انہوں نے

سجدہ کو اپنے لیے خوب سمجھ رکھا ہے۔ اور اس کا نام دوسرا رکھ دیا ہے۔ کہتے ہیں یہ تو گرا

اپنے شیخ کے سامنے سر رکھ دینا ہے۔ حالانکہ سجدہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے جائز

ہے۔ انھوں نے چاہا یہ ہے کہ مرید لوگ ان ہی کے نام کی نذریں دیں۔ ان ہی سے تائب

ہوں۔ اور انہی کے ناموں کی قسمیں کھائیں۔ یہ صورت دراصل اللہ سے عداوت بنا کر اللہ

کے سوا ان کو خدا ٹھہرانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوءَةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا

عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ

قَدْ رُسُونَ وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَوْلِيَاءَ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ
بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ —

یعنی کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اس کو دیوے

کتاب اور حکمت اور پیغمبر کرے، پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے ہو جاؤ، اللہ کو چھوڑ
کر لیکن یوں کہے کہ تم اللہ والے ہو جاؤ جیسے کہ تم سکھانے تھے۔ کتاب اور جیسے کہ تم آپ
بھی پڑھتے تھے اسے۔ اور نہ یہ کہے کہ تم پھر ان فہرشتوں کو اور نبیوں کو رب۔ کیا تم کو کفر
سکھاتے گا۔ بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔

سب سے افضل عبادت نماز کی عبادت ہے

نام نہاد شیوخ اور صوفیہ پراسرارین

اور مصنوعی شیوخ و علمائے اسے بھی تقسیم

کر لیا ہے۔ چنانچہ بڑے شیخ (کاذب) نے سب سے بڑی عبادت (سجدہ) کو اپنا لیا۔ بعض
نے رکوع کروا لیا۔ چنانچہ جب وہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ تو جس طرح ایک نماز پڑھنے
والا اپنے پروردگار کے سامنے رکوع کرتا ہے۔ اسی طرح یہ گمراہ (صوفی) ایک دوسرے کو رکوع
کرتے ہیں۔ اور ذرا جابر قسم کے (شیوخ) نے قیام اختیار کر لیا۔ چنانچہ آزاد و غلام ان کی عبادت
کرتے ہوئے ان کے سامنے قیام کرتے ہیں۔ اور یہ شیوخ منکرانہ انداز میں بیٹھے ہوتے ہیں۔
حالانکہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں امور سے مفصل طور پر ممانعت فرمائی ہے،
کیونکہ یہ امور شریعت حقہ کے صریح طور پر خلاف ہیں۔

آپ نے غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا۔ اور فرمایا:

غیر اللہ کو سجدہ جائز نہیں

کسی کو مناسب نہیں کہ وہ غیر اللہ کو سجدہ کرے۔ اور

جب معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ کو سجدہ کیا تو آپ نے ان کے اس فعل کی تهنویب کا انکار فرمایا۔ اور فرمایا:

مُحَرَّمٌ (الیامت کو)

اب اگر کئی اس قسم کی (تکریم) ایک بشر کے لیے جائز کر دے۔ تو گویا اس نے غیر اللہ کی عبادت

کو جائز کہا۔

اور صحیح روایت میں آپ سے ثابت ہے۔ کہ آپ سے دریافت کیا گیا۔ کہ اگر ایک آدمی

اپنے بھائی سے ملاقات کرے تو کیا وہ اس کے لیے جھک جائے؟

آپ نے فرمایا نہیں۔

عرض کیا گیا۔ کیا اس سے چمٹ جائے اور سے بوسہ دے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔
عرض کیا گیا کیا اُس سے مصافحہ کرے آپ نے فرمایا۔ ہاں!

نیز سلام کے موقع جھک جانا بھی دراصل سلام کے موقع پر جھکنا بھی سجدہ ہے | ایک نورا کا سجود ہوتا ہے۔ اس کی مثال

اللہ کا کلام ہے: ادخلوا الباب سجداً یعنی جھکتے ہوئے (داخل ہونا) ورنہ یہ سب جانتے ہیں۔ کہ پیشانی کے بل لیٹ کر داخل ہونا تو محال ہے۔

صحیح روایت میں آپ سے قیام کی ممانعت ثابت ہے۔ جبکہ وہ بیٹھے ہوں۔ جیسے کہ عجمی لوگ ایک دوسرے کے لیے کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ نماز میں بھی اس سے منع فرمایا۔ اور حکم دیا۔ کہ جب آپ بیٹھ کر نماز پڑھائیں۔ تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔ حالانکہ صحابہؓ تندرست تھے۔ اور انہیں کوئی عذر نہ تھا۔ لیکن اس لیے بیٹھنے کا حکم ملا آپ کے بیٹھتے ہوئے وہ آپ کے سر پر کھڑے نہ رہیں۔ کیونکہ ان کا قیام تو اللہ کی (عبادت) کے لیے ہے۔

اس (برائی) کا اندازہ تو کیجئے جو غیر اللہ کی تعظیم و عبادت کے لیے قیام سے پیدا ہوتی ہے، یہ تمام امور شرک ہیں، اور اللہ تعالیٰ شرک کو ہرگز معاف نہیں کرے گا!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہموت

ادویہ طبیعیہ ، ادویہ روحانیہ ، مفرد اور مرکب سے

معالجتا

○

نظر برحق ہے

نظر بد، اس کے اثرات، اور معالجات

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، انہوں نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ نظر حق ہے اگر کوئی چیز قدر سے بھی بڑھ جاتی تو وہ نظری ہو سکتی تھی۔

اور اسی صحیح میں حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار، نظر اور بھوڑے پھنسی کے امراض میں حجاڑ پھونک کروانے کی اجازت دی ہے۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نظر حق ہے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، انہوں نے بتایا کہ آپؐ نظر لگانے والے کو حکم دیتے، وہ دھو کر تا اور (مریض) نظر والا اس (پانی) سے غسل کرتا۔ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا یا کسی کو حکم دیا کہ ہم نظر کے مرض میں حجاڑ پھونک کر دالیا کریں۔

ترمذی نے حضرت سفیان بن عیینہ سے انہوں نے سلم بن دینارؓ سے انہوں نے عروہ بن عامرؓ سے انہوں نے عبید بن رفاعہ زرقی سے روایت کیا کہ حضرت امما ربنت عمیس رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ عرض کیا:

اے اللہ کے رسول، بن جعفر کو نظر لگ جاتی ہے، کیا میں ان کے لیے حجاڑ پھونک کر دالوں؟

آپ نے فرمایا، ہاں، اگر کوئی چیز قضا پر سبقت کر جاتی تو وہ نظر ہو سکتی تھی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن شہاب سے انہوں نے ابی امامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کی ہے انہوں نے بتایا کہ عامر بن ربیعہ نے حضرت سہل بن حنیف کو غسل کرتے دیکھا، تو کہا مجھ میں نے آج تک ایسا بانا شخص نہیں دیکھا اور نہ ایسی خوبصورت جلد دیکھی۔
راوی کہتے ہیں اس پر حضرت سہل کو دنگ نظر لگ جانے کے باعث دست شروع ہو گئے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم عامر کے پاس تشریف لائے اور ناراض ہوئے اور فرمایا، تم میں سے ایک آدمی اپنے بھائی کو کس وجہ سے قتل کرتا ہے؟ اس کے لیے غسل کرو۔ حضرت عامر نے اپنا، چہرہ، ہاتھ کہنیاں، گھٹنے، اطراف پاؤں اور اندرون ازار ایک پیالے میں دھویا۔ پھر یہ پانی ان پر بہایا گیا، تو ٹھیک ہو گئے۔

نظر دو قسم کی ہوتی ہے، انسانی اور جناتی نظر۔

نظر بد کی دو قسمیں | حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں

ایک باندی رکھی، جس کے چہرہ پر دسعقہ پھوٹا تھا۔

آپ نے فرمایا، اس کی حجاز پھونک کر ادا کیونکہ اسے نظر لگ گئی ہے۔

حسین بن مسعود فرماتے ہیں کہ آپ کا فرمان "سعقہ" سے مراد جناتی نظر ہے اور جناتی نظر اس قدر تیز ہوتی ہے کہ نيزوں کی نوک سے بھی زیادہ۔

حضرت ابو سعید سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنوں اور انسانوں کی نظر سے پناہ

مانگتے تھے۔

ایک گروہ نے عقل و خرد کی کمی کے باعث نظر کو غلط کہا ہے، اور کہا ہے کہ یہ نرے اور ہام ہیں

ان کی کچھ حقیقت نہیں۔ یہ لوگ عقل و خرد کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ ذویماہ اور جاہل ہیں۔

ارواح میں نظر کی تاثیر، ان کے طبائع، قوی، کیفیات و خواص کے لحاظ سے مختلف ہے، چنانچہ

حاسد کی روح، محسود پر مبنی طور پر ہزاروں اثر کرتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا۔ محسود کے ہزر دینے میں حاسد کی تاثیر کا انکار

نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ نفسِ حاسدِ خبیث قسم کی کیفیات کے ساتھ محسوس کا تقابل کرتا ہے اور اس میں
 (دُخْبِیْثٌ) خاصیت کے ساتھ موثر ہو کر (اسے ضرور دیتا ہے) اور اس کی تاثیر اتصالِ بدن پر
 موقوف نہیں، جیسا بعض کم علم اور طبیعت و شریعت سے جاہل لوگوں کا خیال ہے، بلکہ گاہے گاہے
 اتصالِ بدن سے کبھی تقابل ہو جانے سے کبھی محض دیکھ لینے اور کبھی صرف روحانی توجہ سے بھی تاثر
 ہو جاتا ہے۔ اور کبھی ادعیہ، منثروں اور تعویذات اور کبھی صرف دہم و تخیل سے بھی اثر ہو جاتا ہے
 چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اَسُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ وَمِنْ شَرِّ
 النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ :

یعنی، تو کہہ میں پناہ میں آیا صبح کے رب کی۔ ہر چیز کی بدی سے جو اس نے بنائی، اور
 بدی سے اندھیرے کی، جب سمٹ آئے اور بدی سے عورتوں کی جو گرمیوں میں چونک
 ماریں اور بدی سے برا چاہنے والے کی جب لگے ٹوک لگانے والے کی۔

چنانچہ ہر نظر لگانے والا حاسد ہوتا ہے۔ ہاں ہر حاسد نظر لگانے والا نہیں ہوتا۔

نظر بد کا علاج

سنت نبوی کی روشنی میں

نظر کے مرض میں علاج نبوی کی کئی انواع ہیں۔

سنن ابوداؤد میں حضرت سہل بن حنیف سے مروی ہے، فرمایا، کہ ہم ایک سیلاب میں سے گزرے، میں اس میں داخل ہوا، اور اس میں غسل کیا، لیکن باہر آتے آتے مجھے بخار ہو گیا۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی۔ آپ نے فرمایا، ابو ثابت سے کہو کہ وہ تعوذ کرے۔

راوی کہتے ہیں، میں نے عرض کیا، اے میرے آقا دم کرنا اچھی بات ہے؟

آپ نے فرمایا، دم صرف نظر یا جہمی یا لاغ میں ہوتا ہے۔ یہ تعوذات اور دم بکثرت معوذتین سورہ فاتحہ انصابت الکرسی سے مراد ہیں۔

نیز تعوذات نبوی بھی مروی ہیں۔

مثلاً اعوذ بکلمات اللہ التامات التي لا يجاوزهن سوادا فاجرم من شر ما خلق
وذرأ ودا ومن شر ما يتول من السماء ومن شر ما يعرج فيها ومن شر ما ذرأ
في الارض ومن شر ما يخرج منها ومن شر نتن الليل والنهار ومن شر عبادة
ومن هنرات الشياطين وان يحضرون

یعنی میں اللہ کے کلمات تامہ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں، جن سے کوئی نیک و بد نہیں

بڑھ سکتا، اس کے شر سے جو اس نے پیدا کیا۔ اس کی تخلیق کی یا نیست سے ہست کیا

اور اس کے شر سے جو آسمان سے اترتا ہے اور اس کے شر سے جو اس میں چڑھتا ہے

شہ نظر بد سے بخار سے بچو دیکھو گا ڈس لینا۔

اور اس کے شر سے جو زمین میں پیدا کیا۔ اور اس کے شر سے جو اس میں سے نکلتا ہے اور رات اور دن کے فتنوں کے شر سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وساوس سے اور اس بات سے کہ وہ (میرے پاس) آن موجود ہوں۔
نیز یہ دعا بھی مروی ہے :

اللهم انى اعوذ بوجهك الكريم وكلماتك التامات من شر ما انت اخذ
بناصيته اللهم انت تكشف الماثم والمغرم اللهم انه لا يهزم جنك
ولا يخلف وعده سبحانك وبحمدك

یعنی "اے اللہ میں تیرے چہرہ اور کے ساتھ اور تیرے کلماتِ تامہ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں، اس کے شر سے جس کی پیشانی کا تو پکڑنے والا ہے۔ اے اللہ تو ہی قرض اور خطاؤں کو دور کرتا ہے۔ اے اللہ تیرے عساکر کو کوئی شکست نہیں دے سکتا، اور تیرا وعدہ خلاف نہیں ہو سکتا، تو پاک ہے، اور تیری ہی حمد ہے۔"

نیز یہ دعا بھی مروی ہے :

نظر بد سے بچنے کی ایک اور دعا | اعوذ بوجه الله العظيم الذى لا شى اعظم

منه وبكلماته التامات التى لا يجاوزهن بر ولا فاجر واسماء الله الحسنی ما علمت منها وما لم اعلم من شر ما خلق وذرا وبرا وبرا ومن شر كل ذی شر لا اطيع شره ومن شر كل ذی شر انت اخذ بناصيته انت ربى على صراط المستقیم

یعنی "میں خدائے بزرگ و بزرگ کے چہرہ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جس سے کوئی چیز بزرگ نہیں اور اس کے کلماتِ تامہ کے ساتھ جن سے کوئی نیک و بد نہیں بڑھ سکتا اور اللہ کے اسماء الحسنیٰ کے ساتھ جو میں جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا اور اس کے شر سے جو اس نے پیدا کیا۔ تخلیق کیا اور عدم سے وجود میں لایا اور ہر شر والی چیز کے شر سے جس کے شر دیکھنے کی، مجھ میں بہت نہیں اور ہر اس شر والی چیز کے شر سے جس کی پیشانی کا تو مالک ہے۔ بے شک میرا پروردگار سیدھے راہ پر ہے۔"

نیز، اللهم انت ربى لا اله انت عليك توكلت وانت رب العرش العظيم...

ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن لاحول ولا قوۃ الا باللہ اعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر وان اللہ قد احاط بكل شیء علماً واحصی کل شیء غداً اللهم انی اغوذ بک من شر نفسی وشر الشیطان وشرکہ ومن شر کل دابۃ انت آخذ بناصیتہا ان ربی علی صراط مستقیم۔

یعنی "اے اللہ تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے تجھی پر توکل کیا اور تو ہی عرش عظیم کا پروردگار ہے جو اللہ جانتا ہے وہ ہوتا ہے، اور جو نہیں جانتا، وہ نہیں ہوتا۔ اللہ کے سوا نہ قوت ہے نہ توفیق ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے، اور اس نے ہر چیز کا شمار کیا ہے، اے اللہ میں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر اور اس کے شرک سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور ہر چلنے والے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، جس کی پیشانی کا تو مالک ہے۔ بے شک میرا پروردگار سچی راہ پر ہے۔"

جس نے بھی ان ادعیہ مانورہ اور تعوذات کا تجربہ کیا وہ سمجھ لے گا کہ یہ کس قدر فوائد سے مملو ہیں اور ان کی کس قدر اہمیت ہے۔ ان سے نظر سے بچاؤ ہو سکتا ہے اور کہنے والے کی قوت ایمانی کے مطابق ان سے دفاع ہو سکتا ہے اور اس کی قوت توکل و ثبات قلب کے مطابق تحفظ ہو سکتا ہے کیونکہ یہ ایک ہتھیار ہے۔ اور ہتھیار چلانے والے کے (فائدہ) کے لیے ہی ہوتا ہے۔

خود اپنی نظر لگنا

نظر بد سے بچنے کی ایک عام اور جامع دعا

اور جب عین (نظر لگانے والا) کو اپنی نظر لگ جانے کا اندیشہ ہو تو اسے یہ دعا پڑھ کر اس شر سے بچ کر ناپا پیے، دعا یہ ہے :

اللهم بارک علیہ یعنی، اے اللہ اس پر برکت فرما۔

جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامر بن ربیعہ سے فرمایا : جب سہیل بن حنیف نے اپنی نظر لگائی، کہ کیا تم نے دعائے برکت نہیں کی یعنی اللہم بارک علیہ نہیں پڑھا؟ نیز ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ سے بھی نظر دور ہو جاتی ہے۔

ہشام بن عروہ اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ کوئی تعجب انگیز چیز دیکھتے، یا اپنے کسی باغ میں داخل ہوتے، تو ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ پڑھ لیتے۔

اسی قبیل سے حضرت جبریل علیہ وسلم کا وہ دم ہے جو انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا، جو صحیح مسلم میں مروی ہے۔

”باسم اللہ ارقیک من کل داع یوذیک من شر کل نفس ادعین حاسد اللہ لشفیک
باسم اللہ ارقیک“

یعنی، اللہ کے نام سے میں آپ پر دم کرتا ہوں۔ ہر مرض سے جو آپ کو تکلیف دے۔ ہر نظر بد یا حاسد کی نظر کے شر سے اللہ آپ کو شفا دے گا، اللہ کے نام سے میں آپ پر دم کرتا ہوں۔

سلف کی جماعت کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اس مرض میں قرآن پاک کی آیت
آیات قرآنی گھول کر پلانا لکھ کر مریض کو پلا دیتے۔

مجاہد فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی ہرج نہیں کہ قرآن (کی آیات) لکھی جائیں پھر انہیں دھو کر مریض کو
 پلا دیا جائے۔

ابی قتیبہؓ سے اس طرح مروی ہے، نیز حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک عورت
 کے لیے قرآن مجید کی آیات لکھ کر اسے دھو کر پلانے کا حکم دیا، تاکہ ولادت میں آسانی ہو جائے۔
 ایوبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو قتیبہؓ کو دیکھا کہ انہوں نے قرآن میں سے کچھ لکھا، اسے پانی سے
 دھو کر درد والے کو پلایا۔

ایک علاج نظر بد کا یہ بھی ہے کہ نظر گانے والے کو اطراف بدن داخل انار وغیرہ کے غسل کا حکم
 دینا چاہیے۔ اس سے مراد دائیں جانب کا وہ حصہ بدن ہے جو متصل ازار ہے۔ پھر اسے مریض کے سر پر
 پیچھے سے اچانک بھا دیا جائے۔ یہ وہ علاج ہے جو اطباء کے دیم و گمان میں بھی نہیں آسکتا، اور منکرین
 اور استہزاد کرنے والے اور شک کرنے والے لوگ بھی اس سے مستعین نہیں ہو سکتے، بلکہ یوں کہیے کہ
 محض تجربہ کے طور پر اسے کرنے والے بھی فائدہ سے محروم رہتے ہیں۔ اگر انہیں فائدہ کا یقین نہ ہو،
 الغرض پانی سے دھونا اس کی ناریت کو ختم کر دینے کے اور اس کی سمیت کو زائل کرنے کے مترادف ہے
 اس سے نظر کو شفا حاصل ہوتی ہے۔ نیز غسل کے اثرات قلب پر پہنچتے ہیں جو تمام مقامات سے زیادہ
 رقیق اور مریح المنفوذ ہے۔

اس طرح (مرض) کی ناریت بچھ جاتی ہے اور نظر بد کے مریض کو صحت حاصل ہو جاتی ہے، اس کی
 مثال اس طرح ہے جیسے ڈسنے کے بعد اگر زہریلے کیروں کو مار دیا جائے تو مریض کے بدن سے زہر کا اثر
 کم ہو جاتا ہے۔ اور اسے آرام محسوس ہوتا ہے کیونکہ ڈسنے کے بعد اس کا تنفس مریض کی جانب زہر اور
 سمیت کے اثرات زیادہ مقدار میں بھیجتا رہتا ہے اور جب اسے مار دیا جائے تو وہ میں کمی آجاتی ہے
 اور یہ مشاہدہ میں ہر روز آتا رہتا ہے۔

نیز ڈسنے والے کیرے کو ہلاک کرنا مریض کی طبیعت کے لیے فرحت و انبساط کا باعث ہوتا ہے
 جیسے اس کی طبیعت درد کے مقابلہ میں قوی ہو جاتی ہے اور اسے درد کر دیتی ہے۔

نظر بد سے بچنے کا طریقہ

حضرت عثمان رضی بن عفان کا ایک واقعہ

نظر بد کے علاج اور اس سے تحفظ کے سلسلہ میں یہ بھی ہے کہ ایسے مقامات کو چھپایا جائے، جن پر نظر بد کا خطرہ ہو جیسے کہ امام بغویؒ نے کتاب شرح السنہ میں لکھا ہے۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک خوبصورت بچے کو دیکھا، تو فرمایا، اس کی ٹھوڑی میں سیاہ داغ لگا دو، تاکہ اسے نظر نہ لگ جائے۔

اور خطابیؒ ایک غریب حدیث میں فرماتے ہیں، جو عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک بچے کو دیکھا جسے نظر لگ جاتی تھی (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس کی ٹھوڑی میں سیاہ داغ لگا دو۔

جھار پھونک اور دم

جن سے نظربد کا اثر زائل ہو جاتا ہے

ابو عبد اللہ سیاحی سے منقول ہے کہ وہ حج یا غزوہ کے کسی سفر میں ایک سریع السیر اونٹنی پر سوار تھے۔ جماعت میں ایک آدمی تھا جس کی طرف نظر کرتا۔ اسے ہلاک ہی کر ڈالنا۔ ابو عبد اللہ نے کہا گیا، کہ اپنی اونٹنی کو نظربد سے بچا کر رکھتا۔

انہوں نے کہا، میری اونٹنی پر کوئی راہ نہیں پاسکتا۔

نظر لگانے والے کو اس کی خبر دی گئی، اس نے ابو عبد اللہ کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھایا اور اس کے سامان کی طرف آگے اس کی اونٹنی کو (نظربد) کے خیال سے دیکھا، وہ تڑپا اور گر گئی۔

ابو عبد اللہ آئے تو انہیں بتایا گیا کہ نظر لگانے والے نے اس کو نظر لگا دی، اور اب اس کی یہ حالت ہے جیسی تم دیکھ رہے ہو۔

انہوں نے کہا، مجھے (نظر لگانے والے) کی اطلاع دو، کہ وہ کہاں ہے؟ انہیں اطلاع دی گئی، وہ اس کے پاس آکر کھڑے ہوئے اور یہ دعا پڑھی:

بِسْمِ اللّٰهِ حَبِيسِ حَالِسِ وَحَجْرِ يَابِسِ وَشَهَابِ قَابِسِ رَدْرَدَتِ عَيْنِ الْعَائِنِ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ أَحِبِّ النَّاسِ إِلَيْهِ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِنْ فُطُورِ لَشْمِ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرْتِنِ يَنْقَلِبُ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ۔

یعنی، اللہ کے نام سے روکنے والے کی روک، خشک پتھر، شعلے والا ستارا، میں نے نظر لگانے والے کی نظر اس پر اور اس کے سب سے زیادہ محبوب پر ٹوٹا دی۔ پھر دوبارہ نگاہ کر

کہیں نظر آتی ہے، تجھ کو دناڑ، پھر لوٹا کر دیکھ، دو دو بار لوٹ آئے گی تیرے پاس
تیری نگاہ رد ہو کر، تھک کر»

چنانچہ یہ دعا پڑھتے ہی نظر لگانے والے کی دونوں آنکھوں کے حدتے (باہر نکل آئے،
اور اڑھنی اس طرح اٹھ گئی جیسے اسے کوئی تکلیف نہ ہوئے

سہ تجاڑ بھونک اور دم سب در حقیقت ایک طرح کی دعا ہی ہے، اور اس کا اثر حیرت انگیز طور پر مرتب ہونا
ہے، خاص کر ایسی چیزوں میں جو بجائے خود دوسرے انسان کے لیے اذیت رساں، تکلیف دہ اور مضر
ہوتی ہیں۔ مثلاً نظر لگانا، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اور روزمرہ کی زندگی میں
ہر شخص کو اس کا مشاہدہ اور تجربہ ہوتا رہتا ہے۔

رُوحانی علاج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ

سنن ابوداؤد میں حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا :

جسے تم میں سے کوئی تکلیف ہو، یا اس کا بھائی کسی تکلیف میں مبتلا ہو جائے، اسے چاہئے کہ یہ دعا پڑھے :

ربنا اللہ الذی فی السماء تقدس اسمک امرک فی السماء والارض کما رحمتک فی السماء فاجعل رحمتک فی الارض واغفر لنا حوبنا وخطایانا انت رب الطیبین انزل رحمتہ من عندک وشفار من شفائک علی ہذا الوجہ .

یعنی، اے ہمارے پروردگار اللہ، جو آسمان میں ہے، تیرا نام مقدس ہے۔ تیرا امر آسمان اور زمین میں ہے، جس طرح تیری رحمت آسمان میں ہے (اسی طرح) زمین میں بھی اپنی رحمت فرما، اور ہمارے گناہوں اور لغزشوں کو معاف فرمائے، تو ہی پاک لوگوں پروردگار ہے۔ اپنے پاس سے رحمت نازل فرما، اور اپنی شفار سے شفار دنازل فرما، اس درود پڑھنا یہ دعا پڑھتے ہی وہ اللہ کے اذن سے شفا یاب ہو جائے گا۔

اور صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے، اور فرمایا اے محمد کیا آپ کو تکلیف ہے ؟ آپ نے فرمایا، ہاں ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے یہ دم پڑھا :

باسم اللہ ارقیاء من کل داء یوذیک من شر کل نفس او عین حاسد اللہ
یشفیك باسم اللہ ارقیاء۔

یعنی، اللہ کے نام سے میں آپ پر دم کرتا ہوں۔ ہر مرض سے جو آپ کو تکلیف دے،
ہر جان کے یا نظر حاسد کے شر سے، اللہ آپ کو شفا دے گا۔ اللہ کے نام کے ساتھ
میں آپ پر دم کرتا ہوں۔

۱۰ جو دعا حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین کی ہو اور جو گویا براہ راست
خدا کی طرف سے آپ پر نازل ہوئی ہو، اس کی افادیت میں کون صاحب ایمان شک کر سکتا ہے؟
ضرورت صرف اس کی ہے کہ ان دعاؤں کو ایقان کامل کے ساتھ پڑھا جائے۔ پھر ان کا اثر
دیکھا جائے۔

نیش عقرب

سورہ فاتحہ کے ذریعہ علاج اور اس کی مصلحت

صحیحین میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت ایک مرتبہ ایک سفر پر نکلے۔ آخر کار یہ لوگ قبائل عرب میں سے ایک قبیلہ کے ہاں اترے، اور ان سے کھانا مانگا، انہوں نے انکار کر دیا۔

اچانک قبیلہ کے سردار کو کوئی دیکھرا، دس گیا، انہوں نے اس کے لیے ہر دو اکر ڈالی، لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا، کسی نے کہا، اس قافلے کے پاس جاؤ، جو یہاں اتر رہے، شاید وہاں کسی کے پاس اس دوا دیا جائے۔

وہ آئے اور کہہ اے قافلے والو! ہمارے سردار کو کوئی دیکھرا، دس گیا ہے، اور ہم نے اس کا علاج کر ڈالا ہے، لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا، کیا تمہارے پاس کچھ دوا وغیرہ ہے؟ ایک نے جواب دیا، ہاں! اللہ کی قسم میں دم کرتا ہوں، لیکن ہم نے تم سے کھانا مانگا اور تم نے انکار کر دیا، اس لیے میں تم تک دم نہ کروں گا، جب تک کہ تم کچھ اجرت ملے نہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے بکری کا ایک بکڑا دنیا منظور کر لیا۔ یہ اس پر دم کرنے لگے اور الحمد للہ رب العالمین پڑھنے لگے، فوراً گویا اسے قید سے رہا کیا گیا، اٹھا کر چلنے لگا، اور اسے کچھ بھی تکلیف نہ رہی۔

انہوں نے کہا، وہ وعدہ پورا کرو، جو ملے ہوا ہے۔

بعض نے کہا اسے آپس میں تقسیم کر لو۔

دم کرنے والے نے کہا، ایسا مت کرو، جب تک کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہوئیں، تاکہ آپ کے سامنے اس کا تذکرہ کریں اور دیکھیں کہ آپ اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

چنانچہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، اور آپ کی خدمت میں اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا، تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ دم بھی ہے۔ پھر فرمایا، تم نے ٹھیک کیا، تقسیم کر لو، اور میرا بھی حصہ لگاؤ۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت علیؓ سے مروی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہترین دعا قرآن مجید ہے۔

اور یہ کہ نہیں معلوم کہ بعض کلاموں کے مخصوص فوائد اور مجرب منافع ہوتے ہیں، پھر رب العالمین کے کلام کا کیا کہنا جس کی فضیلت تمام کلاموں پر مسلم ہے۔ جیسے اللہ کی فضیلت اپنی مخلوق پر ہے۔ یہی شفاء کامل اور عصمت نافعہ، نور ہادی اور رحمت عامہ ہے۔ اگر اسے پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو اس کے عظمت و جلال سے پارہ پارہ ہو جاتا۔

قرآن میں شفاء اور رحمت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَنُنزِلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ۔ یعنی "اور نازل کرتے ہیں ہم قرآن میں سے جو شفاء ہے اور رحمت ہے واسطے مومنوں کے"۔

اور یہاں دو قولوں سے اصح کے مطابق جنس بیان مراد ہے، بعض حصہ مراد نہیں، جیسے اللہ کا فرمان وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَاَجْرًا عَظِيْمًا۔ پس سورہ فاتحہ کے متعلق تو بدیہہ اول ظاہر ہے، کہ اس جیسی کوئی سورت قرآن۔ تورات، انجیل اور زبور میں نازل نہیں کی گئی۔ نیز اس میں اللہ کی تمام کتب کے معانی پائے جاتے ہیں۔ یہ سورت رب تعالیٰ کے اسما و صفات اللہ۔ رب۔ رحمن۔ نیز اثبات معاد۔ ذکر توحید ربوبیت و توحید الہیت ذکر ضرورت استعانت از پروردگار کریم و طلب ہدایت وغیرہ پر مشتمل ہے۔ نیز علی الاطلاق سب سے افضل اور نافع دعا بھی یہ سورت ہے۔

نیز طرح طرح کی مخلوق پر مشتمل ہے، جو معرفت حق اس کی محبت و ایتار۔ نیز مغضوب و متعال مخلوق کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔

اور یہ بھی قول مروی ہے کہ دم کے اصل کلمات ایاک نعبد و ایاک نستعین ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں کلمات سب سے قوی اجزاء پر مشتمل ہیں، کیونکہ ان میں بغویض و توکل،

استعانت و احتیاج کی انتہا ہے۔

مکہ مکرمہ میں رہائش کے دوران حج پر بھی ایک وقت ایسا آیا کہ میں بیمار ہو گیا،
میر ذاتی تجربہ اور طبیب اور علاج کچھ میسر نہ آیا۔ چنانچہ میں آب زمزم پر سورہ فاتحہ دم کر کے
 اس سے علاج کیا کرتا، اور بار بار اس پر (سورہ فاتحہ) پڑھتا، پھر اسے پی لیتا۔ مجھے اس سے
 شفا کامل حاصل ہوئی۔ اس کے بعد تو میں زیادہ تر امراض میں اسی سے علاج کرنے لگا۔ اور خوب
 فائدہ حاصل کیا۔

دفع سمیت میں

سورۃ فاتحہ کی برکتیں اور فائدہ رسائیاں

سورۃ فاتحہ وغیرہ کے دم سے زہر زدہ کے علاج میں شقائی اثر بھی ایک عجیب راز ہے، کیونکہ زہر اپنے خاص غلط خواص کے لحاظ سے اثر کرتے ہیں، جیسا کہ گزر چکا، اور کیڑوں کا مچھلیا وہ ڈنک ہی ہوتا ہے جس سے وہ ڈستے ہیں، اور ڈستے اسی وقت ہیں جب کہ انتہائی طیش میں آتے ہیں، اور جب غصہ میں آتے ہیں تو ان کے ڈنک، میں زہرین جاتا ہے، جسے وہ ڈنک کے ذریعہ منتقل کر دیتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے بھی ہر مرض کا علاج فرمایا ہے اور ہر چیز کی ضد بنائی ہے اور دم کرنے والے اور دم کرانے والے کے منفس مل کر آپس میں فعل و انفعال کا تعلق پیدا کر لیتے ہیں جیسے مرہن اور دو میں تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ دم کرنے وقت دم کرنے والے کا دم اور قوت مرض کے مقابلہ میں بڑھ جاتا ہے، اور اللہ کے اذن سے مرہن کو دود کر دیتا ہے۔

ادویہ کی تاثیرات کا مدار بھی فعل و انفعال پر ہے اور جیسے مادی امراض اور علاج میں تعلق ہوتا ہے، اسی طرح روح اور روحانی علاج کا آپس میں تعلق ہوتا ہے۔

الغرض جب روح، سورۃ فاتحہ کے معانی کے ذریعہ قوی اور مخصوص کیفیت کی حامل ہوتی ہے اور پھونک یا لعاب سے استعانت حاصل کرتی ہے، تو یہ اثرات نفوس خبیثہ کے ترمیم خواص کے مقابلہ میں آتے ہیں، اور انہیں ختم کر دیتے ہیں۔

بچھو کا ڈنک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ

حالت نماز میں آپ کی انگلی پر بچھو ڈنسا | سند ابن ابی شیبہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے حدیث مروی ہے فرمایا:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک بچھو نے آپ کی انگلی پر ڈس لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا:

سورۃ اخلاص اور نمک کے پانی سے علاج | اللہ تعالیٰ بچھو کو غارت کرے، یہ کسی نبی اور غیر نبی کو نہیں چھوڑتا۔

پھر آپ نے برتن میں پانی منگایا، نمک ڈالا اور ڈسی ہوئی جگہ کو پانی اور نمک میں رکھا اور قل ہوا اللہ احد اور معوذتین پڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کو سکون ہو گیا۔
اس حدیث میں طبعی اور الہی دو دواؤں کا مرکب علاج ذکر ہوا ہے۔

سورۃ اخلاص کے برکات و فوائد | سورۃ اخلاص میں اعتقادی طور پر توحید نام ہے، اور اللہ کے لیے اثباتِ احدیت ہے جس سے شرک کی نفی ہوتی ہے

نیز اثباتِ وحدیت ہے جس میں اس کے ہر کمال کا اثبات ہوتا ہے۔ نیز مخلوق کا اس کی طرف محتاج ہونا بھی ثابت ہے۔ نیز سلسلہ توالد کی نفی بھی پائی جاتی ہے اور یہ ثلث قرآن کے برابر شمار کی گئی اور یہی تین اصول مرکز توحید ہیں۔

اور معوذتین میں ہر مکروہ چیز سے مفصل و مکمل طور پر استفادہ ہے، کیونکہ من شر ما خلق میں ہر چیز اجسام یا ارواح کے شر سے استعاذہ (پناہ) پایا جاتا ہے اور من شر العاسق یعنی رات کا

استعاذہ قمر پر ہے کہ جب وہ غائب ہو جائے تو اسی وقت جو ادواحِ خبیثہ زمین میں پھیل جاتے ہیں ان سے استعاذہ مقصود ہے۔

دوسری سورت میں شیاطین انس و جن سے استعاذہ بتایا گیا، گویا یہ دونوں موخر سورتیں ہر قسم کے شر سے استعاذہ کی راہ بتاتی ہیں۔

تحفظ اور مصائب آنے سے قبل دفاع کے سلسلہ میں ان دونوں سورتوں کی ایک عجیب شان ہے۔ اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن عامر کو ہر نماز کے بعد یہ دونوں سورتیں پڑھنے کا حکم دیا (جامع ترمذی)

اس میں ایک نماز سے دوسری نماز تک تحفظ کے لیے ایک عجیب راز ہے۔ آپ نے فرمایا، کسی تعوذ کرنے والے نے ان جیسی (سورتوں) کے ساتھ تعوذ نہیں کیا۔

منقول ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ گرہیں لگا کر سحر کیا گیا، اور حضرت جبریل علیہ السلام ان دو سورتوں کو لے کر نازل ہوئے۔ چنانچہ جوں جوں وہ ایک ایک آیت پڑھتے رہے ایک ایک گرہ کھلتی رہی۔ حتیٰ کہ تمام گرہیں کھل گئیں۔ اس طرح وہ گویا قید سے رہا ہوئے۔

اور اس میں علاجِ طبعی بھی ہے، چونکہ نمک کئی زہروں خصوصاً بچھو کے زہر کے لیے دافعہ اثر رکھتا ہے (اس لیے آپ نے اسے بھی استعمال فرمایا)

صاحبِ قانون کہتے ہیں کہ بچھو کے ڈسے پر بیج کتاں کے ساتھ ملا کر صناد کیا جائے، ان کے علاوہ دوسرے اطباء نے لکھا ہے کہ نمک میں ایک ایسی قوتِ جاذبہ ہوتی ہے جو زہر کو جذب کر کے دم کو تحلیل کر دیتی ہے

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی حاضر ہوا۔ اسی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، گذشتہ شب مجھے ایک بچھو ڈس گیا۔

آپ نے فرمایا لاش تو شام کے وقت یہ دعا پڑھتا ہوتا۔

اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق تو تجھے ضرر نہ ہوتا۔

یاد رکھیے، ادویہ الہیہ مرصا آنے کے بعد فائدہ دیتی ہیں اور مرصا آنے سے قبل اس سے تحفظ کرتی ہیں اور اگر مرصا آئے بھی تو ضرر ریساں نوعیت اختیار نہیں کرتا۔ اگرچہ وہ موذی ہی کیوں نہ ہو۔ اور طبعی ادویہ (طبی)

چ بات تریں نیاس ہنسا بکھادہ بہی پیلے صغوط مائعہ م کے طور پر استعمال کر لیں جاتی ہیں

مرض کے آنے کے بعد ہی نائدہ دیتی ہے۔ چنانچہ تعوذات و اذکار یا تو اسبابِ دآفت (کو دور کر دیتے ہیں یا ان میں اور ان کے کمال اثرات میں حسب کمال تعوذ عامل ہو جاتے ہیں۔ اس لیے تعوذ اور دم کو حفظانِ صحت اور ازالہ مرض ہر دو مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

پہلی قسم کے متعلق صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر تشریف لے جاتے تو دونوں ہاتھوں پر قل ہو اللہ اور معوذتین پڑھ کر بھونک لیتے، پھر اپنے چہرہ الورا اور تمام بدن مبارک پر پھیر لیتے، جہاں تک بھی ممکن ہوتا۔ نیز حضرت ابوالدرداءؓ کی موضوع حدیث میں مروی ہے کہ آپؐ :

اللھم انت ربی لا الھ انت علیک توکلت وانت رب العرش العظیم پڑھتے۔

یعنی اے اللہ تو ہی میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے تجھ پر توکل کیا اور تو

عرش عظیم کا رب ہے :

یہ گزر چکا ہے کہ جس نے اسے ابتدائے دن میں پڑھا، اسے شام تک کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی، اور جس نے اسے دن کے آخر میں پڑھا، اسے صبح تک کوئی مصیبت لاحق نہیں ہوگی۔

صحیحین میں مروی ہے کہ جس نے سورہ بقرہ کی دو آخری آیتیں رات کو پڑھ لیں، یہ دونوں اس کے لیے کافی ہیں۔

مصائب سے بچنے کی دعا

صحیح مسلم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا :

جو کسی جگہ اترے، اور یہ دعا پڑھے :

اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق، یعنی میں اللہ کے کلماتِ تامہ کے ساتھ

ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو اس نے پیدا کی :

اپنی جگہ سے سفر کرنے تک اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے، اور رات کو یہ دعا پڑھ

رہے تھے :

یا ارض ربی وربک اللہ اعوذ باللہ من شرک و شر ہائیک و شر ما یدب علیک

اعوذ باللہ من اسد و اسود و من الحمیة و العقراب و من ساکن البلاد و من والد و ما ولد

یعنی، "اے زمین میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔ میں اللہ کے ساتھ تیرے شر سے اور جو تجھ میں ہے اس کے شر سے اور جو تجھ پر چلتا ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، میں شہر اور سانپ سے اور اڑھکے اور بچھو سے پناہ مانگتا ہوں اور شہر میں رہنے والے سے اور باپ سے اور جو پیدا ہوا اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔"

دوسرا وہ ہے جو سورہ فاتحہ کے ذریعہ دم کرنے اور بچھو کے دم میں ذکر ہوا۔

۱۔ ادھیہ ماثورہ کی اثر آفرینی شک و شبہ سے بالا ہے۔ اگر صدق دل اور صدق نیت سے ان دعاؤں کو پڑھا جائے تو ان کا حسب دل خواہ اثر ہونا لازمی اور قطعی ہے۔ اس کی بے شمار مثالیں مل سکتی ہیں۔

چھوٹے پھنسی کا علاج دم سے

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ کی حدیث نقل ہو چکی کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بخارا، نظربد اور نملہ (دھنسیوں) میں جھاڑ پھونک کی اجازت دی ہے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت سفار بنت عبداللہ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ میں حضرت حفصہؓ کے پاس تھی کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا جس طرح تم نے کتابت سیکھ رکھی ہے کیا اسی طرح تم نملہ کا دم نہیں سیکھ لوگی؟

نملہ کا مرض اطراف بدن پر دانوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ایک مشہور مرض ہے اور اس کا نام نملہ ہی لیے مشہور ہے کہ (نملہ کے معنی چھوٹی چھوٹی ہے) اور اس کا مرض یہ محسوس کرتا ہے کہ گویا ایک چھوٹی سی بدن پر رنگ رہی ہے، اور اسے دس رہی ہے، اس کی کئی اقسام ہیں۔

اس حدیث سے عورتوں کے لیے جواز کتابت ثابت ہے۔

سانپ کا دس لینا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ

سنن ابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچھو اور سانپ کے ڈسنے کے لیے دم کرنے کی اجازت دی ہے۔
ابن شہاب زہریؒ سے مروی ہے، انھوں نے بتایا، نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو سانپ نے ڈس لیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی دم کرنے والا ہے؟
لوگوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول آل حزم سانپ کے ڈسنے کا دم کیا کرتے تھے جب آپ نے اس کی ممانعت فرمادی تو انھوں نے یہ کلمہ چھوڑ دیا۔
آپ نے فرمایا، عمارہ بن حزم کو بلا لاؤ، انھیں بلایا گیا۔ انھوں نے دم کے الفاظ آپ کے سامنے پڑھے آپ نے فرمایا، اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔
آپ نے دم کرنے کی اجازت دی، چنانچہ انھوں نے دم کر دیا۔

۱۰ یعنی اس دم میں ایسے الفاظ نہیں تھے، جو مشرکانہ ہوتے، لہذا آپ نے اجازت مرحمت فرمادی۔

درد، اور پھوٹے کھنسی کا علاج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ جب کسی کو کوئی تکلیف ہوتی، یا زخم ہو جاتا، یا پھوٹا نکل آتا، تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگشت شہادت کا سر اس طرح زمین پر گڑتے پھر اسے اٹھاتے اور پھر پڑھتے :

بِسْمِ اللّٰهِ تَرَبِّۃٌ بِرَلِیْقَةِ لِعِضْنَا لِیْشْفِی سَقِیْمَنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا

یہ علاج از حد سہل ہے اور ہر جگہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ بھی مرکب علاج ہے، دیگر ادویہ دستیاب نہ ہو سکنے کے موقع پر بطور خاص یہ علاج ایک کارگر معالجہ کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ ہر جگہ اسے عمل میں لایا جاسکتا ہے۔

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ خالص اور شفاف مٹی سرد خشک ہوتی ہے، اور رطوباتِ زخم اور پھوٹوں کو خشک کر دیتی ہے، سرعتِ اندمال کے باعث خوب اثر کرتی ہے۔ چنانچہ شدتِ جنفاتِ خشک کرنا اور سردیالیں ہونے کے باعث ایسے ردی اور خراب مادوں کو ختم کرتی ہے، جو صحت میں خلل انداز ہوتے ہیں اور اس کے ذریعہ بیمار عضو کا مزاج اعتدال پر آجاتا ہے۔ اور جب مزاج اعتدال پر آگیا تو طبیعت کی قوتِ مدبرہ قوی ہو جائے گی۔ اور اللہ کے اذن سے تکلیف دور ہو جائے گی۔

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ آپ انگشت شہادت کے سرے کو لعاب سے نر کر کے مٹی سے لگاتے پھر اسے مریض پر پھیر دیتے اس طرح ذکر الہی، تعویض امر اور توکل علی اللہ کی برکت بھی ساتھ ساتھ ہو جاتی۔

رہا یہ سوال کہ وہ تریبۃ ارضنا سے مراد تمام زمین ہے یا صرف مخصوص طور پر اس سے مدینہ کی

زمین مراد ہے ؟

اس میں دو قول ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ زمین میں ایسے خواص پائے جاتے ہیں جو کئی امراض میں فائدہ مند ہوتے ہیں اور کئی خراب قسم کے امراض میں مفید اور نافع اثر رکھتے ہیں۔ جالینوس لکھتا ہے کہ میں نے اسکندریہ میں کئی معالجن کو دیکھا وہ مصر کی مٹی استعمال کرتے اسے پنڈلیوں، رانوں، کلائیوں پشت اور پسلیوں پر لپیپ کرتے، اور اس سے خوب فائدہ ہوتا۔ کہتے ہیں، خاصے گا ہے اودام متعفنہ پر یہ لپیپ بہت زیادہ فائدہ بخش ثابت ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے ایک قوم کو دیکھا کہ زیری حصہ سے اخراجِ خون کے باعث ان لوگوں کے بدن متوم ہو چکے تھے، انھیں اس مٹی سے کافی فائدہ ہوا، ایک دوسری جماعت کو دیکھا کہ انھیں مزمن درد سے صحت حاصل ہو گئی جو ایک طویل عرصہ سے بڑی شدت سے جاری تھا، اور کوئی تکلیف نہ رہی۔ جب عام مٹی کی یہ خاصیت ہوتی ہے تو زمین کی سب سے پاکیزہ اور بابرکت مٹی کا کیا کہنا جبکہ اس کے ساتھ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک بھی مخلوط ہو گیا ہو۔ اور اس میں اللہ کا نام بھی ہو اور تمام امور میں تقریباً اسی کی جانب ہو۔

صحیح مسلم میں حضرت عثمان بن ابی عامر سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ

سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درد کی شکایت پیش کی، جب سے انھوں نے اسلام قبول کیا تھا جسم میں ایک طرح کا درد سا محسوس کرتے تھے، نبی اکرم نے فرمایا، بدن میں جہاں درد محسوس ہوتا ہو اس جگہ ہاتھ رکھو اور یہ دعا پڑھو :

بِسْمِ اللّٰهِ تین بار۔

پھر سات بار یہ دعا پڑھو : اَعُوذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاَحَاذِرُ
نیز صحیحین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ اپنے اہل میں سے کسی کو دم کرتے اور دائیں ہاتھ سے رگڑتے، اور یہ دعا پڑھتے :

اللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اذْهَبِ الْبَاسَ وَاشْفِ اَنْتَ الشّافِي لِاشْفَاءِ الْاَشْفَاءِ

شفاء لا یغادر سقمًا :

یعنی "اے اللہ لوگوں کے پروردگار تکلیف دہ دور کر دے اور شفا دے تو ہی صحت دینے والا ہے۔ تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں (ایسی شفا دے) کہ کوئی تکلیف نہ رہتے۔ اہل میں شفا حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی کمال ربوبیت و رحمت کا احساس ہے کہ بس وہی ایک شفا دینے والا ہے، اور اس کے سوا کسی سے شفا نہیں مل سکتی، گویا اس کے ساتھ ساتھ توحید اور اس کے احسان و ربوبیت کا تذکرہ بھی ہو گیا۔

مصیبت اور غم کے موقع پر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دعائیں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :

وَكَبِشْرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ

یعنی "اور خوشخبری دے ان صبر کرنے والوں کو کہ جب پہنچے ان کو کچھ مصیبت تو کہیں

ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں، اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، ایسے ہی لوگوں

پر عنایتیں ہیں اپنے رب کی اور ہرمانی اور وہی ہیں سیدھی راہ پر"

مذہب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مردی ہے، کوئی شخص اگر مبتلائے مصیبت ہو جائے تو یوں

دعا کرے :

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اللَّهُمَّ اجْرِنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا

یعنی "ہم اللہ کے ہی ہیں اور اسی کی طرف واپس جانا ہے، اے اللہ میری مصیبت میں

مجھے پناہ دے اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما"

اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت میں پناہ دے گا اور بہتر بدل عطا فرمائے گا۔ یہ کلام مصیبت کا

سب سے بہتر علاج ہے، اور دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ فائدہ بخش ہے کیونکہ یہ دو عظیم اصولوں پر

مشتمل ہے کہ اگر بندے کو ان کی معرفت ہو جائے تو مصیبت میں اسے اطمینان و سکون حاصل ہوگا۔

وہ اصول یہ ہیں :

جو کچھ تمہارے پاس ہے سب خدا ہی کا ہے | ایک یہ کہ بندہ اور اس کے اہل و عیال اس کا

مال فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور بندے کے پاس، یہ جو کچھ ہے محض مستعار ہے، جب وہ انہیں واپس لے لیتا ہے تو گویا یوں سمجھنا چاہیے کہ مستعار دینے والا اپنا مال واپس لے لیتا ہے، نیز وہ عبد یا مور کی طرح امور میں تصرف کرتا ہے، مالکانہ حیثیت میں اسے تصرف کرنے کی اجازت نہیں، یہی وجہ ہے کہ اسے مالک حقیقی کے احکام کے مطابق ہی تصرف کرنے کا اختیار ہے۔

دوسرے بندے کا مرجع و مہیر تو اللہ حق شانہ

آخر کار اللہ کے پاس واپس جانا ہے | کی ہی طرف ہے اور دنیا کو چھوڑ کر منفرد حالت

میں پروردگار کے سامنے پیش ہونا ایک لازمی اور یقینی امر ہے۔ بالکل اس طرح جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے اہل و عیال اور مال کے بغیر تنہا پیدا کیا تھا۔ تب نہ اس کا کوئی خاندان تھا نہ اہل و عیال۔ لیکن حسرت و سیات کا معاملہ ضرور تھا۔ جب بندے کی ابتداء اور انتہا یہ ہے تو پھر موجود پر فرحت کیسی؟ اور مفقود پر غم کیوں؟ پس اس مرض کا علاج و حقیقت مہدار لہر معذہ غور و فکر میں پنہاں ہے نیز ایک علاج یہ بھی ہے کہ اسے اس بات کا یقینی علم ہے کہ جو تکلیف پہنچی ہے وہ ٹلنے والی نہ تھی اور جو مل گئی وہ پہنچنے والی نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ لَكِنَّا تَأَسُّوْنَ عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُونَ بِمَا آتَاكُمْ اللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلُّ مُخْتَالٍ فَخُورًا

یعنی "نہیں پہنچتی کوئی مصیبت تمہاری جان کو نہ زمین پر، مگر وہ جو کتاب کے اندر لکھا ہوا ہے قبل اس سے کہ پیدا کریں ہم اس کو بلاشبہ یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔ تو نہ غم کھاؤ تم اس چیز کے اوپر کہ چونک تم سے اوست خوش ہو اس چیز پر کہ آئی تم کو اور اللہ نہیں دوست رکھتا کسی بھی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو۔"

اپنے غم پر دوسروں کا غم یاد کرو | چاہیے اور یقین رکھنا چاہیے کہ ہر جگہ خوش بخت اور غم و مشقت

میں مبتلا لوگ موجود ہیں۔ اور یہ کہ دنیا کی خوشیاں محض خواب ہیں یا ڈھل جانے والا سایہ ہیں۔ اگر کچھ دیر

ہنساقی میں تو زیادہ دیر رلاتی ہیں۔
حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں، بہر فرحت کے بعد غم بھی ہے۔ اور جس گھر میں فرحت آئی غم بھی ضرور آیا۔

ابن سیرین فرماتے ہیں، کوئی ایسی ہنسی نہیں جس کے بعد رونانا ہو۔

بہد بنت نعمان فرماتی ہیں، ہم نے دیکھا ہم تمام لوگوں پر غالب اور طاقتور حکمران تھے۔ پھر سوز و جزب بھی نہ ہوا تھا، کہ ہم نے اپنے آپ کو سب لوگوں سے کم زیادہ کم درجہ اور فروتر دیکھ لیا، اور اللہ کو یہ حق ہے کہ جس گھر کو خیر سے بھر دے، وہی میں غبار بھی اڑا دے۔ ایک آدمی نے اس سے اس کی حالت معلوم کی تو انہوں نے جواب دیا۔ صبح تھی کہ تمام عرب ہم سے دستخوار تھے، اور شام ہوئی تو تمام عرب ہم پر رحم کھا رہے تھے۔ اور اس کا توڑ یہ ہے کہ آدمی یقین کر لے کہ جزع فرزع اور داویلا اسے دور نہیں کر سکتا بلکہ اس میں اضافہ کا سبب بنتا ہے، اور درحقیقت زیادتی مرض کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے، تو پھر اس کا صحیح علاج یہ ہے کہ صبر و تسلیم و رضا کا ثواب صنائع ہو جانے کا خیال کرے۔ نیز یہ خیال کرے کہ صبر کے بعد جو مسرت و لذت ملے گی وہ اس سے کئی گنا ہوگی۔ اور اگر وہ صبر و استقامت، پر ثبات قدم رہا تو جنت میں بنا ہوا بیت الحمد و حمد کرنے والوں کا گھر، کافی ہوگا جو اسے اپنے پروردگار کی حمد اور اتقا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے سے عطا ہوگا، پس انسان خود ہی سوچ لے، کوئی مصیبت بڑی ہے، دنیا کی مصیبت یا وہ مصیبت جس کے نتیجہ میں جنت کا بیت الحمد چھن جائے؟

جامع ترمذی میں مرفوع روایت آئی ہے کہ قیامت کے روز لوگ خواہش کریں گے کہ (کاش) دنیا میں ان کے چمڑے قینچیوں سے کاٹے جاتے (اور انہیں صبر کرنے پر اجرت ملتا) جب وہ مصیبت زدگان (کے صبر کے باعث) ان کا ثواب عظیم دیکھیں گے۔

بعض سلف سے منقول ہے ہم پر اگر دنیا میں مصائب نہ آتے
مصائب نعمت الہی کا سبب ہیں | تو ہم قیامت کے روز مفلس اور فلاش ہی اٹھتے۔

مسند احمد و ترمذی میں حضرت محمد بن لہیر سے مرفوع روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت رکھتا ہے تو اسے مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ چنانچہ جو رہنما ہو گیا۔ اسی کیسے داشتہ رکھتا ہے، اور جو
لہ یعنی جس نے صبر کیا۔

ناراض ہوا، اس کے لئے لالئذ، کی ناراضگی ہے۔ امام احمد نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جو
جزع کرے اس کے لئے جزع (داویلا) ہے۔

حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا فیصلہ فرمالتا ہے تو میں چاہتا
ہوں کہ وہ اس کے ذریعہ راضی ہو جاتے۔

حضرت عمران بن حصین اپنی بیماری کے دوران میں فرمایا کرتے تھے۔ مجھے بھی وہی بات
محبوب ہے، جو اللہ کو محبوب ہے۔

حضرت ابوالعالیہ کا قول بھی ایسا ہی منقول ہے۔

یہ علاج و دوا صرف محبین کے ساتھ ہی کیا جاتا ہے اور ہر آدمی کے امکان میں بھی نہیں کہ وہ
اس طریقہ پر علاج کر سکے۔

مصیبت صبر اور ایمان کا امتحان ہے | شیخ عبدالقادر نے فرمایا اے میرے بیٹے مصیبت
تجھے ہلاک کرنے کے لئے نہیں آتی، بلکہ تیرے

صبر و ایمان کا امتحان لینے آتی ہے۔ نیز اس کا علاج یہ بھی ہے کہ تو سوچے کہ اگر دنیا میں مصائب و محن
نہ ہوتے تو بندے مجب فرعونیت، شقاوتِ قلبی جیسے امراض میں مبتلا ہو جاتے، جن سے آدمی دنیا
میں اور آخرت میں ہر جگہ تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لئے یہ تو ارحم الراحمین کا کمالِ رحمت
ہے کہ بعض اوقات وہ مصائب کی دوا استعمال کر دیتا ہے جن کے باعث امراض سے تحفظ
رہتا ہے اور صحتِ عبدیت قائم رہتی ہے نیز کفر و عدوان و شرک وغیرہ کے فاسد مادوں کا
استفراغ جاری رہتا ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جو ابتلا کے ذریعہ رحم فرماتی ہے اور انعامات
کے ذریعہ ابتلا میں ڈال دیتی ہے جیسا کہ مشہور شعر ہے۔

قد ینعم اللہ بالبلوی وان عظمت دیبئلی اللہ لبعض القوم بالنعم

یعنی کلبے گا ہے اللہ تعالیٰ مصائب کے ذریعہ انعام فرماتا ہے اگرچہ وہ کہتے ہی
بڑے کیوں نہ ہوں، اور اللہ تعالیٰ بعض اقوام پر انعام کر کے انہیں ابتلا میں ڈال
دیتا ہے۔

دنیا کا دکھ آخرت کا شکر شیریں | نیز اس کا علاج یہ بھی ہے کہ آدمی یقین رکھے کہ دنیا

نہ یعنی جو صبر نہ کر سکا

کا دکھ ہی دراصل آخرت کا ثمر شیریں ثابت ہو گا۔ جنہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ تبدیل کر دے گا اگر سمجھ میں نہ آئے تو نبی صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پڑھو۔

حفت الجنة بالمکاره وحفت النار بالشهوات

یعنی جنت کے سامنے ناپسند زدہ تکلفات، کی باڑ لگائی گئی اور دوزخ کے آگے مرغوبات (شہوات) کی باڑ لگائی گئی۔

پس اپنے آپ کو ان انعامات کے مطالعہ کی دعوت دو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء اکرام اور فرماں بردار بندوں کے لئے دائمی انعامات سعادت ابدی اور کامرانی عظیمہ کی صورت میں تیار کر رکھے ہیں۔ نیز اس ذلت عذاب اور دائمی حسرتوں کا بھی مطالعہ کرو، جو اہل باطل اور نافرمانوں کے لئے اس نے تیار کر رکھی ہیں، پھر انتخاب کرو کہ کونسی صورت تمہارے لئے زیادہ مناسب ہے؟ اور آدمی اپنے طریق کار پر عامل ہے، اور ہر آدمی اپنے مناسب حال کی طرف لپک رہا ہے۔

کرب الم اور حزن و ملال کا علاج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے چینی کے موقع پر یہ دعا پڑھا کرتے تھے :

لا الہ الا اللہ العظیم الحلیم لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم ، لا الہ الا اللہ

رب السموات السبع ورب الارض رب العرش الکبریٰ۔

یعنی " اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بزرگ اور حلیم ہے ، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ، جو عرش عظیم

کا پروردگار ہے ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ، جو ساتوں آسمانوں کا پروردگار اور زمین کا پروردگار عرش کرم

کا پروردگار ہے ۔ "

نیز جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

کوئی غم لاحق ہوتا ، تو آپ دعا فرماتے ۔

یا حی یا قیوم برحمتک استغیث ، یعنی " اے زندہ اے ہر چیز کو قائم رکھنے والے تیری رحمت

کے طفیل مدد مانگتا ہوں ۔ "

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بات کا صدمہ ہوتا تو آپ آسمان

کی جانب سر مبارک اٹھاتے ، اور سبحان اللہ العظیم پڑھتے ، اور جب دعائیں خوب سعی فرماتے تو یا حی یا قیوم

پڑھتے ۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

پریشانی اور حزن و کرب کے وقت کی دعائیں سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا، کہ پریشان آدمی کی دعائیں یہ ہیں :

اللهم رحمتك ارحبوا فلا تكني الى نفسي طرفة عين واصلاح لي شاني كلمة لالة
الالات :-

یعنی اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، اس لیے مجھے چشم زدوں کے لیے بھی میرے سپرد نہ کر۔
میری حالت درست فرمائے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔“

نیز حضرت امماء بنت عمیس سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا :-

کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ بتاؤں جنہیں تکلیف اور کرکے وقت یا کرب کی حالت میں کہہ لیا کرو؟ وہ
یہ ہیں :-

اللہ ربی لا اشرك به شيئاً، یعنی اللہ میرا پروردگار ہے، میں اس کا کسی کو شریک نہیں بناتا۔
ایک روایت میں ہے کہ اسے سات بار کہا جائے گا۔

سند امام احمد میں حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم سے مروی ہے کہ فرمایا :

جب بندے کو غم اور دکھ پہنچے اور وہ یہ دعا کرے :

اللهم انى عبدك ابن عبدك ابن امتك فاصبر بيدك ما صن في حكمك عدل
في قضاءك اسألك بكل اسم هو لك مهميت به نفسك او انزلته في كتابك او علمته
أحدنا من خلقك أو استأثرت به في علم الغيب عندك ان تجعل القرآن العظيم
ربيع قلبي ونور صدري وجلاء حزني وذهاب همي .

یعنی اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں۔ تیرے بندے کا بیٹا ہوں۔ تیری بندی کا بیٹا ہوں۔ میری
پیشانی تیرے قبضہ میں ہے۔ مجھ پر تیرا حکم جاری ہے، مجھ پر تیرا فیصلہ ہی کارفرما ہے۔
میں تیرے ہر اس نام کے طفیل سوال کرتا ہوں جسے تو نے اپنا نام رکھا، یا تو نے اسے اپنی
کتاب میں نازل فرمایا۔ یا تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا، یا تو نے اسے اپنے پس علم غیب
(مخفی علم) میں رکھا کہ تو قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میرے علم کا مددگار

اور میرے حزن کو دور کرنے کا ذریعہ بنا دے :

جو بھی اسے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کا حزن و طلال دور کر دے گا اور اس کی جگہ فرحت عطا فرمائے گا۔

جامع ترمذی میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی

ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حضرت ذوالنون علیہ السلام کی دعا

حضرت ذوالنون علیہ السلام کی دعا جو انھوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی یہ ہے :

لا اله الا انت سبحانک اِنّی کنت من الظالمین ، یعنی تیرے سوا کوئی معبود

نہیں ، تو پاک ہے ، بے شک میں ظالموں میں سے ہوں ۔

کوئی مسلمان بھی ان الفاظ سے دعا کرے تو اس کی دعا (ضرور بالضرور) قبول کی جائے گی۔

ایک روایت میں منقول ہے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی مصیبت زدہ ایسا نہیں جو اسے کہے

اور اس کی تکلیف دور نہ ہو جائے۔ وہ میرے بھائی یونس علیہ السلام کی دعا ہے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے۔ فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایک روز مسجد میں تشریف لائے ، اچانک ایک انصاری حضرت ابوامامہ ان کے سامنے آئے۔

آپ نے فرمایا ، اے ابوامامہ کیا بات ہے اس وقت نماز کا وقت بھی نہیں اور تم مسجد میں بیٹھے ہو؟

انھوں نے عرض کیا ، اے اللہ کے رسول مجھے قرض اور آلام نے گھیر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا ،

میں نہیں ایسا کلام نہ بتاؤں کہ جب تم اسے پڑھو تو اللہ عزوجل تمہارا غم دور کر دے اور تمہارا قرض ادا فرمادے؟

راوی کہتے ہیں ، میں نے عرض کیا ، ہاں ! ضرور اے اللہ کے رسول۔

آپ نے فرمایا ، صبح ہو اور جب شام ہو ، تو یہ دعا پڑھ لیا کرو

اللهم انی اعوذ بک من الهم والحزن واعوذ بک من العجز والکسل واعوذ

بک من الجبن والبلبل واعوذ بک من غلبۃ الدین وقہس الرجال۔

یعنی ، اے اللہ میں غم و حزن سے تیری پناہ مانگتا ہوں ، اور میں عجز اور سستی سے تیری

پناہ مانگتا ہوں اور میں بزدلی اور کججوسی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور میں غلبہ قرض اور آدمیوں

کے قہر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

یعنی اپنے اوپر ظلم کرنے والا ، خطا کار۔

راوی کہتے ہیں، میں نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے تمام غم و حزن دور فرما دے۔ اور میرے سارے قرضے ادا کر دے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو استغفار لازم کر لے۔ اللہ تعالیٰ نے گویا اسے ہر غم سے نجات عطا کی، وہ اسے ہر تنگی سے نکال دے گا۔ اور اسے ایسی جگہ سے رزق ملے گا، جہاں کا اسے سان گمان بھی نہ ہوگا۔

اور سند میں مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی غم ہوتا تو آپؐ نماز کی طرف رجوع فرماتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ یعنی اور صبر کر کے اور نماز پڑھ کر اللہ سے مدد مانگو۔

اور سنن میں ہے کہ تم پر جہاد واجب ہے۔ کیونکہ یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس کے باعث اللہ تعالیٰ لوگوں کو غم و حزن سے نجات دیتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس پر غم و الم کی کثرت ہو، اسے کثرت سے لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنا چاہیے۔

صحیحین سے ثابت ہے کہ یہ (الفاظ) جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہیں۔
ترمذیؒ میں ہے کہ یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

دعائی دوا کے پندرہ دور رس اور اہم نائدے

نیز یہ ادویہ پندرہ انواع علاج پر مشتمل ہیں

اگرچہ غم و حزن ان سے نہ بھی زائل ہو اور

جب درد شکم اور اس کے اسباب محکم ہو گئے ہوں، اس وقت استفرغ کلی کی احتیاج ہوتی ہے۔

وہ پندرہ انواع یہ ہیں :

۱۔ توحید ربوبیت خدائے عزوجل۔

۲۔ توحید الہیت۔

۳۔ توحید علمی اعتقادی

۴۔ تنزیہ پروردگار عالم کہ وہ کسی بندے پر ظلم نہیں کرتا اور نہ بندے کا بغیر سبب کے مواخذہ کرتا ہے۔

۵۔ بندے کا اعترافِ ظلم و خطا۔

۶۔ پروردگار کے تصور میں اس کی محبوب چیز کا توسل اور یہ ذریعہ توسل اس کے ہمارے حسنہ اور صفات میں۔

۷۔ صرف خدا سے استعانت۔

۸۔ ذات ربوبیت سے بندے کی آس اور امید کا اقرار۔

۹۔ توکل علی اللہ و تفویض الی اللہ، یعنی اس کا اعتراف کہ بندہ خدا کے ہاتھ میں ہے، وہ جو سلوک اس سے

چاہے کرے۔

۱۰۔ ریاض قرآن سے اس کا قلب شمیم انگیزیاں حاصل کرے جو اس سے قلب کے لیے موسم بہاراں بن جائے گا

جس کے باعث وہ شبہات و شہوات کے ظلمات میں روشنی لے کر چل سکے، جس کے باعث ہر فوت شدہ چیز پر تسلی حاصل کرے، ہر مصیبت کو سہ سکے، اور دل کے روگ دور کر سکے، جو اس کے حزن کو دور کرے، اور صدمہ عشم سے شفا بخشنے۔

۱۱۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے استغفار و انابت و رجوع۔

۱۲۔ خدا کے راستے میں جہاد

۱۳۔ نماز

۱۴۔ توبہ خدائے بزرگ و بزرگی جناب میں۔

۱۵۔ لاجول و لا قوۃ کے سہارے براۃ اور تمام آلام و مہوم کے بائے میں اللہ کی طرف معاملات کی سپردگی

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو اور اس کے اعضاء کو پیدا کیا۔ اور ہر عضو کا ایک کمال بنایا جب وہ کمال ختم

ہو۔ تو وہ عضو درد محسوس کرتا ہے۔ اور اعضا کے بادشاہ "قلب" کو بھی ایک کمال دیا۔ جب وہ مفقود

ہو جائے تو اسے آلام و مہوم کے امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ جب آنکھ بصارت کی قوت کھو دے، کان

شنوائی کی قوت سے محروم ہو۔ اور زبان کلام کی قوت سے عاجز آجائے، تو گویا ان اعضا کا کمال چھین گیا، دل کا

کمال یہ ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے اس کی محبت و توحید اس کے ساتھ سرور و ابتہاج۔ توکل و رضا

اسی کے لیے حب و بغض اور معاملات و معادات رکھے۔ چنانچہ توحید بندے کے خیر و سرور۔ لذت و فرحت کا

دروازہ کھولتی ہے، اور توبہ، احتیاط اور موادِ فاسدہ کا استمراخ کرتی ہے۔ جو اس کی امراض کا سبب بنتا ہے

اور اختلاط سے تحفظ ہوتا ہے۔ گویا وہ برائیوں کا دروازہ بند کرتی ہے۔ اور توحید کے ساتھ سعادت و خیر کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور توبہ و استغفار کے ساتھ برائیوں کا دروازہ خود بخود بند ہو جاتا ہے۔ متقدمین ائمہ اطہار کا کہنا ہے کہ جو شخص بدن کی صحت و عافیت چاہتا ہے۔ اسے کھانے اور پینے میں کمی کرنی چاہئے اور جو قلب کی عافیت کا جو یا ہو۔ اسے گناہ ترک کر دینے چاہئے۔

ثابت بن قرۃ فرماتے ہیں کہ جسم کی راحت کھانے کی کمی میں ہے۔ اور روح کی راحت گناہوں کی

ترک گناہ اور کم خوری و کم گوئی کے پرکات

کمی میں ہے اور زباں کی راحت کلام کی کمی میں ہے۔ قلب کے لیے گناہ زہروں کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ یہ اگر اسے ہلاک نہیں کرتے تو کمزور تو بہر حال کر دیتے ہیں۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ جب قوت میں ضعف آگیا، تو امراض کا مقابلہ دشوار ہو جائے گا۔

طیب القلوب (دلوں، روحانی امراض کے ماہر) حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا ہے:

رايت الذنوب تمیت القلوب وقد يورث الذل اعماسها

یعنی، میں نے گناہوں کو دیکھا کہ وہ دلوں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

اور کبھی کبھی ان پر دوام ذلت ڈال دیتا ہے۔

وتورث الذنوب حیات القلوب وخیر لنفسك نصياها

یعنی، اور گناہوں کا ترک دلوں کی زندگی ہے۔

اور تیرے نفس کی بھلائی اسی میں ہے کہ (گناہوں کی) نافرمانی کرے۔

اور آپ کے ارشاد:

”یا حی یا قیوم“ کے منافع و برات

یا حی یا قیوم برحمتك استعینت۔

اس میں دفع مرض کی ایک عجیب مناسبت ہے، کیونکہ صفت ”حی“ تمام صفات کمال کو مستلزم ہے

اور صفت ”قیوم“ تمام صفات افعال پر حاوی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہی اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے کہ جب

اس کے وسیلہ سے دعا کی جائے، تو قبول ہوتی ہے۔ اور حیب کچھ سوال کیا جائے تو عطا ہوتا ہے۔ اور

بلاشبہ یہ اسم اعظم ”الحی القیوم“ کا اسم مبارک ہے، چنانچہ ”حی قیوم“ کے اسماء ایسے تمام امراض کے زائل کرنے میں ایک عجیب اثر رکھتے ہیں جو مضر حیات ہوں۔ اور اس کی مثال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعائی

ملتی ہے۔ جب آپ نے اپنے پروردگار کریم سے جبریل و میکائیل اور اسرافیل کے رب ہونے کے وسیلہ سے دعا فرمائی کہ انہیں حق کے متعلق اختلافات میں ہدایت دے۔ کیونکہ قلبی حیات ہدایت سے وابستہ ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان تینوں فرشتوں کو حیات کے معاملات سپرد کر رکھے ہیں۔ چنانچہ جبریلؑ وحی پر موکل ہیں جو قلوب کی اصل حیات ہے۔ اور میکائیل علیہ السلام بارش کے موکل ہیں جو ابدان و حیوان سب کے لیے حیات کا باعث ہے۔ اسرافیل علیہ السلام صور بھونکنے پر مقرر ہیں جو حیات عالم اور ارواح کے دوبارہ اجسام میں واپس آنے کا باعث ہوگا۔ چنانچہ ان عظیم ارواح ثلاثہ کی رپوہیت کے وسیلہ سے دعا کرنا استجابت کے لیے بہت ہی موثر ہے۔

الغرض حق اور قیوم کے سماع اجابت دعوات اور کشف تکالیف میں از حد فائدہ مند ہیں۔

سنن اور صحیح ابن حاتم میں مرفوع روایت ہے کہ ان دو آیتوں میں

اِیْمُ الْعِظَمِ وَالِیْ اٰیَاتِ شَرِیْقِیَہِ | اللہ تعالیٰ کا اہم عظیم ہے۔

وَالْهٰکُمُ الْاِلٰہِ وَاٰلِہٖ الْاِہْوَالِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اور آل عمران کی ابتداء میں اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

ترجمہ کرنے سے حدیث صحیح بتایا ہے۔

سنن اور صحیح ابن حبان میں بھی حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے دعا کی اَللّٰہُ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِالْحَمْدِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یا حَمِیْدًا یٰ قَیُّوْمًا۔

یعنی اے اللہ میں تجھ سے یہ وسیلہ لے کر دعا کرتا ہوں کہ تو ہی سزاوار حمد ہے۔ تیرے سوا کوئی

معبود نہیں، تو بہت احسان کرنے والا، آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اے بزرگی اور عزت والے اے زندہ اور ہر چیز کو قائم رکھنے والے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس نے اللہ کے اہم عظیم کے ساتھ دعا کی جب اس کے وسیلہ سے دعا

کی جاتی ہے تو ضرور قبول ہوتی ہے اور جب مانگا جائے تو عطا ہوتا ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں

خود سعی فرماتے، تو یا حَمِیْدًا یٰ قَیُّوْمًا کہتے۔ اور اس کی توجہ کے توسل کو مرض میں ایک موثر حیثیت حاصل ہے، اس طرح

آپ کا یہ قول ہے، اللہ ربی لا اشرک بہ۔ یعنی اللہ میرا پروردگار ہے میں اس کے ساتھ شریک نہیں کرتا۔

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود

اور اس کے معارف الہیہ اور اسرار عبودیت

حضرت ابن مسعود کی روایت۔

اللھم انی عبدک و ابن عبدک اس دعا میں اس قدر معارف الہیہ اور رموز عبودیت ہیں جو اس کتاب میں سما نہیں سکتے۔ کیونکہ یہ الفاظ اس کی عبودیت اور اس کے ابا و اجداد اور ماں کی عبودیت پر مشتمل ہیں۔ نیز یہ کہ اس کی پیشانی یعنی وہ بندہ جو اسی کے قبضہ میں ہے خدا جس طرح چاہتا ہے۔ اس پر تصرف کرتا ہے۔ اسی لیے بندہ اپنے نفع و نقصان کا ترکیا ذکر موت و حیات اور بعثت کا بھی مالک نہیں۔ کیونکہ اس کی پیشانی غیر عبد اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کے اپنے اختیار میں کوئی بات بھی نہیں۔ بلکہ وہ اس کی سطوت و سلطانت کے ماتحت بے بس اور مجبور ہے۔

اور آپ کا ارشاد:

ماضی فنی حکمت عدلی فنی قضا رکن

یہ دو ایسے اصولوں پر مبنی ہے۔ جو درحقیقت مدار
دو اصول جو مدار توحید ہیں | توحید ہیں۔

ایک اثبات قدر یعنی یہ کہ پروردگار کریم کے احکامات بہر حال بندے پر نافذ ہیں اس میں جاری و ساری ہیں۔ اس سے الگ نہیں، نہ الگ ہونے کی کوئی صورت ہے۔ اور نہ ان کو مٹانے کا کوئی طریقہ ہے۔

پھر اس کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کا توسل اختیار کیا یعنی جو اس

نے اپنے نام رکھے ہیں۔ خواہ بندے انہیں جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔ اور ان میں سے بعض ایسے اسماء مبارک بھی ہیں، جو اس کے ہاں غیب ہی کے پردہ میں مستور ہیں۔ اور ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین بھی ان سے آگاہ نہیں ہو سکے۔ اور یہ وسیلہ تمام وسائل سے زیادہ بڑا اور اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اور قرب قبولیت کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

پھر آپ نے دعا کی۔ کہ قرآن مجید کو آپ کے قلب کے لیے بہارستان بنا دے، جہاں سے حیوان غذا حاصل کرتے ہیں، اسی طرح قرآن دلوں کی بہار ہے۔ اور یہ کہ اسے اس کے غم و الم کے لیے شفا بنا دے، گویا یہ (قرآن مجید) ایسی دوا کا قائم مقام ہے۔ جو مرض کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے۔ اور بدن کو صحت و اعتدال کی جانب واپس لے آتا ہے۔

رہی حضرت یونس علیہ السلام کی دعا! دعائے یونس علیہ السلام کے اسرار و رموز تو اس میں کمال توحید اور تنزیہ باری تعالیٰ

بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ نیز بندے کا اعترافِ ظلم و خطا بھی موجود ہے۔ اور یہ پریشانیوں اور غم و حزن کو دور کرنے میں انتہائی طور پر موثر ہے اور نقصانے حوائج کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایک بہترین وسیلہ ہے۔ کیونکہ توحید و تنزیہ ہر کمال اللہ کے لیے ثابت کرنے اور ہر نقص و عیب کو اس سے جدا ماننے اور تسلیم کرنے پر مشتمل ہے۔ اور اعترافِ ظلم بندے کے لیے شرع۔ ثواب اور عتاب پر ایمان دار ہونے کی گواہی ہے۔ نیز اللہ جل شانہ کی جانب انکساری اور انابت کا باعث ہوتا ہے۔ اور اس کی عبودیت کے اعتراف اور پروردگار کی احتیاج کے اظہار کا ذریعہ ہے۔

اس طرح یہاں چار امور ایسے ہیں جن کے ذریعہ توسل چار امور جو ذریعہ توسل ہیں کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ توحید باری تعالیٰ عز اسمہ۔

۲۔ نیز حمد خدائے تبارک و تعالیٰ

۳۔ عبودیت کاملہ، خدائے وانا و دنیا کے حضور میں۔

۴۔ اعترافِ ظلم و گناہ۔

رہی ابو امامہؓ کی حدیث۔

اللہو انی اعوز بک من الہو والحزن ،

ابو امامہ کی حدیث کے اسرار و رموز

راے اللہ میں غم اور حزن سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

تو یہ دعا آٹھ اشیا سے استفادہ پر مشتمل ہے۔ ہر دو ایک ایک جوڑے کی طرح

بیان ہوتی ہیں۔

ہم و حزن ایک جوڑا ہے۔ عجز و کسل ایک جوڑا ہے۔ جبن و نخل ایک جوڑا ہے۔

ضلع الدین و غلبتہ الرجال ایک جوڑا ہے۔

کیونکہ ایذا دینے والا کروہ امر حیب بھی قلب پر آئیگا
”ہم“ اور ”حزن“ کے اسرار تو یا اس کا سبب کوئی گذشتہ امر ہوگا۔ تو حزن پیدا
 کرے گا۔ اور اگر مستقبل میں اس کا خطرہ ہوگا، تو ”ہم“ پیدا ہوگا۔

اور (کبھی کبھی) بندہ اپنے مصالح سے پیچھے رہ جاتا ہے
”عجز“ و ”کسل“ کے اسرار اور قادر نہیں ہو سکتا، یہ عدم قدرت یا تو عجز کے
 باعث ہوگی۔ یا عدم ارادہ یعنی کسل کے باعث ہوگی۔

اور خیر کارک جانا اپنے اور اپنی جنس سے نفع حاصل
”جبن“ اور ”نخل“ کے اسرار نہ کرنا، ایسی صورت میں بندہ یا تو اپنے بدن کے ذریعہ
 نفع نہ حاصل کرتا ہوگا۔ یہ جبن ہے، یا مال سے نفع نہ حاصل کرنا ہوگا۔ یہ نخل ہے۔

اور قہر الرجال بھی یا تو حق پر مبنی ہوگا۔ مثلاً
”قہر رجال“ اور ”ضلع دین“ کے اسرار یہ ضلع الدین (قرض) ہے اور یا باطل کے
 سبب سے ہوگا۔ یہ محکومیت یعنی غلبتہ الرجال کہلانے گا۔

گویا یہ حدیث ہر قسم کے شر سے استفادہ اور پناہ کو مقصود ہے۔

لہ غم اور صدمہ

لہ اندیشہ، خطرہ، الم،

رہی غم و حزن اور تنگی کو دور کرنے میں استغفار کی تاثیر تو
استغفار کی تاثیر عجیب | جملہ اہل مل اور عقلا تے امم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ
 معاصی اور فساد ہی غم و حزن - خوف و غم، نیز تنگی اور امراض قلب پیدا کرنے کا موجب
 ہوتے ہیں پھر جب گناہوں اور خطاؤں کے اثرات قلب میں اس طرح جاگزیں ہوتے ہیں
 تو ان کا علاج بھی صرف توبہ و استغفار ہی ہو سکتا ہے۔

رہی نماز! تو تفریح و تقویت قلب اور اس کے انشراح
نماز کے برکات و فوائد | ولذت میں اس کی ایک عجیب شان ہے۔ اس میں

قلب و روح اللہ کے ساتھ جاملتے ہیں۔ اس کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ اس کے انعامات
 کا تذکرہ کر کے مناجات میں تذل و دکھا کر اور اس کے سامنے قیام کر کے اور تمام بدن۔ اس
 کے قوی اور آلات بدن اس کی عبودیت میں مصروف کر کے اور ہر عضو کو اس کی عبادت
 کا ایک حصہ دے کر ایک طرح سے اتصال رحمت حاصل ہوتا ہے، تو گویا نماز دنیا و
 آخرت کے مصالح کے حصول اور دنیا و آخرت کی تکالیف دور کرنے کا ایک بہترین اور
 سب سے موثر ذریعہ ہے۔ نیز یہ گناہ سے روکنے والی اور امراض قلب کو دور کرنے
 والی ہے۔ بدن سے بیماری ہٹانے والی۔ دل کو روشن کرنے والی ہے۔ چہرے کو سفید
 (روشن) کرنے والی۔ اعضائے بدن اور روح کے نشاط کا باعث ہے۔ رزق دینے
 والی۔ ظلم دور کرنے والی ہے۔ مظلوم نادار کا مدد کرنے والی ہے۔ اخلاط شہوانی کو
 جڑ سے اکھاڑنے والی ہے۔ انعامات کی محافظ۔ عذاب کی دافع۔ نزول رحمت کا
 سبب ہے۔ غم دور کرنے والی اور اکثر امراض شکم میں نفع دینے والی ہے۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت مجاہدؒ کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی سے مروی ہے
 انہوں نے بتایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا۔ میں لیٹا ہوا
 تھا۔ میرے پیٹ میں درد تھا۔

اے نے فرمایا اے ابو ہریرہ۔ کیا پیٹ میں درد ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں!
 اے اللہ کے رسول۔

آپ نے فرمایا: اٹھ اور نماز پڑھ۔ کیونکہ نماز میں شفا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث موقوف ہے۔

دفع غم و الم کے لیے جہاد کی تاثیر یہی غم و حزن کے دنیوی کے لیے جہاد کی تاثیر۔

تو یہ وجدان سے ہی ظاہر ہے۔ کیونکہ انسان جب

باطل کی جارحیت اور استیلا کو بلا مقابلہ چھوڑ دیتا ہے تو اس کا غم و حزن اور کرب و خوب شدید ترین حد تک بڑھ جاتا ہے۔ اور جب وہ اللہ کے نام پر اس سے جہاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے غم و حزن کو فرحت و نشاط اور قوت انبساط میں بدل دیتا ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے:

تَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ
وَيُثَبِّتْ صُدُوقَهُمْ مُّؤْمِنِينَ وَيَذْهَبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ۔

یعنی اگر وہ ان سے تاکہ عذاب دے اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں اور رسوا کرے، اور تم کو ان پر غالب کرے اور ٹھنڈے کرے دل مسلمانوں کے اور نکالے ان کے دل کی حلین۔

چنانچہ جہاد سے زیادہ کوئی کام ایسا نہیں جو کہ قلب کے غم و حزن اور ملال کو دور کر سکے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ کی تاثیر یہی لا حول ولا قوۃ الا باللہ کی تاثیر مرض کے دور کرنے میں؛ تو اس کا رگڑ ترکیب سے بندے نے

تمام امور اللہ تعالیٰ کو سپرد کر دے۔ اور دوسروں سے برأت حاصل کر لی اور کسی امر میں اس ذات باری تعالیٰ سے منازعت نہ رہی۔ اور عالم علوی داخلی کا ہر تحول عام ہے۔ اور یہ تمام تر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

بعض آثار میں آتا ہے کہ آسمان سے جو فرشتہ بھی اترتا ہے، یا آسمان کی طرف چڑھتا ہے۔ تو وہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہی کے الفاظ سے اترتا اور چڑھتا ہے۔ اور شیاطین کو دود کرنے کے لیے اس میں ایک عجیب تاثیر ہے۔

بے خوابی و حسرت اور پریشانی

دوا — دعا — علاج — تدبیر

جامع ترمذی میں حضرت بریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت خالدؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت پیش کی اور عرض کیا،

اے اللہ کے رسول۔ میں پریشانی کے باعث رات کو سو نہیں سکتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب بستر پر جاؤ، تو یہ دعا پڑھ لیا کرو:

اللھم رب السموات السبع و ما اظلت و رب الارضین و ما اقلت و رب الشیاطین

و ما اقلت کن لی جارا من شو خلقک کلھم جمیعا ان لیغیظ علی احد منھم اویغی علی مذجارتک و جل ثناؤک و لا الہ غیرک :

یعنی، اے اللہ ساتوں آسمانوں کے پروردگار اور جن پر ان کا سایہ ہے اور اے

زمینوں کے پروردگار اور جنہیں انہوں نے پھر پوشیدہ کر لیا۔ اور اے شیاطین کے پروردگار

اور جنہیں انھوں نے گمراہ کیا اپنی ساری مخلوق کے شر سے مجھے پناہ دینے والا بن جا۔ اس

سے کہ ان میں سے کوئی مجھ پر افراط کرے یا مجھ پر زیادتی کرے۔ تیرا پڑوسی رنپاہ میں آنے

والا عزت والا ہو گیا۔ تیری ثنا بڑی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اسی کتاب میں حضرت عمر دین شعیب سے مروی ہے، انہیں اپنے والد انہیں داد سے

روایت ملی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبراہٹ میں یہ دعا سکھایا کرتے تھے۔

اعوذ بکلمات اللہ لنا منہ من غضبہ و عتابہ و شر عبادہ و من ہزات الشیاطین

و اعوذ بک ی ب ان یحضرون۔

یعنی اللہ کے نام نہیں تمام لکھتے، کلمات کے ساتھ اس کے غضب اس کے عذاب۔ اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے دوسوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور اسے پروردگار اس بات سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں۔ کہ وہ (شیاطین) ان موجود ہوں۔
 رومی کہتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے بڑے بچوں کو یہ دعا سکھایا کرتے تھے اور جو چھوٹے تھے۔ اسے لکھ کر ان کے گلے میں لٹکا دیتے۔ اور اس مرض میں استعاذہ کی مناجات بھی کوئی مخفی بات نہیں ہے۔

جل جانے کا مدوا، آگ بجھانے کی تدمیر

تکبیر کا اثر آگ بجھا دیتا ہے

حضرت عمر بن قعب سے منقول ہے۔ انہیں اپنے والد سے انہیں داد سے روایت ملی۔ انہوں نے بتایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم آگ دیکھو۔ تو تکبیر کہو۔ کیونکہ تکبیر آگ کو بجھا دیتی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی کبریا کی کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔ چنانچہ جب مسلمان تکبیر کہتا ہے۔ تو تکبیر کا اثر آگ بجھا دیتا ہے۔ اور شیطان کو بھی بھگا دیتا ہے جو آگ کا اصل مادہ ہے۔ چنانچہ آگ بجھ جاتی ہے۔ ہم نے نیز ہمارے سوا دوسروں نے بار بار اس کا تجربہ کیا اور ایسا ہی پایا۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

حفظانِ صحت کے اصول

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

جب ثابت ہو گیا کہ بدن کی صحت اور بقا اور اس کا اعتدال ہی حرارت کے لیے رطوبت ملاحظہ کا ذریعہ ہے تو گویا رطوبت اس کا مادہ ہے اور حرارت اس کا نفع کرتی ہے۔ اور اس کے فضلات کو دور کر کے اس کی اصلاح و تلطیف کرتی ہے ورنہ بدن فاسد ہو جائے اور اس کا درست رہنا ناممکن ہو جائے۔ اسی طرح رطوبت حرارت کی غذا ہے اگر رطوبت نہ ہو، تو بدن جل اٹھے اور اسے خشک کر کے ختم کر دے۔ گویا دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ قوی تعلق ہے اور بدن کی حیات ان دونوں کی ترکیب سے ہے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے مادہ کا کام دیتے ہیں۔ اس لیے حرارت ہمیشہ رطوبت کو تحلیل کرتی رہتی ہے۔ اور بدل مائیکل کے طور پر مزید رطوبت کا محتاج ہوتا ہے۔ تاکہ اپنی زندگی قائم رکھ سکے۔ یہ رطوبت کھانے اور پینے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر رطوبت مقدار میں بڑھ جائے۔ تو حرارت اسے تحلیل کرنے سے عاجز رہ جاتی ہے، اس وقت یہ رطوبت فاسد مواد کی صورت اختیار کر لیتی ہے چنانچہ بدن مبتلا ہو کر بیمار ہو جاتا ہے۔ اور مادہ کی نوع قبولیت اور استعداد مرض کے لحاظ سے مختلف انواع کے امراض لاحق ہو جاتے ہیں اور یہ تمام احتیاطیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مستفاد ہیں۔

كُلُوا وَامْشُوا وَلَا تَسْرِعُوا فِي الْأَكْلِ (اور کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو)

اعتدال اور احتیاط اصلی اصول ہے | اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بدل مائیکل کے مطابق کھانے

پینے کا حکم دیا۔ تاکہ اس سے بدن کی کیفیت اور کیفیت میں فائدہ مند حد تک استفادہ حاصل ہو لیکن جب یہ مقدار (خور و نوش) بڑھ جائے گی تو یہ اسراف میں داخل ہوگی، اس لیے دونوں باتیں صحت کے لیے مضر اور مرض کی ذمہ دار ہیں، یعنی خورد و نوش بند کر دینا یا اس میں اسراف سے کام لینا۔

پس اللہ تعالیٰ کے ان دو کلمات طیبہ میں حفظانِ صحت کی تمام باتیں مکمل طور پر پائی جاتی ہیں، اور جو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ کا مطالعہ کرے گا، وہ اسے حفظِ صحت کے لیے سب سے زیادہ اعلیٰ اور عمدہ پائے گا۔ کیونکہ صحت کی حفاظت، خورد و نوش۔ لباس۔ راتش۔ ہوا۔ نیند، بیداری حرکت و سکون۔ نکاح۔ استغراغ اور احتباس ہر بات میں حسن تدبیر پر موقوف ہے۔ اب اگر ان باتوں میں بدن۔ شہر۔ عمر اور عادت کے مطابق اعتدال قائم رہا۔ تو یہ مرنے تک بالکل صحت مند یا اس کے قریب ہی رہنے کا ذریعہ ہوگا۔ اور جب صحت و عافیت بندے پر اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک انعام اور سب سے بہترین اور اعلیٰ عطیہ اور سخاوت ہے۔ بلکہ صحت کاملہ علی الاطلاق تمام نعمتوں سے بڑھ کر بڑی نعمت ہے لہذا جسے اس کی حفاظت۔ مراعت اور دفاع کا موقع ملے۔ اس کے لیے اس کی حفاظت کرنا واجب ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے بتایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

دو نعمتیں ایسی ہیں۔ کہ جن کے بارے میں کسی لوگ دھوکے میں ہیں، ایک صحت اور ایک فراغت۔

اور ترمذی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن محسن انصاریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

صحت بہت بڑی نعمت ہے

فرمایا۔ جو صبح اس حالت میں کرے۔ کہ اس کا جسم مامون ہو۔ اپنے گھر میں وہ عافیت سے ہو اور اس کے پاس اس دن کی روزی موجود ہو۔ گویا اسے ساری دنیا دے دی گئی۔

اور ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے بھی روایت منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: قیامت کے روز انعامات میں سے اللہ تعالیٰ اسب سے پہلے اپنے بندہ سے پوچھے گا۔ اور اس سے کہا جائے گا کیا ہم نے تجھے محمد بن نہویا تھا لے کھے محمد بن نہویا تھا لے کھے پانی سے سیراب نہ کیا تھا؟ یہی وجہ ہے کہ بعض نے اس آیت کی تشریح۔

ثُمَّ لَتَسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۗ وَبِحِرَالَيْتِهِ عَزَّوَجَلَّ تَمَسُّ الْعَامَاتُ الْهَيُّوْكَ مَتَعَلُوْكَ بَارُوْرَس
ہوگی، میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد صحت ہے۔

دُنْیَا وَاٰخِرَتِیْنَ عَافِیَّتِیْ کِی دَعَا
اور مسند احمد میں مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا: اے
عباس اے رسول خدا کے چچا اللہ سے دُنْیَا وَاٰخِرَتِیْنَ عَافِیَّتِیْ کِی دَعَا کیا کرو،

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرمایا: کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ اللہ سے یقین اور معافات کی دعا کرو۔ کیونکہ یقین کے بعد عافیت سے زیادہ بہتر کوئی چیز نہیں جو کسی کو عطا ہو، اس میں آپ نے دُنْیَا وَاٰخِرَتِیْنَ عَافِیَّتِیْ جَمْعُ فَرَمَا دی ہے۔ اور امر واقعہ بھی یہی ہے کہ دایر میں بندے کے حالات یقین اور عافیت کے بغیر اصلاح پذیر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ یقین سے آخرت کی سزائیں دور ہوتی ہیں۔ اور عافیت سے قلب و بدن امراض دُنْیَا سے نجات پاتا ہے، پس جب عافیت و صحت کی یہ شان ہے تو ہم نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ ان امور میں مراعات کے متعلق بیان کریں گے جو انہیں پڑھے گا۔ وہ محسوس کرے گا۔ کہ آپ کی سنت طیبہ علی الاطلاق سب سے کامل طریق زندگی ہے جس سے ہر دو یعنی بدن و قلب اور دُنْیَا وَاٰخِرَتِیْنَ عَافِیَّتِیْ کِی دَعَا حاصل کی جا سکتی ہے۔

خورد و نوش

ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور عموالات

سنت نبوی

طعام و اغذیہ اور ماکولات کے سلسلہ میں

غذا کی یکسانیت مضر ہے | خوردنوش میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ طیبہ یہ نہ تھی کہ ایک ہی قسم کی غذاؤں پر قائم رہتے۔ ان کے علاوہ دوسری اشیا استعمال نہ فرماتے کیونکہ یہ طریقہ طبیعت کے لیے از حد ضرر رساں ہوتا ہے، اور گاہے گاہے اس پر عمل پیرا ہونا دشوار ہو جاتا ہے، کیونکہ آدھی اگر دوسری اغذیہ استعمال نہ کرے گا تو کمزور ہو جائے گا یا ختم ہو کر رہ جائے گا اور اگر اچانک دوسری اغذیہ شروع کر دی تو پھر ضرر ہوگا۔ اور اسے طبیعت قبول نہ کرے گی اس لیے دائمی طور پر ایک ہی نوع کی اغذیہ پر قائم رہنا اگرچہ وہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہوں خطرناک اور مضر ہے، بلکہ اہل شہر جس قسم کی اغذیہ کے عادی ہوں۔ مثلاً گوشت، پھل، روٹی اور کھجور وغیرہ سب استعمال کرنا چاہیے، جیسا کہ ہم ماکولات کے بیان میں لکھ چکے ہیں۔

اور اگر کوئی غذا کسر و تعدیل چاہتی ہے تو اس کی ضدی سے اس کی کسر اور تعدیل ہو سکے گی، جیسے تریوز کے ساتھ کھجور کی حرارت کی تعدیل کی گئی اور اگر معدل نہ ملے تو صرف اتنا کھائے کہ جس قدر ضرورت ہو اور طبیعت خواہش رکھتی ہو۔ اسراف سے بالکل کام نہ لے۔ اس صورت میں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اور جب طبیعت راغب نہ ہو، تو کھانا نہ کھائے اور زبردستی پیٹ میں بھرنے کی کوشش نہ کرے۔ حفظانِ صحت کے معاملہ میں یہ ایک مرکزی اصولی ہے، کیونکہ اگر طبیعت کی خواہش کے خلاف کھائے گا، تو نفع سے زیادہ ضرر ہوگا۔

آپ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں لگالا | حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کھانے میں عیب نہیں لگالا، جی چاہا، تو

کہا لیا ورنہ پھوڑ دیا اور نہ کھایا۔

نیز آپ گوشت پسند فرماتے تھے۔ بازو اور گردن کا گوشت
 آپ کو زیادہ اچھا لگتا، یہی وجہ تھی کہ (ایک یہودی نے) اپنی

اعضار میں زہر ملا کر آپ کو کھلایا۔

اور صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا، تو کلائی (بازو) کا
 گوشت لایا گیا۔ آپ نے اسے پسند فرمایا، ابو عبیدہ وغیرہ نے ضیاعہ نسبت زہر سے نقل کہا ہے کہ ان
 کے گھر میں بکری ذبح کی گئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہہ دیا کہ ہمیں بھی اپنی بکری
 میں سے گوشت بھیجنا۔

انہوں نے عرض کیا، ہمارے پاس گردن کے سوا کچھ باقی نہیں رہا، اور اسے آپ کی خدمت میں
 بھیجتے مجھے شرم آتی ہے۔ قاصد واپس آیا، اور آپ کو جواب سنا دیا۔

آپ نے فرمایا، ضیاعہ کے پاس واپس جاؤ، اور کہو، وہی بھیج دیں، کیونکہ یہ بکری کا ہادی (اکلا حصہ)
 اور خیر کے قریب اور اذی (گندگی یا تکلیف) سے دور ہے۔

اور کوئی شبہ نہیں بکری کے گوشت میں گردن، بازو، اور کلائی کا گوشت بہت ہلکا ہوتا ہے، اور
 زود مضم بھی۔

اس سے ثابت ہوا کہ اغذیہ میں تین امور کی مراعات ضروری ہیں۔

۱۔ کثرت نفع و تاثیر۔

۲۔ عدم نقل اور خفت (ہلکا ہونا)

۳۔ سرعت مضم۔

نیز آپ حلوار (میشی پنیر) اور شہد پسند فرماتے اور
 یہ تینوں اشیاء یعنی گوشت، شہد اور شیرینی تمام اغذیہ

سے افضل ہیں۔ اور بدن، جگر اور اعصاب کے لیے نافع ہیں۔ حفظ صحت و قوت میں ان اغذیہ کو استعمال
 کرنا بہت زیادہ فائدہ بخش ہے، اور صرف مرعین اور بیماری ان سے نفرت کرتے ہیں۔

اور آپ کی خدمت میں جیسا سالن میں پیش کر دیا جاتا، آپ بے قائل اسے تناول فرماتے۔ گائے کے

گوشت کے شوربے سے تناول فرماتے، اور فرمایا کرتے، یہ دنیا و آخرت کے کھانوں کا سردار ہے (ابن ماجہ وغیرہ) اور کبھی کبھی تربوز یا کھجور کے ساتھ بھی تناول فرماتے اور تر کھجور کو خشک کے ساتھ طلتے اور فرماتے، کہ یہ اسی کا سالن (مصلح) ہے۔ اس صورت میں غذائی طریق تدبیر ملحوظ ہے کہ جو کی مدنی درد خشک ہوتی ہے اور کھجور صبح قول کے مطابق گرم تر ہوتی ہے۔ اسی طرح جو کی مدنی کو اسی کے ہمراہ کھانا غذائی طور پر حسن تدبیر میں شامل ہوگا۔ خصوصاً ان کے لیے جنہیں اہل مدینہ کی طرح اس کی عادت بھی ہو۔

کبھی کبھی سرکہ سے بھی کھانا تناول فرما لیتے، اور فرمایا کرتے "بہترین سالن سرکہ ہے"۔ یہ جملہ مقتضائے حال کے مطابق ایک تعریفی کلمہ ہے۔ اسی کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے سالنوں پر اسے کسی طرح کی فضیلت حاصل ہے، جیسا کہ بعض جہال کا خیال ہے۔

اہل واقعہ یوں ہے کہ ایک دن آپ اپنے گھر میں تشریف لائے۔ آپ کی خدمت میں روٹی پیش کی گئی آپ نے فرمایا، کوئی سالن بھی ہے؟
عرض کیا گیا، سرکہ کے سوا کچھ نہیں۔

آپ نے فرمایا "سرکہ تو بہترین سالن ہے" (لاؤ)

آپ شہر کے تازہ پھل بھی استعمال فرماتے اور ان سے سرگز پرہیز نہ کرتے۔ یہ طریقہ بھی آداب غذا میں سے ہے اور صحت و عافیت میں ایک موثر سبب کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ اور ہر علاقہ میں ایسے ایسے میوے پیدا فرمادیئے ہیں جو اپنے اپنے وقت کے مطابق وہاں کے رہنے والوں کے لیے فائدہ مند ہیں۔ اور ان کی صحت و عافیت کا سبب بنتے ہیں اور انہیں ادویہ کی کثرت سے بے نیاز کرتے ہیں اور جو شخص صحت کے خطرہ سے علائقی پھلوں سے پرہیز کرتا ہے، وہ بدنی طور پر تمام لوگوں سے زیادہ مریض ہوتا ہے۔ اور صحت و قوت میں سب سے کمزور و ناتواں رہتا ہے، اور ان پھلوں کی رطوبت موسم، زمین اور معدہ کی حرارت نفع کرتی ہے۔ نیز ان کے برے اثرات کو زائل کرتی ہے بشرطیکہ کھانے میں اسراف سے کام نہ لیا جائے۔ اور معدہ کی قوت سے زائد اس پر بوجھ نہ ڈال دیا جائے اور معقم سے قبل کھا غذا خراب نہ ہو جائے، اور نہ اوپر سے پانی پی کر یا کھانا کھا کر انہیں فاسد کر دیا جائے، کیونکہ تو بیخ کا مریض زیادہ تر اسی طرح کی غلطیوں سے پیدا ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی مناسب وقت اور مناسب طریقہ سے پھلوں کا ناشتہ کرے، تو بلاشبہ یہ فائدہ بخش دوا کی حیثیت سے نافع ثابت ہوں گے۔

تناول طعام

طرزِ نشست، آدابِ طعام اور اصولِ اغذیہ

صحیح روایت میں آپ سے مروی ہے، کہ آپ نے فرمایا:
 "میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا بلکہ میں اس طرح بیٹھتا ہوں کہ جیسے بندہ بیٹھتا ہے اور اس طرح کھانا
 ہوں کہ جیسے بندہ کھاتا ہے۔" اتکا سے مراد ٹیک لگانا بھی ہے، پستقی مار کر بیٹھنا بھی، اور پہلو کے
 بل بیٹھنا بھی، ان تینوں صورتوں میں آخری صورت مفسدیت ہے، اس سے مضم میں فتور پڑتا ہے اور پہلی دونوں
 صورتیں جبارہ کی ہیں، جو منافی شانِ عبودیت ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں مروی ہے کہ آپ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی چہرے کے بل لیٹ کر کھائے۔
 نیز آپ سے منقول ہے کہ آپ عام طور پر دو زانو ہو کر کھانے کے لیے بیٹھتے تھے، اسی لیے بھی، کہ
 کھانے کے لیے بہترین نشست یہی ہے اور اس لیے بھی کہ اس سے احترامِ طعام مقصود تھا، اس ہیئت سے
 بیٹھ کر کھانا مناسب ہے کیونکہ تمام اعضا اپنی وضعِ طبیعی پر ہوتے ہیں، اور کھانا اچھی طرح کھایا جاتا ہے،
 اور مضم بھی جلد ہوتا ہے۔

آپ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے۔ کھانے
 کھانے میں تین انگلیاں استعمال کرنا چاہئیں | کے لیے یہ صورت سب سے زیادہ نافع ہے،

کیونکہ ایک یا دو انگلیوں سے کھانے والے کو نہ پورا مزہ آسکتا ہے اور دیر تک کھاتے رہنے پر مجبور ہے
 کہ بغیر اس کے وہ سیری حاصل نہیں کر سکتا۔ پانچوں انگلیوں اور پورے ہاتھ سے کھانا کھانے میں یہ قیادت
 ہے کہ کھانا ایک ہی دفعہ کثیر مقدار میں معدہ کے اندر آجاتا ہے۔ اس سے کبھی کبھی آلاتِ مضم کو ضرر پہنچ
 جاتا ہے اور موت تک واقع ہو جاتی ہے اور ڈبیری مقدار میں کھانا پہنچ جانے سے آلاتِ مضم

اور معدہ میں مروڑ ہوتی ہے اور اسے ذرا بھی لذت یا سیری حاصل نہیں ہو سکتی، اس لیے سبکے زیادہ نافع طریقہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ طعام ہے، اور اس شخص کا طریقہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار کرتے ہوئے تین انگلیوں سے کھایا۔

اور جو بھی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بعض چیزیں جو بیک وقت آپ نہیں کھاتے تھے

اسے محسوس ہوگا کہ آپ دودھ اور ٹھہلی ایک ساتھ استعمال نہیں فرماتے تھے اور نہ دودھ اور کھسی چیز نہ دو گرم غذاؤں یا سرد غذاؤں کو جمع فرماتے تھے اور نہ دو قابض نہ دو اسہال اور نہ دو غلیظ، نہ دو ملین غذاؤں کو، اور نہ دو ایسی غذاؤں کو جمع فرماتے جو ایک خلط کی صورت میں تحلیل ہو جاتی ہو نیز آپ دو مختلف غذاؤں مثلاً قابض اور مسہل، مسریح الہضم اور دیر ہضم، بھنی ہوئی اور پکی ہوئی، تازہ اور بکھی، دودھ اور اندا۔ گوشت اور دودھ کو جمع نہیں فرماتے تھے۔ اور نہ شدت حرارت میں کھانا کھاتے، اور نہ باکی چیز کھاتے اور نہ ہی متعفن اور چٹ پی چیزیں استعمال فرماتے۔ یہ تمام انواع صحت و اعتدال کو ختم کرنے کی ذمہ دار اور ضرر رساں ہیں۔

نیز آپ بعض اغذیہ کے ضرری دوسری اغذیہ کے ذریعہ اصلاح فرمالتے تھے، بشرطیکہ ایسا ممکن ہو، مثلاً آپ ایک غذا کی حرارت دوسری (غذا) کی برودت سے ایک کی پوست دوسری کی رطوبت سے زائل کرتے، جیسے ککڑی اور کھجور کو ملا کر اصلاح فرمایا کرتے۔ نیز آپ کھجوریں گھی کے ساتھ بھی تناول فرماتے۔ نیز آپ کھجور کا نفع (آب زلال) کھا کر شدید اغذیہ کی تلطیف کرتے۔

نیز آپ عشر درات، کا کھانا بھی کھایا کرتے۔ اگرچہ کھجور کے چند دانے کیوں نہ ہو، فرمایا کرتے عشر کا کھانا چھوڑ دینا بڑھا پالاتا ہے (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

کھاتے ہی سو جانے کی ممانعت

ابو نعیم نے نقل کیا ہے کہ آپ کھاتے ہی سو جانے سے منع فرماتے اور منقول ہے کہ یہ دل کی قساوت پیدا کرتا ہے بہی وجہ ہے کہ اطہار کی ہدایت ہے کہ جو حفظان صحت چاہتا ہو اسے طعام شب سے فارغ ہونے کے بعد چہل قدمی کرنی چاہیے، خواہ وہ ایک سو قدم ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد ہی آپ فوراً نہیں سوتے تھے۔

کیونکہ یہ بہت زیادہ ضرر رساں ہے۔
 ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ دکھانے کے بعد نماز پڑھنے، تاکہ قعرِ معدہ میں غذا کا استقرار
 ہو جائے اور مضم میں آسانی ہو، یہ صورت صحت کے لیے بہت بہتر ہے۔

۱۰۰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عینی صورتیں بھی مروی ہیں، اپنی اصل اور حقیقت کے لحاظ سے،
 حد درجہ نافع ہیں۔ ان پر اگر سختی اور پابندی سے عمل کیا جائے تو انسان کی صحت بہت عمدہ رہ سکتی ہے
 یہ عینی احتیاطیں اور ہدایتیں ہیں، وہ ہیں جن کی تائید و توثیق آج ۱۴ سو سال کے بعد عہد جدید کے
 محققین اور ماہرین طب و علاج کی طرف سے ہو چکی ہے اور ہوتی رہتی ہے۔

پانی پینا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصول اور معمول

پانی کب نہیں پینا چاہیے | کھانے کے بعد پانی پینا آپ کی سنت نہیں ہے خصوصاً اگر پانی گرم ہو، یا زیادہ سرد ہو، کیونکہ یہ دونوں صورتیں بہت زیادہ نقصان دہ ہوتی ہیں۔

نیز آپ ریاضت کرنے، تکان ہونے اور کھانا یا پھل کھانے اور جماع یا حمام کے بعد پانی پینے اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

پانی پینے میں آپ کی سنت سب سے زیادہ کامل ہے جس کے ذریعہ صحت کی حفاظت کی جاسکتی ہے۔ آپ سرد پانی کے ساتھ شہد ملا کر پانی پیتے اور حفظانِ صحت کے لیے یہ ایک ایسا اصول ہے جس کی صرف فاضل اطباء ہی معرفت رکھتے ہیں، چنانچہ اگر اسے اس طرح پیا جائے یا بلغم کی حالت میں چاٹا جائے۔ تو یہ بلغم کو کاٹتا ہے اور معدہ کی چھلکی کو دھوٹتا ہے۔ اور اس کے مادہ لزوج میں جلا پیدا کرتا ہے، اس کے فضلات کو دور کرتا ہے۔ تسخین کرتا اور سردے کھوٹتا ہے۔ جگر اور گردے اور مثانے میں بھی اس کا یہی اثر ہوتا ہے، اور یہ معدہ کے لیے دوسری قسم کی شیرینیوں سے کہیں زیادہ نافع ہے، البتہ بالعرض صفراوی مزاج کو گرمی اور صفراوی حدت میں مضر ہے۔ گاہے گاہے ہیجان پیدا کرتا ہے اور اس کی مضرت سرکہ سے دور کی جاسکتی ہے۔ اس صورت میں یہ از حد فائدہ بخش ہو جاتا ہے، بالعرض بہ صورت برودت اسے جلا دینے والی چیز مثلاً شہد، کشمش، کھجور یا شکر اس میں ڈال لی جائے تو یہ بدن کے لیے از حد نفع بخش ہے اور اس سے صحت کی حفاظت ہوتی ہے، چنانچہ اسی باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے محبوب سوا وہ شیریں پانی تھا۔

جاننا چاہیے کہ خراب پانی نفع پیدا کرتا ہے اور اس سے طرح طرح کے امراض اور بیماریوں کے پیدا ہونے کا امکان ہے اور چونکہ رکھا ہوا پانی بالکل تازہ پانی سے زیادہ نافع ہے اس لیے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حیب ابو ہشیم بن تیہان کے باغ میں تشریف لائے تو آپ نے دریافت فرمایا، کیا باقی پانی ہے؟ یہ پانی پیش کیا گیا، اور آپ نے اس میں سے کچھ نوش بھی فرمایا۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور ان کے الفاظ یہ ہیں کہ اگر تمہارے پاس مشکیزے میں پانی ہے تو خیر در نہ ہم مونگھڑ سے پیتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بے سقیاد سے شیریں پانی لایا جاتا، اور جو پانی نئے یا پرانے مشکیزوں میں ہوتا ہے وہ مٹی یا پتھر کے برتنوں میں رکھے ہوئے پانی سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ خصوصاً جو چمڑے کے مشکیزے ہوں (ان میں خاصیت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے) اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے برتنوں کی بجائے مشکیزے کا پانی طلب فرماتے۔ چونکہ مشکیزوں میں مسامات ہوتے ہیں اور ان سے پانی کا ترشح ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے اس پانی میں لطیف خصوصیات آجاتی ہیں، اور ایسا برتن جس میں ترشح ہوتا ہو اس کا پانی اس برتن کے پانی سے زیادہ لذیذ اور سرد ہوتا ہے، جس میں ترشح نہ ہو سکتا ہو۔ پس ثابت ہوا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ کامل اور اعلیٰ طریقے پر ہیں، اور آپ کی سنت طیبہ سہرات میں سب سے افضل ہے۔ اور آپ نے امت کو ایسے امور کی خبر دی ہے جو قلوب و ابدان اور دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ اعلیٰ اور النفع ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سرد اور شیریں پانی سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اس سے یہ مطلب بھی لیا جاسکتا ہے کہ آپ کی مراد شیریں کنوؤں کا پانی ہو، کیونکہ ان کا پانی اکثر شیریں ہوتا ہے۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اس سے آپ شہدائین پر پانی مراد لے رہے ہو، جس میں کھجور یا کشمش ڈال کر اس کا زلال تیار کیا جاتا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ دونوں صورتوں کے لیے عام ہے۔ اور حدیث میں آپ کا فرمان، اگر تمہارے پاس مشکیزہ میں باقی پانی ہو تو ٹھیک در نہ ہم مونگھڑ سے پی لیں گے۔

یہ کرنا درمنہ لگا کر برتن کے بغیر، پینے کے جواز پر دلیل ہے لیکن اس قسم کی صورت صرف ضرورت کے وقت جائز ہو سکتی ہے، یا یہ ہو سکتا ہے کہ یہ کہہ کر آپ نے اس کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہو۔ کیونکہ بعض

لوگ اسے مکروہ سمجھتے ہیں، اور اظہار تو اسے حرام قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ معدہ کے لیے مضر ہے ایک حدیث میں جس کی صحت کی حالت سے میں آگاہ نہیں جو ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیٹ کے بل یعنی صرف منہ سے بغیر برتن کے پانی پینے سے منع فرمایا، نیز ہمیں ایک ہی ہاتھ سے پینے کو بھی منع فرمایا، اور فرمایا:

تم میں سے کوئی اس طرح پانی کو نہ چاٹے جیسے کتا چاٹتا ہے۔

نیز آپؐ رات کو کسی برتن میں اس وقت تک پانی نہ پیتے جب تک معلوم نہ کر لیتے کہ اس میں سُکر تو نہیں آگیا، لیکن بخاریؒ کی حدیث اس سے صیح ہے، اور اگر یہ حدیث بھی صحیح ہو تو بھی ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ اغلباً اس وقت ہاتھ سے پانی پینا ناممکن ہوگا۔ اس لیے آپؐ نے فرمایا، ورنہ ہم مونگھڑ سے پی لیں گے اور منہ سے پینا نقصان دہ ہوتا ہے جب کہ پینے والا اپنے چہرے اور پیٹ پر بھی اسے بہا دے جیسے کہ نہر اور تالاب سے پینے والا پی لیتا ہے۔ اور اگر کھڑے ہو کر کسی اونچے حوض سے پیا جائے تو اس میں کچھ فرق نہیں، خواہ ہاتھ سے پیا جائے یا منہ سے پیا جائے۔

آپؐ عام طور پر بیٹھ کر پانی پیتے تھے

عام عادت کے طور پر آپؐ کی سنت طیبہ بیٹھ کر پینے کی تھی، اور صحیح روایت میں آپؐ سے منقول ہے کہ

آپؐ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے۔

نیز آپؐ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ نے کھڑے ہو کر پینے والے کو قے کرنے کا حکم دیا۔ نیز آپؐ سے کھڑے ہو کر پینا بھی ثابت ہے۔

ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ یہ حدیث نفی کے حکم کی ناسخ ہے۔

دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں اس بات کی وضاحت ہے کہ اپنی تحریم کے لیے نہیں، بلکہ ارشاد اور ترک اولیٰ کے لیے ہے۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ ان روایتوں میں قطعاً کوئی تعارض نہیں، کیونکہ جب آپؐ زمزم کے پاس تشریف لائے اور وہ لوگ حجاج کو پانی پلا رہے تھے، تو آپؐ نے پانی طلب فرمایا۔ انہوں نے پیش کیا اور آپؐ نے کھڑے کھڑے پانی نوش فرمایا، تو یہ ایک ضرورت اور حاجت تھی، ویسے کھڑے ہو کر پانی پینے میں کئی امراض کا خطرہ ہوتا ہے، اور اگر آپؐ نے نادر طور پر یا کما ضرورت کی بنا پر ایک فعل فرمایا، تو یہ

مضر نہ ہوگا۔

صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ پانی پیتے وقت تین بار سانس لینا | جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے وقت تین بار سانس لیا کرتے تھے ، اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ طریقہ اچھی طرح سیراب ہونے اور حصولِ شفا کے لیے اچھا ہے۔

شارع علیہ السلام اور حاملینِ شرع کے نزدیک "شراب" مطلب پینے کی چیز یعنی پانی ہے اور پینے کے دوران میں سانس لینے کا مطلب یہ ہے کہ پیالے کو منہ سے ہٹا کر سانس لیا جائے اور پھر دوبارہ پینا شروع کیا جائے ، جیسا دوسری حدیث میں صراحت سے ذکر آتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی پانی پیئے تو پیالے میں سانس نہ لے ، بلکہ پیالے کو منہ سے ہٹالے۔

اس طرح پینے میں کئی فوائد اور احکام و مصالح ہیں ، جنہیں نبی اقدس | فوائد اور احکام و مصالح | صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین الفاظ "آورد و امراء ابراً"

میں جمع فرمادیا ، چنانچہ اردنی کا مطلب خوب سیر کرنا ہے جس میں مبالغہ بھی ہے اور نفع بھی ہے ، اور ابراً کا صیغہ البر سے ہے جس کا مطلب سفارہ ہے ، یعنی پیاس کی شدت اور اس مرض سے شفا و کی صورت ہے ، کیونکہ گرم ترین معدہ پر بار بار ٹھنڈک پڑتی ہے۔ چنانچہ پہلی دفعہ جو کسر رہ جاتی ہے دوسری دفعہ میں تسکین ہو جاتی ہے اور دوسری دفعہ کی کسر تیسری بار میں پوری ہو جاتی ہے۔ مزید برآں معدہ کی سلامتی کے لیے بھی یہ فائدہ بخش ہے۔ اور اس بات سے حفاظت کرتی ہے کہ اچانک ایک ہی دفعہ سردی حملہ آور نہ ہو جائے ، اور جو ایک ہی دفعہ سیراب کیا جاتا ہے ، تو اس صورت میں خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں شدت بردت کے باعث حرارتِ غریزی ہی کم یا زیادہ نہ ہو جائے ، جس سے معدہ اور جگر کا مزاج بگڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور گونا گوں امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ یہ خرابی گرم ممالک خصوصاً حجاز اور یمن وغیرہ میں یا گرم موسموں میں زیادہ تر واقع ہوتی ہے۔ کیونکہ ان گرم موسموں اور گرم علاقوں میں رہنے والے لوگوں کی حرارتِ غریزی کمزور ہوتی ہے۔ اور دفعۃً زیادہ مقدار میں پانی پی لینے سے خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

زیادہ مقدار میں پینے سے گریز کرنا چاہیے | زیادہ مقدار میں پانی پی لینے کے آفات میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے پینے کی نالی کثرتاً آپ کے

بند ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے مروڑ اٹھتا ہے۔ اور اگر سانس لے کر پانی پیے گا تو اس آفت سے بچا رہے گا اور حضرت عبداللہ بن مبارکؓ و امام بیہقی وغیرہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی پئے تو پانی کو نہ چوسے، نہ دفعۃً حلق میں انڈیل لے، کیونکہ اس سے دردِ جگر پیدا ہو جاتا ہے اور تجربہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ اگر دفعۃً کثیر مقدار میں جگر پر پانی ڈال دیا جائے تو دردِ جگر پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی حرارت کمزور ہو جاتی ہے۔

جامع ترمذی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، اونٹ کی طرح ایک ہی سانس میں مت پیو، بلکہ دو یا تین دفعہ کر کے پیو۔ اور جب پیو تو بسم اللہ کہو اور جب فارغ ہو تو حمد کہو۔ خورد و نوش کی ابتداء میں بسم اللہ کہنا، اور آخر میں حمد کرنا عجیب و غریب فوائد و منافع کا حامل ہے اس سے ضرر اور نقصانات سے تحفظ ہوتا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ طعام میں اگر چار باتیں جمع ہو جائیں تو وہ کامل طعام ہے۔

۱۔ جب اس کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھی جائے۔

۲۔ اور آخر میں حمد کہی جائے۔

۳۔ اور کھانے پر ہاتھ رکھانے والے، کثرت سے پیوں۔

۴۔ کھانا حلال کمانی کا ہو۔

کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھکنے کی ہدایت

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے، فرمایا، میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے،
برتنوں کو ڈھک دو، پینے کے برتنوں پر کپڑا ڈال دو، کیونکہ سال میں ایک شب ایسی بھی آتی ہے جب دباؤ نازل ہوتی ہے اور وہ کسی ایسے برتن کے پاس سے گزرتی ہے جس پر ڈھکنا نہ ہو یا پانی کے برتن کے پاس سے گزرتی ہے جو کھلا ہوا ہو تو یہ دباؤ اس میں گر پڑتی ہے، امراض کے یہ ایسے اسباب ہیں جن کا درک اطباء کے علوم و معارف حاصل نہیں کر سکتے اور تجربہ سے عقلا نے بالآخر انہیں محسوس کیا۔

حیث بن سعد فرماتے ہیں، یہ اعاجم کی احادیث کے ایک راوی ہیں کہ ہمارے ہاں سال میں ایک بار کانوں الاول کے مہینہ میں اس شب کو احتیاط کی جاتی ہے۔ اور آپ سے صحیح روایت میں منقول ہے کہ آپ نے برتن ڈھانک دینے کا حکم دیا۔ اگرچہ ایک لکڑی کا تختہ ہی رکھ دیا جائے۔
لکڑی کے تختہ کے رکھ دینے میں بھی ایک حکمت ہے، وہ یہ کہ گاہے گاہے کوئی کیرا گزرتا ہے اور برتن میں گر جانا چاہتا ہے، لیکن تختے پر سے گزر جاتا ہے، اور یہ لکڑی اس کے لیے ایک پل بن جاتی ہے اور اسے گرنے سے روک لیتی ہے۔

نیز صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپ نے برتن ڈھانکتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ برتن ڈھانکتے وقت اگر بسم اللہ پڑھ لی جائے تو شیطان ہٹا دیا جاتا ہے اور (برتن) کا ڈھکنا کیروں وغیرہ کو دور رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان دو مقامات پر ان مصالح و مفایم کے بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزہ

کے اندر سے پانی پینے کی ممانعت فرمائی، اس میں کوئی فوائد و حکم ہیں۔

ایک یہ اس سے کہی بار پانی پیتے والے کی سانس اندر جا کر مشروب کو مسموم و مکروہ بنا دیتی ہے۔

نیز پانی کا ایک حصہ اس کے جوف میں داخل ہو کر ہزاروں رساں بن جاتا ہے۔

نیز گاہے گاہے اس میں کوئی جاندار گر جاتا ہے کہ پیتے وقت اس کا پتہ نہیں چل سکتا اور اس سے

تکلیف پہنچتی ہے۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پانی میں حس و خاشاک ہوتے ہیں، جو پیتے وقت نظر نہیں آتے اور پیٹ میں

داخل ہو جاتے ہیں۔

اگر یوں کہا جائے کہ جامع ترمذی کی اس روایت کا کیا جواب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

احد کے روز ایک مشکیزہ منگوا یا اور میں نے اس کا منہ کھولا۔ پھر اس میں منہ لگا کر پانی نوش فرمایا۔ ہم کہیں گے

ہم اس روایت کے متعلق امام ترمذی کا قول ہی کافی ہے، یعنی اس حدیث کے اسناد صحیح نہیں۔

پیالے کے ٹوٹے ہوئے حصہ سے پانی پینے کی ممانعت | سنن ابی داؤد میں حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ کھولا

نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے کے ٹوٹے ہوئے حصہ سے پانی پینے، اور

مشروب کو پھونک کر پینے سے منع فرمایا ہے اور یہ پینے کے وہ آداب ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر پینے والے

کی اصلاح ہو جاتی ہے، کیونکہ پیالے کے ٹوٹے ہوئے حصہ میں کئی قسم کے مفسد ہیں۔

اس حکم کے مصالح اور فوائد عامہ | ایک یہ کہ پانی کی سطح پر تو نمکا وغیرہ ہوگا، وہ درست جانب

کی بجائے ٹوٹی ہوئی جانب جمع ہو جائے گا۔

دوسرے اکثر اوقات یہ چیز پینے والے کے لیے باعث تشوش ہوتی ہے۔ اور ٹوٹی ہوئی جانب

بہتر طریق سے پینا ناممکن ہو جاتا ہے۔

تیسرے ٹوٹی ہوئی جانب میں میل وغیرہ جمع ہو جاتا ہے، اور صحیح طرف کی اس حصہ کو صاف نہیں کیا

جاسکتا۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی خرابیاں پائی جاتی ہیں۔

رہا پانی میں پھونک مارنا، تو پھونک مارتے سے منہ سے اکثر بدبودار ہوا خارج ہوتی ہے جس کی

وجہ سے اس میں کراہت مسمیٰ آجاتی ہے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ منہ میں کوئی بیماری ہو۔

مشروباتِ نبوی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی خالص صورت میں اور کبھی کبھی پانی ملا کر دودھ نوش فرماتے۔ جفظانِ صحت اور تڑپیب بدن و سیرابی جگر کے لیے گرم ممالک میں شربین دودھ کے استعمال میں بہت زیادہ فائدہ ہے۔

دودھ کے فوائد | خصوصاً ان چوپاول کا دودھ جو شیخ - قیصوم اور خزائی یا ان جلیسی بوٹیاں چرتی ہیں۔ چنانچہ ان کا دودھ غذاؤں کی طرح غذا اور پانی کی طرح مشروب اور ادویہ کی طرح دوائی حیثیت رکھتا ہے۔

جامع ترمذی میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، کہ جب تم میں کوئی کھانا کھائے تو اسے چاہئے کہ یہ دعا پڑھے۔

اللهم بارک لنا فیہ واطعمنا خیرا منہ (یعنی: اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت فرما۔ اور ہمیں اس سے بہتر کھلا۔)

جب دودھ پیئے۔ تو یہ دعا پڑھے۔ اللهم بارک لنا فیہ وذرنا منہ (اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت دے۔ اور ہمیں زیادہ عطا فرما۔)

بات یہ ہے کہ خورد و نوش دونوں کا قائم مقام صرت دودھ ہی ہو سکتا ہے۔ ترمذی فرماتے ہیں۔ کہ یہ حدیث حسن ہے۔

آپؐ نبیؐ بھی نوش فرماتے تھے | صحیح مسلم سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رات کو نمبذ تیار کیا جاتا۔

اور آپ اسے اس کی صبح کو اور آنے والی شب پھر کل اور دوسری شب اور پھر کل عشر تک
نوش فرماتے، اس کے بعد بھی اگر کچھ بچ جاتا۔ تو آپ اسے خادم کو پلا دیتے یا چنیک
دینے کا حکم فرماتے۔

نمیز وہ آبِ شیریں ہوتا ہے، جس میں کھجوروں کو میٹھا کرنے کے لیے ڈال دیا جاتا
ہے۔ یہ غذا اور مشروب دونوں میں داخل ہے۔ زیادتی قوت اور خنطانِ صحت میں یہ
از حد نافع ہے۔ اور سکر کے خطرہ کے پیش نظر اسے تین روز کے بعد نہیں پیتے
تھے۔

لباس کا استعمال اور انتخاب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقہ

لباس پہننے اور اتارنے میں آپ کی سنت سب سے کامل زیادہ فائدہ بخش۔ ہلکی ہلکی اور سہل و آسان تھی۔

اکثر اوقات آپ چادر یا تہ بند استعمال فرماتے۔ یہ کپڑا بدن پر دوسرے کپڑے کی نسبت خفیف ہوتا ہے۔ نیز آپ قمیص بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ آپ کے نزدیک یہ سب سے زیادہ محبوب لباس تھا۔

لباس بدن میں آپ کا طریقہ سب سے زیادہ نافع اور صحت کے مطابق (فائدہ بخش) ہوتا تھا۔ اگرچہ آپ آستینوں کو لمبانا کرتے، اور نہ انہیں زیادہ چوڑا کرتے، وہ صرف پہنچوں تک لمبی ہوتیں، (لیکن) ہتھیلیوں سے آگے نہ بڑھتیں۔ ورنہ پہننے والے پر تنگی کا باعث ہو جاتی ہیں۔ اور حرکت سے یا کسی چیز کو پکڑنے میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ اور اس مقدار سے کم بھی نہیں ہوتی تھیں کہ حرارت و بردوت سے محفوظ نہ ہو سکے۔

نیز آپ کی قمیص کی طوالت اور تہ بند کی لمبائی نصف پنڈلیوں تک ہوتی، ٹخنوں سے تجاوز نہ کرتی کہ چلنے والے کو تکلیف دے۔ اور ایک طرح کا قیدی بنا کر نہ رکھوٹے۔ پنڈلی کے عضلات برہنہ نہ ہوتے تھے کہ بردوت و حرارت سے تکلیف ہو۔

نیز آپ کا عمامہ مبارک اس قدر بڑا بھی نہ ہوتا جس سے سر کو اٹھانا مشکل ہو جائے اور تکلیف میں مبتلا کر دے۔ انسان صفت و ناقواتی محسوس کرے اور آفات و امراض میں گھر جائے۔ جیسا کہ بٹے پکڑ والوں کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ آپ کا عمامہ اس قدر

چھوٹا ہوتا۔ کہ حرارت و برودت سے سر کا تحفظ نہ کر کے، بلکہ متوسط ہی رہتا۔

آپ کا عمامہ کا ایک بل ٹھوڑی کے نیچے سے لے آتے۔ اس میں کسی فوائد پہاں ہیں، کیونکہ اس طریقہ سے سردی و گرمی سے تحفظ ہو جاتا ہے۔ اور یہ زیادہ مفید ہوتا ہے۔ خصوصاً گھوڑے یا اونٹ کی سواری یا بھاگ دوڑ کے موقع پر اس سے آرام ملتا ہے۔

کئی لوگوں نے اس طرح کے عمامہ کے بجائے کلا سیب دلوہے کی ٹوپیاں بنا رکھی ہیں۔

ان دونوں میں نفع اور زہیت ہر لحاظ سے بہت ہی فرق ہے۔ اور جب تم اس لباس پر غور کرو گے تو اسے از حد نافع صحت و قوت بدن کے لیے از حد فائدہ بخش محسوس کرو گے۔ نیز بدن پر شفقت اور تکلف سے بھی اسے خالی دیکھو گے۔

نیز سفر میں آپ ہمیشہ یا اکثر موزے پہنتے تاکہ پاؤں کو سردی گرمی سے بچا سکیں۔ اور کبھی کبھی حضر میں بھی استعمال فرما لیتے۔

تمام کپڑوں میں سے آپ کو سفید اور جبرۃ (یعنی کپڑا) زیادہ پسند تھا۔ جبرۃ یعنی چادروں کہتے ہیں۔

سرخ یا سیاہ یا زرد یا تیز چمکنے والا لباس استعمال کرنا آپ کی عادت طیبہ میں داخل نہ تھا۔ اور سرخ جوڑا جو آپ نے زیب تن فرمایا۔ وہ دراصل یعنی چادریں تھیں۔ جن میں سیاہی سرخی اور سفیدی پائی جاتی تھی۔ جیسے سبز جوڑے کے متعلق مروی ہے۔ گرا آپ نے کبھی اسے اور کبھی اسے زیب تن فرمایا۔

نیز جس نے غلطی سے یہ سمجھا ہے کہ آپ نے گرا سرخ کپڑا استعمال فرمایا۔ اس کی تغلیط کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔

رہائش کے سلسلہ میں آپ کا طرز و اصول

جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اب چل چلاؤ کا وقت آ گیا ہے، یہ دنیا سا فر کی ایک منزل ہے، جس میں وہ عمر دنیا تک ٹھہرتا ہے۔ پھر آخرت کے سفر پر چل پڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی سنت طیبہ یہ نہ تھی کہ اعلیٰ اور مضبوط مکانات ہوں کہ جن میں پردے لٹکائے جائیں اور پچی کاری کی جائے۔ زراخ فراخ حویلیاں تعمیر کی جائیں۔ بلکہ ایک مسافر کی سب سے بہتر منزل یہی ہو سکتی ہے۔ کہ سردی سے گرمی سے تحفظ ہو جائے۔ لگا ہوں سے اوجھل ہو جائے۔ اور چو پاؤں کے داخل ہونے میں رکاوٹ بن جائے، اور بوجھ کی زیادتی کے باعث گر جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ اور نہ فراخی کے باعث کیرے کوڑے اس میں گھونسلے بنانا شروع کر دیں، اور نہ بلندی کے باعث آندھیاں اور تکلیف وہ ہوائیں اس میں ہنگامہ برپا کر دیں۔ اور نہ زیر زمین ہو کہ رہنے والے کو تکلیف ہو اور نہ بہت زیادہ اونچا ہو۔ بلکہ متوسط ہو۔

رہائش کے معاملہ میں یہ طریقہ سب سے زیادہ معتدل نافع اور سردی و گرمی سے تحفظ کرنے والا ہے۔ اس طرح یہ مکان نہ رہنے والے کو تنگ کرتا ہے کہ وہ معیہ ہو جائے اور نہ بدوں کسی نامدہ و منفعت کے وسیع ہوتا کہ خالی حصہ میں کیرے کوڑے بجا گئے پھریں اور نہ اس میں کوئی گودام ہوتا۔ کہ جس کی بدبو سے رہائش رکھنے والا تکلیف اٹھائے۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو میں تو خوب عمدہ اور فرحت بخش تھیں۔ کیونکہ آپ خوشبو کو پسند فرماتے تھے۔ اور ہمیشہ آپ کے پاس سے بہترین خوشبو آتی رہتی۔ اور آپ کا

پسینہ بھی خوشبودار ہوتا۔ اور گھر میں کوئی ایسا ذخیرہ نہ ہوتا جو بدبو دار ہو۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ رہائش کے لیے یہ طریقہ سب سے زیادہ معتدل اور نافع ہے۔ اور بدن و حفظانِ صحت کے لیے انتہائی موافق اور موزوں ہے۔

اے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نفاست اور طہارت پسندی، ایک ایسی حقیقت ہے جو روز روشن کی طرح واضح اور نمایاں ہے، لیکن اس نفاست طبع کے ساتھ سادگی بھی آپ کی طبع مبارک کا ایک خاصہ تھا، اور اس سادگی میں جلال شہریاری نہ تھا جمال فقر تھا! — اور یہی آپ کی سب سے بڑی اور یکتا خصوصیت تھی،

حسن یوسف، دم علیے، ید بیضا داری
آنچہ خواباں ہمہ دارند تو تنہا داری!

خواب اور بیداری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز و طریق

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بیداری و نوم، بدن، اعضاء اور قوائے جسم کے لیے سب سے زیادہ معتدل اور نافع تھا۔ کیونکہ آپ ابتدائے شب میں سوتے۔ اور نصف شب کی ابتداء میں بیدار ہو جاتے۔ اٹھ کر سواک فرماتے اور وضو کر کے جس قدر اللہ تعالیٰ نے مقدر کر رکھی ہوئی نماز پڑھتے۔ گویا بدن، اعضاء اور تمام قویٰ کو نیند اور ستراحت سے حصہ مل جاتا۔ اور فوراً اجر کے باعث ریاضت حاصل کرتے۔ اور یہ معاملہ اصلاح قلب و بدن اور دنیا و آخرت کی (بھلائی) کے لیے سب سے بہتر ہے۔

آپ ضرورت سے زیادہ نہیں سوتے تھے۔ اور ضرورت سے زیادہ جاگتے بھی نہیں تھے، چنانچہ جب ضرورت لاحق ہوتی۔ تو آپ دائیں طرف اللہ کا ذکر کرتے ہوئے آرام فرماتے۔ حتیٰ کہ آپ کی آنکھوں پر نیند غالب آجاتی۔ اس وقت آپ شکم سیر نہ ہوتے۔ نہ آپ سطح زمین پر لیٹ جاتے۔ اور نہ زمین سے بچھونا اونچا ہوتا بلکہ آپ کا بستر چمڑہ ہوتا۔ جس کے اندر کھجور کی روٹی بھری ہوتی۔ آپ تکیہ پر ٹیک لگاتے اور کبھی کبھی رخسار کے نیچے ہاتھ رکھ لیتے۔ اور سب سے بہتر نیند دائیں جانب کی ہے۔ تاکہ اس ہیئت میں کھانا معدہ میں بہتر انداز میں قرار پکڑ لے۔ اور سب سے خراب صورت یہ ہے کہ چہرہ کے بل لیٹے۔

مسند اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابی امامہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

مسجد میں ایک آدمی کے پاس سے گزرنے جو چہرہ کے بل سورا تھا۔ آپ نے اسے ٹھوکر لگائی اور فرمایا۔ "اٹھ" یا فرمایا "بیٹھ جا" کیونکہ یہ دوزخیوں کی سی نیند ہے۔

بقراط نے بھی کتاب التقدیم میں لکھا ہے۔ غیر معتاد طور پر انسان کا پیٹ کے بل سونا اس کے اختلاط عقل یا پیٹ میں کسی جگہ درد کا ہونا ظاہر کرتا ہے۔

دوپہر کے سوا دن کو سونے سے پرہیز کرنا چاہیے | دن کا سونا سمحت خراب ہے جو کئی مرطوب امراض و

آفات پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ رنگ خراب کر دیتا ہے۔ تلی کا مرض پیدا کر سکتا ہے۔ اعصاب میں استرخا۔ اور کسل پیدا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں گرمیوں میں دوپہر کے وقت سونے کے علاوہ دن میں سونا) قوت رجولیت کو ضعیف کرتا ہے۔

سب سے خراب نیند ابتدائے دن اور اس سے بھی خراب تر عصر کے بعد کی نیند ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے اپنے ایک بیٹے کو صبح کے وقت سوتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ اٹھ جاؤ۔ کیا تم اس گھڑی سوتے ہو جبکہ رزق تقسیم ہو رہا ہے۔؟

کہتے ہیں۔ کہ دن کی نیند..... حرق یا حرق (حماقت) ہوتی ہے۔ البتہ دوپہر کو سونا (یعنی قبولہ کرنا) نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق ہے۔ اور چاشت کے وقت میں سونا دنیا و آخرت کے امور سے سوجانا (غافل ہو جانا) ہے۔ اور عصر کے وقت سونا حماقت (بے عقلی) پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ بعض سلف سے مروی ہے۔ کہ جو عصر کے بعد سوجائے۔ اور اس کی عقل مختل ہو جائے۔ تو وہ اپنے آپ کے سوا کسی دوسرے کو لامتناہی نہ کرے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے:

الا ان نومات الضعی قورث لغتی —

خیالاً و نومات العصیر جنون —

یاد رکھو چاشت کے وقت سونا نوجوان کو غم و حزن کا وارث بناتا ہے۔

اور عصر کا سونا جنون (لاتاہے)

صبح کے وقت سونا منحوس ہے | صبح کے وقت سونے سے رزق میں کمی آجاتی ہے

کیونکہ یہ وقت مخلوق کے لیے طلبِ رزق کا وقت ہوتا ہے۔ اور اس وقت رزق کی تقسیم عمل میں آتی ہے۔ پس ایسے وقت بلا کسی مرض یا ضرورت کے سو جانا محرومی کی علامت ہے اور بدن کے لیے بھی مضر اور نقصان دہ ہے۔

دھوپ میں سو جانا پوشیدہ مرض کو اچھلنے کے برابر ہے۔

نیز کچھ دھوپ میں اور کچھ سایہ میں سونا از حد خراب ہے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ فرمایا: کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا،

جب تم میں سے کوئی دھوپ میں لیٹا ہو، اور چھاؤں بڑھ آئے اس طرح کہ وہ

کچھ دھوپ اور کچھ چھاؤں میں ہو جائے تو اسے اٹھ جانا چاہیے۔

اور سنن ابن ماجہ و غیرہ میں حضرت بریدہ بن حصیب سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے سایہ اور دھوپ کے درمیان بیٹھنے کی ممانعت فرمائی۔ یا ان دونوں

کے درمیان بیٹھنے کی ممانعت کی تہنید ہے۔

نیز صحیحین میں حضرت برادر بن عازب سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ

جب تو اپنے بستر پر جائے۔ تو نماز کے وضو کی طرح وضو کر لے، پھر دائیں جانب لیٹ جا

جا۔ پھر یہ دعا پڑھ۔

اللھم انی اسلمت نفسی الیک ووجہت وحبہی الیک و فوضت امری الیک

والجأت ظہری الیک و رغبتہ و رغبۃ الیک لاملجاً و لامنخامنک الا الیک امت

بکتا بک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت۔

یعنی اے اللہ میں نے اپنی جان تیرے سپرد کر دی اور میں نے اپنا چہرہ تیری طرف کر دیا

اور میں نے اپنا معاملہ تجھے ہی تفویض کیا۔ اور میں نے تیری ہی جانب پناہ لی۔ تیری طرف

ہی رغبت سے اور ڈرتے ہوئے۔ تیرے سوا تجھ سے کوئی جلتے پناہ نہیں اور نہ نجات

ہے۔ میں ایمان لایا تیری کتاب پر جو تو نے نازل کیا اور تیرے نبی پر جو تو نے مبعوث فرمایا! ہ

سونے سے پہلے بس یہی کلام ہو۔ پس اگر تو اسی رات کو مر گیا، تو فطرت پر مرا۔

فجر کی سنتوں کے بعد آپ ذرا کے ذرا لیٹ جاتے تھے صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعتیں یعنی سنتیں پڑھتے (تو اس کے بعد) دائیں جانب لیٹ جاتے۔ کہا جاتا ہے کہ دائیں جانب سونے میں یہ حکمت ہے۔ کہ سونے والے کو نیند میں بالکل استغراق نہیں ہوتا۔ کیونکہ دل بائیں جانب ہوتا ہے۔ اور جب وہ دائیں جانب پر لیٹے گا۔ تو قلب اپنی بائیں جانب کی طلب میں ہوگا۔ اور اس طرح سونے والا نیند میں بالکل ڈوب کر نہ رہ جائے گا۔ بخلاف بائیں جانب سونے کے۔ کہ یہی جانب قلب کا مستقر ہے۔ اس صورت میں وہ عضو بالکل معطل ہو کر رہ جائے گا، اور نیند میں بالکل ہی مستغرق ہو جائے گا۔ جس کی وجہ سے اس کے کسی دینی و دنیوی مصالح و فوائد دھرے کے دھرے رہ جائیں گے، اور چونکہ سونے والا مردہ کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور نیند موت کی بہن ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ذات جو زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گی اس پر نیند کا آنا محال ہے۔ نیز اہل جنت بھی وہاں نہیں سویں گے، کیونکہ سونے والا اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ کوئی اس کی جان کی حفاظت کرے۔ اور خطرات سے اس کا تحفظ کرے۔ اور چونکہ پروردگار کریم اس کا پیدا کرنے والا اور تنہا اس کا کارساز ہے۔ اس وجہ سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمات التجا و تفریض اور رعیت و رہبتہ کی دعا سکھا دی۔ تاکہ اس کے ذریعہ وہ اپنی جان اور بدن کے لیے اللہ تعالیٰ کی حفاظت و حراست کی دعا کرے۔ نیز اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد دلایا۔ کہ وہ تجدید ایمان کر کے سوئے، اور اپنا آخری کلام از ہی الفاظ تک محفوظ رکھے۔ کیونکہ گا ہے گا ہے ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کو نیند میں موت دے دیتا ہے۔ اور اگر اس کا آخری کلام یہ الفاظ ہوں گے۔ تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ نیند کے متعلق یہ آپ کی سنت طیبہ تھی۔

لو لم یقل انی رسول لکا —

ن شاہد فی ہدیہ ینطق

اگر آپ خود نہ بھی فرمائیں کہ میں رسول ہوں۔

پھر بھی آپ کی سنت میں شاہد مل جائے گا۔ جو پکاراٹھے گا،

حرکت و سکون میں آپ کی سنت طیبہ

جب صا رخ آواز دیتا تو آپ بیدار ہو جاتے۔ اور صا رخ سے مراد مرغ ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی حمد کہتے تکبیر کہتے۔ تہلیل پڑھتے اور دعا کرتے۔ پھر مسواک فرماتے۔ اس کے بعد وضو کرتے۔ پھر اپنے پروردگار کے سامنے نماز کے لیے کھڑے ہو کر مناجات ثنا اور دعاؤں میں مشغول ہو جاتے۔ پس صحت قلب و بدن۔ روح اور قوی سب کے لیے اس سے زیادہ اور کس طریقہ سے حفاظت کی جاسکتی ہے؟ رہے دنیا و آخرت کے انعامات وہ اس سے ناؤ اور الگ ہیں، یا

ہم اس کے متعلق ایک فصل باقاعدہ طور پر لکھیں گے۔ تاکہ اس میں آپ سنت طیبہ اکل طریقہ سے سامنے آجائے۔ اور سب سے زیادہ صائب اور بہتر طریقہ نمایاں ہو جائے۔ یہ تو معلوم ہی ہے۔ کہ بدن زندہ اور باقی رہنے میں خورد و نوش کا محتاج ہے۔ اور غذا تمام کی تمام جزو بدن نہیں بنتی۔ بلکہ ہر مضم کے بعد کچھ حصہ ایسا ضرور باقی رہ جاتا ہے کہ جب کچھ مدت تک وہ پڑا رہے اور اس کی مقدار میں بھی کثرت ہو جائے۔ تو وہ ضرور دیتا ہے۔ یعنی سڑھ پیدا کرتا اور بدن کو بو جھل کر دیتا ہے۔ اور سدھی قسم کی امراض پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے۔ اور اگر استفراغ کیا جائے۔ تو مہل اودیہ کے ذریعہ بدن کو ضرور پہچتا ہے۔ کیونکہ یہ اکثر سستی ہوتی ہیں۔ اور فائدہ بخش خلط کو بھی ساتھ ہی خارج کر دیتی ہیں۔ نیز کیفیت کے اعتبار سے ضرر رسانی کرتی ہیں۔ کیونکہ فاتی طور پر یا قفن کے ذریعہ تسخین کرتی ہیں۔ یا ذاتی طور پر سرد کر دیتی ہیں۔ اور یا حرارت غریزہ کو نفع کرنے سے در ماندہ و ضعیف

کر دیتی ہیں۔

فضلات کے سدے ہر حالت میں مضر ہوتے ہیں۔ چاہے انہیں اپنی حالت پر رہنے دیا جائے اور چاہے ان کا استفراغ کیا جائے۔ اور حرکت سڈوں کے پیدا ہونے میں ایک قوی مانع کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ اعضائے بدن میں تسخین ہوتی ہے اور ان کے فضلات بہ نکلتے ہیں اس لیے زیادہ مدت تک جمع نہیں رہ سکتے۔ اور بدن میں ہلکا پن اور فرحت آجاتی ہے اور اسے مزید غذا کے قابل بنا دیتی ہے۔

نیز جوڑ مضبوط ہوتے ہیں اور اعصاب اور رباطات میں توانائی آجاتی ہے۔

ورزش کے فوائد اور مصالح | تمام مادی امراض اور اکثر مزاجی امراض سے بھی انسان مامون ہو جاتا ہے۔ اگر ورزش اپنے وقت پر اور اعتدال

کے ساتھ کرے۔ اور ریاضت کا بہترین وقت غذا کے ہضم ہو جانے اور معدہ سے نکل جانے کے بعد کا ہے۔ نیز معتدل قسم کی ریاضت سے چہرہ سرخ اور بٹاش ہو جاتا ہے۔ اور بدن توانا ہوتا ہے۔ اور وہ ریاضت جس میں پسینہ تک پہنچے۔ یہ افراط کی حالت ہے۔ اور جس عضو کی بھی کثرت سے ریاضت کی جائے وہ عضو قوی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کثرت حفظ سے قوت حافظہ مضبوط ہو جاتی ہے۔ اور کثرت فکر سے قوت مفکرہ توانا ہو جاتی ہے۔

ہر عضو کی جدا جدا ورزش | ہر عضو کی مخصوص ورزش ہوتی ہے۔ چنانچہ سینہ کی ورزش پڑھنا ہے۔ آہستہ آہستہ سے ابتداء کر کے

بتدریج جہر تک پہنچے۔ سماعت کی ورزش آواز اور کلام سننا ہے، اس میں بھی آہستہ آواز سے تیز تک پہنچے۔ اسی طرح زبان کی ورزش کلام ہے۔ اور یوں ہی بصارت اور چلنے کی ورزش درجہ سے کئی چاہیے۔

سارے بدن کی ورزش | رہی گھوڑ سواری۔ تیر اندازی۔ کشتی۔ اور دوڑنے میں مقابلہ کرنا تو ان صورتوں میں تمام بدن کی ورزش پائی جاتی ہے۔

چنانچہ یہ ورزش۔ جذام۔ استسقا اور قولنج کا قلع قمع کرتی ہے۔ اور نفوس کی ورزش تعلم۔ تادب۔ فرحت و سرور۔ صبر و ثبات۔ اقدام و صبر۔ نظر اور امور حسنہ میں ہے،

جن سے طبیعت کو فرحت و انبساط حاصل ہو۔ اس کی سب سے بڑی اور عظیم ورزش صبر شجاعت اور احسان کرنا ہے۔ چنانچہ طبیعت آہستہ آہستہ ان سے مانوس اور راضی ہو جاتی ہے یہاں تک کہ یہ صفات اس میں راسخ اور پکی ہو جاتی۔ اور اس سلسلہ میں جب آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ کا مطالعہ کریں گے۔ تو دیکھیں گے۔ کہ آپ کی سنتِ طیبہ صحت و قوائے بدن کی بہترین محافظ اور دنیا و آخرت میں از حد نافع ہے۔

نماز کے جسمانی فوائد اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ نماز صحتِ بدن اور اس کے اخلاط و فعلات کو دور کرنے میں دیگر ادویہ سے زیادہ فائدہ بخش ہے۔ نیز اس کے ساتھ ساتھ صحتِ ایمان اور دنیا و آخرت کی سعادت کی بھی ضمانت ہے۔

اسی طرح قیام اللیل (تہجد) بھی حفظِ صحت کا نہایت ہی نفع بخش سبب ہے اور کئی مزمن امراض کو روکتا ہے۔ نیز بدن و روح اور دل کے لیے حد درجہ نشاط آور ہے جیسا کہ صحیحین میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا:

”شیطان تم میں سے ایک کے سر کی گدھی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے۔ ہر گرہ پر کہتا ہے۔ ”رات بہت لمبی ہے۔ اس لیے سوتے رہو۔“ پس اگر وہ آدمی اٹھ گیا۔ اور اللہ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل گئی۔ اور اگر اس نے دھونکیا تو دوسری گرہ بھی کھل گئی۔ اور اگر اس نے نماز پڑھی تو تیسری گرہ بھی کھل گئی۔ چنانچہ وہ فرحت و نشاط سے صبح کرے گا۔ ورنہ اس حالت میں صبح کو اٹھے گا کہ اس کی طبیعت پر خبیث اور سمیٹا طاری ہوگی۔“

شرعی روزوں میں بھی بدن اور طبیعت کے لیے ورزش اسبابِ حفظِ صحت میں سے ہے۔ اور جہاد کی ورزشیں اور حرکات و قوت، حفظِ صحت۔ قوتِ قلب و بدن، اور فعلات کے دفعیہ کے لیے زبردست اور قوی اسباب ہیں۔ نیز غم و حزن اور ملال و دور کرنے میں مدد میں دیتی ہیں جو ان سعادتوں سے بہرہ ور ہوا ہے، وہ ان کا عارف ہے۔

حج اور تیر اندازی اور اس کے برکات | اسی طرح حج اور اس کے تمام مناسک نیز گھوڑ دوڑ، تیر اندازی کا مقابلہ اور اپنی

اور اپنے بھائیوں کی ضروریات کے لیے اور قصائے حقوق۔ عیادتِ مرضا، اور جنازوں میں شرکت کے لیے بھاگ دوڑ نیز جمعہ اور دیگر اجتماعات کے لیے مساجد کی طرف جانا نیز وضو اور غسل وغیرہ کے لیے سعی و جہد، دین متسام امور یکساں نفع بخش اور موثر

ہیں

مباشرت اور جماع

انواع و اقسام، حلال و حرام، افراط و اعتدال کا بیان

مجامعت اور مباشرت کے سلسلہ میں بھی آپ کا طریقہ حفظِ صحت اور اتمامِ لذت و سرورِ نفس کے لحاظ سے ہر طرح کامل اور مکمل تھا، اور مقاصد کے حصول کا ذریعہ بھی جن کے لیے یہ کام (مجامعت و مباشرت) وضع کیا گیا ہے۔

اصل میں جماع تین امور کے لیے ہے اور یہی اس کے اصل مقاصد ہیں۔

۱۔ ایک حفظِ نسل و نوع اور ایس بات کا اتمام کہ وہ تعداد پوری ہو جائے جو اللہ تعالیٰ عالم نمود میں لانا چاہتا ہے۔

۲۔ دوسرے وہ اخراج آب کہ جس کا احتباس (روکنا) بہت مضر ہوتا ہے اور بدن میں اس کا احتقان نقصان دہ ہوتا ہے۔

۳۔ تیسرے حصولِ لذت، نعمت سے تمتع اور تکمیلِ خواہشِ جنت سے صرف یہ آخری فائدہ ہی ہوگا کیونکہ وہاں سلسلہٴ مسائل نہ ہوگا اور نہ ہی انزال کے ذریعہ استفرغ ہوگا۔

اسبابِ صحت میں سے ایک اہم سبب بڑے بڑے اطباء کا کہنا ہے کہ جماع بھی اسبابِ صحت میں سے ایک اہم سبب ہے۔ جالینوس کہتا ہے کہ منی کے جوہر پر آگ اور ہوا کا غلبہ ہے، اور اس کا مزاج گرم تر ہے، کیونکہ یہ صاف خون سے بنتا ہے، اور جب مادہ منویہ پیدا ہو جائے، تو سمجھ لو کہ اسے صرف طلبِ نسل یا استفرغ کے لیے خارج کیا جاسکتا ہے کیونکہ اگر اسے زیادہ مدت تک روک دیا گیا تو طرح طرح کے امراض روئیہ مثلاً وہمی ہو جانا، یا مرگی اور جنون وغیرہ پیدا ہو جائے گا۔

اس کے فوائد بے شمار ہیں، آدمی فعل حرام سے بچنے اور نظر نیچی رکھنے کی قوت حاصل کر لیتا ہے۔ اسے عفت پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے، اور اس بات کا حصول مرد اور عورت دونوں کے لیے دنیا و آخرت میں فائدہ رساں ہے۔

آپ نے اپنی امت کو نکاح کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا :
 نکاح کرو، کیونکہ میں تمہارے ذریعہ دوسری امتوں پر تمہاری کثرت دکھاؤں گا۔
 اور ابن عباسؓ نے فرمایا، اس امت میں وہ شخص بہت اچھا ہے جو کثیر الابل ہو۔
 آپ نے فرمایا، میں نکاح کرتا ہوں، گوشت کھاتا ہوں، سوتا ہوں، اٹھتا ہوں (بیدار ہوتا ہوں) روزہ رکھتا ہوں اور افطار کرتا ہوں، پس جو میری سنت پر عمل نہیں کرتا وہ مجھ سے نہیں۔
 اور فرمایا، اے نوجوانوں کے گروہ جو تم میں سے استطاعت رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ نکاح کر لے، کیونکہ یہ غصہ بصر اور حفاظتِ کردار میں سب سے زیادہ معاون ہے، اور جو استطاعت نہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ روزے رکھے، اس طرح اس کی شہوت ٹوٹ جائے گی۔

جب حضرت جابرؓ نے ایک بیوہ عورت سے شادی کی، تو آپ نے ان سے فرمایا، تم نے کسی کنواری سے شادی کیوں نہ کی کہ تو اس سے کھیلتا وہ تجھ سے کھیلتی ہے؟

سنن ابن ماجہؒ میں حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے، فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اللہ تعالیٰ کا ظاہر و مظهر حالت میں دیدار کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔

اس سے ثابت ہوا کہ شادی اس شخص کو کرنی چاہیے جو استطاعت رکھتا ہو، یعنی بیوی کا، اور اولاد کا خرچ برداشت کر سکتا ہو، اپنے مرتبہ کے موافق اچھیں رکھ سکتا ہو، ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کر سکتا ہو، تاکہ وہ قوم کے لیے بوجہ نہ بن جائیں، یہ شرط ایک شادی کے لیے ہے، تو تعداد ازدواج کے لیے تو بدرجہ اولیٰ ہے، اور جو شخص استطاعت سے محروم ہے اس کے لیے آپ نے علاج بھی تجویز فرمایا، یعنی روزہ رکھنا، کہ روزہ انسان کے قوائے شہوانی کو کمزور کر دیتا ہے۔

چنانچہ طحطاوی شہد اندر عشق کہ یاراں فراموش کردند عشق (رئیس احمد جعفری)
 بے بیوہ سے شادی کی ممانعت نہیں ہے، بلکہ قرآن و حدیث میں اس کی تاکید ہے اور اجر کی بشارت ہے۔ اس موقع پر سبیلِ تعین اپنے یہ فرمایا تھا۔ اے سوائی میں آزاد عورت کا باندی کے مقابلہ میں مرتبہ زیادہ ہوتا ہے۔

صالح عورت بہترین متاعِ دنیا ہے | صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دنیا ایک متاع ہے، اور متاعِ دنیا میں سے سب سے بہتر زنِ صالحہ ہے۔

سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت ہے کہ ہم نے محبت کرنے والے میاں بوی سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا۔

آپ اپنی امت کے افراد کو برابر نکاح کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔

سنن نسائی میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا، کونسی عورت زیادہ بہتر ہے؟

آپ نے فرمایا، وہ عورت جسے (اس کا شوہر) دیکھے، تو اسے خوش کرے، جب وہ اسے حکم کرے تو اس کی اطاعت کرے، اور شوہر کے مال اور اپنی ذات میں ایسا کام نہ کرے جسے شوہر ناپسند کرتا ہو۔ صحیحین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

عورت سے اس کے مال، حسب۔ حمال، اور دین کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ تیرے ہاتھ گرداؤد بچوں، دیندار عورت سے (نکاح) کر؟

نیز آپ زیادہ بچے پیدا کرنے والی عورت سے نکاح کرنے کی ترغیب دیتے۔ اور ایسی عورت کو ناپسند فرماتے جو بچے نہ بنتی ہو، جیسا سنن ابی داؤد میں حضرت معقل بن یسار سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا:

اے نبی! یہ ابتدائے اسلام کا زمانہ تھا، اور مسلمانوں کی کثرت تعداد کی ضرورت تھی۔

اس سے ثابت ہوا کہ اگر کثرت تعداد کی ضرورت نہ ہو تو اسے عزل سے یا کسی اور ایسے طریقے سے جو شرع کی نظر میں مورد اعتراض نہ ہو روکا جاسکتا ہے۔ بعد رسالت میں اس کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں کہ لوگوں نے عزل کیا، اور اولاد نہ پیدا ہونے دی۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عزل یعنی اولاد کا نہ پیدا کرنا، ایک فتنی اور سخی معاملہ ہے اگر کوئی شخص اپنے حالاتِ مصالح کے اعتبار سے اسے ضروری سمجھتا ہے تو ایسا کر سکتا ہے اور حکومت اس میں مداخلت نہیں کر سکتی۔ اور کثرت اولاد کی ضرورت ذاتی کے بجائے قومی مسئلہ ہے اس سلسلہ میں امام، یا حکومت کی طرف سے ہدایا جاری کیے جاسکتے ہیں۔

مجھے ایک بڑے خاندان والی اور خوبصورت عورت ملتی ہے لیکن وہ بچے نہیں جنتی، کیا میں اس سے

نکاح کروں؟

آپ نے فرمایا، نہیں۔

پھر وہ شخص دوسری بار حاضر ہوا، آپ نے پھر منع فرما دیا، پھر تیسری بار حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا
محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو، کیونکہ میں تمہارے ذریعہ کثرت امت
چاہتا ہوں۔

اور ترمذیؒ میں آپ سے مرفوعاً مروی ہے کہ چار کام انبیاء علیہم السلام کی سنت میں داخل ہیں:

۱۔ نکاح کرنا۔

۲۔ مسواک کرنا۔

۳۔ عطر لگانا۔

۴۔ اور ہندی کا استعمال کرنا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جماع متعددہ سے ایک غسل بھی کافی ہے۔ اور ہر جماع کے لیے

جدید غسل بھی۔

پہلی صورت صحیح مسلم کی ایک روایت سے ثابت ہے، جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
اور دوسری صورت سنن ابی داؤد کی ایک روایت سے ثابت ہے، جو آل حضرت کے آزاد کردہ غلام
حضرت البرافع سے منقول ہے کہ ایک ایسے موقع پر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جماع
کے لیے الگ الگ غسل کے بجائے ایک ہی غسل کے بارے میں عرض کیا، تو آپ نے فرمایا۔
رموز طہارت اور پاکیزگی اک میں ہے۔

مشروع صورت یہ ہے کہ اگر غسل سے قبل دوبارہ جماع کا ارادہ ہو تو درمیان میں دھو کر لے جیسا کہ

۱۔ تاکہ ثابت ہو کہ وہ بھی بسنہ میں، اور انسانوں کی طرح جذبات بھی رکھتے ہیں۔

۲۔ یہ طہارت اور پاکیزگی کے لیے ضروری اور لازمی ہے۔

۳۔ اس سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ انبیاء کا مزاج کس درجہ نفاست پسند ہوتا ہے اور وہ گندگی وغیرہ
سے کتنے دور ہوتے ہیں لہذا ہندی سے مراد حسب ضرورت ہندی کا خضاب بھی ہو سکتا ہے۔ اور بیجا استعمال بھی۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے، پھر دوبارہ جانا چاہے تو اسے وضو کر لینا چاہئے۔ جماع کے بعد غسل اور وضو سے دوبارہ نشاط اور طبعی فرحت و قوت عود کر آتی ہے اور جماع کا بدلہ ماہِ تحلل مل جاتا ہے۔ نیز کمالِ طہارت و نفاقت بھی ہو جاتی ہے اور جماع کے ذریعہ، جو حرارت غریزی منتشر ہو گئی تھی وہ دوبارہ بدن میں مجتمع ہو جاتی ہے۔

مباشرت کے آداب اور اصول | اور سب سے زیادہ نفع بخش طریق جماع غذا کے مضمحل ہونے کے بعد اور سردی و گرمی میں بدن کی حالت اعتدال میں ہوتی ہے، جب خشکی تری، خلوتے معدہ اور امتلاء معدہ میں بھی اعتدال ہو۔ امتلاء معدہ کے وقت جماع سے جو نقصان ہوتا ہے وہ خلوتے معدہ کے وقت کے جماع سے کم ہوتا ہے۔ اسی طرح یوست کے مقابلہ میں، بحالتِ رطوبت نقصان کم اندیشہ ہوتا ہے نیز حرارت کے موقع پر بردت سے کم خطرہ ہوتا ہے۔

مناسب یہ ہے کہ جب خواہش جماع خوب تیز ہو جائے اور انتشارِ کامل ہو، جو ازراہ تکلف یا خیالی صورت اور مسلسل نظر سے قصداً برپا نہ کیا جائے، بلکہ از خود ہو، اسی وقت جماع کیا جائے۔ اور یہ مناسب نہیں کہ خواہش جماع تکلف کے ساتھ پیدا کی جائے اور خواہ مخواہ طبیعت کو اس طرف راغب کیا جائے، بلکہ جب منی بکثرت ہو جائے اور خواہش از خود شدت اختیار کر لے اسی وقت یہ فعل کیا جائے۔

بڑھیا عورت، نیز بہت کم عمر کی بچیوں سے احتراز کرنا چاہیے جو ابھی بلوغ کو نہیں پہنچیں، اور جن میں ایسے جذبات نہیں پیدا ہوتے، نیز مرہضہ، بد شکل اور مکروہ عورتوں سے بھی گریز کرنا چاہیے، کیونکہ ایسی عورتوں سے جماعت کرنا قوی کو کمزور اور قوتِ باہ کو ضعیف کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جنت کی عورتوں کا کمال یہ ظاہر فرمایا ہے، کہ وہ

”خوریٰ“ کا ذکر، اور بیان | خوریٰ وہی ہے جس سے قبل کسی نے انہیں (براہتہ تک)

نہ لگایا ہوگا، وہ ان کے لیے جنت میں (بیویاں) ہوں گی۔

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا، اگر آپ کسی درخت کے پاس سے گزریں جس سے (اونٹوں کی

چرایا گیا ہو، پھر کسی ایسے درخت کے پاس سے گزری جس سے نہ چرایا گیا ہو تو آپ اپنا اونٹ کہاں چرائیں گے؟

آپ نے فرمایا، جس میں نہ چرایا گیا ہو۔

نیز ایسی عورت سے جو محبوب ہو، جماع کرنا یا وجود کثرت استفرغ کے بہت کم ضعف پیدا کرنا ہے، اور مکروہ عورت سے جماع کرنا بدن کو تحلیل کرنا اور قلت استفرغ رکھتی کبھی جماع کے باوجود توئی میں ضعف پیدا کرتا ہے۔

نیز حائضہ عورت سے جماع کرنا طیب اور مشرغ۔ ہر اعتبار سے حرام ہے، کیونکہ یہ بجد مضر ہے۔ تمام اطباء اس کی ممانعت کرتے ہیں۔

صحیحین میں حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ یہود کہا کرتے تھے کہ حیب انسان عورت سے بجانب عقب اندام نہانی میں جماع کرے نوزاد کا بھینگا ہوتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔
نساء کہ حرث لکم فأتوا حرثکم انی شدتم تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی میں پس اپنی کھیتی میں جاؤ جہاں سے چاہو اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں کہ اگر چاہے چہرہ کے سامنے سے آئے اور اگر چاہے تو دوسری طرف سے آئے، لیکن یہ ضروری ہے کہ غیر فطری اور غیر طبعی طریقے سے قطعاً احتراز کیا جائے، کیونکہ پھر کھیتی کی مثال صادق نہیں آئے گی۔

۱۔ جماع کا مقصد صرف حظ نفسی، اور لذت شہوانی نہیں ہے، تو والد و ناسل ہے اور جماع غیر فطری سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا، اس لیے کہ اس طرح اولاد نہیں پیدا ہو سکتی، تو والد و ناسل میں مدد نہیں مل سکتی۔

کھیتی کی اصطلاح بڑی بلیغ ہے۔ آدمی زمین کو حیب جوتا اور ہوتا ہے، تو اس میں روئیدگی پیدا ہوتی ہے، اور اناج، پھل، میو، جو کچھ بھی بویا جائے پیدا ہوتا ہے، لیکن اگر کھیتی کے بجائے زمین شور کو جوتا اور بویا جائے، تو ظاہر ہے یہ لا حاصل ہے، نہ روئیدگی پیدا ہوگی، نہ پھل پھول، اناج اگایا جا سکے گا، پس عورت مرد کی کھیتی ہے، اس سے جماع کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ کھیتی اگے، یعنی اولاد پیدا ہو، نہ یہ کہ محض وقتی طور پر جنسی جذبات کی تسکین حاصل کر لی جائے۔ یہ اللہ کی دی ہوئی قوت اور اہلیت و صلاحیت کا نہایت غلط استعمال ہے، اسی لیے عقاب و عتاب کا اسے سزاوار قرار دیا گیا ہے۔ "لعنت" سے بڑھ کر عتاب و عقاب کی انتہا شدت کا اظہار اور کس لفظ سے کیا جا سکتا تھا۔

دبر، تو یہ کسی نبی کی زبان سے مباح نہیں اور جس نے بعض سلف کا نام لے کر اس کی اہت کا پہلو پیدا کیا ہے کہ "عورت کی دبر میں دخل کرنا حائز ہے" اس نے غلط کہا ہے۔ سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جو اپنی بیوی کی دبر کو استعمال کرے وہ ملعون ہے۔

احمد اور ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر بھی نہیں کرتا جس نے کہ اپنی بیوی کی دبر میں جماع کیا۔

ترمذی اور سند احمد میں ہے کہ جو عائضہ کے پاس آیا، یا عورت سے دبر میں جماع کیا یا کابن کے پاس آیا اور اس کی تصدیق کی، اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ وحی کا کفر کیا۔

امام بیہقی کے الفاظ یہ ہیں کہ جس نے عورتوں کی دبر میں جماع کیا اس نے کفر کیا۔

مصنف دیکھ میں ہے، تجھے زمقہ بن صالح نے بتایا اھنیں ابن طاؤس سے اھنیں اپنے

والد سے اھنیں عمرو بن دینار سے اھنیں عبد اللہ بن یزید سے روایت پہنچی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ حق کہتے سے نہیں شرعاً عورتوں کے پاس ان کے عقب سے نہ جایا کرو۔

امام لغوی فرماتے ہیں، ہمیں حدیث نے اھنیں صحام نے بتایا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آدمی کے متعلق سوال کیا گیا، جو اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرتا ہے، تو اھنوں نے فرمایا، تجھے عمرو بن شعیب سے اھنیں اپنے والد سے اھنیں دادا سے روایت پہنچی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ چھوٹی لواطت ہے۔

سند احمد میں مروی ہے، ہمیں عبد الرحمن نے بتایا اھنیں صحام سے اھنیں قتادہ رضی اللہ عنہ سے اھنیں عمرو بن شعیب سے اھنیں اپنے والد زید گوار سے اھنیں دادا سے روایت ملی اور پھر اس کا ذکر فرمایا۔ ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی کی طرف نظر بھی نہیں کرتا۔

لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ اعلام بھی اس فہرست میں آتا ہے، یعنی اعلام کرنے والا بھی درحقیقت ایک طرح کے کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ لہٰذا لواطت، یعنی اعلام باڑی۔

جو مرد یا عورت کے ساتھ اس کی دبر میں جماع کرتا ہے۔

بہنیں حضرت ابو علی حسن بن حسین بن دوما سے روایت ملی، انہیں حضرت برادر بن عازب سے مرفوع روایت ملی، کہ اس امت کے وہی آدمیوں نے امتِ عظیم کے ساتھ کفر کیا۔

۱۔ قاتل جو کہ جس نے کسی کو قتل کر ڈالا ہو

۲۔ ببادوگر، سحر و شعبدہ کا مظاہرہ کرنے والا

۳۔ دیوث

۴۔ عورت کی دبر میں جماع کرنے والا

۵۔ زکوٰۃ نہ دینے والا۔

نہ جس نے بغیر کسی جائز اور شرعی عذر کے کسی کو قتل کر دیا ہو۔

۶۔ ساحر اور جادوگر اپنے شعبدوں سے غیر اللہ کی عظمت نا سمجھ لوگوں کے لوں میں پیدا کرتا ہے جو شرک پر ختم ہوتی ہے۔

۷۔ بے حیاء قسم کا باپ یا شوہر، یا بھائی، جو لڑکی، یا بہن، یا بیوی سے پیشہ کر لے، یا انہیں فحاشی میں مبتلا کر دینے میں ساعی ہو۔ ۸۔ یہ اعظام ہی کی ایک صورت ہے۔

۹۔ زکوٰۃ خدا کا عائد کیا ہوا ٹیکس ہے۔ جو قومی اور مصالح پر صرف ہوتا ہے، اسی لیے زکوٰۃ کو انفرادی طور پر

صرف کرنے کی اجازت نہیں، وہ بیت المال کا حق ہے، وہی سے مقررہ اور معینہ مصارف میں اسے خرچ کیا جاسکتا ہے۔

زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسالت مآب کے انتقال کے بعد حبیب قبائلی عرب میں ازبند

بھیلا، تو ایک جماعت نے اسلام پر قائم رہنے کی شرط یہ پیش کی کہ اس سے زکوٰۃ نہ لی جائے، حالات اتنے نازک

تھے کہ حضرت عمرؓ جیسا شخص بھی اس موقع پر یہ رعایت دینے کو تیار ہو گیا مگر حضرت ابو بکرؓ نے نگاہ عتاب سے حضرت عمرؓ

کو دیکھتے ہوئے فرمایا: انت جبار فی الجاہلیہ و جبار فی الاسلام یعنی تم حالت کفر میں تو بڑے ظالم تھا

ہنتے تھے، اور اسلام قبول کر کے بزدل بن گئے، پھر فرمایا: خدا کی قسم رسول اللہ کی زندگی میں جو شخص رسی کا ایک تسمہ بھی

زکوٰۃ میں دیتا تھا اور اب اس کو دینے سے انکار کرتا ہے تو میں تمہاراں سے جہاد کروں گا، حضرت ابو بکرؓ نے جہاد کیا اور انتہائی

ناواقف اور نامساعد حالات میں کیا اور نصرت الہی سے کامیاب رہے بشاہ ولی اللہ نے اسے کار پمیری قرار دیا ہے۔

۶۔ جسے وسعت ملی اور مرگیا لیکن حج نہ کیا۔

۷۔ شراب پینے والا۔

۸۔ فتنہ برپا کرنے میں سعی کرنے والا۔

۹۔ اہل حرب سے ہتھیاروں کی بیع کرنے والا۔

۱۰۔ جس نے کسی محرم سے نکاح کیا۔

حضرت عبداللہ بن وہب فرماتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن لہیعہ سے انھیں مشرح بن ہامان سے انھیں عقبہ بن عامر سے روایت پہنچی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو عورتوں کی محاش یعنی دیر میں جماع کرے وہ ملعون ہے۔

سند حوث بن ابی اسامہ میں حضرت مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس کی

حدیث مروی ہے، ان دونوں نے فرمایا، وفات سے قبل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، اور مدینہ میں یہ آپ کا آخری خطبہ تھا۔ پھر آپ اللہ عزوجل سے جا ملے۔ آپ نے اس میں ہمیں نصیحت فرمائی، اور فرمایا:

”جو عورت کے ساتھ اس کی دہریہ جماع کرے یا مرد یا بچے کے ساتھ یہ حرکت کرے، قیامت کے دن اسی طرح اٹھے گا، کہ اس کی بدبو مزار سے زیادہ سخت تر ہوگی، جس سے لوگوں کو اذہد تکلیف پہنچتی ہے۔ آخر وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر ضائع کر دے گا، اور اس سے کوئی حریف و عدل قبول نہ کیا جائے گا۔ اور اسے آگ کے تابوت میں داخل کیا جائے گا اور اس پر آگ کی میخ ٹھونک دی جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا، یہ سزا اس کے لیے ہوگی، جو توبہ نہ کرے۔ (یعنی اس فعل سے باز نہ آئے) نیز یہ فعل بد چہرے کو سیاہ کرنا، سینے کو تاریک بنانا اور نور قلب کو ختم کر دیتا ہے اور چہرے پر ایسی

لہ اس نے امکان و استطاعت کے باوجود ایک فرض ادا کرنے میں کوتاہی سے کام لیا۔

۱۱۔ اس لیے کہ شراب کو خدانے حرام کر دیا ہے۔

۱۲۔ گویا وہ مسلمان ہو کر، مسلمانوں کے دشمنوں کو مدد پہنچاتا، اور انھیں سرسوامان جنگ جہا کرتا ہے۔

۱۳۔ جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے، ان سے نکاح کر لیا، مثلاً بیوی کی زندگی اور موجودگی میں سالہ شادی کرنا۔

وحشت برساتا ہے کہ جو معمولی سی بھی سمجھ بوجھ رکھتا ہو وہ اس نشان کو پہچان لیتا ہے۔
 نیز یہ فعل شدید قسم کی نفرت اور بغض اور فاعل و مفعول میں تلخی پیدا کرتا ہے۔

مزید برآں یہ فعل شفیق فاعل اور مفعول کی حالت اس درجہ خراب
 اعلیٰ کے بد اثرات و نتائج | کرتا ہے کہ ان کی اصلاح کی امید ہی نہیں رہتی ہاں اگر اللہ تعالیٰ

چاہے تو توبۃ النصوح (کی توفیق بخش دے)

نیز یہ زوالِ نعمت اور اتیانِ ذلت کا سبب بڑا سبب ہے، کیونکہ یہ اللہ کے غضب اور اس کی
 لعنت کا موجب ہے۔ پس سوچنا چاہیے، اس کے بعد کسی خیر کی امید ہو سکتی ہے؟ اور کسی شر سے پناہ
 مل سکتی ہے؟ اور اس بندے کی بھی کیا زندگی ہے، جو اللہ کے غضب اور لعنت کا سزاوار ٹھہرے،
 یا جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے انراض کر لیا ہو، اور اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے؟
 نیز یہ فعل حیا کو جڑ سے کاٹ دیتا ہے اور حیا میری دلوں کی زندگی کا نام ہے۔ اب جب دل
 سے یہ چیز مفقود ہو جائے، تو وہ برائی کو اچھائی اور اچھائی کو برائی سمجھنے لگے گا، اور اس حالت میں اس کی
 خرابی اور زیادہ مستحکم ہو جائے گی۔

نیز یہ فعل اس قدر حقارت و ذلت اور کمینگی لاتا ہے جو دوسرے گناہوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ
 بڑھ چڑھ کر ہے، اور بندے پر لوگوں کی جانب سے حقارت، نفرت، بغض و غضب اور پستی و ذہولتی
 آجاتی ہے، جس کا واقعاتی طور پر مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ پس اللہ کا صلوة و سلام اس ذات پر ہو کہ جس کی
 سنتِ طیبہ اور اس کے اتباع میں دنیا و آخرت کی سعادت ہے اور اس کی مخالفت میں دنیا و آخرت کی
 بربادی ہے۔

ایک شرعی طور پر ضرر رساں اور ایک طبعی طور پر ضرر رساں۔
 ضرر رساں جماع کی دو قسمیں | جو شرعی طور پر ضرر رساں ہے، وہ قطعاً حرام ہے۔

مراتبِ تحریم بھی کم و بیش ہیں۔ بعض کی حرمت عوارض کے سبب دوسرے سے اخف ہے۔ جیسے کہ
 احرام و حیا اور اعتکاف کی تحریم، اور تکفیر سے پہلے ظہر کی تحریم، اور حائضہ سے وطئ کرنے کی تحریم و
 غیر ذلک اس نوع میں کوئی حد نہیں۔

دوسری قسم لازم ہے، تو اس کی دو نوع ہیں:

قسم لازم کے دو انواع | ایک نوع وہ ہے کہ اس کی حلت کی کوئی سبب نہیں ہے جیسے ذرات
محرم و محرم رشتے، یہ سب سے زیادہ مضر رساں جماع ہے۔ چنانچہ
علمائے کرام کے ایک گروہ کے نزدیک اس کا مرتکب قتل کا مستحق ہے، جیسا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ
وغیرہ کا قول ہے، نیز ایک مرفوع حدیث بھی ثابت ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جو کسی صورت میں حلال ہو سکے، جیسے اجنبی عورتیں۔ اب اگر یہ عورت شوہر والی ہے
تو اس کے ساتھ کرنے سے دو حق دپامال ہوئے، ایک افتد کا حق اور دوسرے شوہر کا حق۔ اور اگر مجبور
کر کے یہ فعل کیا، تو تین حقوق ہو گئے۔ اور اگر اس عورت کے خویش و اقارب بھی ہیں جنہیں اس کے فعل سے
ننگ عار لاحق ہوا، تو اب چار حقوق ہو گئے۔ اور اگر یہ محرم عورت تھی، تو پھر پانچ حقوق ہو لیے، پس
اب اس نوع کی حرمت درجات حرمت کے لحاظ سے شدید تر ہوتی جائے گی۔

طبعی طور پر ضرر رساں طریقہ | رہا طبعی طور پر ضرر رساں طریقہ، اس کی دو قسمیں ہیں:

اور ایک کیفیت کے لحاظ سے نقصان دہ طریقہ ہے، جیسے اس کی کثرت میں مبتلا ہو جانا، کیونکہ اس صورت
میں قوت گر جاتی ہے اور اعصاب کو نقصان پہنچتا ہے۔ نیز رعشہ، فالج اور تشنج پیدا ہو جاتا ہے۔ بینائی
اور تمام قوی کمزور ہو جاتی ہیں۔ حرارت غریزی بچھ جاتی ہے۔ مجاری کھن جاتے ہیں، اور فضلات فاسدہ
کو قبول کرنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔

بہتر اور موزوں وقت | جماع کے لیے سب سے زیادہ مفید اور بہتر وقت معدہ میں غذا، مضہم ہو جانے
کے بعد کا ہے، جب بھوک بھی نہ ہو اور معدہ بالکل خالی بھی نہ ہو۔ بلکہ
اعتدال کی حالت ہو۔ کیونکہ بھوک کی حالت میں حرارت غریزی بچھ جاتی ہے اور سیری کی حالت میں
کئی شدید امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

یعنی اسے کبھی بھی حلال نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً بہن یا بیٹی سے کبھی اور کسی حالت میں بھی جماع جائز نہیں
ہے۔ حرام مطلق ہے۔ ان کی حرمت دائمی ہے اور غیر دائمی وہ حرمت ہے جو کسی عارض کے سبب ہو مثلاً
بیوی کی موجودگی میں سالی سے شادی نہیں ہو سکتی، لیکن اس کے انتقال کے بعد یا اسے طلاق دینے کے بعد ہو سکتی ہے۔

نیز تھکاوٹ کی حالت میں ، اور کام کرنے کے بعد یا استفریح کے فوراً بعد بھی جماع نہ کرنا چاہئے۔
 علاوہ از یہی غم و حزن یا فرحت شدید کی حالت میں بھی اس سے بچنا چاہیے۔
 سب سے بہتر وقت رات کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد کا ہے۔ جب کھانا ہضم ہو چکا ہو۔ پھر
 غسل کرے یا وضو کر کے سو جائے ، تاکہ اس کی قوت عود کر آئے اور حرکت شدید اور ورزش سے احتراز
 کرے ، کیونکہ اس حالت میں یہ حدود جب ضرر رساں ہے۔

عشق کا روگ اور اس کا علاج

عشق کی قسمیں، کیفیتیں، اور ان کا تفصیلی بیان

یہ مرض بھی امراض قلب سے تعلق رکھتا ہے اور ذات و اسباب اور علاج میں تمام دیگر امراض سے علیحدہ ہے۔ جب یہ مرض مستحکم ہو کر جڑ پکڑ لے، تو اطباء کے لیے اس کا علاج دشوار ہو جاتا ہے۔ اور مرلین کو بھی عاجز کر دیتا ہے۔

قرآن میں دو گروہوں کا ذکر ہے۔ ایک عورتوں کے عاشق کا، اور ایک لڑکوں کے عاشق کا

چنانچہ عزیز مصر کی بیوی کا واقعہ یوسف علیہ السلام کے متعلق، اور قوم لوط کا واقعہ۔

اللہ تعالیٰ نے خبر دیتے ہوئے بتایا۔ کہ جب ملائکہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس

حاضر ہوئے۔ تو اہل شہر بھی خوشی خوشی آئے۔ (حضرت لوط علیہ السلام) نے فرمایا،

ان هؤلاء ضیفی فلا تفضعون ہ واقواللہ ولا تخزون ہ اولہ ننحک عن العالمین

..... میں لوط نے کہا یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو مجھ کو رسوا مت کرو۔ اور ڈرو اللہ سے

اور میری آبرو مت کھو، بولے کیا ہم نے تجھ کو منع نہیں کیا دنیا جہاں کی حمایت سے لوط نے کہا

قال هؤلاء بناتی ان کنتم فاعلین ہ لعمرك انہم لفی سكرتہ لیمھوت۔

یعنی! یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں، جو تمہارا جی چاہے کرو خدا کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش

ہیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طوف عشق کی غلط نسبت اور جس نے جناب رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے

میں کہا۔ کہ آپؐ بھی زینب بنت جحش کے متعلق (عشق) میں مبتلا ہو گئے اور یہ کہ آپؐ نے جب انہیں دیکھا، تو پڑھا:

سبحان مقاب القلوب !

اور آپؐ کے دل پر جا لگی، اور آپؐ نے حضرت زید بن حارث سے فرمایا، اسے روکے

رکھو۔

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:

واذ تقول الذی انعم اللہ علیہ والنعمت علیہ امسک علیک زوجک

والق اللہ و تخفی فی نفسک ما اللہ میدیہ و تخشی الناس واللہ احق ان تخشا

یعنی، اور جب تو کہنے لگا اس شخص کو جس پر اللہ نے احسان کیا رہنے دے اپنے

پاس اپنی جو رو کو اور ڈر اللہ سے اور تو چھپاتا تھا اپنے دل میں ایک چیز جس کو اللہ کھولنا

چاہتا ہے۔ اور ڈرتا تھا۔ لوگوں سے اور اللہ سے زیادہ چاہیے ڈرنا تم کو۔ پس اس

گمانِ فاسد کرنے والے نے سمجھا۔ کہ یہ عشق کے متعلق حکم ہے، بعض نے تو عشق کے متعلق کتاب

بھی لکھی ہے، جس میں انبیاء علیہم السلام کے عشق کا ذکر کیا ہے۔ اور اس واقعہ کو بھی (اس

میں) ہی شمار کیا ہے۔ حالانکہ ایسا کہنا قرآن اور رسالت سے یکسر اور سراسر جہالت کا ثبوت

ہے۔ اور کلام اللہ کو ایسی بات پر محمول کرنا ہے جس کا وہ محتمل نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے

جس بات سے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی برائت ظاہر فرمائی اسی کی طرف آپؐ کی نسبت کرنا

ہے۔

بات یہ تھی کہ حضرت زینب بنت جحش حضرت زید بن حارث کی زوجیت میں تھیں۔

لہ اور حضرت زینب کا یہ نکاح خود آپؐ نے کیا تھا۔ اگر آپؐ چاہتے تو زید سے نکاح نہ

کرتے بلکہ خود ہی کر لیتے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپؐ کے دل میں حضرت زینب سے نہ نکاح

کرنے کا خیال تھا، نہ آپؐ کو ان سے عشق تھا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت زینبؓ) کو مقبضی (منہ بولا بلیا) بنا لیا تھا۔ اور وہ (زید) بن محمدؓ کے نام سے مشہور تھے۔ اور حضرت زینبؓ زید کو اپنا ہمپایہ نہیں سمجھتی تھیں۔ چنانچہ زید نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انہیں طلاق دینے کے ارادہ کا اظہار کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اپنی بیوی کو پاس رکھو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اور دل میں سوچو کہ اگر زید نے اسے طلاق دے دی تو آپؐ خود اس سے نکاح کر لیں گے۔ لیکن لوگوں کے اعتراضات کا خطرہ

لے اگر آپؐ کو حضرت زینبؓ سے عشق ہوتا، یا آپؐ ہر حالت میں ان سے نکاح کرنا چاہتے تو اس سے اچھا موقعہ اور کون تھا؟ آپؐ حضرت زید کو طلاق کی اجازت دے دیتے، اور نکاح کر لیتے، لیکن آپؐ نے ایسا نہیں کیا بلکہ انہیں طلاق دینے سے روکا اور منع کیا، خدا سے ڈرایا اور زینبؓ کو پاس بٹھراے رکھنے کا حکم دیا،

۲۔ جب حضرت زید سے حضرت زینبؓ کی مصالحت اور بناہ کی کوئی صورت باقی نہیں رہ گئی، تو آپؐ کے دل میں ان سے نکاح کا خیال آیا۔ اور اس لیے آیا کہ اسلامی مساوات کو برقرار رکھنے کے لیے آپؐ ہی نے حضرت زینبؓ کو جو آپؐ کی بہن ہوتی تھیں، ایک غلام (حضرت زید) سے شادی کرنے پر راضی کیا۔ مگر دونوں میں نہہ زسکی، حضرت زینبؓ کو اس واقعہ سے فطری طور پر مخوم اور دلگیر ہونا چاہئے تھا، چنانچہ ہوئیں، لہذا تالیف قلب کے مد نظر آپؐ نے ان سے نکاح کر لیا۔ اور اس طرح ان کی دلگیری دور ہو گئی، پہلے وہ ایسے شخص سے بیاہی گئی تھیں جسے وہ اپنے سے فروتر سمجھتی تھیں، اب ایسی بہتی کے برابر عقد میں آئیں، جو سرور کائنات تھا، صلی اللہ علیہ وسلم،

تھا۔ کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ کیونکہ حضرت زیدؓ آپ کے بیٹے ہی مشہور تھے۔

یہ معاملہ تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
اصل معاملہ اور اس کی نوعیت و کیفیت نے دل میں چھپا رکھا تھا، اور یہی
 خطرہ تھا جو لوگوں سے متوقع تھا، اسی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت میں
 آپ پر اپنے انعامات کا ذکر فرمایا۔ اور عتاب نہیں کیا اور فرمایا، آپ کے لیے مناسب
 نہیں۔ کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کی ہے۔ آپ اس کے متعلق لوگوں
 سے ڈریں۔ بلکہ اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ اس لیے
 لوگوں کے اعتراض کی وجہ سے حلال کام میں کچھ حرج نہ سمجھتے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ
 نے بتایا۔ کہ (اللہ تعالیٰ) نے ہی حضرت زیدؓ کے بعد (زینبؓ) کا نکاح آپ سے
 کر دیا۔ تاکہ اس معاملہ میں آپ کی امت آپ کا اقتدار کرے اور آدمی اپنے مستحق کی
 بیوی سے (طلاق یا مرنے کے بعد) اگر چاہے نکاح کرے۔ بشرطیکہ صلبی رشتے کی بیوی
 نہ ہو۔ اسی وجہ سے (صلبی رشتے کی بیوی کو) آیت تحریم میں بیان فرمایا،

وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ

اور صورت زیر بحث میں فرمایا،

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ جَنَاتِكُمْ

یعنی محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے۔

اور اس کی ابتداء میں فرمایا ادعیاء کہ ابناؤ کہ ذلکم قولکم بافوا حکم (اور

نہیں بنایا اس نے تمہارے پکارنے والوں کو تمہارے بیٹے یہ تمہارے منہ کا قول ہے۔

لے یعنی یہ رشتہ تم نے خود قائم کر لیا ہے۔ جس کی خدا کے ہاں کوئی حیثیت نہیں،

اصل رشتہ تو خدا کا قائم کیا ہوا ہے۔

چنانچہ رسالت بآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت اور طعنہ دینے والوں کے طعن کا جواب خاص طور پر قابل غور ہے،

عشق میں کون لوگ مبتلا ہوتے ہیں؟
عشق میں صرف وہی قلوب مبتلا ہوتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی محبت سے خالی

ہوتے ہیں۔ اس سے اعراض کیے رہتے ہیں۔ اور کسی غیر کو دل میں بسا لیتے ہیں، لیکن اگر دل اللہ کی محبت اور اس کے شوقِ لقاء سے پُر ہو تو صوری عشق کا مرض خود بخود زائل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا،
كذلك لنصرف عنه السوء والفحشاء انه من عبادنا المخلصين۔

یعنی: یوں ہی ہوا۔ تاکہ ہم ہٹائیں اس سے برائی اور بے حیائی البتہ وہ ہے ہمارے برگزیدہ بندوں میں۔

چنانچہ بتایا۔ کہ خلوص ہی دفعِ عشق اور اس کی برائی اور فحاشی کو جو اس کا ثمرہ اور نتیجہ ہے دور کرنے کا موجب بن سکتا ہے۔ گویا سبب کو دور کرنے سے سبب دور ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض سلف نے فرمایا ہے: عشقِ فارغ دل کی حرکتِ رغبتِ رغبت ہے۔

محبت کی کئی انواع ہیں۔

محبت کے انواع مختلفہ و متعددہ،

سب سے اعلیٰ اور افضل قسم اللہ کے (دین)

میں اور اللہ کے لیے محبت ہے، یہ محبت اس کی محبت کو جسے اللہ محبوب رکھتا ہو۔ مستلزم ہوتی ہے۔ نیز اللہ اور اس کے رسول کی محبت بھی مستلزم ہو جاتی ہے۔

نیز ایک قسم کی محبت، ایک طریقہ یا دین یا مذہب یا قبیلہ یا قرابت یا صنعت یا کسی مقصود و مطلوب میں اتفاق ہو جانے کی محبت ہے۔

نیز ایک قسم محبوب سے مطلب براری کی محبت ہے۔ چاہے اس کے مرتبہ سے ہو یا اس کے مالی یا تعلیم، ارشاد یا تکمیل ضرورت سے تعلق رکھتی ہو۔ یہ عارضی محبت ہوتی ہے جو سبب کے زائل ہو جانے پر معدوم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہر شخص جو کسی ضرورت کے

باعث محبت کرے گا۔ وہ ضرورت پوری ہونے کے بعد ضرور منہ پھیرے گا۔

رہی محبتِ شاکلت و مناسبت جو محب اور محبوب کے درمیان ہوتی ہے۔ تو یہ مستقل محبت ہوتی ہے۔ جو کبھی عارضی کے سبب زائل نہیں ہوتی اور عشق کی محبت بھی اسی نوع سے تعلق رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ نفسانی امتزاج اور روحانی استحسان کا مرکب ہے۔ محبت کی انواع میں دوسرے۔ خاندان۔ مصروفیت قلب اور خطرہ ہلاکت قطعاً حائل نہیں ہوتا۔ اب اگر یہ اعتراض کیا جائے۔ آپ کے بیان کے مطابق اگر اتصال اور تناسب روحانی عشق کا سبب ہوتا ہے، تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہ ہمیشہ جانبین سے نہیں ہوتا، بلکہ زیادہ تر صرف عاشق کی جانب سے ہوتا ہے۔ اگر اس کا سبب اتصال نفسی اور امتزاج روحانی ہوتا۔ تو محبت دونوں میں مشترک طور پر پیدا ہوتی۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ گاہے گاہے ایک شرط کے فوت ہو جانے یا کسی مانع کی وجہ سے سبب سبب سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ اور اس طرح جانبِ ثانی سے محبت بھی مختلف ہو جاتی ہے۔

اس صورت میں تین میں سے ایک نہ ایک سبب ضرور محبت کے اسباب و علل | ہوتا ہے۔

محبت کا پہلا سبب یہ ہے کہ ذاتی نہیں ہوتی بلکہ غرض پر مبنی ہوتی ہے۔ اور غرض غرض کی محبت میں اشتراک محبت ضروری نہیں۔ بلکہ کبھی کبھی ایسی صورت میں محبوب کی طرف سے تنفر بھی ظاہر ہونے لگتا ہے۔

دوسرے محبت میں کوئی ایسا مانع ہوتا ہے کہ محبوب کو محبت کرنے سے روکتا ہے خواہ مانع اخلاق میں ہو یا شکل و صورت یا طریقہ و عادات یا افعال ہیئت وغیرہ کسی میں بھی ہو۔ تیسرے محبوب کے سامنے کوئی ایسا مانع ہوتا ہے جو عاشق سے محبت کرنے میں رکاوٹ ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ مانع نہ ہوتا تو وہ بھی ضرور جانبِ ثانی کی طرح اپنے محب کے لیے اظہار محبت کرتا۔ چنانچہ جب یہ مانع ہٹ جائیں گے۔ اور محبت ذاتی ہوگی۔ تو بلاشبہ وہ جانبین سے ہوگی۔

اگر کفار میں بھی کبر۔ حسد۔ سلطنت و حکومت اور بغض و عناد نہ ہوتا۔ تو وہ بھی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اپنی جان، مال، اور اولاد سے زیادہ محبت کرتے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے تابعین کے دلوں سے جب یہ مانع زائل ہو گیا تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی محبت اپنی جان و مال، اور اولاد سے زیادہ ہو گئی۔

عشق علاج پذیر مرض ہے | مقصود یہ ہے کہ عشق ایک قابل علاج مرض ہے۔ اس کا علاج کئی طرح سے ہو سکتا ہے۔ اب اگر طبعا اور شرقا عاشق

کے لیے مشوق تک پہنچ جانے کی کوئی راہ موجود ہو، تو یہی اس کا علاج ہے، جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابن مسعود سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

اے نوجوانوں کے گروہ۔ تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو، اسے چاہئے۔ کہ وہ نکاح کرے اور جسے استطاعت نہ ہو۔ اسے چاہئے کہ روزے رکھے۔ کیونکہ وہ اس کے لیے شہوت توڑنے والا ہوگا۔

اس ارشاد میں عاشق کو دو علاج بتائے ایک اصلی اور ایک اس کا بدلہ؛ اور اصل علاج کا حکم کہ وہی اس مرض کا علاج ہے۔ اس لیے اگر اس کی استطاعت ہو، تو اس سے عدول و اعراض نہ کرنا چاہئے، اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو محبت کرنے والوں کے لیے ہم نے نکاح سے زیادہ (بہتر) چیز نہیں دیکھی۔

اگر شرعی یا طبعی طور پر وصال محال ہو | اور اگر عاشق کے لیے شرعی یا طبعی طور پر محبوب کا وصال محال ہو۔ یا ناممکن ہو۔ تو اس

صورت میں اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے آپ کو سمجھا دیا جائے، کہ یہ عشق سرریز نہیں ہو سکتا کیونکہ جب نفس کبھی چیز سے مایوس ہو جائے گا، تو اسے چہن آ جائے گا۔ اور اس کا اس طرف

نکاح کر لینا چاہئے۔

یہ زندگی کو روشن بنا دیتی ہے۔

الغفات نہ رہے گا۔ اور اگر نا اصدی کے باوجود مرض عشق قائم رہا۔ تو سمجھ لو کہ طبیعت شدید ترین حد تک ناسد ہو چکی ہے۔ پھر کوئی اور علاج کیا جائے گا۔ اور یہ اس کی عقل کا علاج ہوگا۔ کیونکہ کامرانی سے نا امید ہو کر بھی دل کا تعلق قائم رکھنا جنون کی ایک قسم ہے۔ اور اس کی مثال یوں ہے جیسے کوئی سورج پر عاشق ہو جائے۔ لہذا اس کی روح آسمانوں میں اس کی جانب اوپر چڑھنے کی کوشش کرتی رہے۔ اور یہ نوع تمام عقلا۔ کے نزدیک مجنونوں میں داخل ہے۔ اور اگر اس کا وصال مشرعا محال ہو۔ قدر کے لحاظ سے ناممکن نہ ہو، تو چاہئے کہ اُسے قدر آخیر ممکن کے مقام پر لے آیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اس میں اذن نہیں دے رہا۔ اور بندے کی نجات بھی اس سے پرہیز کرنے میں ہی مضمر ہے۔ اس لیے چاہئے کہ اپنے آپ کو سمجھائے۔ کہ یہ ناممکن بلکہ معدوم ہے۔ اور اس تک رسائی کی کوئی راہ نہیں۔ اور یہ محالات کے قائم مقام ہے۔

اب بھی اگر نفس امارہ (پرہیز پر) آمادہ ہو۔ تو اسے چاہئے کہ وہ امور میں سے کسی ایک کے لیے معاملہ ختم کر دے۔ یا خطرہ کے لیے یا محبوب کی خاطر فنار کے لیے۔ یہ اس کے لیے زیادہ پسندیدہ۔ نافع۔ بہتر اور دائمی لذت و سرور کا باعث ہوگا۔

اور اگر یہ تمام مجالجات بے کار ثابت ہوں۔ تو اُسے چاہئے کہ وہ صدقِ دل کے ساتھ اس ذاتِ تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو گرا دے۔ جو پریشان اور مضطر لوگوں کی دعا قبول فرماتا ہے۔ جب وہ اسے پکارے۔ اور اس کے دروازے پر اپنے آپ کو تضرع و خشوع و خضوع کتے ہوئے فراوان ڈال ہی دے۔ اب جب اس بات کی توفیق ہوتی تو گویا اس نے رقبولیت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اب اسے چاہئے کہ فراموش کرے۔ خاموش رہے اور محبوب کا ذکر بھی نہ کرے۔ اور نہ اسے لوگوں میں رسوا کر کے ایذا دے۔ کیونکہ اس صورت میں اس کی حیثیت ایک ظالم اور زیادتی کرنے والے کی ہوگی۔

اور اس موضوع حدیث سے دھوکہ میں مبتلا نہ ہونا چاہئے کہ جسے عشق ہو گیا اور پھر وہ

ایک موضوع حدیث اور اس پر بحث

پاکدامن رہا اور مر گیا تو وہ شہید ہے۔

اور ایک روایت یہ مشہور ہے۔ کہ جسے عشق ہوا۔ اور اس نے چھپائے رکھا۔ اور

پاکدامن رہا۔ اور صبر کیا۔ اللہ نے اسے بخش دے گا۔ اور اسے جنت میں داخل کرے گا: یہ حدیث جو بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جاتی ہے صحیح نہیں ہے، اور یہ آپ کا کلام نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہادت ایک عظیم الشان مرتبہ ہے جو مرتبہ صدیقیت سے متصل ہے۔ اور اس کے لیے کچھ اعمال و احوال مقرر ہیں۔ جو اس کے حصول کی شرط ہیں۔

اور اس کے دو اقسام ہیں۔ ایک عام اور ایک خاص۔

خاص شہادت تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ (میدان جہاد) میں ہو۔

اور عام کی پانچ انواع صحیح احادیث میں مذکور ہیں۔ اور یہ (شہادت عشق) ان میں

شمار نہیں کی گئی۔ اور یہ اس میں ہو بھی کیسے سکتی ہے۔ جبکہ یہ مرض شکر فی المحبت) اللہ سے

دور کر دے، یہ تو قلب اور روح کو غیر اللہ کی ملکیت میں دے دینے کا نام ہے۔ اس

سے درجہ شہادت کس طرح ملے گا؟ یہ بالکل محال ہے کیونکہ عشق صوری قلب کو حد درجہ فاسد

اور خراب کر دیتا ہے۔ بلکہ یہ روح کی مٹا ہوا ہے، جو اسے بدست بنا کر اللہ تعالیٰ کے

ذکر سے اس کے سامنے مناجات کرنے اور اس سے متلذذ ہونے سے غافل کر دیتا ہے۔ اور اس

بات کا موجب ہوتا ہے۔ کہ دل غیر اللہ کی عبادت میں مصروف ہو جائے۔ کیونکہ عاشق کا دل

تو معشوق کی عبادت میں لگا رہتا ہے۔ اس لیے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو دل غیر اللہ کی عبادت

میں مصروف رہتا ہو۔ وہ اس قدر درجہ حاصل کر لے۔ جو خواص اولیائے کرام اور بزرگان

عظام کو ہی مل سکتے ہیں۔ اور اگر اس حدیث کی سند سورج کی طرح صاف اور نمایاں ہو،

جب بھی غلط نہیں اور واہمہ ہے۔ اور صحیح حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ لفظ

مردی نہیں۔

۱۔ علامہ ابن قیم حدیث رسول کے پرستاروں میں ہیں تعجب ہے ایسی بات انھوں نے کہی

اگر سورج کی طرح صاف اور نمایاں سند بھی، موجب یقین نہیں ہو سکتی، تو دوسری اسناد

جو اس سے فروتر ہوں کس درجہ یقین میں رکھی جائیں گی، اصل میں علامہ کا یہ ارشاد بھی ان کی انتہا پسندی

کا ایک ثبوت ہے۔

حلال اور حرام عشق | پھر بعض عشق حلال ہوتے ہیں، بعض حرام ہوتے ہیں۔ اس صورت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے ہر عشق کے متعلق فیصلہ فرمادیا۔ کہ اگر وہ عشق چھپلے اور عقیقت رہے تو شہید ہے۔ تم دیکھتے نہیں کہ ایک آدمی کسی دوسرے کی بیوی پر عاشق ہو جاتا ہے۔ یا کسی فاحشہ عورت یا ریشہ کے پر عاشق ہو جاتا ہے۔ کیا وہ اس عشق کے ذریعہ شہادت پا لے گا؟ یہ تو اس دین کے بالکل خلاف واقع ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مرض عشق کی بھی شرعاً اور قدراً ہر طرح کی ادویہ پیدا فرمائی ہیں۔

اگر عشق حرام ہے تو اس کا علاج واجب ہے اور یا دوسری صورت میں مستحب ہے۔ اور جب آپ ان امراض پر غور کریں گے۔ جن میں مبتلا ہو کر فوت ہونے والوں کو (نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید فرمایا۔ تو وہ سب لاء علاج امراض ہوں گے۔ جیسے :

۱۔ عشق اختیاری چیز نہیں، اگر کوئی شخص کسی ایسی ہستی سے عشق کرتا ہے، جو ناممکن الحصول ہے، لیکن عشق کو چھپاتا، پاک دامن اور خاموش رہتا ہے، یہاں تک کہ مرجاتا ہے، تو کیا اس کا یہ صبر و ضبط اور عزیمت موجب اجر نہیں؟

۲۔ یہ بھی ایک لاء علاج مرض ہے۔

جو عشق نفسانی خواہشات پر مبنی ہو، وہ علاج پذیر ہے۔ لیکن جو ان چیزوں سے بالا ہو، نہ وہ علاج پذیر ہے، نہ اس کے علاج کی ضرورت ہے، خود رسول اللہ کا یہ حال تھا۔ کہ جملہ ازدواج مطہرات کے ساتھ مسافات کامل کا برتاؤ فرماتے تھے، اور کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دیتے تھے، لیکن فرماتے تھے جہاں تک قلبی لگاؤ کی نیابتی کمی کا تعلق ہے وہ اختیاری چیز نہیں۔

مطعون (نیزہ زدہ)

مطعون (پہٹ کی تکلیف والا)

مجنوں (پانگل)

آگ میں جل جانے والا۔

پانی میں ڈوب جانے والا۔

اور اس عورت کی موت کو جو حالتِ حمل میں کسی وجہ سے فوت ہو جائے۔ کیونکہ یہ تمام امراض اللہ کا ابتلاء ہیں۔ جن میں بندے کا دخل بالکل نہیں ہے۔

نہ ان کا علاج ممکن ہے۔ اور نہ ان امراض کے اسباب حرام ہیں۔ اور نہ ان کے نتیجہ میں قلبی فساد اور غیر اللہ کی عبودیت لازم آتی ہے۔ جو مرض عشق کا لازمی نتیجہ ہے۔ پس اگر یہ بحث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منطوق اور اس روایت کو غلط ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں۔ تو دنیا بھر کے ائمہ حدیث اور ان کے علل کا مطالعہ کر لیجئے۔ ایک امام سے بھی یہ مروی نہیں کہ اس نے اس حدیث کی صحت کا اعتراف کیا ہو بلکہ اسے حسن ہی کہا ہو۔ بلکہ ائمہوں نے اس حدیث کا انکار کیا ہے۔ اور اسے مسترد کر دیا ہے اور بعض نے تو یہ کہا ہے۔ کہ (جو اس حدیث کو روایت کرے) اس سے جنگ کرنا حلال ہے۔

۱۔ اس مرض میں بھی انسان کا کچھ دخل نہیں، اس لیے وہ موجب اجر و ثواب ہے۔

۲۔ کسی حدیث کا صحیح ثابت نہ ہو سکتا، اس کے غلط ہونے کی قطعی دلیل نہیں ہے، نہ یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ کتب صحاح و سنن و مسابیح و معاجم میں آپ کی تمام حدیثیں آگئی ہیں۔ کوئی باقی نہیں رہ گئی۔

نیز ابوالفرج ابن جوزی نے کتاب الموضوعات میں اس کا تذکرہ کیا ہے
 نیز یحییٰ بن معین نے بھی اس کا انکار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ راوی ساقط اور
 کتاب ہے۔ اگر میرے پاس گھوڑا اور نیزہ ہوتا۔ تو میں اس سے جنگ کرتا۔
 امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ مزدک ہے۔
 نسائیؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ ثقہ نہیں۔
 اور سب سے احسن وہ ہے جو ابو حاتم رازیؒ نے مندرجہ ہے۔ کہ یہ صدوق
 کثیر التذلیس ہے۔

حفظِ صحت اور خوشبو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ،

باد شمیم انگیز اور ہوائے خطر خیز روح کی غذا ہے۔ اور روح قوی کے لیے مایہ زندگی ہے اور قوی میں خوشبو سے توانائی پیدا ہوتی ہے جس سے دماغ، قلب، بلکہ جملہ اعضاء باطنی کو فائدہ پہنچتا ہے۔ فرحت اور نشاط کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ نفس کو مسرور اور روح کو انبساط حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ روح کے لیے حد درجہ خوشگوار، اور خوب تر چیز ہوتی، کہ اکی میں اور روحِ طیبہ میں ایک طرح کا گہرا تعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اطیب الطیبین صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی چیزوں میں سے ایک چیز یعنی خوشبو بہت زیادہ محبوب تھی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خوشبودار تحفہ مسترد نہ فرماتے۔

صحیح مسلم میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

جسے ریحان پیش کیا جائے وہ اسے رد نہ کرے کیونکہ یہ لطیف و خوشگوار اور سبک تر ہے۔

سنن ابی داؤد اور نسائی میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جسے خوشبو پیش کی جائے وہ اسے رد نہ کرے، کیونکہ یہ وزن میں سبک اور ہوائے خوشگوار کی

حامل ہوتی ہے۔

مسند بزاز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ طیب کے

طیب کو محبوب رکھتا ہے۔ پاک ہے اور پاک کو پسند کرتا ہے۔ کریم ہے کریم کو پسند فرماتا ہے۔ سخی ہے

سخاوت کو پسند فرماتا ہے، اس لیے اپنے مکان اور صحن کو صاف شفاف رکھو، اور یہود کی مشابہت

نہ اختیار کرو، جو اپنے گھروں میں کوڑا کرکٹ کے ڈبھیر جمع رکھتے ہیں، ہاں ہتھوڑا سا ہو تو خیر۔

ابن ابی شیبہ سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عطر تھا جس میں سے لے کر آپ عطر لگا پا کرتے تھے۔

صحیح روایت میں آپ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر مسلمان پر یہ حتیٰ ہے کہ وہ ہر سات دن میں ایک بار غسل کرے اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو، تو وہ بھی لگائے، اور خوشبو میں یہ خاصیت ہے کہ ملائکہ اس آدمی سے جو معطر ہوتا ہے، محبت کرتے ہیں، اور شیاطین اس سے نفرت کرتے ہیں، اور شیاطین کے لیے سب سے زیادہ دل پسند اور مرغوب، مکروہ اور بدبودار چیز ہے چنانچہ ارواحِ طیبہ کو رائحہ طیبہ محبوب ہوتی ہے، اور ارواحِ خبیثہ کو رائحہ خبیثہ پسند ہوتی ہے۔ یعنی ہر روح اپنی پسند کی طرف مائل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

الْجَنِّيَّاتُ لِلْجَنِّيِّينَ وَالْجَنِّيُّونَ لِلْجَنِّيَّاتِ، وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ

لِلطَّيِّبَاتِ۔

(جنبیٹ عورتیں جنبیٹ مردوں کے لیے، جنبیٹ مرد، جنبیٹ عورتوں کے لیے، پاک نہاد

عورتیں پاک خور مردوں کے لیے، پاک سرشت مرد پاک نہاد عورتوں کے لیے)

اس آیت کریمہ میں جنبیٹ اور طیب سے مراد، اگرچہ جنبیٹ اور طیب مرد اور عورت ہیں لیکن درحقیقت

سے مطلب یہ ہے کہ سہفتہ میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور غسل کرنا چاہیے، لیکن اگر کوئی روز یا دن میں ایک سے

زائد بار غسل کر لیتا ہے تو یہ اور زیادہ بہتر اور پسندیدہ امر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پاکیزگی، صفائی، ستھرائی، اور نظافت حد درجہ

مرغوب و محبوب تھی، جس طرح آپ کے پاک دل اور پاک روح اور پاک دماغ تھے، اسی طرح پاک عالم

بھی تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (رئیس احمد جعفری)

سے بدرہمیں۔

سے " ہر روح اپنی پسند کی طرف مائل ہوتی ہے۔ سچ پوچھیے تو یہ ایک بہت بڑا اور بے حد

اہم نکتہ ہے، جو ایک ٹھوس اور ناقابل تردید حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ہر انسان کی زندگی کے

شب و روز اس حقیقت کے آئینہ دار ہیں۔

یہ خبیث اور طیب مشتق ہے اظلال و اقوال، مطاعلم و مشارب، اور طالس و رواج پر معلوم لفظ کے اعتبار سے بھی اور معلوم معنی کے اعتبار سے بھی۔

۱۔ ان ارشادات و ہدایات سے معلوم ہوتا ہے کہ داخلی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے، یہ کبھی نہیں چاہا کہ لوگ عبادت و ریاضت میں اس درجہ غرق ہو جائیں کہ انہیں دنیا اور مافیہا کی خبر نہ رہے، جیسا کہ دیگر مذاہب کے راہبوں، اور سادھوؤں وغیرہ کا دستور ہے۔ بلکہ آپ اپنی امت کے افراد کو قناعت و چالاک اور تنومند دیکھنا چاہتے تھے، اس لیے کہ اسلام دین کا مذہب بھی ہے اور دنیا کا بھی۔ وہ روح کی رہنمائی بھی کرتا ہے، اور بدن کو بھی سلامت رکھنا چاہتا ہے اور یہی اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔

حفظِ صحتِ چشم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ

سننِ ابی داؤد میں حضرت عبدالرحمن بن نعمان بن معبد بن ہوذہ انصاری سے مروی ہے، انہیں اپنے والد سے انہیں اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت پہنچی، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرمہ اٹمہ مروح استعمال فرماتے تھے، فرمایا، البتہ روزے دار کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔
ابو عبید فرماتے ہیں کہ مروح سے مراد ہے مشک سے خوشبودار کرنا۔

سننِ ابن ماجہؒ وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ایک سرمہ دانی تھی جس سے آپؐ ہر آنکھ میں تین تین سلائیاں ڈالا کرتے تھے۔
جامع ترمذیؒ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سرمہ ڈالتے، تو دائیں آنکھ میں تین سلائیاں ڈالتے، بائیں میں دو، دائیں آنکھ سے شروع فرماتے اور اسی پر ختم کرتے۔

ابو داؤد کی روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو سرمہ لگائے، اسے چاہیے کہ دتر سلائیاں ڈالے۔

رات کے وقت سرمہ استعمال کرنے میں ایک ایسی خوبی ہے جو صرف سرمہ پر مشتمل ہے اور حرکتِ مفر سے سرمہ لگانے کے بعد سکون حاصل ہوتا ہے۔ نیز اٹمہ کی ایک مخصوص خاصیت ہے۔
سننِ ابن ماجہؒ میں حضرت سالمؓ اپنے والد سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ اٹمہ استعمال کرو کیونکہ اس سے بصارت میں حلاوتی ہے، یہ بالِ اگاتی ہے۔

۱۔ دتر سے مراد طاق عدد ہے۔ مثلاً ۱، ۳، ۵، ۷، ۹ وغیرہ

ابو نعیم کی کتاب میں ہے کہ سرمہ بال اگاتا ہے۔ تنکوں کو دور کرتا ہے اور بصارت کو صاف کرتا ہے۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی مرفوع روایت ہے۔ سب سے بہترین سرمہ ائمہ ہے، جو بینائی کو علاج دیتا ہے، اور بالوں کو اگاتا ہے۔

بینائی اور بصارت بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ اگر چھین جائے تو انسان دوسرے اعتبارات سے صحت مند اور توانا ہوتے ہوئے بھی اس کی زندگی بے کیف اور بیکار ہے پھر وہ تجمائے کر رہ جاتا ہے۔ نہ کوئی خوشی اسے خوش کر سکتی ہے، نہ کوئی منظر اس کے دل میں امتزاز اور انبساط کی کیفیت پیدا کر سکتا ہے۔ نہ کسی چیز کو دیکھ کر اس سے تاثر قبول کر سکتا ہے۔

بینائی کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے اور ایسے وسائل اختیار کیے جائیں جو اس نور کو قائم رکھ سکتے ہیں۔

آدویہ وانغذیہ منفردہ

جن کا ذکر،

لسانِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر آیا

بہ ترتیب حروف تہجی

حرف الهمزة (الف)

الشد یہ سرمہ سیاہ کا پتھر ہوتا ہے، اصغہان سے لایا جاتا ہے۔ سرمہ کے اقسام و انواع میں اسے سب پر فضیلت اور برتری حاصل ہے۔ مغرب کی طرف سے بھی یہ درآمد کیا جاتا ہے۔ سب سے عمدہ وہ ہے جو ایک ہی چوٹ میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اس کا اندرونی حصہ ملائم ہوتا ہے جس میں گندگی نہیں ہوتی۔ اس کا مزاج سرد خشک ہے۔ آنکھوں کو فائدہ اور قوت دیتا ہے، اعصاب کو قوی کرتا اور صحت کی حفاظت کرتا ہے۔ نیز زخموں سے زائد گوشت کو ختم کر کے اعضاء مندل کرتا ہے اور گندگی صاف کر کے اعضاء جلا بخشتا ہے۔ جب آب آمیز شہد کے ساتھ سرمہ میں ڈالا جائے، تو دردِ سر کو فائدہ کرتا ہے۔ اور جب اسے کوٹ کر اس میں حقوڑی کی تازہ چربی ملائی جائے اور اسے آگ پر پختہ کر لیا جائے تو اور زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے اور تازہ پھنسیوں کو فائدہ دیتا ہے۔ آنکھ کے سرموں میں یہ سب سے اعلیٰ قسم ہے، خصوصاً بڑھے لوگوں کے لیے، اور ان کے لیے کہ جن کی آنکھیں کمزور ہیں از حد مفید ہے، اگر کچھ مشک بھی ملائی جائے تو فائدہ اور بڑھ جاتا ہے۔

الترج صحیحین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا، ایسے مومن کی جو قرآن مجید پڑھتا ہے، مثالِ اترج کی طرح ہے، کہ اس کا ذائقہ عمدہ ہے اور اس کی خوشبو بھی عمدہ ہے۔

الترج کئی فوائد کا حامل ہے، یہ چار اجزا پر مشتمل ہے، چھلکا، گودا، کھٹاس اور بیج، ہر ایک کا مخصوص مزاج ہے۔

اس کا قشر (چھلکا) گرم خشک ہے، گودا گرم تر ہے۔ کھٹاس سرد خشک اور بیج گرم خشک ہے اس کے چھلکے کا فائدہ یہ ہے کہ جب اسے کپڑوں میں رکھ دیا جائے، تو سوس (کپڑوں کا کیرا) کو روکتی ہے،

اس کی خوشبو اور دباہر کی کیفیت کی اصلاح کرتی ہے۔ اگر اسے منہ میں رکھا جائے تو اسے خوشبودار بناتی ہے، اور برباخ تحلیل کرتی ہے۔ اور اگر مسالوں کی طرح اسے کھانے میں ڈالا جائے تو مضم میں مدد دیتی ہے۔ اس کا گودا حرارتِ معدہ کا ملطف ہے۔ مرۃ صفراء کے مریضوں کے لیے نافع ہے۔ گرم بخارات کو لاتا ہے۔

غافقی کہتے ہیں کہ اس کا گودا کھانا بوا سیر میں نافع ہے۔ اس کی کھٹاس قابض ہے۔ صفراء کو توڑتی اور گرم خفقاں میں تسکین دیتی ہے۔ یرقان کے مرض میں اسے پینا اور اس کا سر مر لگانا نافع ہے، قے صفراء کو فائدہ ہوتا ہے، اور حرارتِ جگر کو بھی نفع بخش ہے۔ معدہ کو قوت ملتی ہے، اور مرۃ صفراء کی حدت ختم ہو جاتی ہے۔ تشنگی میں کمی ہوتی ہے۔ اس کے بیج میں تحلیل کرنے، اور خشک کرنے کی قوت ہوتی ہے۔ یہ طبعی طور پر ملین اور مفرج ہے، نیز اس کے بیجوں میں زہر کا تریاق بھی ہے، جب کہ اس کا عصارہ دو مثقال کی مقدار میں استعمال کیا جائے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس میں کثیر فوائد ہیں، اور یہی پھل اس قابل تھا کہ اس سے ایک مومن کی مثال دی جاتی، جو قرآن کی تلاوت کر رہا ہو۔ بعض سلف اس کی طرف نظر کرنا باعث تفریح سمجھتے تھے۔

یہ گرم خشک ہے اور گندم کے بعد سب سے بہتر اور اعلیٰ خوراک ہے۔ یہ پیٹ میں سدہ پیدا کرتا ہے۔ معدہ کو قوت دیتا ہے۔ اور کافی دیر تک

اس میں ٹھہرا رہتا ہے۔

ہندی اطباء اسے سب اغذیہ سے زیادہ فائدہ مند اور قابلِ تعریف سمجھتے ہیں۔ جب اسے گائے کے دودھ میں پکایا جائے۔ تو بدن کو موٹا کرنے، مہنی کی زیادتی، کثرت تغذیہ، اور رنگ صاف کرنے میں بہت ہی موثر ہے۔

یعنی صنوبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی مثال دیتے ہوئے فرمایا، مومن کی مثال ایسی **دار** ہے جیسے پودے کی شاخ، جسے سوائیں کھبی ادھر اور کھبی ادھر مائل کرتی رہتی ہیں اور منافق کی مثال صنوبر کی طرح ہے، جو جڑ پر ایک ہی حالتِ نفاق میں کھڑا رہتا ہے، آخر کار یکلفت خشک ہو جاتا ہے۔

اس کے بیج گرم تر ہیں، اور ان میں نفعِ تلین اور تحلیل کا اثر پایا جاتا ہے، پانی میں جھگو کر استعمال

کیا جائے تو سوزش کو فائدہ دیتا ہے، عین دور ہو جاتی ہے، یہ دیرمضم سے اور غذائیت سے بھر پور ہے، کھانسی کے لیے فائدہ بخش ہے۔ پھیپھڑے کی رطوبات کا تفتیح کرتا ہے۔ مولد نمی ہے۔ اور مردہ پیدا کرتا ہے، اس کا مصلح حامض دکھنا (اناردانہ) ہے۔

صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ آپ نے مکہ میں فرمایا، **اذخر** خود رو پودے کوئی نہ اٹھاڑے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اذخر (ایک قسم کی گھاس) کے سوا، اسے اللہ کے رسول، کیونکہ یہ غلاموں اور گھروں کے لیے بہت ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا، ہاں اذخر کے سوا۔

اذخر دوسرے درجہ میں گرم اور پہلے میں خشک ہے، لطیف ہے، سردوں اور رگوں کا منہ کھولتا ہے۔ مدربول اور حیض ہے۔ پھتری کو توڑتا ہے، معدے جگر، گردوں کے سخت اور ام کو تحلیل کرتا ہے، اگر اسے پیاجائے اور اس کا ضماد لپیپ کیا جائے، اس کی جڑ، دانوں اور معدہ کو قوی کرتی ہے، ابلیاں معد کرتی اور پیٹ کو درست کرتی ہے۔

حرف الباء

بلخ (تربوز) ابو داؤد اور ترمذی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ تربوز کو تر کھجوروں کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔

اس کی حرارت اس کی برودت کو کاٹ دے گی، اس کے بارے میں کسی احادیث مروی ہیں، لیکن اس ایک حدیث کے سوا کوئی بھی صحیح نہیں ہے، اس سے مراد وہ اخضر ہے جو سرد تر ہوتی ہے اور اس میں قوت جلا ہے۔ اور یہ لکڑی اور کھیرے کے ساتھ جلد معدہ سے اتر جاتی ہے۔ اور معدہ میں اسے کوئی سی بھی خلط مل جاتے۔ جلد حل ہو جاتی ہے، اور اگر کھلنے والا گرم مزاج ہو تو اسے از حد فائدہ دیتی ہے۔ اور اگر سرد مزاج ہو تو قدرے زنجبیل وغیرہ (سونٹھ) سے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

تربوز کو کھانے سے قبل کھانا بہتر ہے۔ ورنہ ابکائی لا کرتے لے آئے گی۔

بعض اطباء کا کہنا ہے، کہ اسے کھانے سے پہلے کھایا جائے۔ اور معدہ کو صحت کرتا ہے اور مرض کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔

بلخ (تازہ کھجور) نسائی رح اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حضرت ہشام بن عروہ سے روایت کیا ہے انہیں اپنے والد سے انہیں حضرت عائشہ رضی

روایت پہنچی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تازہ کھجور کو پرانی کھجور کے ساتھ کھایا کرو۔ کیونکہ شیطان جب ابن آدم کو تازہ کھجور کے ساتھ پرانی کھجور کھاتے دیکھتا ہے تو کہتا ہے۔

ابن آدم اتنی مدت زندہ رہا۔ کہ اس نے پرانے پھل کے ساتھ نیا پھل بھی کھایا۔
ایک روایت یہ ہے۔ کہ تازہ کھجوروں کے ساتھ تمر (کھجور) بھی کھایا کرو۔ کیونکہ شیطان
جب ابن آدم کو یہ کھلتے دیکھتا ہے تو غمگین ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ ابن آدم اتنی مدت
تک زندہ رہا کہ وہ پرانے کے ساتھ نیا پھل بھی کھاتا ہے۔ (مسند بزاز)

بلخ میں رطوبت اور یوبست دونوں کیفیات ملتی ہیں، یہ منہ، سوزھے۔ اور معدہ کو نافع
ہے۔ سینہ اور پھیپڑے کو مہز ہے۔ غناینت کم ہے۔ یہ نخل کے لیے اس طرح ہے جیسے
انگور کے درخت کے لیے حصوم ہوتا ہے۔ یہ دونوں ریح تراقر اور نفخ پیدا کرتے ہیں۔ خصوصاً
اس وقت کہ ان کے ساتھ پانی پیا جائے اور تمر یا شہد اور مکھن کے ذریعہ ان کے ضرر
کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

صحیح روایت میں حضرت ابو الہیثم بن یحییٰ سے ثابت ہے۔ کہ
جب انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر اور عمر رضی اللہ
عنہما کی دعوت کی۔ تو کھجوروں کا خوشہ پیش کیا۔ جیسے انگور کا خوشہ ہوتا ہے۔

بسر خشک کھجور

آپ نے فرمایا۔ تو نے اس میں سے تو کھجوریں کیوں چن دیں؟
انھوں نے عرض کیا۔ میں نے چاہا۔ کہ آپ خشک اور تو ہر قسم کی کھجوریں استعمال فرما
سکیں۔

بسر گرم خشک ہوتی ہے۔ اور اس کی برت حرارت سے زیادہ ہوتی ہے۔ جو رطوبت
کو ختم کرتی اور معدہ اور پیٹ کو خشک کر کے قبض کرتی ہے۔ سوزھے اور منہ کے امراض
میں نافع ہے۔

اسے بطور شربین کھانا فائدہ بخش ہے۔ اس کی کثرت اور بلخ کو کثرت کھانے سے آنسو
میں سدے پیدا ہو جاتے ہیں۔

بیہقی نے شب الایمان میں مرفوعہ عیالیت نقل کی ہے کہ ایک نبی علیہ السلام
بعض (انڈے) نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار میں ضعف کی شکایت کی۔ اللہ تعالیٰ
نے انہیں انڈے کھانے کا حکم دیا۔ اس حدیث کی صحت مشکوک ہے۔

یاسی کی بجائے تازہ انڈے زیادہ بہتر ہیں۔ اور مرغی کے انڈے تمام پرندوں کے انڈوں سے زیادہ فائدہ بخش ہیں۔ کیونکہ یہ معتدل قدرے مائل بہ برودت ہوتے ہیں۔ صاحب قانون نے لکھا ہے۔ کہ اس کی زردی گرم تر ہوتی ہے۔ خون صالح پیدا کرتی ہے۔ اور قلیل خدایت رکھتی ہے۔ معدہ سے جلدی اثر دہضم ہوا جاتی ہے، اگر نرم ہو۔

علاوہ ازیں دیگر حکما نے کہا ہے۔ کہ اس کی زردی مسکون درد۔ حلق قبضہ رتہ کو نرم کرتی لکھائی۔ پھپھڑوں، گروسے اور مثانہ کے زخموں میں فائدہ بخش ہے۔ خشونت کو زائل کرتی ہے۔ خاص کر جب اسے روغن باعام شیریں میں ملا کر لیا جائے سینہ کا مواد پکاتی ہے میں اور سہلی خشونت حلق ہے۔ اس کی سفیدی جب گرمی سے متورم آنکھ میں ڈالی جائے تو اس کی تبرید کرتی ہے اور درد کو تسکین دیتی ہے۔ اور جب آگ کے جلنے پر جلنے ماؤف پر لگائی جائے تو پھنسیاں پیدا نہیں ہونے دیتی اور جب درد کی جگہ لگائی جائے۔ تو دھوپ سے احتراق واقع نہیں ہوتا۔ جب اسے کندر میں ملا کر پیشانی پر لگا دیا جائے تو نزلہ میں فائدہ دیتی ہے۔

صاحب قانون نے قلب کی ادویہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ اگرچہ مطلق اثر والی ادویہ میں سے نہیں لیکن تقویت قلب میں اس کا بہت زیادہ دخل ہے۔

سنن ابن داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ ان سے پیاز کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ جناب

بصل (پیاز)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو آخری کھانا تھا۔ اس میں پیاز بھی تھا۔ صحیحین سے ثابت ہے کہ آپ نے پیاز کھانے والے کو مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔

پیاز تیسرے درجہ میں گرم ہوتا ہے۔ نیز اس میں رطوبت زائدہ بھی ہوتی ہے۔ جو تبدیلی آب میں فائدہ بخش ہے۔ اور زہریلی ہوا کو دادر کرتی ہے نیز شہوت توڑتی معدہ کو قوی

کے کیونکہ اس سے منہ بدبودار ہو جاتا ہے۔

کرتی باہ میں بیجان پیدا کرتی۔ مزید مٹی ہے۔ رنگ نکھارتی ہے۔ قاطع بلغم اور مہلی معدہ ہوتی ہے
 نیز اس کا بیج بہت کو دور کرتا ہے۔ اور اسے دال الشلب پر رکھا جائے تو بہت ہی فائدہ
 دیتا ہے۔ نمک کے ساتھ ملا کر استعمال کرنے سے مسوں کا قلع قمع کرتا ہے، اور مسہل دوار
 پینے کے بعد اسے سونگھا جائے تو تے اور متلی کو روکتا ہے۔ اور اس دوار دسہلم کی بو کو زائل
 کرتا ہے۔ جب اس کے پانی کا سوط (ناک سے سرٹا لیا جائے تو سر کو ہلکا کرتا ہے۔ کانوں
 میں ڈالنے سے نقل سماعت اور کان بچنے، پیپ اور کان میں پانی پڑ جانے کو نافع ہے۔
 اس کا آنکھوں میں سرسرقا لاجائے تو موتیا بند کو روکتا ہے۔ اور اگر اس کے بیجوں کو شہد
 میں پس کر آنکھوں میں ڈالا جائے تو سفیدی دور کرتا ہے اس کا مطبوخ کثیر الفزار ہے
 اور یرقان۔ کھنسی اور خشکی صدر میں فائدہ بخش ہے۔ نیز پیشاب آور ہے۔ طین ہے اور
 کتے کے کٹے میں سفید ہے اگر زخم پر اس کے پانی میں نمک اور بیری کے پتے ملا کر طلا کیا
 جائے۔ اور جب اسے رکھا جائے تو بوا سیر کا منہ کھولتا ہے۔

اس کی حضرت یہ ہے کہ درد شقیقہ اور سارے سر کا درد پیدا کرتا ہے مولدِ ریح ہے
 بیانی کو کمزور کرتا ہے زیادہ کھانے سے نسیان پیدا ہو جاتا ہے۔ اور عقل خراب ہو جاتی ہے
 منہ کا فائقہ بگڑ جاتا ہے۔ پاس بیٹھنے والے اور فرشتوں کو تکلیف دیتا ہے۔ پکا کر اور مار
 کر کھانا اس کے تمام معزات کو دور کر دیتا ہے۔

سنن میں ہر وہی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاز اور لہسن کے کھانے والے کو حکم
 دیا کہ ان دونوں کو پکا کر مار لے۔

اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سفید اور ایک سیاہ۔

باد نجان

اس میں اختلاف ہے کہ یہ سرد ہے یا گرم اور صحیح یہ ہے کہ یہ گرم ہے۔
 اور سوار۔ بوا سیر۔ سدے۔ سرطان اور جذام پیدا کرتی ہے، رنگ کو بگاڑ کر سیاہ

لے بدبو کے باعث فرشتے اس سے دور بھاگتے ہیں۔

اس طرح اس کی بدبو ختم ہو جائے گی۔ پھر اس کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں۔

گرتی ہے۔ اور پوائے دہن کے باعث ضرر رساں ہے۔ اور سفید جو قدرے لمبی ہوتی ہے وہ ان نقائص سے میرا ہے بلکہ

۱۔ امراض و ادویہ میں، یہ دونوں قسمیں حسب ضرورت و مصلحت استعمال ہوتی ہیں، لیکن سفید باذتجان جو معمولی نقائص سے متبرہ ہوتی ہے اس لیے وہ فائدہ بخش بھی ہے، اور امراض و علاج کے سلسلہ میں اس کا استعمال مفید اور حسب دل خواہ نتائج بھی پیدا کرتا ہے۔
لیکن، کوئی دوا بھی، خواہ اس کے خواص و فوائد سے متعلق معلومات کتنے ہی وسیع کیوں نہ ہوں بطور خود نہیں استعمال کرنی چاہیے، استعمال اور ترکیب استعمال سے متعلق ماہر طبیب سے رجوع کرنا ضروری ہے،

حرفات

تمر (کھجور) صحیح روایت میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کہ جو صبح کو سات
 تمر (کھجور) کھائے۔ ایک روایت کے لفظ یہ ہیں۔ کہ سات عالی کھجوریں
 کھائے۔ اسے اس دن زہر ضرر نہ دے گا۔ اور نہ جاو نقصان پہنچائے گا۔
 نیز آپ سے ثابت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا جس گھر میں کھجوریں نہ ہوں۔ اس گھر والے
 بھوکے ہیں۔ نیز آپ سے کھجور کو مکھن کے ساتھ کھانا۔ اور کھجور کو روٹی کے ہمراہ اور
 تنہا کھانا ثابت ہے۔

یہ دوسرے درجہ میں گرم ہوتی ہے۔ کیا یہ پہلے درجہ میں تر بھی ہے یا اس درجہ میں
 خشک ہے؟ اس کے متعلق دو قول ہیں۔

یہ مقوی جگر۔ یلین اور مقوی باہ ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملا کر استعمال
 کی جائے۔ اور خشونتِ حلق میں فائدہ بخش ہے۔ اور جو لوگ اس کے عادی نہ ہوں جیسے سرد
 علاقوں کے رہنے والے انہیں اس سے سڑے کی شکایت ہو جاتی ہے۔

یہ مانتوں کو تکلیف دیتی ہے۔ دوسرے بڑھاتی ہے۔ اس کا مصلح بادام اور خشکاش
 ہیں اور یہ دیگر پھلوں کی نسبت بدن کے لیے غذائیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اس کے اندر گرم تر
 جوہر غذا ہوتا ہے، اور خالی معدہ میں کھانے سے کیرٹوں کو ہلاک کرتی ہے۔ کیونکہ اس
 کی حرارت میں قوتِ تریا قید پائی جاتی ہے۔ چنانچہ جب اسے مسلسل خالی پیٹ کھایا
 جائے۔ تو کیرٹوں کو کم کرتی ہے۔ اور ختم کر کے انہیں ہلاک ہی کر دیتی ہے۔ اس طرح یہ

ایک پھل۔ غدار۔ ۱۵۰۔ مشروب۔ شربتی سب کچھ ہے۔ ہر چیز کے فوائد اس میں موجود ہیں۔
تین (انجیر) حجاز اور مدینہ کے علاقہ میں انجیر نہیں ہوتا۔ اس لیے اس کا تذکرہ حدیث میں آیا ہے۔
 نہیں آیا۔ کیونکہ وہاں کی زمین اس کے لیے سازگار نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے
 اپنی کتاب (قرآن مجید) میں اس کی قسم کھائی ہے۔

اس کے منافع و فوائد کثیر ہیں۔ یہ گرم ہوتا ہے اس کے تر یا خشک ہونے میں و قول ہیں۔
 سب سے عمدہ انجیر وہ ہے۔ جس کا چھلکا پختہ ہو اور سفید ہو۔ و گردے اور مثانہ کی ریت
 کو خارج کرتا ہے۔ زہر سے حفاظت کرتا ہے اور تمام پھلوں سے زیادہ غذائیت رکھتا ہے،
 خشونت، حلق، سینہ، قصبہ ریه کو سفید ہے۔ جگر اور تلی کو صاف کرتا ہے۔ معدہ سے خلیط بلغمی
 کا تنقیہ کرتا ہے اور بدن کے لیے عمدہ غذا ہے۔ ہاں اس میں یہ ضرر ضرور ہے کہ اگر اسے بکثرت
 استعمال کیا جائے۔ تو جوں پیدا کرتا ہے۔ اس کا گرد زیادہ اعلیٰ ہوتا ہے اگر مزاج والوں کو
 پیاس لگاتا ہے۔ اور نیکین بلغم کی وجہ سے پیدا ہونے والی پیاس کو بجاتا ہے، مزمن کھانسی
 کو فائدہ بخش ہے۔ پیشاب کا ادراک کرتا اور جگر اور تلی کے سبب کھوتا ہے۔

یہ پے جو کا پانی ہوتا ہے۔ اس کے فوائد بہت ہیں۔ اہل حجاز کے لیے آتش جو سے
مکبیینہ یہ زیادہ فائدہ بخش ہے۔

؟ یہ قول صحیح نہیں ہے۔

حرف الجیم

جوار | یہ کھجور کا گودا ہوتا ہے۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ کھجور کا جوار پیش کیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دوسرے درختوں کی طرح یہ بھی ایک درخت ہے۔ مرد مومن کی طرح کہ اس کا پتہ نہیں گرتا (المحدث)۔

جوار پہلے درجہ میں سرد خشک ہوتا ہے۔ زخموں کو منڈل کرتا ہے اور نفث الدم، پیٹ کے امراض۔ مرہ صفر اور خون کے غلبہ میں نافع ہے۔

یہ ردی الکیموس نہیں ہے، اس میں غذائیت ہے، البتہ دیر بہ سفیم ہے۔ اس کا درخت منافع سے بھر پور ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد مومن کو اس سے تشبیہ دی کہ طیر کثیر اور نفع بے شمار کا حامل ہوتا ہے۔

جلین (پنیر) | سنن میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ توبک میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پنیر کا ایک ٹکڑا پیش کیا گیا۔ آپ نے چھری منگوائی۔ اس کا نام لیا اور اسے کاٹا (ابوداؤد)

صحابہ نے شام اور عراق میں بھی پنیر کا استعمال کیا ہے، تازہ پنیر جو نمکین نہ ہو معدہ کے لیے عمدہ غذا ہے۔ اعضائے معدہ کے لیے ملائم ہے، بدن کا گوشت بڑھاتا ہے۔ اعتدال کے ساتھ پیٹ کو نرم کرتا ہے، جو پنیر باکی ہو اس میں غذائیت کم ہوتی ہے، معدہ کو اس سے نقصان پہنچتا ہے۔ آنتوں کے لیے بھی ضرر رساں ہے۔ پرانا پنیر قبض پیدا کرتا ہے۔

تازہ اور تپا یا ہوا زخموں کو فائدہ دیتا اور اسہال بند کرتا ہے اور یہ سرد تر ہوتا ہے۔ اگر اسے کھلجلا کر استعمال کیا جائے تو مزاج کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ آگ اس کی تعدیل و اصلاح

کرتی ہے اور اس کے جوہر میں لطافت، اس کے ذائقہ اور رائحہ میں خوشگوار پیداکرتی ہے۔
 نمکین پنیر کی ایک خاصیت یہ ہوتی ہے کہ ہزل (دبلا کرنے والا) ہوتا ہے، پختی پیدا کرتا ہے
 گرمی میں بھی اور مشانہ میں بھی، علاوہ ازیں پرانا پنیر نمکین اور گرم خشک ہوتا ہے۔

لحہ پنیر بڑوں کی خاص غذا ہے، اور ان کی قابل رشک صحت و تندرستی میں اس کے استعمال کو بھی،
 دوسری چیزوں کے علاوہ بہت دخل ہے۔

دودھ سے جتنی چیزیں بھی بنتی ہیں، ان میں سے کوئی چیز بھی اتنی نافع، سریع الاثر، مقوی اعصاب
 اور اعصاب و احتیاط نہیں ہے، جتنا پنیر، اس میں دودھ کی مضرت کوئی نہیں ہوتی، فائدے تمام کے تمام موجود
 ہوتے ہیں۔

اں حضرت کی بتائی ہوئی کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو اپنے اندر فوائد و منافع کے ذخیرے نہ رکھتی ہو۔

حرف الحاء

حمام ہندی | اس کی فضیلت میں احادیث ذکر ہو چکی ہیں۔ اور اس کے فوائد بھی بیان ہو چکے، جن کے اعادہ سے کچھ فائدہ نہیں۔

حبة السوداء | صحیحین میں حضرت ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت پہنچی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم پر یہ حبة السوداء استعمال کرنا واجب ہے کیونکہ اس میں سام کے سوا ہر مرض کے لیے شفا ہے، اور سام موت کو کہتے ہیں۔

حبة السوداء کو فارسی میں شونیز کہا جاتا ہے۔ یہی کون اسود ہے اور اسے کون ہندی کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اس میں بہت سے فوائد ہیں یہ تمام سرد امراض میں فائدہ بخش ہے۔ اور بالعرض گرم خشک امراض میں بھی اس کا عمل دخل ہے۔ چنانچہ سرد تر ادویہ کی قوت موثر سرعت نفوذ کے باعث اسے مقام مرض تک پہنچا دیتی ہے۔ اگر کم مقدار میں استعمال کیا جائے۔

شونیز تیسرے درجہ میں گرم خشک ہے۔ نفع دہکتی ہے اور کدودانہ کو خارج کرتی ہے۔ بڑی چوتھ کا بخار اور حمی بلغمیہ میں مفید ہے۔ سردوں کو کھولتی اور ریح کو تحلیل کرتی ہے۔ رطوبت و فضلہ معدی کو خشک کرتی ہے، اور اگر اسے شہد میں کوٹ لیا جائے اور گرم پانی سے کھایا جائے تو گردوں اور مثانہ کی پتھری کو ذائل دیتی ہے۔ نیز مدربول و حیض ہے۔ اگر اسے چند ایام مسلسل استعمال کیا جائے تو جو عورت دودھ کی کمی کی شاکہ ہے اسے یہ شکایت نہیں رہتی۔ اور اگر سردی میں گرم کر کے پیٹ پر اس کا طلا کیا جائے تو کدودانہ کو مارتی ہے۔ اگر تر یا خشک حنظل کے پانی یا جو شانہ میں اسے گوندھ کر استعمال کرایا جائے تو کیروں کو خارج کرنے میں اس کی قوت بڑھ جاتی ہے۔

نیز زکام بار دین نافع ہے۔ اگر کوٹ کر ایک دھجی میں باندھ کر اسے سونگھا جائے، اس کا تیل

دارالجیہ، مسوں اور خیلون کے لیے نافع ہے۔ اگر اسے پانی کے ساتھ ایک مثقال کی مقدار میں لکھایا جائے تو یہ اور دوسری فائدہ بخش ہے۔ سرد دروسر میں اس کا شمار لپ پکرتا بہت فائدہ دیتا ہے اور اگر عورت کے دودھ میں اس کے سات دانوں کا نعوت تیار کر کے یرقان کے مریض کو اس کا سعوط (ناک سے مٹکا جائے) کرایا جائے تو اسے حد درجہ فائدہ دیتا ہے۔ اور اگر سرکہ میں اسے لپاکر سوئی کے باعث دردِ دندان والے کو کئی کرائی جائے تو نفع دے گا۔ اگر اسے پیس کر اس کا سعوط کرایا جائے تو موتیابند کے آغاز میں فائدہ کرتا ہے۔ اور اگر سرکہ کے ہمراہ اس کا شمار کیا جائے تو بچھنسیوں اور ترخارش میں مفید ہے۔ اور مزمن بلغمی درموں اور ام صلیبہ میں نافع ہے۔ اس کے روغن کا سعوط نعوتہ میں مفید ہے۔ نصف مثقال سے ایک مثقال تک کی مقدار میں پیا جائے تو کیرے کے کاٹے میں نافع ہے۔ اگر اسے پیس کر مدخن حیرتہ الخضراء کے ساتھ ملا کر تین قطرے کان میں پکائے جائیں تو سردی کے درد اور سوا کے اثرات بد کو زائل کرتا ہے اور اگر سرکہ میں پیس کر برص۔ بہت سیاہ میں اس کا علاج کیا جائے تو نفع دے گا اور شفا بخشنے گا۔ اور اگر اسے پیس کر ہر روز دو دو ہم آب سرد کے ہمراہ استعمال کیا جائے تو بادے کتے کے کاٹے سے فائدہ دیتا ہے اور ہلاکت سے مامون رکھتا ہے۔ بشرطیکہ ابھی پانی دیکھ کر منے کی حالت ظاہری نہ ہوئی۔ اور اگر اس کے روغن کا سعوط کیا جائے تو فالج اور کزاز سے حفاظت کرتا ہے۔ نیز اس کا مواد ختم کر دیتا ہے۔ اس کی دھونی دی جائے تو زہریلے کیروں کو بھگا دے گا۔ یہ بواسیر میں فائدہ مند ہے۔ اور اس کے فوائد شمار سے خارج ہیں، اور ان کی تحدید فی سانی دسترس سے باہر ہے۔

— اس کی خوراک دودھیم ہے۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس کا بکثرت استعمال موجب ہلاکت ہے۔

اور پھر کہیں گزر چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور عبدالرحمن بن عوف کو خارش کے باعث حریر استعمال کرنے کی اجازت دی تھی۔ اس کے فوائد اور

اس کے مزاج کا ذکر سوچا۔ لہذا اب اعادے کی ضرورت نہیں۔

ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ بیج (دان) ہے جس سے علاج کیا جاتا ہے، اور یہی شفا ہے

حرف جس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ذکر ہوا ہے۔

یہ ایک بوٹی ہے جسے حرف کہا جاتا ہے اور عام لوگ اسے رشاد کہتے ہیں۔

ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ لغام ہی خوف ہے ۔
 میں کہتا ہوں ، وہ حدیث کہ جس میں اس طرف اشارہ ہوا ہے ، ابو عبیدہ وغیرہ کی روایت ہے ،
 جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،
 دو امور میں شمار ہے ، لغام اور جرمی ۔

ابو داؤد نے اسے مراسلی ہی روایت کیا ہے ۔

یہ دوسرے درجہ میں گرم خشک ہے ، اور مسخن ہے نیز پیٹ کی تیلیں کرتی ۔ کیرول اور کدو دانہ
 کو خارج کرتی ہے ۔ تلی کے دم کو تحلیل کرتی ، محرک باہ ہے ۔ ترخارش اور قوبار کو مفید ہے ۔

اگر اسے شہد میں ملا کر صناد کیا جائے تو تلی کے دم کو دور کرتی ہے ، نیز تمام بدن میں استرخار کو
 نافع ہے ۔ قوت باہ میں اضافہ کرتی اور بھوک لگاتی ہے ۔ ربو ، تنگی تنفس اور سختی طحال میں مفید ہے ۔
 پھیپھڑے کو صاف کرتی ہے ۔ مدر حصین ہے ۔ عرق النساء اور دردِ سر میں فائدہ بخش ہے ۔ جب اسے
 پیس کر پیا جائے ۔ تو برص میں فائدہ دیتی ہے ۔ جب سر کے ساتھ ملا کر برص یا بہق پر طلاء کیا جائے تو
 دونوں امراض میں نافع ہے ۔ نیز سردی اور بلغم کے باعث دردِ سر میں فائدہ مند ہے ۔ جالینوس کا قول یہ
 ہے کہ اس کی قوت دانہ خردل کے برابر ہے ۔ اس لیے ان تمام امراض میں نافع ہے ، جن میں خردل مفید
 ہے ۔ خردل کی طرح یہ بھی احتیاط غلیظ کو قلع کرتی ہے ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص
حلیہ (میٹھی) کی مکہ میں عبادت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا : اس کے لیے کوئی طبیب بلاؤ ۔

چنانچہ حارث بن کلابہ کو بلا یا گیا ، حارث نے انہیں دیکھ کر کہا ، خطرہ کی کوئی بات نہیں ہے
 ان کے لیے ”فرقیہ“ تیار کرو ۔ یہ میٹھی اور ترخموہ کھجوروں سے تیار کیا جاتا ہے ، دونوں کو پکالیتے ہیں
 پھر انہیں گھونٹ گھونٹ کر کے پیتے ہیں ۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا ، اور شفا یاب ہو گئے

میٹھی دوسرے درجہ میں گرم اور پھلے درجہ میں خشک ہے ۔ جب اسے پانی میں پکایا جائے تو حلق
 سینہ اور پیش کو نرم کرتی ہے ۔ اور کھانسی ، خشونت ۔ ربو اور تنگی تنفس کو سکون بخشتی ہے ۔ باہ میں
 زیادتی کرتی ہے ۔ نیز یہ ریح ، بلغم اور بواسیر کے لیے از حد نافع ہے اور امعاء میں واقع کیموس کی تھیر
 کرتی ہے ۔ سینہ سے بلغم کو دور کرتی ہے ۔ پھوڑوں اور امراضِ ریہ میں فائدہ بخش ہے ۔ اسی وجہ سے

اسے گھی وغیرہ سے مخلوط کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔

جب اسے پانچ درہم کی مقدار میں پیا جائے تو مددِ حوضِ سجا ہے۔ جب اسے پکا یا جائے، اور اس کے مطبوخ سے بال دھوئے جائیں تو انھیں لہر دار بناتی ہے۔ اور جب اسے سرکہ میں مخلوط کر کے دمِ طحال پر ضما د کیا جائے۔ تو اسے تحلیل کرتی ہے۔ اور اگر اس کے روغن کو موم میں ملا لیا جائے تو سردی کے باعث بدن جو پیٹھنے لگتا ہے اس کیفیت کو دور کر دیتی ہے۔

اس کے گرم پانی میں اگر عورت بیٹھ جائے تو دم کے باعث جو دردِ جہم ہو وہ دور ہو جاتا ہے۔ سینہ کا بلغم نکالتی ہے، معدہ کو نافع ہے کھانسی کٹی ہے اس کے منافع اور فوائد بہت ہی زیادہ ہیں جو بیان سے باہر ہیں۔
 قاسم بن عبدالرحمن سے منقول ہے۔ انھوں نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 مسیحی سے شفا حاصل کرو۔

بعض اطباء کا کہنا ہے کہ اگر لوگوں کو مسیحی کے فوائد کا علم ہوتا۔ تو اسے سونے کے بجائے خرید لیتے۔

حرف الحام

خبز (روٹی) صحیحین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ زمین قیامت کے روز ایک روٹی کی مانند ہوگی جسے (اللہ) جبار اپنی پھیلی میں رکھ لے گا۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے محبوب کھانا روٹی کا خرید تھا۔
 خرید ایک چوراہا سا ہوتا ہے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس ایک سفید گندم کی روٹی لگی اور دودھ چوراہی ہوئی ہو۔
 چنانچہ ایک آدمی اٹھا، اور تیار کر کے خدمت اقدس میں لے آیا۔ آپ نے عیافت فرمایا کہ گھی کسی برتن میں تھا؟ اس نے غرضن لیا گوہ کے مشکیزہ میں۔
 آپ نے فرمایا، اسے اٹھالے جاؤ۔

روٹی کی بہترین قسم خمیری اور گوندھی ہوتی ہے۔ پھر تنور کی روٹی تمام اقسام سے اعلیٰ ہے۔ اس کے بعد تیسرا درجہ کوشیلوں پر پکائی ہوئی روٹی کا ہوتا ہے۔ اور سب سے عمدہ اور اعلیٰ قسم نئی گندم کی روٹی ہے۔ تغذیہ سے بھرپور میدے کی روٹی ہوتی ہے لیکن دیر سے مضغ ہوتی ہے، کیونکہ اس میں سبوس گندم (چھوس) بہت کم ہوتا ہے۔ اسے خبز حواری بھی کہا جاتا ہے۔

سب سے عمدہ وقت روٹی کھانے کا دن کا آخری حصہ ہے جس روز پکائی جائے۔ اور نرم روٹی زیادہ طین مغزی اور مرطب ہوتی ہے اور بہت جلد معدہ سے اتر جاتی ہے، اور خشک اس کے برعکس اثرات رکھتی ہے۔

گندمی روٹی کا مزاج دوسرے درجہ کے وسط میں گرم اور رطوبت و یوست میں معتدل ہوتا ہے،

اور اگر آگ زیادہ ہو تو پوست غالب آجاتی ہے۔ ورنہ رطوبت غالب رہتی ہے۔ گندم کی روٹی میں یہ دھن ہے، کہ یہ تیزی سے موٹا پالاتی ہے۔ نان و ظائف خلطِ غلیظ پیدا کرتا ہے اور نانِ نپیتت لفع پیدا کرتی اور دیر معضم ہوتی ہے۔ دودھ میں آمیزگی ہوئی سرد سے پیدا کرتی اور دیر میں معدہ سے اترتی ہے۔ جو کی روٹی سرد خشک درجہ اول میں اور گندم کی روٹی سے کم غذائیت رکھتی ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ گھر میں تشریف لائے اور سالن طلب فرمایا، عرض کیا گیا، اور تو کچھ نہیں، البتہ سرکہ موجود ہے۔ آپ نے وہی منگوا کر کھانا شروع کر دیا، اور ارشاد فرمایا۔

بہترین سالن سرکہ ہے، بہترین سالن سرکہ ہے۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت ام سعید سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بہترین سالن سرکہ ہے، اے اللہ سرکہ میں برکت دے، اور جس گھر میں سرکہ ہو اس میں فقر نہیں۔ سرکہ حرارت و بودت دونوں صفات سے مرکب ہے البتہ بڑت غالب ہے۔ اور تیسرے درجہ میں خشک ہے۔ شدید ترین مجفف ہے، اور ملاؤں کو گرنے سے روکتا اور طبیعت کو لطیف کرتا ہے اور غمخیزی سرکہ الہتاب معدہ میں مفید ہے۔ صفراء کو کاٹتا ہے اور قائل ادویہ کا ضرر دور کرتا ہے۔ خون اور دودھ اگر معدہ میں منجمد ہو جائے تو اسے تحلیل کرتا ہے۔ تلی کو نافع ہے اور معدہ کی دباغت کرتا ہے۔ پیٹ کو درست کرتا اور پیاس دور کرتا ہے۔ اور کہیں ورم ہو رہا ہے تو اسے روک دیتا ہے معین معضم، دافع بلغم، ملطف اغذیہ غلیظ ہے نیز خون کو رقیق کرتا ہے۔

اس کے متعلق دو حدیثیں مروی ہیں لیکن وہ ثابت نہیں۔ ایک ابو ایوب انصاری کی ہے۔

خلال کھانے کے بعد خلال کرنے والے کتنے اچھے لوگ ہیں، فرشتوں پر اس سے زیادہ گراں کوئی چیز نہیں کہ منہ میں غذا کا کچھ حصہ باقی رہ جائے (اور بدبو پیدا کرے)

اس حدیث کے ایک راوی دراصل بن سائب ہیں جنہیں بخاری اور رازی منکر الحدیث قرار دیتے ہیں نسائی اور رازی نے متروک الحدیث کہا ہے۔

دوسری حدیث ابن عباس کی ہے اس کے ایک راوی محمد بن عبد الملک تھے جو حدیث گھڑیا کرتے تھے۔

بہر حال خلال کرنا دانتوں اور مسوٹوں کے لیے فائدہ بخش ہے۔ خلال کا استعمال صحت کی حفاظت کرتا ہے اور ضعف کے سبب تنیروں کو نافع ہے۔ سب سے بہتر خلال زیتون اور اخلہ کی لکڑیوں کا ہوتا ہے لیکن سرکنورے، آس، ریجان اور بادروح کی لکڑی کا خلال مضر ہے۔

حرف الثار

صحیح روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے دعا فرمائی۔
اللہم اغسلنی من خطایا سی بالعماء والشیج والذبورہ ! یعنی اسے اللہ میرے گناہوں
کو پانی۔ برن اور ٹھنڈ سے دھو دے۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ کہ مرض کا عند سے علاج کیا جاتا ہے۔ کیونکہ خطاؤں میں
گرمی اور علین ہوتی ہے۔ جو برن۔ سردی اور سرد پانی کی ضد ہے۔ اور یہ نہیں کہا جاتا۔ کہ گرم
پانی سے دور کرنے میں زیادہ بہتری ہے کیونکہ سرد پانی سے صلابت جسم اور تقویت بدن کا نائدہ
بھی ہوتا ہے، جو کہ گرم پانی میں نہیں ملتا۔ اور خطا میں میل اور ارفار پیدا کرنے کا موجب
بھی ہوتا ہے۔ پس مطلوب یہ ہے کہ ایسی چیز سے علاج کیا جائے۔ جو قلب کی طہارت اور
صلابت کا کام دے سکے۔ چنانچہ سرد پانی۔ برن اور ٹھنڈک کا ذکر فرمایا۔

البتہ برن معدہ اور اعصاب کو ضرر رسال ہے۔ اور اگر آنسو میں حرارت مفطر
کے باعث درد ہو تو اسے سکون بخشتی ہے

یہ پایز کے قریب قریب ہے۔ اور حدیث میں ہے۔ کہ اسے مار کر کھانا چاہئے
ثوم (لہسن) آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ اس میں لہسن تھا۔ آپ نے حضرت
ابو ایوب انصاریؓ کی طرف بھیج دیا۔ انھوں نے عرض کیا اسے اللہ کے رسول آپ خود سے

لے تاکہ اس کی بدبو ختم ہو جائے۔

ناپسند فرماتے ہیں۔ اور میری طرف بھیجتے ہیں؟

آپ نے فرمایا ا میں ایسی (ذات) سے سرگوشی کرتا ہوں۔ جس سے تو نہیں کرتا۔
 لہن چوتھے درجہ میں گرم خشک ہے۔ سخت ترین تسخین کرتا ہے۔ اور از حد محففت ہے۔
 بارد مزاج والوں کے لیے نافع ہے۔ بلغمی مزاج کو بھی فائدہ دیتا ہے، جس شخص کو فالج کا خطرہ
 ہو اس کے لیے بھی مفید ہے۔

نیز محففت ہے، سدے کھوٹتا ہے۔ ریح غلیظہ کی تحلیل کرتا۔ باضم۔ وافع تشنگی قبض کش
 درد بول اور ڈنک کے زہر میں نافع ہے۔ تمام سرد ادوا مہ کے لیے بمنزلہ تریاق ہے، اگر کوٹ کر
 ڈنک زندہ یا بچھو کے کاٹے کی جگہ پر منما (لیپ) کیا جائے۔ نیز تبدیلی آب اور مزمن کھانسی
 میں مفید ہے۔

جب اسے سرکہ۔ نمک اور شہد کے ساتھ ملا کر کوٹ لیا جائے، پھر بوسیدہ ڈاڑھ پر
 رکھا جائے۔ تو اسے ٹوڑ کر گرا دیتی ہے، ڈاڑھ پر رکھنے سے درد کو تسکین ہو جاتی ہے۔ اور اگر
 دو دوہم کی مقدار میں لے کر اسے آب شہد کے ہمراہ استعمال کیا جائے۔ تو بلغم اور کیروں کا
 اخراج ہو جاتا ہے۔

اگر اسے شہد میں ملا کر بہق پر لگایا جائے تو فائدہ مند ہے۔

اس کا ضرر یہ ہے کہ اس سے درد سر پیدا ہوتا ہے۔ مناغ اور آنکھوں کو نقصان دیتا
 ہے، بینائی اور باہ کو کمزور کرتا ہے، صفراء میں ہیجان پیدا کرتا ہے اور پیاس لگاتا ہے۔ بے دہن

۱۔ مراد ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ۔ ۲۔ طب جدید (ڈاکٹری) نے بھی لہن کے بے شمار فوائد
 تسلیم کیے ہیں، اور بلڈ پریشر کے مریضوں کے لیے تو اسے اکیسر قرار دیا ہے۔ اور فالج بلڈ پریشر ہی کا
 نتیجہ ہوتا ہے۔ ۳۔ یہ ضرر اس وقت ہے اگر بکثرت استعمال کیا جائے، اعتدال کے ساتھ اس کا
 استعمال تریاقی فوائد رکھتا ہے۔

لہن ایسی چیز ہے جس کے بے شمار طبی فوائد کو ہر زمانے میں تسلیم کیا گیا ہے، اور ہر طرز علاج نے اسکی
 افادیت اور اہمیت محسوس کی ہے، ویدک، طب اور ڈاکٹری سب ہی اسکے ثنا خواں ہیں۔

پیدا کرتا ہے لیکن برگ سداب چبانے سے اس کی بدبو زائل ہو جاتی ہے۔

صحیحیوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا:

شریدہ | عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر ویسی ہے جیسے شریدہ تمام کھانوں سے افضل ہے۔

یہ مرکب ہوتا ہے۔ روٹی اور گوشت سے اسے ترکیب دیا جاتا ہے۔ اور روٹی تمام کھانوں سے اعلیٰ اور گوشت سالنوں کا سرکار ہے، جب یہ دونوں جمع ہو جائیں تو ان کی فضیلت میں اختلاف ہی نہیں رہ جاتا۔ ان دونوں کی فضیلت میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ گوشت افضل اور اعلیٰ ہے،

حرف الدال

ترمذی نے کتاب الشمائل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر پر کثرت سے تیل لگایا کرتے تھے اور ڈاڑھی میں کنگھی بھی فرماتے اور اکثر (سر پر) ایک کپڑے کا ٹکڑا رکھے رہتے، تیل مسانات کو بند کرتا ہے۔ اور تحلیل ہونے والے مادوں کو روکتا ہے۔ اگر گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد اسے استعمال کیا جائے۔ تو جسم کے لیے موزوں اور مرطب ہے۔ بالوں پر لگایا جائے۔ تو انہیں حسین اور طویل بناتا ہے، مرض حصیدہ میں مفید ہے۔ اور اکثر امراض میں فائدہ مند ہے۔

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے۔ کہ زیتون کا تیل کھاد اور (بدن) پر مالش کرو، اور عنقریب انشاء اللہ اس کا تذکرہ آئے گا۔ گرم مالک، مثلاً حجاز وغیرہ میں حفظِ صحت کے لیے (زیتون) کا تیل ایک نہایت ہی ضروری جزو ہے اور ان کے لیے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ البتہ سرد علاقہ کے رہنے والے اس کے محتاج نہیں۔

مفرد تیلوں میں سب سے اعلیٰ زیتون کا تیل ہے۔ پھر گھی۔ پھر تلوں کا تیل۔ اور مرکب تیلوں میں بعض سرد تر ہیں جیسے روغن بنفشہ جو درد سر کو نافع ہے اور نیند نہ آنے والے مریضوں کو مفید ہے، خوب نیند آتی ہے، دماغ کے لیے مرطب ہے۔ درد شقیقہ غلبہ ہیوست اور خشکی میں فائدہ بخش ہے اور خارش اور خشک کھلی میں مالش کرنے سے فائدہ دیتا ہے۔

بعض تیل گرم تر ہوتے ہیں۔ جیسے روغن بان ہوتا ہے یہ اس کے پھولوں میں سے نہیں نکالا جاتا۔ بلکہ روغن پستہ کی طرح اس کے سفید دانوں میں سے نکالا جاتا ہے۔ ان میں روغن کی مقدار کافی ہوتی ہے اور چربی صلابت اعصاب کے لیے اور اعصاب ملامت کرنے کے لیے فائدہ بخش ہے۔ نیز داغوں، دھبوں اور بہق جیسے جلدی امراض میں فائدہ دیتا ہے۔ بلغم غلیظ کا مہل ہے، نیز اعصاب کے لیے حرارت بخش ہے، گردے کی سردی اور تقیروں کے لیے بھی ہے سر اور منہ پر اس کا لگانا سفید اثرات پیدا کرتا

ہے *

حرف الذال

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی عنہا سے مروی ہے۔

ذریرہ | حجتہ الوداع میں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور حرام میں اپنے ہاتھوں سے ذریرہ کی خوشبو لگائی۔

ذریرہ اور اس کے فوائد و حقیقت کے متعلق بحث گذر چکی ہے۔ اس لیے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

ذباب (مکھی) | متفق علیہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی روایت میں گذر چکا ہے کہ جب مکھی کھانے میں گر جائے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھانے میں ڈبونے کا حکم دیا ہے کیونکہ اس کے ایک پر میں شفا ہے جو دوسرے پر کی سمیت کے لیے تریاق کا حکم رکھتی ہے۔

ذہب (سونا) | ابو عابد اور ترمذی نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عرفجہ بن اسعد کو اس کے استعمال کی اجازت دی، جب یوم الکلاب کے موقع پر ان کی ناک کٹ گئی تھی۔ اور انھوں نے چاندی کی ناک بنوائی تھی۔ لیکن اس میں بدبو پیدا ہو گئی۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سونے کی ناک لگوانے کا حکم دیا۔ اس حدیث کے سوا حضرت عرفجہ رضی عنہ کے متعلق کچھ مروی نہیں۔

سونا دنیا کی زینت۔ موجود کا طلسم۔ دلوں کے لیے مقوی اللہ مفرح اور زمین پر اللہ کا ایک راز ہے اس کے مزاج میں تمام کیفیات ملتی ہیں نیز اس میں لطیف سی حرارت ہوتی ہے۔ اور تمام

لطیف معجونوں اور معرعات میں ڈالا جاتا ہے۔ یہ علی الاطلاق تمام معدنیات سے زیادہ لطیف اور اعلیٰ ہے۔ اس کی خاصیت یہ ہے۔ کہ جب اسے زمین میں دفن کر دیا جاتے۔ تو مٹی اسے نقصان نہیں پہنچاتی۔ اور نہ اس میں کمی کرتی ہے۔ جب اس کے سفوف کو ادویہ میں ملا یا جائے تو ضعف قلب اور سودا کے باعث لرزہ کے مرض کو دور کرتا ہے۔ نیز (مراقی) کیفیات۔ غم و حزن اور عشق میں نافع ہے۔ بدن کو فریہ اور قوی کرتا ہے۔ یرقان کو دور کر کے رنگ نکھارتا ہے۔ جذام اور تمام امراض سوداوی اور دروں میں ناندہ بخش ہے اور جسے کوئی ایسی تکلیف ہو۔ جس میں دانغے کی حاجت ہو، تو اس دھات سے دانغے کے باعث آبلے نہیں بنتے۔ اور داغ کی جگہ تیزی سے شفا یاب ہو جاتی ہے۔

اگر اس کی سلائی سے سرمہ ڈالا جائے تو آنکھ کو قوت ملتی ہے یہ اس کے لیے مہجلی اثر رکھتا

ہے۔

صحیحین میں نبی صلی اللہ علیہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

اگر ابن آدم کے پاس ایک وادی سونے کی ہو تو وہ دوسری طلب کرے گا۔ اور اگر اس کے پاس دوسری بھی آجائے، تو تیسری طلب کرے گا۔ اور ابن آدم کا پیٹ صرف مٹی ہی پھر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ بھی (رحمت) سے رجوع فرماتا

ہے۔

یہ دھات اہل زمین اور روز قیامت کی عظیم کامرانی کے درمیان بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اور سب سے بڑا ذریعہ ہے جس کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی ہوتی۔ اقربا۔ میں پھوٹ پڑی۔ خون بہانے گئے۔ عورات کو حلالی سمجھا گیا، حقوق مارے گئے اور بندوں پر ظلم دستم ہوئے۔

حرف الراء

رطب (تر کھجور) اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام سے فرمایا،
 وھزنی الیک بجزع النخلة تساقط علیک رطباً جیناً نفل
 واشربنی وقرنی عیناً۔

دہلا اپنی طرف کھجور کی جڑ اس سے گریں گی تجھ پر پکی کھجوریں۔ اب کھا اور پی اور آنکھ
 ٹھنڈی رکھا۔

صحیح میں میں حضرت عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے۔ انھوں نے بتایا۔ کہ میں نے جناب
 رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ لکڑی تر کھجوروں کے ہمراہ کھا رہے تھے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت انس سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند
 تر کھجوروں (رطب) کے ساتھ نماز پڑھنے سے قبل روزہ افطار فرماتے تھے۔ اور اگر رطب نہ
 ہوتی تو تمر خشک کھجور تباول فرماتے۔ اور اگر خشک کھجور بھی نہ ہوتی تو پانی کے چند گھونٹ
 نوش فرماتے۔

تر کھجوروں کا مزاج پانی کے مطابق ہوتا ہے، یہ گرم تر اور سرد معدہ کے لیے مقوی اور اس
 کے مطابق ہوتی ہے۔ باہ کو قوت دیتی اور بدن میں تازگی پیدا کرتی، اور بارد مزاجوں کے موافق
 ہے۔ کثیر مقدار میں غذائیت رکھتی ہے۔ یہ تمام پھلوں سے زیادہ عمدہ پھل ہے، جو اہل مدینہ
 اور اس جیسے علاقوں کے موافق ہے۔ جہاں یہ پھل ہوتا ہو بدن کے لیے از حد نافع ہے اور
 اگر انسان اس کا عادی نہ ہو۔ تو جسم میں تیزی سے مستغن ہو جاتی ہے اور خراب قسم کا خون پیدا

کو دیتی ہے۔ اکثر اس سے درد سر اور سودا پیدا ہو جاتا ہے۔ دانتوں کو ضرر رساں ہے۔ بکغضبین
دیگر سے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

افطار کرتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھجور کھانا، پانی پینا ایک قسم کی لطیف تدبیر
ہے۔ روزے کی حالت میں معدہ غذائے خالی ہوتا ہے اور جگر کو ایسی غذا نہیں ملتی کہ اسے
جذب کر سکے۔ اور اعضا کی طرف بھیج سکے۔ شیرینی تیزی سے جگر کی طرف پہنچتی ہے، اور جگر
بھی اسے محبوب رکھتا ہے۔ خصوصاً جب تر کھجور ہوگی۔ تو جگر کا شوق قبولیت بھی تیز ہو جائیگا۔
چنانچہ دوسرے قوی کو اس سے خوب فائدہ حاصل ہوگا۔ لیکن اگر یہ نہ ہو۔ تو خشک کھجوریں ہی سہی۔
جو شیریں ہیں اور معذی بھی ہیں۔ لیکن اگر یہ بھی نہ ہوں۔ تو پانی کے چند گھونٹ جو الہتبا بعدہ
اور روزے کی حرارت کو بجھا دیں۔ تاکہ اس کے بعد انسان کھانا کھانے کے لیے تیار ہو جائے۔ اور
دکھانے کی (اشتبہا پیدا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ریحان

فاما ان كان من المعقر بين فروح وريحان وحينه نعيم -

(سوچو اگر وہ مردہ ہو مقرب لوگوں میں تو راحت ہے اور روزی ہے اور باغ نعمت کا)
اور دوسری جگہ فرمایا:

والحبيب ذوالعصفت والريحان -

(اور اسی میں اناج ہے جس کے ساتھ بھس ہے اور پھول خوشبو دار)
صحیح مسلم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جسے ریحان پیش کیا جائے۔ وہ اسے
روزہ کرے۔ کیونکہ یہ وزن میں ہلکا اور آہنی خوشبو والا ہوتا ہے۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت اسامہؓ سے مروی ہے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے
روایت کیا کہ آپ نے فرمایا:

خبر دار جننت کے لیے تیار ہو کیونکہ جننت کو کوئی خطرہ نہیں، کعبہ کے رب کی قسم وہ ایک
نور ہے جو جگمگا رہتا ہے۔ اور وہاں ریحان ہیں جو ہل رہے ہیں، اور نچتہ محل ہے اور بہتی نہر ہے۔

اور پچی ہونی کھجوریں اور حسین و جمیل بیویاں، اندکثرت سے زیورات ہیں اور ایسا مقام جو ابد تک

سلامتی کے گھر میں ہے، پھل والا۔ بزرہ زار۔ الغنات واکرامات کا قیام، بلند و بالا جگہ ہیں۔

صحابہؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ماں! ہم اس کے لیے تیار ہیں۔

آپ نے فرمایا، کہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

لوگوں نے عرض کیا، انشاء اللہ۔

ہر خوشبودار بوٹی کو ریحان کہا جاتا ہے، چنانچہ ہر علاقہ کے لوگ اُسے مخصوص نام سے یاد کرتے ہیں۔ اہل مغرب اُسے اَس کہتے ہیں عرب سے ریحان کہتے ہیں۔ اہل عراق اور شام کے لوگ اُسے جبق کا نام دیتے ہیں۔

اَس کا مزاج پہلے درجہ میں سرد اور دوسرے درجہ میں گرم ہوتا ہے، یہ اسہال معنوار کو روکتا ہے۔ گرم تر بخار میں نافع ہے۔ اسے سونگھا جائے، تو تفریح قلب میں از حد مفید ہے۔ اس کا سونگھنا و باد میں فائدہ بخش ہے، اسی طرح اسے گھر کے فرش پر بکھیرنا بھی مذکورہ فائدہ دیتا ہے۔

جب اس کے پتوں کو کوٹ کر سرکہ میں ملا کر سر پر رکھا جائے تو نکسیر کو روکتا ہے۔ جب اس کے خشک پتوں کو کوٹ کر مرطوب زخموں پر اس کا سفوف ڈالا جائے تو فائدہ دیتا ہے۔

جب اس کے مطبوخ میں مرین بیٹھے، تو کانچ نکلنے اور فروج رحم اور استرخائے مفاصل میں فائدہ مند ہے، جب ٹوٹی ہوئی ہڈی پر اس کا سفوف ڈالا جائے، جس پر ابھی گوشت نہ آیا ہو، تو نفع بخش ہے۔ نیز اس کی بھوسا، مرطوب زخموں، پھنسیوں کو فائدہ دیتی اور اور گرتے ہوئے باؤں کو روکتی اور سیاہ کرتی ہے، اس کا بیج سینہ اور پھیپھڑے کے نفث الدم (خون حقو کنا) میں مفید ہے، معدہ کو صحت دیتا ہے، اس کی جڑ سے خلال کرنا مضر ہے۔ اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فیہا فاکمقۃ و نخل و سماں، (ان دونوں میں

رحمان (انار) پھل اور کھجور اور انار ہیں) حضرت ابن عباس رضی سے موقوف اور مرفوع روایت

ہے کہ تمہارے یہاں کا ہر انار جنت کے دانہ انار کا پوتہ ہے۔ حرب وغیرہ نے حضرت علی رضی سے

قتل کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا: انار کو اس کے شحم سمیت کھاؤ۔ کیونکہ وہ معدہ کی دباغت کرتی ہے۔

انار شیریں گرم تر اور معدہ کے لیے نہایت مقوی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں لطیف سی بنف کی صفت ہے۔ حلق، سینہ، اور پھیپڑے کے لیے نافع ہے، کھانسی میں نہایت عمدہ ہے۔ اس کا آب طین اور مغزی ہے، اس میں غذائیت قلیل مقدار میں ہے لیکن رفت اور لطافت کے باعث اس کا تحلل بڑی سرعت سے ہوتا ہے، بخار کی حالت میں مفید نہیں۔ اس میں ایک عجیب صفت ہے۔ کہ جب اسے روٹی کے ہمراہ کھایا جائے۔ تو کھانے کو معدہ میں خراب ہونے سے محفوظ رکھتا ہے۔ کھٹا انار قابض لطیف، التهاب معدہ میں نافع ہے۔ اور دوسری ادویہ کی نسبت زیادہ اور اربول کرتا ہے۔ مگر صفر قاطع اسہال ہے اور تے کو روکتا ہے، حرارت جگر دیکھتا ہے۔

زیتون کا زار

زیت (زیتون) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یوقد من شجرة مباركة زيتونة لا شرقية لا غربية يكاد زيتها يطفى ولو شمہ نار

یعنی ایل جلتا ہے اس میں ایک برکت کے درخت کا وہ زیتون ہے نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف قریب ہے اس کا تیل روشن ہو جاتے اگرچہ نہ لگی ہو اس میں آگ۔

ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا، کہ آپ نے فرمایا، زیتون کا تیل کھاؤ اور اس کی مالش بھی کرو کیونکہ یہ ایک مبارک درخت سے نکلتا ہے۔ اور بیہقی نے ابن ماجہ نے بھی حضرت عبداللہ بن عمر سے اسی طرح کی روایت کی ہے،

زیتون کا مزاج درجہ اول میں گرم تر ہے، یہ سیمیاں کا دافع پیٹھ کے امراض میں مفید ہے اور کبڑوں کو خارج کرتا ہے۔ پرانا زیتون زیادہ سخن اور مملل ہوتا ہے، اس کی تمام انواع بشرہ کو نرم کرتی اور بڑھاپے کو دور کرتی ہیں، نیک آمیز آب زیتون جل جانے کے باعث آسنے کو روکتا ہے، سوڑوں کو مضبوط کرتا ہے، اس کے فوائد حد بیان سے باہر ہیں۔

زبدہ (مکھن) سنن ابی داؤد میں بشریؓ کے دونوں بیٹوں سے مروی ہے، انہوں نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے، ہم نے ان کی خدمت میں مکھن اور کھجوریں پیش کیں۔

مکھن گرم تر ہے۔ اس میں نفع و تحلیل کے فوائد بکثرت ہیں، عورتوں اور بچوں کے جسمی ادھام کو فائدہ بخش ہے۔ اگر اسے بچے کے مانتوں کی جڑ پر لگا جائے، تو دانستہ بہل نہ نکل آتے ہیں،

کھانے کی اشتہار کم کر دیتا ہے۔ شہد اور کھجور اس کے مصلح ہیں۔
زہیب (کشمش) اس کے متعلق دو احادیث مروی ہیں لیکن وہ صحیح نہیں۔ کشمش پہلے درجہ میں گرم تر ہے اور اس کا مغز (دانہ) سرد خشک ہے، اور یہ انگور کے مانند ہے، اگر شیرین سے حاصل کیا جائے تو گرم تر اثر رکھتا ہے، اور کھٹے سے حاصل کیا جائے تو قابض اور سرد ہوتا ہے، جب اس کا گودا (پوست وغیرہ) کھایا جائے۔ تو قہر الریہ (پھیپڑہ کی نالی) کو مفید ہے۔ نیز کھانسی درد گردہ، مثانہ کو نافع ہے۔ شیریں کشمش متوی معدہ، جگر اور طحال ہے، درد علق اور سینہ، پھیپڑے اور گردہ اور مثانہ کے درد کے لیے فائدہ بخش ہے، اور سب سے بہتر یہ ہے کہ اسے بیج کے بغیر ہی کھایا جائے۔ اس صورت میں یہ ایک صالح غذا ہے اور خشک کھجور کی طرح سد سے پیدا نہیں کرتا، نیز قوتِ حافظہ کے لیے فائدہ مند ہے۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں جو عادتِ حفظ کرنا چاہے تو اسے زہیب کھانا چاہئے۔

زنجبیل (سونٹھ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَبَشْرًا كَانَتْ زَرْجَبًا وَبَشْرًا
 زنجبیل (سونٹھ)۔ (اور یہ لوگ پلائے جائیں گے وہاں وہ پیار میں
 کا مزاج سونٹھ والا ہوگا) ابو نعیم نے کتاب الطب النبوی میں حضرت ابی سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ شاہِ روم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زنجبیل کی ایک تھیلی ہدیہ بھیجی، آپ نے ہر آدمی کو ایک ایک ٹکڑا کھلایا۔ اور مجھے بھی ایک ٹکڑا دیا،

زنجبیل دوسرے درجہ میں گرم اور پہلے میں تر ہوتا ہے، مسخن اور کھانا، ہضم کرنے میں مدد دیتا ہے۔ بلین ہے۔ سردی اور تری کے باعث پیٹ میں واقع ہونے والے سدوں کے لیے نافع ہے۔ انتڑیوں اور معدہ میں ریاح غلیظہ کی تحلیل کرتا ہے اور عمومی طور پر سرد مزاج معدہ اور جگر کے لیے نافع ہے۔ بلغم کی تحلیل اور تنقیح کے لیے معجونوں میں بھی اسے ڈالا جاتا ہے۔ اور کھٹا گرم خشک ہوتا ہے۔ بیج باہ اور مزید متی ہے۔ معدہ و جگر کی تسخین کرتا ہے۔ بلغم چھانٹتا ہے۔ جگر و معدہ

کی برودت دور کرتا ہے۔ رطوبات کو زائل کرتا ہے، ثقیل اور بارود، ماکولات کا مزہ اس سے رفع ہو جاتا ہے،

۱۰ طب اسلامی، جو غلط طور پر طب یونانی کے نام سے زبان زد خلافت ہے، ازنجیبیل کے فوائد سے معمور ہے، ویدک میں بھی اس کے فوائد کا فیاضی کے ساتھ اعتراف کیا گیا ہے، جدید ڈاکٹری میں اس کے منافع کا اقرار کرتی ہے۔ اور تجربہ بھی اس پر شاہد ہے کہ امراض معدہ اور امعاء و احشاء میں اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں، حد شمار سے خارج ہیں،

لیکن یہ ہو یا کوئی اور چیز، ان سب چیزوں کے استعمال میں بنیادی طور پر جو چیز ملحوظ رکھنی چاہئے، وہ ہے اعتدال، اگر اعتدال سے کام نہ لیا جائے تو مفید سے مفید چیز بھی زہر بن سکتی ہے، اور اس سے جان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے، جو لوگ اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہیں، وہ خدا کی پیدا کی ہوئی ان چیزوں سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں، اور جو انہیں نظر انداز کر دیتے ہیں، وہ بیماری اور علالت کی صورت میں اس کی قیمت ادا کرتے ہیں۔

حرف السین

سنا اور سنت کے متعلق گذر چکا ہے۔

سنا

سفر جہل ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت درج کی ہے کہ طلحہؓ کہتے ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے ہاتھ میں سفر جہل تھا، آپ نے فرمایا: اے طلحہؓ یہ لو کیونکہ یہ دل کو قوت دیتا ہے۔

یہ سرد اور قابض ہوتا ہے۔ معدہ کے لیے اچھی چیز ہے۔ شیریں سفر جہل سرد خشک ہوتا ہے اور اعتدال کی طرف مائل ہوتا ہے۔ البتہ کھٹا سخت سرد خشک ہوتا ہے، سفر جہل کی تمام انواع پیاس اور قے کو سکون بخش ہیں۔ مدر بول اور زخم معار۔ نفث الدم اور ہیضہ میں مفید ہے نیز ابکیاں آنے میں فائدہ بخش ہے۔ جب اسے کھانے کے بعد استعمال کیا جائے۔ تو تخیر کو روکتا ہے۔ اس کا بکثرت استعمال اعصاب کے لیے مضر ہے۔ نیز قویج پیدا کرتا ہے۔ سب سے عمدہ صورت یہ ہے کہ اسے بھون کر یا شہد میں پکا کر کھایا جائے۔ اس کے جنوب خشونت حلق و قصبہ الریہ (پھیپڑے کی نالی) میں مفید ہیں، اس کا روغن پسینہ کو روکتا ہے اور معدہ کو قوت دیتا ہے۔

مسواک صحیحین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اگر میں اپنی امت پر اسے دشوار نہ سمجھتا۔ تو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے۔ تو مسواک سے منہ صاف فرماتے۔ صحیح بخاری میں تعلقاً روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ مسواک منہ کو پاک

کرنے والی راور پروردگار کو راضی کرنے کا ذریعہ ہے۔

اس کے متعلق کثرت سے احادیث مروی ہیں۔ نیز صحیح روایت میں آپ سے وفات کے وقت بھی مسواک کرنا ثابت ہے۔ سب سے عمدہ مسواک درخت اراک کی ہے۔ اور نامعلوم قسم کے درخت کی مسواک ٹھیک نہیں، کیونکہ بعض اوقات وہ زہریلے ہوتا ہے اس کے استعمال میں اعتدال ضروری ہے، اگر زیادہ استعمال کیا تو دانتوں کی چمک دمک چلی جاتی ہے۔ اور جب اعتدال کے ساتھ اسے استعمال کیا جاتا ہے تو دانتوں کو جلا کرتی ہے۔ جڑوں کو مضبوط اور زبان کو صاف کرتی ہے۔ نیز دماغ کو صحت کر کے کھانے کی اشتہا پیدا کرتی ہے اور سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اسے عرق کلاب میں تر کر کے استعمال کیا جائے۔

مسواک میں کسی فائدہ ہیں، یہ منہ کو خوشبو دار کرتی، مسوڑوں کو مضبوط کرتی ہے۔ بلغم چھانٹتی اور بینائی کو تیز کرتی ہے۔ دانتوں کی زردی دور کرتی ہے۔ اور معدہ کو درست کرتی ہے آواز صاف کرتی ہے۔ نیز کھانا ہضم کرنے میں مدد دیتی ہے، بیماری کلام کو کھولتی اور قرأت اور نماز کے لیے نشاط پیدا کرتی ہے، نیند کو ہٹاتی اور پروردگار کو راضی کرتی ہے۔

سنن میں حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان گنت بار مسواک کرتے دیکھا، حالانکہ آپ روزہ کی حالت میں ہوتے۔
سمن رگھی کہ تمہارے لیے گائے کا دودھ (پنیا) ضروری ہے۔ کیونکہ یہ شفا ہے، اور اس کا گھی دوار ہے اور اس کا گوشت بیماری ہے۔

گھی درجہ اول میں گرم تر ہوتا ہے۔ نیز اس میں قدرے جلا اور لطافت ہوتی ہے اور نرم ابدان میں پیدا ہونے والے اور ام کے لیے شفا بخش اثر رکھتا ہے۔ اگر اسے شہد اور بادام کے ساتھ ملا لیا جائے تو سینہ اور پھیپھڑوں اور غلیظ لزج کیوس جلا کرتا ہے البتہ یہ معدہ کے لیے معزز ہے خصوصاً اگر مرصین کا مزاج بلغمی ہو۔ گئے اور بکری کا گھی جب شہد کے ہمراہ ملا کر استعمال کیا جائے۔ تو سمیت قاتلہ کو مفید ہے۔ نیز سانپ اور بچھو ڈسنے میں مفید ہے۔

کتاب ابن سنی میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرمایا اگھس سے بہتر چیز کوئی نہیں جس سے لوگوں کو شفا ہوتی ہے۔

مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے
سحک (مچھلی) کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے لیے دوا درد و خون حلال کیے گئے۔ مچھلی اور ٹڈی اور جگر اور تلی۔

مچھلی کی کسی انواع ہیں۔ اور سب سے اعلیٰ وہ ہے جس کا فالقہ لذیذ اور خوشگوار اور اس کا جسم متوسط ہو۔ نیز اس کی جلد تیلی ہو۔ اور اس کا گوشت نہ سخت ہو نہ خشک ہو۔ شیریں پانی میں ہو۔ شکوں کی بجائے پودے کھاتی ہو۔ اور ان میں بھی سب سے اعلیٰ و افضل وہ ہے جو کہ کسی عمدہ ہنر میں پائی جائے۔

سمندر کی مچھلی افضل اور لطیف ہوتی ہے، اور تازہ مچھلی سرد تر و دیر بھنم اور مولد طہنم ہے (یہ صفت) سمندری مچھلی میں نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ مچھلی احمے اخلاط پیدا کرتی ہے، اور بدن کو تروتازہ کرتی منی بڑھاتی اور گرم مزاج کی اصلاح کرتی ہے۔
 مچھلی میں سب سے اچھا حصہ اس کا پھلا حصہ ہے۔

حرف اشش

شونیزنا یہ سیاہ رنگ کے دانے ہوتے ہیں۔ اس کا ذکر حرف حار میں گذر چکا ہے۔۔۔

شبرم شرم جھوٹا درخت ہے۔ اس کی بلندی آدمی کے قد کے برابر ہوتی ہے۔ اعلیٰ قسم وہ ہے جس کی شاخیں سرخ ہوں اور چمک رکھتی ہوں۔ اور شاخوں کے آخر میں پتوں کا ایک گچھا سا ہو، اس کی شاخوں کا چھلکا اور شاخوں کا دودھ مستعمل ہے۔ یہ چوتھے درجہ میں گرم خشک ہوتا ہے۔ سودا۔ اور غلیظ کیوس کا مسہل ہے، نیز زرد پانی اور متلی اور سخت بلغم کا مسہل ہے۔ اسے کثرت سے استعمال کرنا مہلک ہے۔ اور جب اسے استعمال کیا جائے۔ تو چاہیے کہ اسے ایک شب و روز دودھ میں تر رکھا جائے۔ اور دن میں دو یا تین بار دودھ بدل دیا جائے۔ پھر اسے نکال کر سایہ میں خشک کر لیا جائے۔ اور اس کے ساتھ گلاب کی آمیزش کر لی جائے۔ اور آب شہد کے ہمراہ یا عصارہ انگور کے ہمراہ استعمال کیا جائے۔ اور اس کی مقدار خوراک بقدر برعاشت چار سے دو دانق ہے۔

حین فرماتے ہیں، کہ بشر کے دودھ میں کوئی فائدہ نہیں۔ اور نہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا استعمال نافع ہے۔ کیونکہ کئی اطباء نے اس سے مرہیوں کو ہلاک کیا ہے۔

شعیر (جو) ابن ماجہ میں حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروالوں میں سے کسی کو بخار ہو جاتا تو آپ جو کا دیا سا بنانے کا حکم دیتے۔ وہ بنایا جاتا اور پلایا جاتا۔ پھر آپ فرماتے۔ کہ یہ غلگین کے دل کو قوت

دیتا اور بیماری کے لیے دل کو سرد پہنچاتا ہے۔ جیسے کہ تم میں کوئی چہرے پر پانی ڈال کر فرحت محسوس کرتا ہے۔ اور یہ تو گذر چکا ہے کہ گلبے ہونے جو کا جو، پانی ہوتا ہے۔ اس میں سستو سے زیادہ ندرت ہوتی ہے۔ یہ کھانسی اور خشونتِ حلق کے لیے مفید ہے، حدتِ فضلات کے لیے نافع ہے۔ مجلی معدہ ہے، پیاس بجاتا اور حرارت کو دور کرتا ہے۔ اس میں مجلی۔ بلطف اور مملل قوت پائی جاتی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ اعلیٰ قسم کے جو میں پانچ گنا شیریں پانی ڈال کر آب جو حاصل کیا جائے اسے صاف کر کے حسب ضرورت استعمال کیا جائے۔

شحم (چربی) | سند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ایک یہودی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت کی۔ اور آپ کی خدمت میں جو کی روٹی اور باسی چربی پیش کی۔ صحیح روایت میں حضرت عبداللہ بن مغفل سے ثابت ہے۔ کہ خیبر کے روز چربی کا ایک مشکیزہ لایا۔ چنانچہ میں اسے چمٹ گیا، اور میں نے کہا، بخدا اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دوں گا۔ میں نے دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکرار ہے۔ تھے۔ آپ نے کچھ نہ فرمایا۔

سب سے بہتر چربی اس جانور کی ہوتی ہے۔ جو کل عمر والا ہو۔ یہ گرم تو اثر رکھتی ہے۔ اور گھی سے کم مرطوب ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب چربی اور گھی گھلایا جائے۔ تو چربی جلدی جم جاتی ہے۔ یہ خشونتِ حلق میں نافع ہے۔ نیز استرخار اور تعفن پیدا کرتی ہے۔ اس کا ضرر نکلیں لیموں، سونٹ سے دور کیا جاسکتا ہے۔

حرف الصاد

صلوٰۃ نماز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَامْتَعِنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ**

نیز فرمایا: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ**
 اسے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو مدد چاہو۔ ساتھ صبر اور نماز کے۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

نیز فرمایا: **وَأْمُرُوا نَفْسَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرُوا عَلَيْهَا لَأَنْتُمْ لَكُمْ رِزْقًا نَحْنُ نَزَّلْنَا ذُوقُوا الْعَاقِبَةَ لِلتَّقْوَىٰ** اور حکم دے اپنے اہل کو نماز کا۔ اور اس پر صبر کر ہم تم سے کسی رزق کا سوال نہیں کرتے ہم تجھے عذاب دیتے ہیں اور راجحاً انجام پر بہتر گامی کیے ہیں

سنن میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی تکلیف ہوتی۔ تو آپ نماز کی طرف ذرا متوجہ ہو جاتے۔

نماز رزق لانے والی صحت کی محافظہ تکلیف دور کرنے والی اور تقویٰ قلب ہے۔
 نیز چہرے کو روشن کرتی اور طبیعت کو فرحت بخشتی ہے۔ کاپلی کو دور کر کے تمام اعضا میں نشاط لاتی قوتی کی عدا اور شرح صمد کرتی ہے۔ نیز روح کے لیے غذا ہے، قلب کو روشن کرتی انعامات کی محافظہ عذاب کی دافع۔ حصول برکت کا ذریعہ شیطان سے دور کرنے والی اور دشمن کا قرب نصیب کرنے والی عبادت ہے۔ الغرض نماز دنیا و آخرت کی تکلیف دور کرنے میں ایک عجیب و غریب اثر ہے۔ خصوصاً اس وقت جب اس کے تمام ظاہری و باطنی قواعد کو ملحوظ خاطر

رکھا جانے اور اس کا راز یہ ہے کہ نماز اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کر دیتی ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ بندے کا جتنا زیادہ تعلق ہوگا۔ اتنے ہی اس پر خیر کے مدعا ز کھلتے جائیں گے اور تکالیف کے دروازے بند ہوتے جائیں گے۔

صبر کرنا نصف ایمان ہے۔ کیونکہ ایمان صبر اور شکر سے مرکب ہے۔ بعض سلفؒ سے **صبر** منقول ہے، کہ ایمان کے دو برابر حصے ہیں، ایک صبر اور ایک شکر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان فی ذلک لآیات لکل صبار مشکور۔ اور ایمان کے لیے صبر

ایسا ہی ہے۔ جیسا بدن کے لیے صبر،

صبر کے تین اقسام ہیں، ایک اللہ کے ذائقے پر صبر کرنا۔ کہ انہیں پابندی سے ادا کرے۔ اور ایک محارم پر صبر کرنا۔ ان کا ارتکاب نہ کرے، اور ایک اللہ کی نعت و قدر پر صبر کرنا۔ کہ ان پر ناراض نہ ہو۔

حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے صبر کے ذریعہ بہترین زندگی حاصل کی ہے۔ اور جسم و دل کے اکثر امراض بے صبری کے باعث پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے صبر سے زیادہ کوئی ایسی چیز نہیں جس کے ذریعہ بدن و قلب اور روح کی صحت قائم رکھی جاسکے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے۔ کہ جب ابو سلمہؓ نے وفات **صبر (ایلووا)** پائی۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ میں نے ایلا لگا رکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے ام سلمہؓ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول یہ (ایلووا) صبر ہے۔ اور اس میں خوشبو نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ چہرے کو صحت کرتا ہے، اسے رات ہی کو استعمال کیا کرو۔ آپؐ نے دن کو استعمال کرنے سے منع فرمایا۔

ایلووے میں بہت سے فوائد ہیں، خصوصاً صبر ہندی میں، یہ دماغ اور اعصاب و لہجارت کے صفراوی خراب مادوں کا تنقید کرتا ہے۔ جب اسے دماغ گلاب میں حل کر کے پیشانی اور کنپٹیوں پر ملا جائے۔ تو درد میں فائدہ دیتا ہے، نیز یہ ناک اور منہ کے زخموں میں بھی نافع ہے سو داد اور مالینجولیا کے مادہ کا سہل ہے، صبر فارسی عقل کا تزکیہ کرتا دل کو قوت دیتا اور معدہ اور دماغ کے صفراوی ناند مواد کا تنقید کرتا ہے۔ اس کے دو چمچے پانی کے ساتھ پینے چاہئیں۔

صوم (روزہ) روزہ قلب و روح اور بدن کا علاج ہے۔ اس کے فوائد بے شمار ہیں، حفظانِ صحت اور فضیلت ختم کرنے میں ایک عجیب تاثیر ہے۔

روزہ ادویہ روحانیہ اور جسمانیہ ہر دو میں داخل ہے کیونکہ محض کھانا پینا چھوڑ دینے کے بجائے قصداً روزہ رکھنا ایک دوسرا فعل ہے، اسی وجہ سے یہ تمام اعمال میں زیادہ مخصوص شمار کیا گیا۔ اور چونکہ بندے اور اس کے قلب و بدن کے لیے معزز چیز کے درمیان عاجل اور آجل دنیا و آخرت، ہر جگہ ڈھال اور پرہیز ہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی حکم فرمایا، **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ** (مائدہ ۸۹)۔ تم پر یہ فرض کیے گئے روزے جیسے فرض کیے گئے ان پر جو تم سے پہلے تھے۔ شاید کہ تم نچ سکو۔

روزہ کا دوسرا مقصد اللہ تعالیٰ پر قلبی توکل اور اس کی طاعت و محبت میں توانے نفس کا وفور انہماک ہے۔

حرف القضا

ضرب (گوہ) صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے ثابت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوہ پیش کی گئی تو آپؐ اس کے کھانے سے مک گئے۔ دریافت کیا گیا، کیا یہ حرام ہے؟ آپؐ نے فرمایا، نہیں۔ لیکن یہ میری قوم کی سرزمین میں نہیں ہوتی اس لیے میں اس سے بچتا ہوں۔ ویسے گوہ آپؐ کے سامنے، آپؐ کے دسترخوان پر کھائی گئی۔ اور آپؐ دیکھتے رہے، صحیحین میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہ میں اسے حرام کرتا ہوں نہ حلال کرتا ہوں۔ گرم خشک ہوتی ہے۔ شہوت جماع کو قوی کرتی ہے۔ جب اسے کوٹ کر کانا چھیننے کی جگہ پر رکھا جائے۔ تو اسے جنب دباہر نکال دیتی ہے۔

ضقدع (میلنڈک) امام احمدؒ نے فرمایا، کہ دوا میں بھی، میلنڈک استعمال کرنا جائز نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہلاک کرنے سے منع فرمایا

صاحب قانون کہتے ہیں۔ کہ جو میلنڈک کا خون پیئے یا اسے کھائے اس کا بدن متورم ہو جاتا ہے۔ اس کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے۔ اس کی سنی ختم ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کی موت واقع ہو جاتی ہے، اسی وجہ سے اطباء نے اس کی مفرتہ کے پیش نظر اس کا استعمال ممنوع قرار دیا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ آبی اور غامی۔ غامی کا کھانا ہلاکت کا باعث ہے۔

حرف الطاء

طیب (خوشبو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا، مجھے
تمہاری دنیا کی دو چیزیں مرغوب ہیں۔ طہارت اور خوشبو۔ میری آنکھوں
کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

آپ کثرت سے خوشبو استعمال فرمایا کرتے تھے، بدبو سے آپ کو از حد اذیت ہوتی۔
اس کے متعلق موضوع احادیث مروی ہیں، جن میں سے کوئی بھی صحیح نہیں۔ مثلاً
طین مٹی جس نے مٹی کھائی، اس نے اپنے آپ کو قتل کرنے میں مدد دی۔

مٹی کے متعلق تمام احادیث نہ صحیح ہیں، نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور
ہے کہ مٹی خراب چیز ہے، مضر ہے اور بیماری عروق کو بند کرتی ہے۔ نیز یہ سرد خشک سخت ترین مہضف
ہے۔ پیٹ کی تلبین کو بند کرتی ہے۔ نفث الدم اور منہ کے زخموں کا باعث ہوتی ہے۔
طلح اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ طَلِحْ مَنْصُودٌ (کیلے میں تہہ بہ تہہ) اکثر مفسرین نے فرمایا ہے، کہ
یہ کیلا ہے، اور مَنْصُودٌ کے معنی ہیں۔ ایک دوسرے میں گتھا ہوا، جیسے گنگس ہوتی ہے۔ ایک
قول یہ ہے کہ طلح ایک خاردار درخت کا نام ہے۔ ہر کانٹے کی جگہ پر ایک پھل آگ آتا ہے۔ اور ایک دوسرے
سے گتھ جاتا ہے جیسے کیلا ہوتا ہے۔

یہ گرم تر ہوتا ہے اور اس میں اعلیٰ قسم وہ ہے جو پختہ اور شیریں ہو۔ یہ خشونتِ سینہ۔ ریح اور کھانسی
گردوں اور مثانہ کے زخموں میں نائدہ بخش ہے۔ درد بول۔ مزید نمی اور محرکِ شہوت ہوتا ہے۔ تلبین ہے
اور کھانے سے قبل کھایا جاتا ہے۔ معدہ کے لیے مضر ہے۔ صفرار اور بلغم بڑھاتا ہے۔ اس کا ضرر و شکر
ملے اس لیے کہ عودت مرد کے لیے وجہ سکون و طمانیت ہے۔ اور خوشبو نشاطِ قلب و روح کا سبب

ہے۔

پاشہد سے دور کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: والنخل باسفات لھا طلع نصید: یعنی اور کھجوریں ہیں
طلع | لمی کہ ان کا خوشہ سے تہ بہ تہہ۔ طلع النخل سے مراد وہ (کھجور کا) پھل ہے جو شروع میں

ظاہر ہو۔

”طلع“ کی دو اقسام ہیں، ایک مذکر اور دوسری مؤنث، اور صحیح مسلم میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ
 سے مروی ہے، انھوں نے بتایا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کھجوروں کے ایک
 باغ میں سے گزرا، تو آپ نے ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ پیوند لگا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ لوگ کیا
 کر رہے ہیں؟ انھوں نے عرض کیا۔ یہ مذکر اور مؤنث میں پیوند لگا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، میں
 نہیں سمجھتا کہ اس سے انھیں کچھ فائدہ ہوگا۔ انھیں خبر ہوئی تو انھوں نے اسے ترک کر دیا۔ چنانچہ (اس بار)
 فصل اچھی نہیں ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ میرا ذاتی خیال تھا اس لیے اگر مفید ہو تو
 ایسا کر لیا کرو۔ میں تو تم جیسا ایک بشر ہوں۔ اور ظن بعض اوقات غلط ہوتا ہے اور بعض اوقات درست ہوتا
 ہے، البتہ جو کچھ میں اللہ عزوجل کی جانب سے حکم دوں تو اس میں میں اللہ پر چھوٹ نہیں ہوتا (انہیں)
 کھجور کا ابتدائی پھل (طلع النخل) مقوی باہ ہوتا ہے عورت اسے قبل از مباشرت استعمال کرے، تو
 عمل قرار پانے میں از حد معین ہوتا ہے۔ یہ برودت و یوست کے اعتبار سے دوسرے درجہ میں ہے۔ منوی
 معدہ اور مخفف ہے۔ غلیظ اور دیر معضم ہونے کے باوجود مسکن دم ہے۔ صرف گرم مزاج لوگ اسے
 برداشت کر سکتے ہیں۔ اور جو اسے کثرت سے استعمال کر لیں اسے چاہیے کہ وہ کچھ گرم جوارشات بھی
 کھائے۔ یہ پھل طبیعت کو درست کرتا ہے۔ انڑیوں کو قوت دیتا ہے۔

حرف لعین

عنب (انگور) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق منقول ہے کہ آپ انگور اور خربوزے کو پسند فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے انگور کا اپنی کتاب میں چھ مواقع پر تذکرہ

فرمایا ہے۔ اور یہ بندوں پر اس دنیا اور جنت میں بھی اللہ کے انعامات میں سے ایک انعام ہے۔ یہ تمام پھلوں سے افضل ہے اور فائدہ بخش ہے۔ اسے تر اور خشک کچا اور پکا ہر طرح کھایا جاتا ہے یہ پھلوں کے ساتھ پھل۔ غذا کی طرح غذا، سالن کی طرح سالن دوا کی طرح دوا، اور شروب کی طرح مشروب ہے۔ اس کا مزاج گرم تر ہے۔ اعلیٰ قسم بڑے آبی انگور کی ہے اور سفید سیاہ کی نسبت زیادہ اچھا ہے۔ اور دو یا تین دن کا توڑا ہوا تازہ توڑے ہوئے سے بہتر ہے کیونکہ تازہ نفاخ اور پیٹ کے لیے ملین ہوتا ہے۔ یہ ایک عمدہ غذا ہے، مقوی بدن ہے، اس کے کثرت استعمال سے درد سر پیدا ہو جاتا ہے۔ انار کے اس کی مسرت دود کی جا سکتی ہے۔ انگور کا فائدہ یہ ہے کہ یہ مہل ہے۔ فریب کرتا ہے۔ عمدہ غذا ہے۔

عسل (شہد) اس کے فوائد گزر چکے ہیں، ابن جریر فرماتے ہیں کہ زہری نے فرمایا، ہمیں شہد رکھانا، واجب ہے، کیونکہ یہ حفظانِ صحت کے لیے نہایت عمدہ ہے،

اور سب سے اعلیٰ وہ ہے جو سب سے زیادہ صفات اور سفید ہو، اور نرم اور خوب شیریں ہو، جو کہ پہاڑوں سے حاصل کیا جائے اور شہد کی مکھی چراگاہ کے لحاظ سے اس درخت کی ہو جو سب سے اعلیٰ ہوتا ہے۔

عجوبہ صحیحین میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو صبح کو سات عجوبہ کھجوریں کھالے۔ اسے اس روز کوئی زہر اور جادو ہرز نہیں دے گا۔ سن

نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت جابر اور ابی سعید سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ عجوبہ جنت کا پھل ہے، اور یہ زہر کا تریاق ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ صفت مدینہ کی عجوبہ میں ہے۔

عجوبہ کھجور کی اقسام میں سے ایک ہے اور یہ قسم حجاز کی تمام اقسام کھجور سے اعلیٰ و افضل ہے۔ یہ

ایک بہترین نوع ہے جو انتہائی لذیذ ہوتی ہے۔ بدن کو فریب اور قوی کرتی ہے۔ اور کھجور کی تمام اقسام سے زیادہ نرم۔ عمدہ اور ذائقہ دار ہوتی ہے۔

عنبہ ایک قسم کی گراں ڈیل ٹھیلی بھی ہے اور ایک قسم کی خوشبو بھی، مشک کے بعد اسی کا درجہ ہے۔ یہ سونے کی طرح طویل مدت تک بھی خراب نہیں ہوتا۔

اس کی کئی انواع و اقسام ہیں۔ اس کے رنگ بھی مختلف ہیں۔ سفید۔ گندمی۔ سرخ زرد، مہنر۔ نیلا سیاہ اور درنگا۔ سب سے اعلیٰ قسم (شہب رنگ کی طرح) پھر نیلا پھر زرد اور سب سے خراب نوع سیاہ کی ہوتی ہے۔ اس کا مزاج گرم خشک ہوتا ہے۔ مقوی قلب، دماغ و حواس و اعضائے بدن ہے۔ فالج۔ لقوہ۔ امراض بلغمیہ اور ریاح غلیظہ میں نافع ہے۔ جب اسے پیاجائے یا پائے سے طلاء کیا جائے تو سردوں میں بھی مفید ہے۔ جب اس کا بخور لیا جائے تو زکام، درد سر اور سرد شقیقہ میں بھی نائدہ بخش ہے۔

عود ہندی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دوا میں استعمال ہوتی ہے۔ اسے کست کہتے ہیں۔ نیز اسے عود قسط بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا تذکرہ (حرف ق) میں آئے گا۔ دوسری خوشبو میں استعمال کی جاتی ہے۔ اسے الوہ بھی کہتے ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ الوہ (عود) کی دھوٹی لیا کرتے اور ساتھ ہی کافور ڈال دیتے، اور فرمایا کرتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح دھوٹی لی تھی۔ اہل جنت کے انعامات کے تذکرہ میں بھی آیا ہے کہ اہل جنت کی انگلیٹھیاں بھی عود کی ہوں گی۔ اور اس کی کئی اقسام ہیں۔ سب سے اعلیٰ نوع سیاہ، اور نیلی، ہوسخت اور رنڈنی ہو۔ اور سب سے گھٹیا وہ ہے جو ملکی ہو اور پانی پر تیر جائے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک درخت ہوتا ہے جسے کاٹ کر ایک سال تک زبیرین دین کر دیتے ہیں۔ پھر غیر مفید حصہ زمین کھا جاتی ہے۔ اور خوشبودار عود باقی رہ جاتی ہے۔ یہ تیسرے درجہ میں گرم خشک ہے۔ جو اس کو قوی کرتی ہے۔ اور شانہ کی سردی کے باعث پیدا ہونے والے سلسلِ بول میں نائدہ دیتی ہے۔

حرف الغین

غیث غیث، یعنی بارش کا تذکرہ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے۔ اس کا پانی ہر پانی سے زیادہ افضل، لطیف، وائدہ بخش اور برکتِ عظیم کا حامل ہے۔ خصوصاً اس وقت جب کہ گرجدار بادلوں سے بارش ہو، اور یہ پانی شفاف پہاڑوں پر جمع ہو۔ یہ ہر پانی سے زیادہ مرطوب ہوتا ہے۔ کیونکہ زمین پر یہ دیر تک نہیں رہتا کہ اس کی پوست بھی اپٹالی ہو۔ اور نہ ابھی اس میں کوئی خشک جوہر مخلوط ہوتا ہے۔ اسی لطافت اور سرعتِ انفعال کے باعث یہ پانی جلدی سے متغیر اور متعفن ہو جاتا ہے۔ آیا جاڑے کی بجائے بہار کی بارش افضل ہوتی ہے، یا اس کے برعکس معاملہ ہے؟ اس باب میں دو قول ہیں جس نے جاڑے کی بارش کو افضل کہا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس وقت سورج کی حرارت بہت کم ہوتی ہے۔ اس وجہ سے سمندر سے صرف لطیف ترین حصہ کی تبخیر ہوتی ہے۔ اور فضا بھی صاف ہوتی ہے۔ اس میں غبار یا بخاراتِ دخانیہ نہیں ہوتے جو کہ اکثر پانی کے ساتھ آمیز ہو جاتے ہیں۔ ان تمام وجوہ کی بنا پر اس کی لطافت۔ صفائی اور کسی دوسری آمیزش سے تحفظ کا سلسلہ قائم رہتا ہے اور جس نے بہار کی بارش کو ترجیح دی اس کی دلیل یہ ہے کہ حرارتِ بخاراتِ غلیظہ کو تحلیل کر دیتی ہے اور ہوا کی رقت و لطافت کا موجب بنتی ہے۔ اس وجہ سے پانی خفیف ہو جاتا ہے اس میں ارضی اجزاء کم ہو جاتے ہیں۔ پودوں اور درختوں کی پیدائش کے مناسب موقع پر یہ بارش ہوتی ہے جب ہوا کچی اچھی حالت میں ہوتی ہے۔ امام شافعی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے چنانچہ بارش ہوئی۔ آپ نے اس کا پانی نوش فرمایا اور فرمایا، کہ یہ اپنے پروردگار کے پاس سے نیا نیا آیا ہے۔

حرف الفام

فاتحہ الکتاب یہ ام القرآن، سبع مثانی، ثقتائے تام، دوائے نافع، رقیہ نامہ، کلید غنار، محافظ قوت اور دافع غم و حزن اور دہم و خوف ہے۔ جو بھی اس کی قدر کو پہچان لے اور اسے پڑھنے کا حق ادا کرے۔ اور طریقہ طلب شفا و علاج سے واقف ہو۔ اور اس مانع سے بھی آگاہ ہوگا، جس کے باعث یہ برکات حاصل ہوتی ہیں۔ جب صحابہؓ کو ان اسرار کی خبر ہوئی تو ر ایک صحابیؓ نے سانپ ڈسے پر دم کیا۔ وہ اسی وقت صحت یاب ہو گیا۔

معرفت الہی۔ اعمالِ قلوب، امراضِ قلب کے تمام معالجات سورہ فاتحہ میں ذکر ہیں۔ یہ ہی کنجی ہے اور ان پر روشنی ڈالنے والی ہے۔ اور رب العالمین کی جانب جانے والے تمام راستوں کی منزل اس میں مذکور ہے۔ اور اللہ کی قسم اس کی شان اس سے بھی کہیں بالا و بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے شفاء تامہ عصمت بالغہ، نور مبین بنا کر نازل فرمایا۔ اور اگر خزانوں کے متلاشی اس سورت کے سرار و رموز سے آگاہ ہو جائیں۔ اور ان کے معانی سے واقف ہو جائیں۔ اور ان کی کنجی کو خوب مضبوطی سے پکڑ لیں، تو بغیر مشقت اور رکاوٹ کے وہ بڑے بڑے خزانوں کے مالک بن جائیں۔ اور یہ الفاظ محض مجازی یا استعارہ نہیں بلکہ حقائق ہیں، لیکن اللہ کی حکمت ہے کہ اس نے اکثر لوگوں سے ان رموز کو مخفی رکھا ہے، جیسے زمین کے خزانوں کو مخفی رکھنے میں اس کی حکمت ہے۔ اور خزانوں کے سامنے شیطانی خبیث ارواح حائل ہیں اور ان پر صرف ارواحِ علویہ ہی قابو پاسکتی ہیں۔ ایمان ہی ان کا ہتھیار ہے جس کے سامنے شیاطین قطعاً نہیں ٹھہر سکتے۔ اور اکثر لوگ اس حالت میں نہیں ہوتے۔ اس وجہ سے نہ وہ ان ارواحِ دخیثہ کے سامنے ٹھہر سکتے ہیں اور نہ ان پر قابو پاسکتے ہیں۔ اور ان کا سلب حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ جو کسی کو میدانِ جہاد میں قتل کرے اس کا سلب اس کی تالی کے لیے ہوتا ہے۔

سہ حریف کا ساند سامان اور باکس وغیرہ۔

یہ مہندی کا عطر ہوتا ہے۔ اور یہ تمام خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار ہوتا ہے۔ امام بیہقی نے اپنی کتاب کے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن بریرہ سے انھوں نے اپنے والد سے مرفوع روایت کی، کہ دنیا و آخرت میں تمام خوشبوؤں کا سردار (فانیہ) (عطر حناء) ہے۔ حضرت انس رضی مالک سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ فانیہ کی خوشبو محبوب تھی۔ ان احادیث کی صحت کا حال خدای خوب جانتا ہے۔ ہم نہیں جانتے۔

یہ حرارت دیوست میں معتدل ہے۔ اس میں کچھ قابض کیفیت ہوتی ہے۔ جب اسے سوت کے کپڑوں کی تہ میں رکھا جاتا ہے تو کپڑے سے اس کی حفاظت کرتی ہے۔ نیز فابح اور تمدد کے مریضوں میں ڈال جاتی ہے۔ اس کا روغن اعضائے بدن کی تحلیل کرتا اور اعصاب کو نرم کرتا ہے۔

ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری مبارک چاندی کی **فصہ (چاندی)** تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔ نیز آپ کی تلوار کا دستہ چاندی کا تھا۔ نیز لباس میں چاندی لگانے یا اس کا زیور بنانے کی ممانعت اس طرح ثابت نہیں، جیسے اس کے برتن میں پانی پینے کی ممانعت ہے۔ اور برتنوں کا معاملہ لباس اور زیور سے زیادہ تنگ ہے۔ اسی وجہ سے عورتوں کو اس کا لباس اور زیور حلال ہے۔

سنن میں مروی ہے کہ "چاندی سے کھیلو۔ اپنی ممانعت کے لیے ضرورت اس کی ہے کہ ایک واضح دلیل نص یا اجماع سے ثابت ہو۔ اب اگر دونوں میں سے ایک بھی ثابت ہو جائے تو مسئلہ ثابت ہو سکتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ میں سونا اور دوسرے میں ریشم پکڑا اور فرمایا، کہ یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور عورتوں پر حلال ہیں۔ اور چاندی بھی زمین پر اللہ کے امر میں سے ایک راز اور بھید ہے، اور اہل دنیا پر آپس کے معاملات قائم رکھنے کے لیے احسان ہے اس کا مالک بڑا کھچا جاتا ہے۔ مجلس میں اس کا اعلیٰ مرتبہ ہوتا ہے نہ اس سے مجالت رکھنے میں کوئی کتابت محسوس کرتا ہے۔ نیز یہ مفرح ادویات میں سے ہے۔ غم و حزن، ضعف قلب اور خفقان میں فائدہ دیتی ہے۔ کئی معجزوں میں ڈالی جاتی ہے۔ اپنی خاصیت کے باعث قلب میں پیدا ہونے والے اخلاطِ فاسدہ کو جذب کر لیتی ہے۔ خصوصاً اگر اسے شہد مصفیٰ اور زعفران میں ملا کر استعمال کیا جائے۔ اس کا مزاج سرد خشک ہوتا ہے۔ اور اس سے حرارت و رطوبت بھی پیدا ہوتی ہے۔

وہ جنت جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے لیے بنا رکھی ہیں، چار ہیں۔ دو سونے کی ہیں، اور دو چاندی کی ہیں۔ اور ان کے برتن اور لباس بھی اسی کے ہیں۔ صحیح روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: سونے اور چاندی کے برتن میں نہ پیو اور نہ ان کی طشتریوں میں کھاؤ۔ کیونکہ یہ دنیا میں ان دکھار کے لیے ہے اور آخرت میں تمہارے لیے ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کی حرمت کی علت، سکے میں کمی آجانے کا خطرہ ہے، کیونکہ جب اس سے برتن بنائے گئے تو جس حکمت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا تھا کہ بنی آدم کے مصالح (ملکی و خرید و فروخت) اس سے طے پائیں وہ فوت ہو جائیں گی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی علت فخر و غرور ہے۔ ایک قول میں اس کی علت یہ ہے کہ فخر اور مساکین جب یہ برتن دیکھیں گے تو ان کے دل ٹوٹ جائیں گے۔ اور صحیح یہ ہے، اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ ان کے استعمال سے عبودیت کی منافی اور متضاد حالت سامنے آتی ہے۔ اس وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دنیا میں کفار کے لیے ہے۔ کیونکہ انہیں دنیا میں عبادت میں سے کچھ حصہ نہیں ملا، جس کے ذریعہ وہ آخرت کما سکیں۔ اس لیے اللہ کے بندوں کے لیے دنیا میں اس کا استعمال درست نہیں، انہیں صرف وہی استعمال کرتا ہے، جو کہ اللہ کی عبودیت سے خارج ہو گیا اور دنیا کی سہولتوں پر راضی ہو گیا۔

۱۰ لیکن یہ علت وزنی نہیں ہے کیونکہ زیورات کے مقابلہ میں برتنوں کا استعمال کبھی عام نہیں تھا۔

حرف القاف

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : و نزل من القرآن ما هو شفاء و رحمة للذين آمنوا
قرآن نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا : یا ایھا الناس قد جاء تکویر موعظة من ربکم
 و شفاء لهما فی الصدود ، یعنی اے لوگو! تمہارے پاس آئی نصیحت تمہارے رب کی جانب سے
 اور شفا و واسطے اس کے جو کہ سینوں میں ہے ، تو قرآن تمام امراض قلبی و بدنی کے لیے اور دنیا و آخرت کے
 تمام دکھوں کے لیے شفا کے تام ہے۔ اور سر آدھی جو اس کا اہل ہو وہ ضرور اس سے شفا حاصل کرتا ہے
 بشرطیکہ اس سے بہترین طور پر علاج کیا جائے۔ پورے صدق و ایمان ، قبولِ تام ، بچتہ اعتقاد اور تمام
 شرائط کے ساتھ تو پھر مرض کبھی بھی اس کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ اور آسمان و زمین کے پروردگار کے
 کلام کے مقابلہ میں امراض ٹھہر بھی کیسے سکتے ہیں۔ حیب کہ اس کلام کا یہ عالم ہے ، کہ اگر اسے پہاڑوں پر نازل
 کیا جاتا تو انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔ زمین پر نازل کیا جاتا تو زمین شق ہو جاتی۔ اس لیے امراض قلب و بدن میں
 سے کوئی مرض ایسا نہیں جس کا علاج ، سبب اور پرہیز قرآن مجید میں ذکر نہ ہو۔

دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔ مسند میں حضرت ام قیسؓ سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ
قسط و کست سے روایت کیا۔ کہ آپؐ نے فرمایا ، تم جس سے علاج کرتے ہو ان میں سے بہترین
 چیز حجامت اور قسط بحری ہے۔ مسند میں حضرت ام قیسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا ، تم پر لودِ ہندی کا استعمال واجب ہے کیونکہ اس میں سات شفا میں ہیں جن میں سے ذات الجنب
 بچا ہے۔

قسط کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سفید جیسے قسط بحری کہا جاتا ہے۔ دوسری قسط ہندی ، آخر الذکر زیادہ
 گرم ہوتی ہے۔ سفید زیادہ نرم ہوتی ہے۔ دونوں میں کثیر فوائد ہیں اور یہ دونوں تیسرے درجہ میں گرم خشک
 ہیں۔ بلغم کو صاف کرتی اور کلام دور کرتی ہیں۔ حیب انھیں پیا جیسے تو ضعف جگر و معدہ اور ان کی برودت میں

نافع ہیں۔ نیز باری، چوتھے ہمارے فائدہ دیتی ہیں۔ درد پہلو کو دور کرتی اور کمیات میں فائدہ بخش ہیں۔
 کدوانہ کو مارتی ہیں۔ اکثر جابل اطبار کو ذات الجنب میں اس کا فائدہ معلوم نہیں۔ اس لیے انہوں نے اس کا
 انکار کیا ہے اگر یہ جہلاہر جالینوس سے یہ کلام اخذ کرتے تو اسے نص قطعی کے طور پر تسلیم کر لیتے جانا کہ
 کئی متقدمین اطہار نے واضح کیا ہے کہ قسط ذات الجنب کی ملغی قسم میں فائدہ بخش ہے۔ خطابی نے عمد بن
 جہم سے اسے نقل کیا ہے۔

بعض صحیح احادیث میں آیا ہے کہ سوزن دکوثر کا پانی شکر سے زیادہ میٹھا ہوگا،
قصب (گٹا) اور میں نے شکر لفظ اس حدیث میں دیکھا ہے۔ اور شکر کی چیز ہے۔ متقدمین
 اطہار نے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ اور نہ وہ اسے جانتے تھے۔ اور نہ وہ اسے مشروبات میں استعمال
 کیا کرتے، بلکہ وہ لوگ تو صرف شہد کو جانتے تھے۔ اور ادویہ میں اس کو ٹالا کرتے۔

گنا گرم تر ہے، کھانسی میں فائدہ دیتا ہے۔ رطوبت مٹانے اور قصبۃ الریہ کا مہل ہے۔ شکر سے
 زیادہ ملین ہے۔ تھے لانے میں درد دیتا ہے۔ مدبول اور مقوی باہ ہے۔ عفان بن مسلم الصغار نے
 کہا ہے، جو کھانے کے بعد گٹا چوس لے۔ وہ دن بھر فرحت و سرور سے شاد کام رہے گا (انتہی)

یہ خشونتِ سینہ و حلق میں نافع ہے۔ اگر اسے بھون لیا جائے۔ مولد ریح ہے اس کی اصلاح
 چھینے اور اسے گرم پانی سے دھونے سے ہو سکتی ہے۔ شکر صبح قول کے مطابق گرم تر ہے۔ ایک
 قول میں سرد ہے۔ جب اسے پکا یا جائے اور اس کی جھاگ اتار دی جائے تو پیاس اور کھانسی کے لیے
 مسکن ہے۔ البتہ معدہ کے لیے مفید ہے۔ صفراء کی طرف متمیل ہو جانے کے باعث صفراء پیدا کرتی
 ہے۔ اس کا ضرر آپ لمیوں یا آب سنترہ یا آب انار ڈالنے سے دور کیا جاسکتا ہے۔ بعض لوگ اس کی کمی

حوادث و زہری کے باعث اسے شہد سے افضل سمجھتے ہیں۔ یہ بات ان کی جانب سے شہد پر افتراء ہے
 کیونکہ شہد کے فوائد شکر کے فوائد سے کسی گٹا زیادہ ہیں۔ اشد تعالیٰ نے شہد کو شفاور۔ دوا۔ سالن،
 اور شیرینی بنایا ہے۔ اس لیے شکر میں شہد جیسے فوائد کہاں ہوئے؟ (شہد میں) تقویتِ معدہ۔ تلبین
 تقویتِ بصارت۔ اندھیرا دور کرنے، غرغزہ سے خناق کے دور کرنے، نابج، لقوق اور باردا مراض میں
 جو رطوبات کی وجہ سے سیم میں پیدا ہو جاتی ہیں، شفا بخش اثر ہے۔ یہ انہیں قعر بدن سے جذب کرنا ہے۔
 تحفظِ صحت کرنا ہے۔ فریہ کرنا ہے۔ مقوی باہ۔ محلل۔ محلی۔ منفع افواہ۔ دقا۔ منعی اور مغزج دقا ہے

حرف الکاف

کتاب للحمی (بخار کے لیے تعویذ) مروی فرماتے ہیں کہ ابو عبد اللہ کو اطلاع ہوئی کہ مجھے بخار
انہوں نے مجھے بخار کا تعویذ دیا، جس میں لکھا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ قُلْنَا
يَا نَادِ كُوْنِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاِلَادِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَا هَمًّا لِّاَخْسَرِيْنَ اَللّٰهُمَّ
رَبِّ جِبْرَائِيْلَ وَمِيكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ اَشْفَا صَاحِبِ هٰذَا الْكِتَابِ بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ وَجِبْرِوتِكَ
اللّٰهُ الْحَقُّ اٰمِيْن - امام احمد سے تعویذات کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا، میرا
خیال ہے کہ ان میں کچھ ہرج نہیں۔

عسر (ولادت کا تعویذ) خلال فرماتے ہیں کہ مجھے عبد اللہ بن احمد نے بتایا کہ میں نے اپنے والد
کو دکھا کہ انہوں نے ایک عورت کے لیے تعویذ لکھا جسے ولادت کی
تکلیف ہو رہی تھی۔ یہ تعویذ ایک سفید پیالہ پر لکھا جاتا، یا کسی پاک چیز پر، یہ تعویذ حضرت ابن عباس رضی
کی حدیث ذیل کی صورت میں تھا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
كَا نَهْمُ يَوْمَ مِيْرَتِ مَا يُوْعَدُوْنَ لِمَنْ يَلْبَثُوْا الْاَسَاعِدَةَ مِنْ نَّهَارِ بِلَاقَتِمْ كَا نَهْمُ يَوْمَ مِيْرَتِمْ
لِمَنْ يَلْبَثُوْا الْاَعْشِيَةَ اَوْ صَاحَا -

خلال فرماتے ہیں کہ میں ابو بکر مروزی نے بتایا کہ ابو عبد اللہ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے عرض کیا کہ
ابو عبد اللہ کیا آپ ایک عورت کے لیے تعویذ لکھ دیں گے، جو دونوں سے بچہ کی پیدائش کی تکلیف میں
مبتلا ہے؟

انہوں نے فرمایا اس سے کہو، ایک تیزا، پیالہ اور زعفران لادے، اور میں نے دکھا کہ وہ

کئی ایک کے لیے لکھا کرتے تھے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ فرمایا:
 حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک گائے کے پاس سے گزرے۔ جس کے پیٹ میں بچہ بچنا ہوا تھا،
 گائے نے عرض لیا اے کلمۃ اللہ میرے لیے دعا کیجئے کہ جس مصیبت میں گرفتار ہوں اس سے مجھے اللہ
 نجات دے۔ انھوں نے دعا فرمائی:

يا خالق النفس من النفس ويا مخلص النفس من النفس ويا مخرج النفس من النفس

من النفس خلاصها

راوی فرماتے ہیں اس نے بچہ جن دیا۔ اور اسی وقت کھڑی ہو کر اسے سونگھنے لگی، کہتے ہیں، کہ
 جب عورت پر بچہ کی پیدائش دشوار ہو جائے، میں اسے یہ تعویذ لکھ دیتا ہوں۔
 سلف کی ایک جماعت نے قرآن مجید کی بعض آیات، کو لکھنے اور پینے کی اجازت دی ہے اور
 اس کو شفا حاصل کرنے کا ایک ذریعہ بتایا ہے۔

اگر ایک پاک برتن میں یہ الفاظ لکھے جائیں:

اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ وَاذِنتُ لِرَبِّهَا وَاذْأَلْأَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِيهَا
 وَتَخَلَّتْ — اور عاقلہ عورت اس کو دھو کر پی لے۔ نیز اس کے پیٹ پر بھی چھڑک دیا جائے۔
 افادہ ہوگا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس کی پیشانی پر لکھا کرتے تھے۔

نگیسر کا تعویذ

وقبل يا ارض ابلعي ماورك ويا سماء اقلعي وغيبض الماء وقضي الامر

میں نے سنا کہ انھوں نے کئی آدمیوں کے لیے یہ لکھا اور وہ صحتیاب ہو گئے اور فرمایا، کہ یہ الفاظ
 نکیر والے کے خون سے لکھنا جائز نہیں کیونکہ خون نجس ہوتا ہے اور اس سے کلام اللہ کے الفاظ
 تحریر کرنے کی اجازت نہیں۔

حرف اللام

اللحم (گوشت) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،
 "وآمدواہم بفاکھتہ ولحم ما یشتون"

نیز فرمایا: ولحم طیر ما یشتون

اللہ تعالیٰ نے اس طرح انعام کے طور پر گوشت کا ذکر فرمایا،

سنن ابن ماجہ میں ابوالدرداء کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —
 اہل دنیا اور اہل جنت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔

بریدہ کی مرفوع حدیث ہے کہ دنیا و آخرت میں سب سے بہتر سالن گوشت کا ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ عورتوں پر عائشہؓ کی برتری ویسی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید

بالا ہے، — ثرید، مرکب ہوتا ہے روٹی اور گوشت سے!

ذہری کہتے ہیں گوشت کھانے سے ستر گنا طاقت پیدا ہوتی ہے۔ محمد بن واسع کہتے ہیں گوشت

سے بینائی میں قوت آتی ہے۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب سے مروی ہے گوشت کھاؤ، اس سے

خون صاف ہوتا ہے، اخلاق میں خوبی پیدا ہوتی ہے، نافع کہتے ہیں، رمضان کے مہینہ میں

ابن عمرؓ گوشت نافع نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح سفر میں بھی گوشت ترک نہیں کرتے تھے۔

گوشت کی مختلف قسمیں اختلاف اصول و طبائع کے مطابق ہوتی ہیں، اب ہم برہمنی کا اور

اس کی منفعت و مضرت کا ذکر کرتے ہیں۔

بھیر کا گوشت خون صالح پیدا کرتا ہے، بارہ اور معتدل مزاج رکھنے والوں

بھیر کا گوشت کے لیے مفید ہے، ورزش کرنے والوں کے لیے بھی سود مند اس سے

زمین قوی ہوتا ہے، یادداشت بڑھتی ہے۔ بڑھی بھیر کا گوشت ردی ہوتا ہے، خاص طور پر

نر کا گوشت ہلکا، لذیذ اور نافع ہوتا ہے، خصی اور زیادہ مفید اور بہتر ہے۔ اس کا آگے کے حصہ کا گوشت پیچھے کے حصہ سے زیادہ بہتر ہوتا ہے، بقول غرزوق اس کے پیٹ اور سر میں بیماری ہوتی ہے کہ اس سے بچنا چاہیے، گردن اور بازو کا گوشت سریع البضم، لذیذ اور لطیف ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے پسند فرماتے تھے۔ پٹھ لا گوشت کثیر الغذا ہے۔ خون صالح پیدا کرتا ہے۔ سنن ابن ماجہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ بہترین گوشت پٹھ کا ہے۔

یہ گوشت قلیل الحرارة اور خشک ہے۔ اس سے جو خلط پیدا ہوتے ہیں اچھے نہیں ہیں۔ بضم و غذا کے اعتبار سے بہتر نہیں ہے۔ بقول جاحظ اس کے

بکری کا گوشت

سودا میں تحریک ہوتی ہے، نسیان پیدا ہوتا ہے، خون خراب کرتا ہے۔

سنن نسائی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، کہ اس سے اچھا بڑناؤ کرو۔ اسے تکلیف نہ دو، کیونکہ یہ جنت کے جانوروں میں سے ہے، لیکن یہ مشکوک ہے، اطباء نے اس کی مضریت کا جو حکم لگایا ہے، وہ جزی ہے۔ کئی اور عام نہیں ہے۔

قریب بہ اعتدال ہے، خاص طور پر حلوان کا گوشت، سریع البضم ہے، اور

بکری کا بچہ

لذیذ بھی۔

بارد، یابس، دیر بضم ہے، اس سے سوداوی خون پیدا ہوتا ہے۔ یہ صرف

گائے کا گوشت

غیر معمولی محنت مشقت کرنے والوں کے لیے سزاوار ہے۔ اس کے طرح

طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

بخاری میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ ہم نے گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا واقعہ

گھوڑے کا گوشت

ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت دی۔

یہود اور نصاریٰ کی مذمت کرتے ہیں اور نہیں کھاتے۔ آل حضرت

اونٹ کا گوشت

صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے اصحاب نے اسے سفر و حضر میں کھایا ہے۔ بچہ کا گوشت بہت لذیذ اور عمدہ ہوتا ہے، یہ سودا پیدا کرتا ہے، اور دیر بضم ہے۔

گوہ کا گوشت اس کی ہلت کا ذکر گزر چکا ہے۔ اس کا گوشت حار اور یابس ہوتا ہے، شہوت

پیدا کرتا ہے۔

ہرن کے بچہ کا گوشت | یہ بہتر شمار ہے۔ اس کا گوشت بھی بہترین ہوتا ہے۔ معتدل مزاج والوں کے لیے بے حد مفید ہے۔

ہرن کا گوشت | عار یا لیس ہے، محقق بدن ہے، ترمزاج والوں کے لیے سود مند ہے، صاحب قانون کا قول ہے، چوپایوں میں سب سے بہتر گوشت ہرن کا ہوتا ہے۔ سوداویت کی طرف اس کا میلان ہوتا ہے۔

خرگوش کا گوشت | حرارت اور یوست کے اعتبار سے معتدل ہے، اس کے کوٹھوں کا گوشت بہت عمدہ اور لذیذ ہوتا ہے، اس کے کھانے سے پیشاب کھل کر آتا ہے۔ پتھری کو توڑتا ہے۔ اس کا سر ریشہ کے مرض میں مفید ہے۔ ایوطلیم نے اس کے کوٹھوں کا گوشت آپ کی خدمت میں بھیجا جسے آپ نے قبول فرمایا۔

پرندوں کا گوشت | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولحم طیر مما لیشھون" مسند بزار وغیرہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ بعض پرند حرام ہیں، بعض حلال، ذومخالب پرند حرام ہیں۔ مثلاً شکر، بازی، شاہین، اور وہ پرندے جو مردار کھاتے ہیں جیسے گدہ، نعلق۔ کوا، جن پرندوں کو ہلاک کرنے سے منع کیا گیا ہے، وہ بید اور لٹورا ہے جن پرندوں کے ہلاک کرنے کا حکم ہے وہ ہیں چیل، اور کوا۔

مرغی کا گوشت | جو پرند حلال ہیں وہ بہت سی اقسام کے ہیں، ان میں ایک مرغی ہے۔ بخاری اور مسلم میں ابو موسیٰ کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے مرغی کا گوشت تناول فرمایا۔ یہ زود ہضم ہے۔ معدہ بہ آسانی اسے قبول کر لیتا ہے۔ اس سے عمدہ غلط پیدا ہوتے ہیں۔ دماغی قوت بڑھاتا ہے، منی بڑھاتا ہے۔ آواز صاف کرتا ہے۔ رنگ نکھارتا ہے۔ خون صالح پیدا کرتا ہے۔

۱۔ حکیم بوعلی سینا کی کتاب "القانون" عربی کے قدیم نصاب میں شامل ہے۔

۲۔ یعنی وہ پرند جو چنگل والے ہوتے ہیں، جن کے پنجے خاردار ہوتے ہیں کہ شمارہ کے بدن میں پوست موجباتی۔

اس سے فضلہ بہت پیدا ہوتا ہے۔ دیر مضم ہے، معدہ اس سے موافقت نہیں کرتا۔

بطخ کا گوشت

سنن نسائی میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اگر کوئی انسان بغیر حق

کے گوریا کو ہلاک کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس سے باز پرس کرے گا، عرض

گوریا کا گوشت

کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حق کیا ہے؟

آپ نے فرمایا، ذبح کرو، اور کھا لو۔ یہ نہ ہو کہ سر کاٹ لو اور پھینک دو۔

اس کا گوشت حار اور یابس ہوتا ہے۔ طبیعت کو تیز کرتا ہے، باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ اس کا

شوربا ملین طبع ہے، جوڑوں کے لیے مفید ہے۔

اس کا گوشت ہلا ہوتا ہے، غذائی اعتبار سے بہتر ہوتا ہے، ترکبوتر کا گوشت

استرخار کے مرض میں مفید ہے۔ سکتہ اور رعشہ کو بھی فائدہ دیتا ہے۔

کیبوتر کا گوشت

عبد اللہ بن ابی اوفیٰ کی صحیحین میں روایت ہے کہ سات غزوات کے مواقع

پر ہم آپ کے ساتھ تھے۔ ہم نے دہر مرتبہ، ٹڈی کھائی۔ مسند میں روایت

ٹڈی کا گوشت

ہے کہ ہمارے لیے دو مردار حلال ہیں، ایک ٹھیلی، دوسری ٹڈی، اور دو خون حلال ہیں، کلہجی اور جگر۔

اسے ہمیشہ کھانا دہلا پین پیدا کرتا ہے، پشیاں اگر قطرہ قطرہ کر کے آتا ہو یا مشکل سے اترتا

ہو، تو یہ مفید ہے۔ خاص طور پر عورتوں کے لیے، بواسیر کو بھی فائدہ دیتا ہے۔ مرگی کے مرضوں کے

لیے مضر ہے؟ روی الخلط ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وان لکم فی الانعام لعبرة نسقیکم مما فی بطونہ من

لبن، (دودھ)

بین فرث ودم لبناً خالصاً سالفاً للشاربین۔

نیز فرمایا، فی الجنة فیھا انھار من ماء غیر آسن وانھار من لبن لمر تنغیر

طعمہ،

حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے اللہ دودھ پلائے، وہ یہ دعا پڑھے،

اللہم بارک لنا فیہ وندنا منہ (بار الہا میں اس میں برکت دے اور زیادہ عطا کر)

دودھ بظاہر ایک بسیط چیز ہے لیکن درحقیقت اپنی اصل خلقت میں تین جوہروں سے مرکب ہے وہ یہ ہیں، جبینہ، سملینہ، مائتہ، ان میں سے جبینہ (پنیر کا جز) بارداور تر ہے۔ بدن کا تغذیہ کرتا ہے اور سملینہ (چکنائی) حرارت اور رطوبت کے اعتبار سے متعدی ہے۔ انسانی بدن کے لیے ملامت ہے۔ کثیر المنافع ہے اور مائتہ (آبی جز) مزاج کے اعتبار سے گرم تر ہے۔ دودھ علی الاطلاق بارداور تر ہے۔ تازہ دوبا ہوا دودھ بہترین ہے۔ جتنا جتنا وقت گزرتا جاتا ہے۔ ناقص ہوتا جاتا ہے۔ یہ بہترین غذا ہے، دوسرے سے نجات دیتا ہے۔ پریشانی دور کرتا ہے۔ امراض سودا یہ کا علاج ہے شہد کے ساتھ پیا جائے تو باطنی زخموں کو جو اخلاط متعفن سے پیدا ہوتے ہیں صاف کرتا ہے شکر کے ساتھ آمیز کر کے اسے پتیا رنگ کو نکھارتا ہے۔ یہ ضرر جواخ کا تدارک کرتا ہے۔ سینہ اور ریہ کے لیے مفید ہے۔ سہل کے مریضوں کے لیے نفع بخش ہے، معدہ، جگر اور طحال کے لیے روی ہے، اس کی کثرت دانت اور مسوڑے کو ضرر پہنچاتی ہے۔ بہتر ہے کہ دودھ استعمال کرتے کے بعد پانی سے کلی کر لی جائے۔ بخاری اور مسلم میں روایت درج ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا پھر پانی منگوا یا، اور کلی کی۔

بھیر، بکری اور گائے کا دودھ

بھیر کا دودھ غلیظ ہوتا ہے، بکری کا دودھ لطیف، اور معتدل ہوتا ہے۔ حلق کے زخموں کے لیے مفید ہے خشک کھانسی کو فائدہ دیتا ہے۔ نفث الدم کو کھبی نافع ہے۔ بدن انسانی کے لیے مشروبات میں سب سے بہتر ہے۔ گائے کا دودھ بدن کا تغذیہ کرتا ہے۔ یہ معتدل ترین ہوتا ہے۔ بھیر اور بکری کے دودھ سے افضل ہے۔

حرف المیم

یہ مادہ حیات ہے۔ سید الشراب ہے، بچے ازارکان عالم ہے، بلکہ عالم کا
مادر (پانی) رکن اصلی ہے۔ آسمانوں کی تخلیق اس کے بخارات سے ہوئی۔ زمین اس کے جھاگ
 سے پیدا ہوئی۔ ہر چیز کی زندگی اللہ نے اس پر منحصر کی ہے۔ یہ بدن کی حرارت کو دور کرتا ہے۔ رطوبت
 بدن کا محافظ ہے۔ بدل مائیکل کا سبب، غذا کو رقیق کرتا ہے۔ رگوں میں پہنچاتا ہے۔
 نیل، فرات، سیحون اور جیحون کا پانی بہت عمدہ ہوتا ہے۔ صحیحین میں ابوہریرہ کی حدیث ہے
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”سیحان و جیحان اور نیل و فرات، جنت کی نہروں میں سے ہیں۔“

شیریں پانی مرلھیوں کے لیے بھی نافع ہے، اور نذرستوں کے لیے بھی۔ ٹھنڈا پانی بہت زیادہ
 نافع اور لذیذ ہوتا ہے۔ جماع کے بعد پانی نہ پینا چاہیے، نہ سوتے سے اٹھ کر فوراً پینا چاہیے، نہ
 غسل کے بعد، نہ پھل کھانے کے بعد، البتہ کھانے کے اوپر پی لیتے میں مضائقہ نہیں، نہ پٹے تو اچھا
 ہے۔ پے تو کم، اور وہ بھی گھونٹ گھونٹ کر کے اس طرح، نہ صرف مہمزت نہیں باقی رہتی بلکہ معدہ کی
 لغویت حاصل ہوتی ہے اور تشنگی دور ہوتی ہے۔

یہ پانیوں کا سردار ہے، شرف و احوال کے اعتبار سے گراں قدر، مرغوب طبائع
آپ زہرم قیمت کے لحاظ سے گراں بہا، صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ آپ نے ابوذرؓ سے فرمایا:

”یہ بیماری کی شفا ہے۔“

صحیح مسلم میں ابوسعید الخدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مشک انے فرمایا،

”خوشبودار ہی سب سے بہتر خوشبو مشک کی ہے۔“

دوسرے درجہ میں مشک حار اور یابس ہے، دل کو سرد بخشتا ہے، اور قوی کرتا ہے، جمیع اعضائے باطنی کے لیے طاقت بخش ہے۔ دوسری چیزوں کی اس سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اسے کسی چیز سے تشبیہ نہیں دی جاتی۔ اس کا پتیا اور سونگھنا مفید ہے، بڑھوں اور سرد مزاج کے لوگوں کے لیے از حد نافع ہے۔ خاص طور پر موسم سرما میں غشی اور خفقان کو دور کرتا ہے۔ حرارت غریزی کو قوت دیتا ہے۔ کمیت دور کرتا ہے، یہ مفرحات میں سب سے زیادہ قوی ہے۔

سنن ابن ماجہ میں انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

نمک تمہارے سالن کا سردار ہے!

ملح (نمک)

نمک اجسام کا مصلح ہے، کھانے کا بھی مصلح ہے، جس چیز میں ملا دیا جائے اس کا مصلح ہے، یہاں تک کہ سونے اور چاندی کا بھی مصلح ہے، اس میں وہ قوت ہے کہ سونے کی زردی اور چاندی کی سفیدی میں اضافہ کرتا ہے یہ عفونت کو دور کرتا ہے، اسے سرمہ کے طور پر لگایا جائے تو آنکھ کے زائد گوشت کو نکال دیتا ہے، قروح (زخم) بخلیتہ کو پھیلنے سے روکتا ہے، دانت کی حفاظت کرتا، اور اس کی بدبو دور کرتا ہے، مسوڑھے کو مضبوط کرتا ہے، بے شمار فوائد کا حامل ہے۔

حرف النون والہام

نخل (کھجور) | قرآن میں متعدد مواقع پر اس کا ذکر آیا ہے۔
 صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں خوشہ نخلہ لایا گیا۔ آپ نے فرمایا "درختوں میں ایک درخت ایسا ہے کہ مرد مسلمان اس کے مانند ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے، بناؤ وہ کون سا درخت ہے؟۔
 لوگ دوسرے درختوں کا نام لینے لگے، میرا حبی چاہا کہ عرض کر دوں، یہ نخلہ ہے، لیکن حاضرین میں سب کے کم سن ہی تھے، خاموش رہا، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ نخلہ ہے پھر یہ بات میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کی، انہوں نے فرمایا، اگر تم نے کہہ دیا ہوتا تو تم فلاں فلاں سے مجھے عزیز ہوتے۔

اس حدیث سے منبیا درہوتا ہے کہ :

● عالم، اگر چاہے تو مسائل کو اپنے اصحاب کے سامنے امتحان اور نریکے طور پر پیش کر کے جواب طلب کر سکتا ہے۔

- ضرب الامثال اور تشبیہ سے کام لیا جا سکتا ہے۔
- اپنے اکابر کے مقابلہ میں صحابہ کا ادب، خاموشی، شرم
- بیٹے کی قوت فہم پر باپ کی خوشی۔
- بیٹے کے لیے جائز ہے کہ اگر کوئی چیز اسے معلوم ہے تو باپ کی موجودگی میں بیان کر دے خواہ اس کا باپ اسے نہ جانتا ہو، یہ سود ادب نہیں ہے۔

- مرد مسلمان کی مشابہت نخلہ سے اس کی کثرت بڑی، طیب ثمر، اور دائمی طور پر سایہ انگنی۔
- نخلہ کو ہر حالت میں خواہ وہ خشک ہو، تر ہو، پکی ہو، کچی ہو ادھ پکی ہو گندہ کھایا جاتا ہے، وہ

غذا، دوا، شیرینی، شراب، اور کھل ہے۔

گرس | یہ دوسرے درجہ میں گرم خشک ہے۔ اس کی جڑ زخم کو منڈل کرتی ہے خواہ اتنا گہرا ہو کہ پھٹوں تک پہنچ گیا ہو، اس میں قوت غسالہ حالہ ہوتی ہے۔ اگر اسے پکا کر اس کا پانی پرایسے کھایا جائے تو یہ قعر معدہ کی رطوبت جذب کر لیتا ہے۔ یہ زکام بارو میں فائدہ بخش ہے، دماغ کے سڑے کھولتا ہے۔

ہندیا | اس کا مزاج انقلاب موسم کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ موسم سرما میں یہ سرد تر ہے، موسم گرما میں گرم خشک، ربیع و خریف میں معتدل، یہ نقرس کا مرض دور کرتا ہے۔ آنکھ کے ورم کو نافع ہے۔ اس کی جڑ اور پتیوں کا اگر لپ بچھو کے ڈنک زدہ مقام پر کیا جائے تو فائدہ دیتا ہے۔ معدہ کو قوی کرتا ہے جگر کے سڑے کھولتا، درد جگر کو مفید ہے، اس کا انشردہ، یرقان سردی کو فائدہ دیتا ہے۔ اس کی قوت تریا قیہ ہر قسم کے زہر کا توڑ ہے۔

حرف الواو وحرف الباء

دوس **۱** ترمذی نے اپنی جامع میں زید بن ارقمؓ کی حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیتون اور دوس کو ذات الجنب کے لیے مفید بتایا ہے۔

ابو حنیفہ لغوی کہتے ہیں کہ دوس کی کاشت ہوتی ہے، یہ خود رو نہیں ہے ارض عرب کے سوا میں نے اسے کہیں اور نہیں دیکھا، اور ارض شرب میں بھی بلادین کے سوا کہیں نہیں پایا جاتا۔ سطح بدن پر جو دانے ابھرتے ہیں ان میں بھی یہ مفید ہے اگر اس کا طلا دماش کیا جائے۔

یہ پیل کی پتی ہے، بالوں کو سیاہ کرتی ہے۔ یہ لفظ کدو کے لیے بولا جاتا ہے۔ اگر چہ یقیناً **دکمہ** زیادہ عام ہے۔ ازروئے لغت یہ ہر اس درخت پر بولا جاتا ہے جو تنے پر قائم نہ ہو، جیسے خر بوزہ۔ تر بوزہ۔ کدو، ککڑی وغیرہ، قرآن مجید میں حسن شجر یقین کا ذکر آیا ہے اس سے مراد کدو کی قسم کی بنانا قی بیل ہے۔ اس پھل کو کدو کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

صحیحین میں انس بن مالکؓ کی حدیث ہے کہ خیاط نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی میں بھی آپ کے ساتھ گیا۔ آپ کے سامنے جو کی روٹی اور شوربا پیش کیا گیا جس میں کدو، اور گوشت تھا میں نے دیکھا آپ کدو چن چن کر کھا رہے تھے، اس دن سے میں کدو کو بہت مرغوب رکھنے لگا۔ یقیناً سرد تر ہے، اس میں غذائیت ہے، جلدی سے معدہ میں اتر جاتا ہے۔ اگر قبل از ہضم ناسد نہ ہو جائے، اس سے خلط محمود پیدا ہوتی ہے۔ اس کی خاصیت ہی یہ ہے کہ خلط محمود پیدا کرتی ہے۔ گرم مزاج والوں کے لیے زیادہ مفید ہے۔ سرد مزاج والوں کے لیے مناسب نہیں۔ اس کا پانی تشنگی کو دور کرتا ہے اور درد سر کو اگر وہ گرمی سے ہو دفع کرتا ہے، معدہ میں اگر اس کا سابقہ کسی خلط روتا سے پڑ جائے تو خلط روی پیدا کرتا ہے۔ اس کی حضرت ابراہیم سے دود کی ہلکتی ہے۔ یہ بہت لطیف اور سیرج الانفعا

غذائے حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اکثر تناول فرمایا کرتے تھے۔

خطرات سے متعلق طبی ہدایتیں

اب یہ حصہ طب ختم کرنے سے پہلے ایک مختصر لیکن عظیم النفع فصل محاذِ خطرات اور طبی ہدایتوں سے متعلق ذیل میں درج کرتا ہوں، ابن ماسویہ نے کتاب المحاذیر میں ایک فصل اس موضوع پر لکھی ہے۔ میں وہی درج کر رہا ہوں۔

اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرو | ابن ماسویہ نے لکھا ہے کہ جس نے مسلسل چالیس روز تک پیاز کھایا، اور اس کے چہرے پر چھائیاں پڑ گئیں، وہ اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

• جس نے فصہ کھلوائی، پھر فوراً کھانا کھالیا، اسے اگر خارش کی شکایت ہو جائے، تو اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

• جو حمام میں داخل ہو، اور اس کی نبض میں امتلا ہو، اسے اگر فالج ہو جائے تو اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

• جس نے اپنے معدے میں دودھ اور مچھلی کو جمع کر لیا، اسے اگر جذام، یا برص یا نفیس کی شکایت لاحق ہو جائے تو اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

• جس نے اپنے معدے میں دودھ اور نبیذ کو جمع کر لیا اور اسے برص یا نفیس کا مرض ہو گیا تو اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

• جسے احتلام ہو گیا، اور غسل نہیں کیا، پھر بیوی سے مباشرت کر لی، اس کا بیٹا اگر پاگل پیدا ہو تو اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

• جس نے رات کو آئینہ دیکھا، اور نقوسے میں مبتلا ہو گیا، یا کوئی اور بیماری ہو گئی تو اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

بقراط کا قول ہے کہ کاہلی اور زیادہ کھانے سے اعتدال کرنا صحت کو دائمی بناتا ہے۔

بقراط کا قول | بعض حکماء کا قول ہے جو صحت چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی غذا کھائے

جب بھوکا ہوتے کھائے۔ جب پیاسا ہوتے پیے، اور پانی زیادہ نہ پیے۔ رات کے کھانے کے

بعد چل قدمی کرے۔ دن کے کھانے کے بعد قیلولہ کرے، بڑھے جانور کا گوشت نہ کھائے، دوا

اسی وقت استعمال کرے، جب بیمار ہو۔ پھل پکا سوا کھائے۔ لہتے چبا چبا کر کھائے، جب پیاسا

لگے تو نہ روکے، کھانے پر کھانا نہ کھائے۔ ہر مہفتہ تے کر کے تنقیہ جسم کرے، غسل کی عادت

ڈالے، کثرت جماع سے پرہیز کرے۔

چار چیزیں ہیں جو جسم کو بیمار ڈال دیتی ہیں (۱) کلام کثیر،

بیمار ڈالنے والی چار چیزیں | (۲) جماع کثیر (۳) نوم کثیر (۴) اکل کثیر، چار چیزیں

ہیں جو جسم کو ناکارہ بنا دیتی ہیں (۱) حزن و غم (۲) جوع و بھوک (۳) نم دپریشانی (۴) رات کا

زیادہ جاگنا۔

آنحضرت کے احکام و قضایا،

آپ کا اصول اور معمول احکام جزئیہ کے نفاذ میں

اس باب میں ہم تشریح عام کا ذکر نہیں کریں گے۔ اگرچہ آپ قضایا سے خاصہ بھی تشریح عام ہی کی حیثیت رکھتے تھے، مقصد صرف یہ ہے کہ احکام جزئیہ میں آپ کے اصول و معمول کا ذکر کیا جائے کہ آپ کس طرح خصوم کا فیصلہ فرماتے تھے، اور لوگوں کے مابین اچھے احکام کے سلسلہ میں آپ کا طرز کار کیا تھا؟

اور اعلیٰ عمر و بن شعیب سے وہ اپنے والد
غلام کو عمداً یا غلطی سے قتل کرنے کی سزا سے بواسطہ حد روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے جان بوجھ کر اپنے غلام کو قتل کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سو کوڑے لگائے، سال بھر کے لیے جلا وطن کر دیا اور حکم دیا کہ ایک غلام آزاد کرے۔ امام احمد نے سمر سے حسن کی حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا، جو اپنے غلام کو قتل کرتا ہے ہم اسے قتل کی سزا دیتے ہیں حسن کہتے ہیں کہ غلام کا قاتل امام کے سامنے پیش کیا جائے گا، اور وہ جو فیصلہ مناسب سمجھے گا کرے گا۔

صحیح بخاری اور مسلم سے ثابت ہے کہ ایک یہودی
ایک یہودی کو غیرت انگیز سزا نے ایک جاریہ کا سر دو پتھروں سے کچل کر ریزہ ریزہ کر دیا، تاکہ اس کے زبور پر قبضہ کر لے، وہ پکڑا گیا اور آپ کے سامنے پیش کیا گیا کہ اس نے اقرار کیا

یہ کوئی مخصوص صورت تھی، ورنہ قتل عمد کی سزا قتل ہے، خواہ مقتول غلام ہو، یا آزاد

بھی کر لیا، آپ نے حکم دیا کہ دو پتھروں سے اس کا سر بھی کھلی دیا جائے۔

اس حدیث سے جو امور ثابت ہوتے ہیں یہ ہیں۔

• عورت کے قاتل کو سزائے قتل،

• مجرم کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جس میں وہ خود ماخوذ ہو۔

• سزائے قتل میں اذن ولی کی ضرورت نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مقتول کے اولیا کے حوالے نہیں کیا، نہ ان سے یہ فرمایا کہ اگر چاہو تو اسے قتل کر دو، چاہو معاف کر دو، بلکہ اسے قتل کر دیا۔ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

صحیحین میں روایت درج ہے کہ بذیل کی دو عورتوں نے

جنین کا تاوان، اور قتل خطا کی دیت | ایک دوسری پر سنگ باری کی، جس سے ایک عورت

قتل ہو گئی، اور اس کا جو بچہ پیٹ میں تھا، ہلاک ہو گیا۔ اس مقدمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین کے لیے تاوان کا حکم دیا۔ اور مقتولہ کی دیت قاتلہ کے عصبہ سے دلوائی۔

امام احمد اور بزار وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ یمن میں

حضرت علیؑ کا ایک عجیب فیصلہ | ایک جماعت نے ایک کنواں کھودا، اس میں ایک

آدمی گر پڑا، گرتے گرتے اس نے دوسرے کو، دوسرے نے تیسرے کو، تیسرے نے چوتھے کو پکڑ لیا، چاروں کے چاروں کنویں میں گر پڑے، اور مر گئے۔

ان لوگوں کے اولیا نے حضرت علیؑ کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا۔ انہوں نے ان لوگوں کو

طلب کیا، جنہوں نے کنواں کھودا تھا، اور فیصلہ کیا کہ پہلے کی چوتھائی دیت ہوگی، اس لیے کہ اس نے

اپنے اوپر کے تین آدمیوں کو ہلاک کیا، دوسرے کی ایک تہائی دیت ہوگی۔ کیونکہ اس نے اپنے اوپر کے

ایک آدمی کو ہلاک کیا۔ اور چوتھے کی پوری دیت ہوگی۔

دوسرے سال یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سارا ماجرا

کہہ سنایا، آپ نے فرمایا علیؑ کا فیصلہ درست ہے۔

محرمات سے شادی کرنے والا سزائے قتل کا مستحق ہے | امام احمد اور ابی داؤد نے

برابر بن عاذب رضی اللہ عنہ کی روایت درج کی ہے وہ کہتے ہیں میں اپنے خالو حضرت ابو براءؓ سے ملا، تو دیکھتا کیا ہوں ان کے ہاتھ میں ایک جھنڈا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔

”مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے پاس بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی عورت سے شادی کر لی ہے، اسے قتل کر دوں اور اس کا مال ضبط کروں۔“

ابن ابی خنیمہ نے اپنی تاریخ میں ایک حدیث درج کی ہے جسے معاویہ بن قرظہ نے اپنے والد سے، اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے پاس بھیجا جس نے اپنے باپ کی عورت سے شادی کر لی تھی۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور اس کا مال ضبط کر لیا۔

یہی بن معین کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔

سنن ابن ماجہ میں ابن عباس کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو محرم عورت کے ساتھ مجامعت کرے اسے قتل کر دو۔“

جو زحانی نے ذکر کیا ہے کہ حجاج کے سامنے ایک آدمی پیش کیا گیا جس نے اپنی بہن کو اپنے لیے حلال کر لیا تھا، حجاج نے حکم دیا اسے قید کر دو، اور یہاں جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان سے مسئلہ دریافت کرو، چنانچہ عبداللہ بن مطرف رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ انہوں نے کہا:

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو محرمات کے ساتھ بد فعلی کا ارتکاب کرے، اس کے تلوار سے دو ٹکڑے کر دو۔“

امام شافعی، مالک اور ابو حنیفہ ایسے شخص کے لیے وہ سزا تجویز کرتے ہیں جو زانی کی ہے۔

سنن دارقطنی میں جابر رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تاخیر قصاص زخم مجروح کا منزل ہونے تک

نے جراح سے اس وقت تک تاوان لینے سے منع فرمایا ہے جب تک مجروح کا زخم منزل نہ ہو جائے

اس سے ثابت ہوا کہ زخم جب تک منزل نہ ہو جائے یا سرایت مستقرہ کی صورت نہ اختیار کرے

قصاص لینا درست نہیں ہوگا۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ ضرب کا قصاص ہے، خواہ وہ ضرب ڈنڈے سے لگائی گئی ہو یا کسی اور چیز سے۔

تیز یہ کہ اگر مضر و ب قصاص کی جلدی کرے پھر اس کے بعد اس کا زخم سرایت اختیار کرے، یعنی ایک عضو سے دوسرے عضو تک پہنچ جائے، تو پھر قصاص لے چکنے کے بعد اس سرایت کی انگ سے کوئی سزا نہیں ملے گی، قصاص لانی سمجھا جائے گا۔ اب امام کے لیے یہ روا نہیں ہے کہ مجرم کو قید کرے، یا کوئی اور سزا دے۔

جمہور کا قول ہے کہ قصاص عقوبت راندہ سے محفوظ کر دیتا ہے، اس کی مثال حد کی طرح ہے۔ اگر کسی آدمی پر حد جاری کر دی گئی تو اب وہ عقوبت دیگر کا سزاوار نہیں۔
 معاصی کی تین قسمیں ہیں :

۱۔ ایک قسم وہ ہے جس کے لیے حد مقرر ہے، تو اب اس حد کے ساتھ کوئی دوسری تعزیر نہیں دی جائے گی۔

۲۔ دوسری قسم وہ ہے جس کے لیے نہ کوئی حد مقرر ہے، نہ کفارہ، اس صورت میں امام تعزیر کا فیصلہ کرے گا۔

۳۔ تیسری قسم وہ ہے جس میں کوئی حد تو نہیں مقرر ہے لیکن کفارہ ہے، جیسے احوام یا روزے کی حالت میں بیوی سے مجامعت کر لے، اس صورت میں کفارہ یا جائے گا، تعزیر نہیں ہوگی۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے
گھر میں تاک چھپانا کرنے والے کی سزا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا اگر کوئی شخص بغیر اذن کسی کے گھر میں چھپا لگتا ہے اور وہ اس کی آنکھ پھوڑ دیتا ہے، تو اس کی کوئی ریت (تاوان) نہیں ہے۔ نہ قصاص ہے۔

فقہائے حدیث، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا فتویٰ یہی ہے، لیکن امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا یہ مسلک نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند احکام و قضایا

ذیل میں آپ کے چند احکام و قضایا، متفرق مسائل کے سلسلے میں درج کیے جاتے ہیں

اہل سنن اربعہ نے ابن عباسؓ کی حدیث ذکر کی ہے، کہ

مقتول کی دیت کیا ہے؟ | ایک آدمی قتل کر دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اس کی دیت بارہ ہزار مقرر کی۔

حضرت عمرؓ سے ثابت ہے کہ انھوں نے ایک موقع پر خطبہ دیتے ہوئے اعلان فرمایا، کہ چونکہ اونٹ گراں ہو چکے ہیں، لہذا ان کے بدلے میں بارہ سو دینارا، اہل زہرا، اور بارہ ہزار درہم اہل لیسیم پڑ عاید ہوں گے، اہل بیت جو گائے دے سکیں وہ دو سو گائے دیں، جو بکری دے سکیں وہ دو ہزار بکریاں دیں، جو حلتے دے سکیں، وہ دو سو حلتے دیں۔ نیز اہل ذمہ کی دیت ترک کر دی گئی۔

۱۔ مقتول کی دیت نواؤنٹ ہے۔

۲۔ جملہ اعضاء انسانی مثلاً، ہاتھ، پاؤں، ناک، کان وغیرہ کی الگ الگ دیت بھی ہے۔

۳۔ جیسے اشرفی اور روپیہ، کہ ایک سونے کا سکہ ہے، ایک چاندی کا۔

۴۔ دیت، یا خراج، یا جزیرہ، اگر بہ صورت نقد نہ دیا جائے تو بہ صورت پارچہ بھی لیا جاسکتا ہے۔

۵۔ لیکن معمول بہ اور متفق علیہ مسلک یہ ہے کہ ذمہ کی دیت بھی ہوگی، اختلاف جو کچھ

ہے وہ مقدار میں ہے۔

اہل سنن اربعہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کی دیت نصف دیت سے مقرر فرمائی ہے۔

معاہدہ کی دیت کیا ہے؟

ابن ماجہ سے اسی طرح کی حدیث میں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے لیے اتنی ہی دیت مقرر کی گئی ہے۔

اس بارے میں فقہا کا باہم اختلاف ہے۔

امام مالک کہتے ہیں کہ کسی معاہدہ کو اگر کوئی مسلمان قتل کر دے، تو مسلمان کی دیت سے نصف دیت دی جائے گی، خواہ یہ قتل غلطی سے ہو یا عمداً،

امام احمد فرماتے ہیں کہ مسلمان نے اگر معاہدہ کو عمداً قتل کیا ہے تو اس کی دیت اتنی ہی ہوگی جتنی ایک مسلمان کی ہوتی ہے۔ اور اگر غلطی سے قتل کیا ہے تو ایک قول کے مطابق مسلمان سے نصف، اور دوسرے قول کے مطابق ایک تہائی دیت دینا ہوگی۔

امام شافعی کا ارشاد ہے کہ قتل خواہ غلطی سے کیا ہو یا جان بوجہ کر ایک تہائی دیت واجب ہوگی۔

امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ جب قصاص کا اصول دونوں میں (یعنی مسلم اور غیر مسلم میں) جاری ہے، تو دیت بھی مساوی ہوگی۔

۱۔ معاہدہ شرع کی اصطلاح میں اس غیر مسلم کو کہتے ہیں جو از روئے معاہدہ سلامتی جان و مال خود، مسلمانوں کے ملک میں ان کی حکومت کے زیر سایہ زندگی بسر کرے، متعدد احادیث صحیحہ میں معاہدہ پر ظلم و زیادتی کرنے والوں کو عذاب شدید کی وعید دی گئی ہے۔

۲۔ آزاد مسلمان،

۳۔ آنکار بعد میں سے کسی امام کا قول بھی، انفرادی حیثیت سے نہیں ہے، وہ ہر حال کتاب سنت اور آثار صحابہ پر مبنی ہے، لیکن ہر ایک کا معیار اور قبول جدا ہے، اور درحقیقت یہیں سے اختلاف و نزاع کی صورت پیدا ہوتی ہے، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ پچھلا حاشیہ دیتے، یعنی حوں بہا کے سلسلے میں، جو اختلافی اقوال آئمہ اربعہ کے اوپر گزرے ہیں، وہ بھی ایسے ہی ہیں، ہر امام کا مسلک اس چیز یا اثر پر مبنی ہے، جو اس کے نزدیک زیادہ صحیح اور قابل قبول ہے، یہی صورت امام ابو حنیفہ کے ساتھ بھی ہے، لیکن چونکہ وہ لفظ کے ساتھ مغز و معنی پر غور کرتے ہوئے، قیاس سے بھی کام لیتے ہیں، اسی لیے بالعموم ان کے اقوال زیادہ وزنی اور محکم نظر آتے ہیں۔

جرم زنا کا اقرار اور اس کی سزا

ایک زانی مرد اور ایک زانیہ عورت کا واقعہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے ثابت ہے کہ ایک شخص جس نے اسلام قبول کر لیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے زنا کا اعتراف کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، یہاں تک کہ چار مرتبہ اس نے اپنے خلاف گواہی دی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا۔

”آیا تو پاگل ہے؟“

اس نے عرض کیا، ”نہیں!“

آپ نے پوچھا، ”کیا تیری شادی ہو چکی ہے؟“

اس نے اعتراف کیا، ”ہی ہاں!“

آپ نے اسے وہیں مسجد میں سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ وہ سنگسار کیا گیا، یہاں تک

کہ وہ مر گیا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”خیراً“۔ پھر اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

بخاری اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں یہ واقعہ

اقراری جرم سے استفسار اس طرح بیان کیا گیا ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا،

”تمہارے بارے میں مجھے جو خبر ملی ہے کیا وہ صحیح ہے؟“

اس نے پوچھا،

”میرے بارے میں آپ کو کیا خبر ملی ہے؟“

آپ نے ارشاد فرمایا،

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے فلاں قبیلہ کی ایک باندی کے ساتھ زنا کا ارتکاب

کیا ہے۔

اس نے کہا، ”جی ہاں یہ سچ ہے!“

پھر اپنے خلاف چار مرتبہ شہادت دی،

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے پاس بلایا، اور پوچھا،

”کیا تو پاگل ہے؟“

اس نے جواب دیا، ”نہیں!“

آپ نے پوچھا، ”کیا تیری شادی ہو چکی ہے؟“

اس نے اقرار کیا، ”جی ہاں!“

پھر آپ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔

ابوداؤد کی ایک روایت

میں ہے کہ آپ نے اس

اقراری مجرم کو جرم زنا کی تحریم سے واقف ہونا چاہئے

کی شہادت لینے کے بعد اس سے پوچھا،

”کیا تو جانتا ہے زنا کیا ہے؟“

اس نے جواب دیا، ”جانتا ہوں! میں نے اس باندی کے ساتھ وہ

فعل حرام کیا ہے جو ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ کرتا ہے تو حلال ہوتا ہے!“

آپ نے پوچھا، ”یہ کہنے سے تیرا مطلب کیا ہے؟“

اس نے جواب دیا

”میں چاہتا ہوں آپ مجھے پاک کر دیں۔“

چنانچہ آپ نے حکم دیا، اوردہ سنگسار کروایا گیا،

ایک زانیہ کا واقعہ صحیح مسلم میں ہے کہ غامدیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے کہا۔

”یا رسول اللہ میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے، مجھے پاک کر دیجئے!“
 آپ نے اسے واپس کر دیا، دوسرے دن وہ پھر حاضر ہوئی اور کہنے لگی،
 ”یا رسول اللہ! (زنا سے) میں خدا کی قسم حاملہ بھی ہوں!“
 آپ نے فرمایا، ”ابھی جاؤ، جب بچہ جن لینا تب آنا!“
 جب اس نے بچہ جن لیا، تو پھر حاضر خدمت ہوئی، بچہ ایک کپڑے میں لٹا ہوا تھا
 کہنے لگی،

”یہ ہے جسے میں نے جنا ہے!“

آپ نے فرمایا، ”واپس جاؤ، اسے دودھ پلاؤ، جب اس کے دودھ پلینے کی مدت ختم
 ہو جائے تب آنا!“

جب دودھ پلانے کی مدت ختم ہو گئی، تو پھر بچہ لے کر حاضر ہوئی، بچہ کے ہاتھ میں
 روٹی کا ایک ٹکڑا تھا، وہ عرض گزار ہوئی۔

”یا نبی اللہ! میں نے اس کا دودھ بڑھا دیا، اب یہ کھانا کھانے لگا ہے!“

آپ نے وہ لٹکا ایک مسلمان کو دے دیا، پھر آپ کے حکم سے ایک گڑھا کھودا گیا جو
 سینہ تک تھا، پھر آپ نے حکم دیا، اور لوگ اس پر پتھر پھینکنے لگے، خالد بن ولیدؓ نے بھی
 ایک پتھر اس کے سر پر پھینچ مارا، جس سے خون کے چھینٹے اڑ کر ان کے منہ پر لگے، خالدؓ نے
 اسے گالی دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ سے کہا،

”اے خالدؓ، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس عورت نے
 وہ توبہ کی ہے کہ کیسا ہی گنہگار ایسی توبہ کرتا تو وہ قبول کر لی جاتی!“
 پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہ دفن کر دی گئی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 غیر شادی شدہ زانی کی سزا

نے غیر شادی شدہ زانی کے لیے حد سزا کوڑے

جاری کرنے کی نرا تجویز فرمائی۔ اور سال بھر کے لیے جلا وطنی کا حکم دیا۔

تصانے رسول سے احکام و مسائل مستنبطہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ان قضایا سے جو امور ثابت ہوتے

ہیں یہ ہیں:

—: حدود کا نفاذ مسجد میں بھی ہو سکتا ہے۔

—: اگر کوئی آزاد شادی شدہ شخص کسی باندی سے زنا کرے تو بھی سنگسار کیا

جائے گا،

—: شادی شدہ شخص کی سزائے زنا سنگساری ہے۔

—: زانی جب تک چار مرتبہ اقرار جرم نہ کرے، سنگسار نہیں کیا جائے گا۔

—: اگر چار مرتبہ اقرار نہ کرے، دو یا تین مرتبہ کرے، تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔

کیونکہ نصاب اقرار کی تکمیل نہیں ہوتی، امام کو چاہیے کہ اس سے اعراض کرے، اور عدم تکمیل اقرار کے باعث اس کو ماخوذ نہ کرے۔

—: پاگل، یا نشہ میں دھت شخص کا اقرار لغو ہے، اس پر اعتبار نہیں کیا جائے

گا، اس طرح اس کی طلاق، عتاق، قسم، اور وصیت بھی غیر معتبر ہے۔

—: امام کے لیے ان سب یہ ہے کہ اقرار زنا کرنے والے کو، عدم اقرار پر سائل

کرے۔

—: جو شخص تحریم زنا سے لاعلم ہے اس پر حد جاری نہیں ہوگی، کیونکہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی سے حکم زنا کے بارے میں پوچھا تھا۔ اور اس نے جواب میں کہا

تھا میں نے اس باندی کے ساتھ وہ فعل حرام کیا ہے، اگر شوہر بیوی کے ساتھ کرے تو

حلال ہوتا ہے۔

—: حاملہ عورت پر حد جاری نہیں ہوتی، جب تک وہ بچہ نہ جن لے، اسے پوری

مدت تک دودھ نہ پلائے،

—: اہل عاصی پر تائب ہونے کے بعد سب دشمتم ناجائز ہے۔

— حد زنا میں جو قتل ہو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔
 — زنا کا اقرار کرنے والا، اگر اشارہ میں بھاگ جائے، تو چھوڑ دیا جائے۔
 اور حد پوری نہیں کی جائے گی، کیونکہ یہ فرار یا تو اقرار زنا سے رجوع ہے، یا تکمیل حد
 سے قبل توبہ ہے، اب اس پر حد جاری نہیں ہوگی، ہمارے شیخ ابن تیمیہ کا مسلک بھی یہی
 ہے،

— کوئی شخص اگر اقرار کرتا ہے کہ اس نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کا ارتکاب
 کیا ہے، تو اس پر حد قذف (دہمت) جاری نہیں ہوگی، زنا کی حد جاری ہوگی۔
 — عورت کو جلا وطنی کی سزا نہیں دی جائے گی،

لواطت

وضع خلاف فطرت کی عبرت انگیز سزا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی فیصلہ لواطت (اعلام) کے بارے میں ثابت نہیں ہے، کیونکہ یہ عرب میں رائج نہیں تھی، لہذا ایسا کوئی مقدمہ آپ کے سامنے پیش نہیں ہوا، لیکن یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا،

« فاعل اور مفعول کو قتل کر دو! »

حضرت ابو بکرؓ نے بھی یہ حکم نافذ کیا، اور صحابہ سے مشورہ کے بعد خالدؓ کو فرمان بھیج دیا، ابن قسار اور ہمارے شیخ ابن تیمیہ کا کہنا ہے کہ صحابہ کا لواطت کرنے والے کو قتل کر دینے کے بارے میں مکمل اتفاق ہے، اگرچہ کیفیت قتل میں اختلاف ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

« جس شخص کو تم قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ اسے قتل کر دو! »

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جو کسی جانور کے ساتھ یہ فعل کرے اسے اور جانور، دونوں کو قتل کر دو۔

اور یہ حکم، حکم شارع کے عین موافق ہے، کیونکہ محرمات جتنے غلط ہوں گے، سزا بھی اتنی ہی سخت ہوگی، وہ مجامعت جو کسی حالت میں جائز نہیں ہے۔ اس مجامعت سے کہیں زیادہ سنگین ہے، جو بعض احوال میں جائز

ہے۔

سلف کا اس بارے میں اختلاف ہے، حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اس کی حد، ثانی کی حد ہے، ابو سم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، وہ ہر حال میں قتل کیا جائے گا۔

۱۔ وضع خلاف فطرت بہت بڑا سماجی گناہ ہے، ان افعال کا ارتکاب کرنے والے جتنے بے حیا ہوتے ہیں کوئی نہیں ہو سکتا، لہذا سزا بھی اتنی ہی سنگین ہونی چاہیے، جتنا سنگین جرم ہے۔ بعض لوگ لواطت کو جرم نہیں سمجھتے، یا سمجھتے ہیں تو بہت ہلکا، لیکن اخلاقی، طبی، ہر اعتبار سے یہ بہت بڑا جرم ہے، قاعل کے لیے بھی اور مفعول کے لیے بھی، اس کے ارتکاب سے نہ صرف سماج میں گندک پیدا ہوتی ہے بلکہ فطرت بھی مسخ ہو جاتی ہے، اللہ نے انسان میں قوت رجولیت اس لیے پیدا کی ہے، اور جذبہ شہوانی کا مقصد یہ ہے کہ توالد و تناسل کا سلسلہ قائم رہے، یہ جذبہ اس لیے نہیں ہے کہ انسان جانور بن جائے، بلکہ جانور بھی اس فعل شیعنے کا ارتکاب نہیں کرتے۔

لہذا اگر غور کیا جائے تو اعتراف کرنا پڑے گا کہ اس جرم کی سزا انتہائی سنگین ہونا، مصلحت ملی و عمومی پر مبنی ہے۔

زنا کا اقرار و انکار

اقراری زانی پر حد جاری ہوگی منکر عورت کے ساتھ

اگر کسی شخص نے معین اور مخصوص عورت کے ساتھ زنا کا اعتراف کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر زنا کی حد جاری فرمائی۔ چنانچہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے دریافت کر لیا، اس نے ارتکاب زنا سے صاف انکار کر دیا۔

آپ نے مرد پر کپڑے کی حد جاری کرادی، اور عورت کو سزا نہیں دی۔ اس حکم سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

ایک یہ کہ اقرار زنا کے بعد مرد پر حد جاری ہو جائے گی، اگرچہ عورت نے اسے جھٹلایا کیوں نہ ہو، امام ابو حنیفہ، اور

امام ابو یوسف کا مسلک یہ ہے کہ مرد پر بھی حد جاری نہیں ہوگی۔

دوسرے یہ کہ مرد پر حد قذف (تہمت) جاری نہیں ہوگی۔

باقی رہی سنت ابو داؤد کی روایت کہ ایسے موقع پر آپ نے حد زنا کے ساتھ حد قذف

بھی جاری کی۔ تو نسائی کہتے ہیں یہ حدیث منکر ہے۔

لے یہ اقرار زنا کرنے والا شخص شادی شدہ نہیں تھا، اسی لیے سنگسار نہیں کیا گیا۔

حدِ قذف

ارتداد اور شراب نوشی کی سزائے شرعی

آسمان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جب تہمت سے برأت نازل ہوئی، تو اس جرم میں آپ نے دو آدمیوں اور ایک عورت کو سزائے تازیانہ دی، وہ دو مرد تھے۔ حسان بن ثابتؓ اور سلح بن اثاثہ، ابو جعفر نعیمی کا قول ہے کہ عورت کا نام حمتہ بنت محش تھا۔

آپ نے مرتد کے لیے قتل کی سزا کا حکم دیا، ارتداد کی سزا، مرد اور عورت دونوں پر یکساں جاری ہوگی، چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک عورت ام قرقہ کو سزائے قتل دی، جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئی تھی۔

شرابی کی سزا | آپ شرابی کو لکڑی سے بھی پٹوایا، اور جوتے سے بھی، اسی طرح حضرت ابو بکر کا عمل ثابت ہے۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ آپ نے شرابی کو اسی کوڑے لگوائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سزا ثابت نہیں ہے۔

یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے، چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب "ہدایہ" میں مرتد کے لیے سزائے قتل نہیں ہے۔

درحقیقت سزائے قتل ان مرتدوں کو دی گئی، جو اسلام سے منحرف ہو کر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرابی کو چالیس
کوڑے لگوائے، حضرت ابو بکر نے بھی یہی سزا دی، حضرت عمر نے ان دونوں کا مجرم عدلیہ کوڑے
نافذ کیا۔

آپ سے یہ بھی ثابت ہے کہ اس جرم کے چوتھی یا پانچویں مرتبہ ارتکاب کے بعد آپ نے
سزائے قتل دی۔

اس باب میں لوگوں کا اختلاف ہے۔

شرابی کو حسب مصلحت سزائے قتل دی جاسکتی ہے | ایک قول یہ ہے کہ یہ سزا
منسوخ ہو چکی ہے، اس کی

ناسخ عبدالقادر بن حماد کی حدیث ہے، کہ وہ بار بار جرم شراب نوشی میں ماخوذ ہو کر آپ کی
خدمت میں پیش کئے گئے، ہر مرتبہ آپ نے سزائے تازیانہ دی، سزائے قتل کبھی نہیں دی۔
ایک قول یہ ہے کہ قتل ایسی تعزیر ہے جو حسب مصلحت رواد رکھی جاسکتی ہے۔

۱۰ یعنی شرابی کو قتل کرنے کے بارے میں۔

چور کی سزا

قطع ید کا نصاب اور اس سے متعلق مباحث

آپ نے تین درہم کی چوری تک چور کے ہاتھ کٹوائے، آپ نے فیصلہ فرمایا کہ چار دینار سے کم کی چوری پر ہاتھ نہ کاٹنے چاہئیں، آپ سے صحیح طور پر مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، چار دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹ لو، اس سے کم کی چوری پر مت کاٹو۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچکے، ذکیت اچکے اور خائن کے لیے قطع ید نہیں اور خائن کے لیے قطع ید کا حکم ساقط فرمایا،

خائن سے مراد، خائن و دلیت ہے،

آپ نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر فاطمہ بنت محمد بھی چور کرے تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دوں گا،“

کھجور کے چور کا حکم | کھجور کے چور سے آپ نے قطع ید کی سزا ساقط فرمادی، اور فیصلہ کیا اگر ان کے منہ میں کچھ پانی جائے، تو وہ محتاج ہے، اس پر کوئی سزا نہیں ہے، اور جس نے ڈال سے توٹا اس سے دو گنا تاوان لیا جائے گا، اور سزا دی جائے گی، اور جس نے گھلیان سے چوری کی اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے، بشرطیکہ مالیت نصاب ایک ترکش کی قیمت کے برابر ہو۔

چراغ سے کوئی شخص بکری چرائے تو اسے دو گنی قیمت دینی پڑے

بکری چرانے کی سزا | البتہ کسی نے اگر بکری کی چوری اس کی بیٹھک سے کی تو اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے، بشرطیکہ وہ مالیت نصاب کے برابر ہو،

مقدمہ پیش کرنے کے بعد واپس نہیں لیا جاسکتا | صفوان بن امیہ کی چادر جب وہ مسجد میں سو رہے تھے، ایک شخص نے

چرائی، آپ نے اس کے لیے قطع ید کی سزا کا فیصلہ کیا، صفوان نے کہا میں یہ چادر اسے عیب کڑا ہوں، (اسے معاف کر دیجئے) آپ نے فرمایا،

”میرے پاس (شکایت لے کر) آنے سے پہلے تم یہ (عیب) کر سکتے تھے، (اب نہیں!)“

جو شخص خود چوری کا اقرار کر لے — | ابن ماجہ کی روایت ہے کہ ایک شخص چور کا کے الزام میں آپ کے سامنے لایا گیا، اس

نے چوری کا اعتراف کر لیا، لیکن اس کے پاس کچھ مال (چوری کا) نہیں پایا گیا، آپ نے فرمایا،

”میں نہیں خیال کرتا کہ اس نے چوری کی ہوگی!“

لیکن ملزم نے کہا، میں نے چوری کی ہے،!“

جب دو یا تین مرتبہ اس نے چوری کا اقرار اعادہ سوال کے بعد کر لیا تو آپ نے قطع ید کا فیصلہ فرمایا۔

چوری کا ایک اور اقرار مجرم | اسی طرح ایک اور شخص چوری کے الزام میں آپ کے سامنے لایا گیا، آپ نے فرمایا،

”میں نہیں خیال کرتا کہ اس نے چوری کی ہوگی،!“

لیکن اس شخص نے اعتراف کر لیا،

آپ نے فرمایا، ”اسے لے جاؤ اور اس کے ہاتھ قطع کر دو، پھر اس کا علاج کرو، اس

کے بعد میرے پاس لاؤ،!“

چنانچہ اس شخص کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، اس کے بعد وہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ

نے اس سے فرمایا،

خدا سے توبہ کرو،!“

اس نے کہا، ”میں خدا سے توبہ کرتا ہوں،!“

آپ نے فرمایا، ”خدا نے تیری توبہ قبول کر لی،!“

ابو داؤد نے ازہر بن عبد اللہ کی روایت درج کی ہے کہ ایک

جماعت کا کچھ مال چوری ہو گیا، ان لوگوں نے بعض جولاہوں پر چوری کی تہمت لگائی، اور صحابی رسولؐ نے ان بن بشر بن کے پاس شکایت لے کر حاضر ہوئے، انھوں نے چند روز تک ان جولاہوں کو قید رکھا، پھر رہا کر دیا، شکایت کرنے والے نعمان کے پاس آئے، اور کہا۔

”آپ نے بغیر مارے پیٹے اور سزا دیئے ان لوگوں کو چھوڑ دیا؟“

نعمان نے کہا، ”تم کیا چاہتے ہو؟ اگر یہ چاہتے ہو کہ میں انہیں سزائے ضرب دوں، تو ایسا جب ہوتا کہ ان کے پاس سے مالیت برآمد ہوتی، اور اب اگر انہیں سزا ملے گی تم بھی سزا پاؤ گے،

انہوں نے کہا، ”یہ آپ کا فیصلہ ہے۔“

نعمان نے جواب دیا، ”اللہ کا فیصلہ ہے اور اس کے رسولؐ کا فیصلہ ہے۔“

ان مذکورہ بالا احکام و قضایا سے جو احکام و قضایا بالاسے احکام مستنبط

مسائل مستنبط ہوتے ہیں یہ ہیں:

۱۔ تین درہم، یا چار دینار سے کم مالیت کی چوری کرنے والا سزائے قطع ید نہیں پائے گا۔

۲۔ گناہ کبیرہ — مثلاً چورا سو دخورا شرابی، شراب ساز، اغلام باز وغیرہ — کے مرتکب پر لعنت کا جواز، — بیساکہ آپ نے ایک مرتبہ رسن سقیتہ اور بیضہ (آہن) پر لعنت فرمائی،! — لیکن عبداللہ بن مہاجر جو شراب کے سیاتھے لعنت سے منع فرمایا۔

لیکن دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، جس میں وہ وصف پایا جائے جو مستحق لعن ہو، تو اس پر لعنت روا ہے، لیکن جس کے حسنات سیات سے زیادہ ہوں، یا جس نے توبہ کر لی ہو تو پھر انواع پر لعنت جائز ہے اعیان پر نہیں۔

۳۔ مدذرائع کا ارشاد بھی ملتا ہے، — کیونکہ آپ کا ارشاد ہے کہ رسن

(سقیۃ) اور بیعتہ (آہن) کے چور کو نہ چھوڑو، اس کا ہاتھ کاٹ دو، (کیونکہ ان کی قیمت ۳-۴ دہم کے برابر ہوتی تھی)۔

۴۔ مستعار چیز لینے والا اگر واپس کرنے کے بجائے، جھگڑنے لگے، تو وہ بھی چور کے حکم میں ہے، لہذا اسے قطع ید کی سزا ملے گی، جیسا کہ ایک عورت کے لیے آپ نے حکم دیا تھا،

۵۔ جس کی سزائے قطع ید ساقط ہوگی، اس پر دو گنا تاوان عاید کیا جائے گا، جیسا کہ شمار متعلقہ اور بیٹھک سے چوری کی ہوئی بکری کے بارے میں آپ نے فیصلہ کیا،

۶۔ تاوان اور (کچھ) سزا کا اجتماع بھی درست ہے، یعنی عقوبت مالی بھی اور سزائے

بدنی بھی۔

۷۔ حرز کا بھی لحاظ رکھا جائے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لٹکے ہوئے شمار کی چوری پر قطع ید کی سزا نافذ نہیں کی، لیکن کھلیان سے چوری کرنے والے کے لیے قطع ید کا حکم دیا۔

جمہور کا قول یہ ہے اور وہی صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوری کے تین احوال نے چوری کو تین احوال پر منحصر رکھا ہے:

الف۔ کوئی سزا نہیں ہے، اگر شمار چور کے منہ سے برآمد ہوں،

ب۔ دو گنا تاوان اور سزائے ضرب، نہ کہ قطع ید، اگر شمار درخت پر لٹکے ہوں۔

ج۔ قطع ید، اگر چوری کھلیان سے کی جائے، چاہے وہ پھل پکے ہوں، یا نہ پکے ہوں، اصل اعتبار مکان، (جائے حفاظت) اور حرز (احتیاط و نگہداشت) کا ہے، چنانچہ جس نے بکری چراگاہ سے چرائی تھی، آپ نے سزائے قطع ید نہیں دی، لیکن جس نے بیٹھک سے چرائی تھی اسے قطع ید سے معاف نہیں کیا۔

۸۔ یعنی مالک نے اپنے مال کی حفاظت کی ہو، اور پھر چوری ہو جائے تو دوسرا حکم ہے، اور یوں ہی کھلا چھوڑ دیا ہو، پھر چوری ہو جائے، تو اب حکم بدل جائے گا۔

۸۔ اثبات عقوبات مالیہ، — یہ بات متعارف و غیر متعارف مسنن اور عمل خلفائے راشدین

سے ثابت ہے۔

۹۔ انسان کے کپڑے اور فرش کو مال محفوظ مانا جائے گا، خواہ وہ سورا ہو، اور کہیں

بھی ہو، مسجد ہی میں کیوں نہ ہو۔

۱۰۔ مسجد، جہتے محفوظ ہے، پس وہاں سے جو چیز، چٹائی، تندیل، فرش وغیرہ چرائے گا

وہ قطع ید کا مستحق ہے۔

۱۱۔ چوری کا مقدمہ دائر کرنے سے پہلے اگر آدمی چاہے تو چور کو مال مسروقہ عیبہ

کھسے یا معاف کر دے۔

۱۲۔ مقدمہ پیش ہونے کے بعد، قطع ید کی سزا ساقط نہیں ہوگی، یہی حال دوسری

شرعی سزائوں، (حدود) کا بھی ہے، بلکہ سنن میں ایسے شافع اور مشفق دونوں کے لیے لعنت

آتی ہے۔

۱۳۔ اگر کسی نے کوئی ایسی چیز چرائی، جس میں اس کا بھی حق تھا، تو ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔

۱۴۔ اقراری چور اگر دو یا تین مرتبہ اقرار نہ کرے تو ہاتھ نہیں کٹے گا۔ کیونکہ جب

چور نے آپ کے سامنے پہلی مرتبہ اقرار کیا تو آپ نے فرمایا،

”میں نہیں خیال کرتا تو نے چوری کی ہوگی۔“

پھر جب اس نے دوبارہ اقرار جرم کیا، تب عدنا مذکی، یعنی جب تک اس نے دو مرتبہ

اقرار نہیں کر لیا۔ سزائے قطع ید نہیں دی،

۱۵۔ جو خود سے جرم کا اقرار کرے، یعنی خود اقرار کناں حاضر ہو گیا ہو، ماخذ کر کے لیا

نہ گیا ہو۔ تو امام کو چاہئے، اسے ٹالنے کی کوشش کرے تاکہ وہ اقرار کر کے مستحق سزا نہ بن

جائے، اور اپنے ارادہ سے باز آجائے، اور قول سے (اگر ایک مرتبہ اقرار کیا ہو) رجوع

کر لے۔!

۱۶۔ قطع ید کے بعد، چور کا علاج حاکم کے ذمہ ہے،

اے کا یہ ارشاد کہ قطع ید کے بعد اس کا علاج کرو۔ پھر میرے پاس لاؤ، اس بات

کی دلیل ہے کہ معارت علاج سارق کے ذمہ نہیں حکومت کے ذمہ ہوں گے۔

۱۷ — نگیل اور عبرت کے طور پر سارق کے ہاتھ اس کی گردن سے لٹکائے جاسکتے ہیں۔

۱۸ — اگر علامات شبہ موجود ہوں تو متہم کو سزائے ضرب دی جاسکتی ہے۔

۱۹ — اگر متہم کے پاس سے کوئی چیز برآمد نہ ہو تو اسے نہ قید رکھا جائے گا، نہ سزا

دی جائے گی، جیسا کہ نعمان بن بشر رحمہ کے فیصلہ سے ثابت ہے،

۲۰ — سزائے ضرب، کوڑے سے بھی دی جاسکتی ہے، اور چھڑی سے بھی ۛ

مسلمان یا ذمی اور معاہدہ

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شتم کرنا تو کیا سزا ہوگی؟

بعض یہودیوں کو اس جرم میں قتل کیا گیا کہ انہوں نے آپ پر سب و شتم کی تھی اور آپ کو ایذا دی تھی۔

فتح مکہ کے دن آپ نے عام لوگوں کو امان دے دی، سوائے لوگوں کے جو آپ کو اذیت دیتے اور آپ کی بھوکرتے تھے، یہ چار مرد تھے، اور دو عورتیں تھیں۔

ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کی ہے کہ ایک ایک یہودیہ عورت کا انجام یہودیہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتی تھی، ایک مرتبہ ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا جس سے وہ مر گئی، آپ نے اس کا خون بہا نہیں دلایا۔

حضرت عمرؓ کے پاس ایک آدمی لایا گیا، جو آپ کو گالیاں دیا کرتا تھا، انہوں نے

اسے یہ وہ لوگ تھے، جنہیں بار بار معاف کیا گیا، گرفتار کرنے کے بعد رہائی عطا کی گئی، قابو پالینے کے بعد چھوڑ دیا گیا، ان کے قول و اقرار پر اعتبار کیا گیا، لیکن انہوں نے صرف موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے، ان کی زندگی کا مقصد یہ رہ گیا تھا کہ آپ پر سب و شتم کریں، اور تخریبی سرگرمیوں میں مصروف و منہمک رہیں، اسلام اور داعی اسلام کو ختم کرنے کی سازشیں کرتے رہیں۔

ایسے قتل کر دیا، اور کہا۔

”جو اللہ اور اس کے رسول کو گالیاں دیتا ہے، یا انبیاء میں سے کسی ایسی پر سب و شتم کرتا ہے اسے قتل کر دو!“

مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ!

”جو مسلمان اللہ اس کے رسول، اور انبیاء میں سے کسی نبی پر سب و شتم کرتا ہے وہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتا ہے، یہ ارہم اللہ ہے اس سے توبہ کرائی جائے۔ اگر وہ رجوع کرے تو خیر، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے، اور جو معاہدہ اللہ اس کے رسول، اور انبیاء میں سے کسی نبی پر سب و شتم کرتا ہے تو اس نے نقض عہد کا ارتکاب کیا، اسے قتل کر دو!“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ ایک راہب ایک راہب اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس سے گذرے، ان سے کہا گیا یہ شخص، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم کرتا ہے، انہوں نے فرمایا۔

”اگر میں اس کے منہ سے ایسی بات سن لیتا تو اسے قتل کر دیتا، ہم ان کی جان و مال کا ذمہ اس شرط پر لیتے ہیں کہ یہ ہمارے نبی پر سب و شتم نہ کریں،۔۔۔!“

صحابہ کے آثار اس باب میں بہت زیادہ ہیں، اکثر آئمہ شام رسول کے قتل پر اجماع کے قائل ہیں، ہمارے شیخ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ اجماع صدر اول کا ہے، اس میں صحابہ اور تابعین سب شامل ہیں،

اور آپ کا اپنے قاصح کو قتل نہ کرنا، تو اس کی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل توجیہ یہ ہے کہ یہ آپ کا حق تھا، آپ کو اختیار تھا کہ اسے یس یا ترک کر دین، لیکن آپ کی امت حق نبی کو ترک نہیں کر سکتی۔

نیز یہ بات بھی ہے کہ آپ عفو و صغیر پر مامور تھے، آپ تالیف قلب کی مصلحت کے
ش نظر معاف کر سکتے تھے۔

نیز جمع کلہ سوء کے لیے بھی آپ عفو اور درگزر سے کام لے سکتے تھے کہ لوگ آپ سے
بزار نہ ہو جائیں، اور یہ چرچا نہ کریں کہ آپ اپنے اصحاب (منافقین) تک کو قتل کر دیتے

ہیں۔
لیکن یہ ساری باتیں از عفو و درگزر، آپ کی زندگی تک تھیں، آپ کے بعد امت اس حق
پر حاصل کرے گی، اور معاف نہیں کرے گی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوراک

میں
زہر دے کر ہلاک کرنے کی کوشش اور آپ کا طرز عمل

بیماری اور مسلم سے ثابت ہے کہ ایک یہودی عورت نے بکری زہر آلود کر دی اور اس کا گوشت پکا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس میں سے ایک لقمہ کھایا، پھر اسے تھوک دیا، آپ کے ساتھ بشر بن برار بھی شریک طعام تھے۔

اں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودیہ کو معاف کر دیا، اور اسے کسی طرح کی سزا نہیں دی، — یہ صحیحین کی روایت ہے۔

ابوداؤد کی روایت ہے کہ اس یہودی عورت کے لیے جس نے زہر ملایا تھا، آپ نے قتل کا حکم صادر فرمایا۔

واقعہ یہ ہے کہ آپ نے جہاں تک خود آپ کے حق کا تعلق تھا یہودی عورت کو معاف کر دیا، سزا نہیں دی، لیکن اس کم آلود کھانے کے باعث بشر بن برار کا انتقال ہو گیا، تو آپ نے اس کے قتل کا فرمان صادر کر دیا۔

اگر جاسوس مسلمان ہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصول اور معمول

ثابت ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ نے جب آپ کے خلاف جاسوسی کی تو حضرت عمرؓ نے اجازت مانگی، کہ گردن اڑا دیں آپ نے اجازت نہیں دی اور فرمایا،
 ”تم کیا جاؤ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر سے درگزر کر دیا ہے فرمایا ہے اعملوا ما شئتم
 نقد غضرت لکم (یعنی جو چاہو کرو، میں نے تم سے درگزر کیا)!“

جاسوس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے، اس باب میں فقہاء کا اختلاف ہے، سحنون کا قول ہے اگر کوئی مسلمان اہل حرب کا کاتب ہو تو قتل کر دیا جائے گا، اس کی توبہ نہیں قبول کی جائیگی اس کا مال و رثا میں تقسیم کر دیا جائے گا،

اصحاب مالک میں سحنون کے سوا دوسروں کا خیال ہے کہ بڑی سخت کوروں کی مار ماری جائے گی، لمبی سزائے قید دی جائے گی، اور کسی ایسی جگہ جلا وطن کر دیا جائے گا، جو کفار کے علاقہ کے قریب ہو۔

ابن القاسم کہتے ہیں کہ ایسا شخص قتل کر دیا جائے گا، اس جرم کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، وہ زندیق کی طرح ہے۔

امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ قتل نہیں کیا جائے

گا۔

یعنی وہ کافر جن سے مسلمانوں کا معاملہ جنگ کا ہو، صلح و امن کا نہ ہو،

دونوں فریقِ حاطب کے واقعہ سے دلیل لاتے ہیں۔

یہ واقعہ یوں ہے کہ جب آپؐ نے فتح مکہ کے لیے کوچ کی تیاریاں شروع کیں تو حاطبؓ نے مکہ میں اس کی اطلاع دیدی، جب آپؐ کو خدا نے یہ بات بتادی، تو باز پرس پر انھوں نے عذر پیش کیا کہ ہا جرم کے جو متعلقین مکہ میں ہیں وہ بہر حال مامون ہیں لیکن میرا وہاں کوئی نہیں ہے، میں نے اطلاع اس لیے دی کہ ان پر میرا احسان ہو جائے، اور وہ میرے متعلقین کو گزند نہ پہنچائیں، فتح تو آپؐ کو خدا ہر حالت میں دے گا، حاطب جنگ بدر میں شریک تھے، اور اس جنگ کے جاں بازوں کو اللہ نے مغفرت کی بشارت دیدی تھی، چنانچہ آپؐ نے حاطب کا عذر قبول فرمایا، اور انہیں کوئی سزا نہیں دی، جاسوسی بہت بڑا جرم ہے — خواہ وہ نیک نیتی ہی سے کیوں نہ کیا گیا ہو — لیکن اس بہت بڑے جرم کو بھی بدر کی شرکت نے محو کر دیا،

اسیران جنگ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصول اور معمول

اسیران جنگ کے لیے آپ نے بعض کے قتل کا حکم بھی دیا، بعض کو احسان رکھ کر رہا کر دیا، بعض سے فدیہ لیا پھر چھوڑ دیا، بعض کو مسلمان قیدیوں کے تبادلہ میں راتنی عطا کی، بعض کو غلام بنایا، لیکن یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے کبھی کسی بالغ شخص کو غلام نہیں بنایا۔

جنگ بدر کے اسیروں میں عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کو قتل کا حکم دیا، یہودی اسیران جنگ میں سے بھی کسی کے لیے یہی حکم نافذ فرمایا، جنگ بدر میں جو مشرکین گرفتار ہو کر آئے ان سے چار ہزار سے لے کر چار سو تک فدیہ لے کر چھوڑا، بعض اسیران جنگ کا فدیہ صرف یہ قرار دیا کہ وہ چند مسلمانوں کو لکھنا سکھادیں، یوم بدر کے موقع پر ابو عذہ شاعر کو احسان رکھ کر رہا کر دیا، آپ نے دو مسلمانوں کا فدیہ ایک مشرک کو قرار دیا، ثمامہ بن اثال کو ازراہ احسان پر دانہ راتنی عطا کیا،

۱۔ یہ ثبوت ہے اس کا کہ اسلام نے درحقیقت نظام غلامی کا یکسر خاتمہ کر دیا کیونکہ غلام وہی بنائے جاتے ہیں جو میدان جنگ میں گرفتار ہوں۔

۲۔ حد درجہ سازشی اور تخریبی لوگ تھے، طرح طرح کے احسانوں اور بار بار کی رعایتوں کے باوجود اپنے حرکات سے باز نہ آئے۔

۳۔ اہل کتاب سے خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی، آپ کا برتاؤ خاص طور پر نرم تھا، لیکن یہود اپنی سرکشی، شرارت اور طغیان سے کبھی باز نہیں آئے۔

فتح مکہ کے دن قریش کی ایک بڑی جماعت کو اسی طرح دبا کر دیا، اور انہیں «طلقاً» (آزاد کر کے) فرمایا۔
اسیران جنگ اہل کتاب بھی مشرک بھی | ان احکام میں سے کوئی بھی منسوخ نہیں ہے، بلکہ امام کو اختیار ہے کہ حسب مصلحت جو صورت چاہے اختیار کرے۔

اسیران جنگ میں سے جو لوگ غلام بنائے گئے، وہ اہل کتاب بھی تھے، بلکہ بت پرست تھے، عربوں کے دیوتاؤں اور دیویوں کے پجاری، اسی طرح عہد صحابہ میں بنو حنیفہ کے قیدی بھی اہل کتاب نہیں تھے۔
 ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اختیار اختیار دیا تھا کہ فدیہ، احسان، قتل اور استعباد میں سے جو صورت چاہیں عمل میں لائیں، اور کوئی شبہ نہیں کہ یہ بات سچ ہے۔

یہود کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قضایا | یہود کے ساتھ آپ کے متعدد قضایا وابستہ ہیں۔

پہلے پہل آپ نے یہود مدینہ سے معاہدہ صلح و امن کیا، لیکن بنو قینقاع نے (معاہدے کو نظر انداز کرتے ہوئے) آپ سے جنگ کی، آپ غالب آئے، اور ازراہ احسان چھوڑ دیا۔
 پھر بنو نضیر نے آپ سے (خلافت عہد) جنگ کی، آپ غالب آئے اور انہیں جلا وطن کر دیا۔

(کچھ عرصہ بعد) بنو قریظہ نے پھر آپ سے جنگ کی، آپ غالب آئے، آپ نے ان کے قتل کا حکم دیا۔

پھر خیبر کے یہود نے آپ سے جنگ کی، ہار گئے، آپ نے انہیں ارض خیبر میں بود و باش کی اجازت دیدی، سوا ان لوگوں کے جنہیں سزائے قتل دی گئی۔

پھر جب (یہود کی حسب مرضی) سعد بن معاذ (جو اسلام لانے سے پہلے یہودی تھے) کو بنو قریظہ پر حاکم بنایا گیا، تو انھوں نے فیصلہ دیا کہ ان کے جنگ جو قتل کر دئے جائیں، بچے غلام بنائے جائیں، مال ضبط کر لیا جائے۔

فتح خیبر کے دن آپ نے یہود کو ارض خیبر میں سکونت رکھنے اور بٹائی پر کھیتی باڑی کرنے کی اجازت دیدی۔

خیبر کے یہودیوں کے ساتھ معاملہ

اسابن ابی الحقیق کے قتل کا حکم دیا۔

فتح مکہ کے دن آپ نے فرمان صادر فرمایا کہ :
جو شخص اپنے گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھتا ہے

فتح مکہ کے بعد آنحضرت کا اعلان

اسے اماں ہے۔

جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اسے اماں ہے۔

جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے اماں ہے۔

جو ہتھیار رکھ دے اسے اماں ہے۔

آپ نے اس موقع پر سات آدمیوں کے قتل کا حکم دیا، جن میں مقیس بن صہابہ اور ابن انطل تھے، اور دو مقبستہ تھیں جو آپ کی بھوکا یا کرتی تھیں،

آپ نے حکم دیا کہ زخمی کو نہ چھیڑا جائے، بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے، اور کسی جنگی قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔ یہ واقعہ ابو عبید نے اپنی کتاب الاموال میں ذکر کیا

ہے۔

آپ نے بنو قزاعہ کو حکم دیا کہ بنو بکر پر نماز عصر کے وقت تک تلوار چلاتے رہیں، پھر آپ نے فرمایا۔

” قزاعہ قتل سے اپنے ہاتھ (اب) اٹھا لو، یا !“

مقتول کا سلب قاتل کا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ سلب سارا کا سارا قاتل کا ہے، اس میں سے خمس نہیں نکالا جائے گا۔ نہ اسے خمس میں شمار کیا جائے گا، اس کی اصل ہے۔ یہ تھا آپ کا فیصلہ اور قضا۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ،

سلب کے چار احکام | ۱۔ سلب قاتل کا ہے، (۲) اور یہ خمس کے علاوہ ہے۔ (۳) آپ نے ایک آدمی کی شہادت پر سلب دلوادیا۔ (۴) اور قتل کے بعد بھی اس کے دینے کا فیصلہ فرما دیا،

پس بخاری کی اس حدیث سے مذکورہ چار احکام نکلتے ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر عینی ہیں۔ کہ سلب اسی کا ہے جو مقتول کو قتل کرے۔

مالک اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ سلب کا شمار خمس میں ہوتا ہے، ان حضرت کا کوئی قول و فعل سوا جنگ حنین کے بارے پاس اس خیال کی تائید میں نہیں ہے، نہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا کیا، ابن ابی اسیر نے

سلب میدان جنگ کے مقتول کے لباس اور اسلحہ وغیرہ کو کہتے ہیں۔ اور یہ اس کا حق بلا شرکت غیر ہے ہوتا ہے جو دشمن کو لٹکا کر قتل کرتا ہے۔

۲۔ خمس — پانچواں حصہ، جو اللہ اور رسول کے لیے ہوتا ہے۔

کہتے ہیں۔ کہ برابر بن مالک کے سوا کسی کو آپ نے سلب نہیں عطا فرمایا۔
لیکن جو مالک اور اصحاب مالک کے اس خیال سے متفق
نہیں ہیں وہ کہتے ہیں۔

سلب صرف قاتل کا حق ہے

— سلب قاتل کا حق ہے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین سے
سات سال قبل ارشاد فرمائی تھی۔ چنانچہ بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ معاذ بن عمرو بن الجموح
اور معاذ بن عمرو، دو انصاریوں نے جنگ بدر کے موقع پر ابو جہل بن ہشام کو اپنی تلوار سے
ہلاک کیا۔ پھر یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو اس واقعہ
کی خبر دی۔

آپ نے دریافت فرمایا، "تم دونوں میں کس نے اسے قتل کیا ہے۔؟"
دونوں میں سے ہر ایک نے جواب دیا، "میں نے اسے قتل کیا ہے، اے۔"
آپ نے پوچھا، "کیا تم دونوں نے اپنی تلوار پونچھ ڈالی ہے؟"
دونوں نے کہا، "ابھی نہیں، اے۔"

پھر آپ نے دونوں تلواروں پر ایک نظر ڈالی، اور سلب معاذ بن عمرو بن الجموح کا قرار دیا۔
یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سلب کا قاتل کے لیے ہونا ایک امر معلوم مشروع ہی سے
چلا آ رہا تھا البتہ اس کی تجدید جنگ حنین کے موقع پر اعلام عام اور منادی کے ذریعہ ضرور
ہونی تھی۔

رہا ابن اعواز کا قول کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے بھی
ابن اعواز کے قول کی تردید کیا تھی۔ اس کے دو جواب ہیں،

ابن اعواز کے قول کی تردید

ایک جواب تو یہ ہے کہ منعی شہادت درغور اعتنا نہیں ہوتی اور یہ منعی شہادت ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ ان دونوں (حضرت ابو بکر و عمر) کے عہد میں چونکہ یہ بات ثابت
اور طے شدہ تھی، لہذا اعلام و ندا کی ضرورت نہ رہی، اور بہ فرض محال اگر یہ ثابت ہو جائے
کہ ترک کی روایت ان دونوں کے بارے میں صحیح ہے تو بھی اسے ارشاد رسول پر
مقدم نہیں رکھا جاسکتا۔

اور یہ بات کہ آپ نے مقتول کا سلب برار
وہ لوگ جنہیں آپ نے سلب دلوایا | بن مالک کے سوا کسی کو نہیں دیا غلط ہے

کیونکہ ثابت ہے کہ آپ نے سلمہ بن الاکوع، معاذ بن عمرو، ابوطلمہ انصاری کو بھی جنہوں
 نے جنگ حنین کے موقع پر بیس آدمی قتل کیے تھے، سلب دیا۔

یہ تمام واقعات صحیح ہیں اور ان کا بڑا حصہ صحیح بخاری میں موجود ہے،

باقی رہی یہ بات کہ سلب کا شمار خمس میں
سلب کا خمس میں ہونا بے دلیل ہے | ہے تو اس کی تائید میں کوئی اثر موجود نہیں

ہے اور اگر ہے تو اس کے خلاف ہے، چنانچہ سنن ابی داؤد میں خالد بن ولید سے روایت ہے
 کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلب میں پانچواں حصہ نہیں لگایا۔

اصحاب مالک اپنے خیال کی تائید میں یہ آیت
ایک آیت اور اس کی تفسیر | بھی پیش کرتے ہیں کہ واعلموا انما غنمتم

من شی فان اللہ عنہ لیکن یہ حکم عام ہے، اور سلب کا قاتل کو دیا جانا خاص ہے اور عموم
 کتاب (قرآن) کی تحقیق جائز ہے۔

اور یہ قول کہ اگر سلب قاتل کا
حضرت ابو قتادہؓ کا واقعہ اور اس سے استدلال | حق ہوتا تو ابو قتادہ نے جنگ

حنین کے موقع پر منادی کی ندا سننے سے پہلے مطالبہ کیوں نہیں کیا؟ تو اس کا جواب یہ
 ہے کہ اس واقعہ سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ بات مقرر اور معلوم نہیں تھی اسی لیے وہ خاموش
 رہے، ان کے سکوت کی وجہ یہ تھی کہ مجرد دعوے کی بنا پر سلب نہیں حاصل کر سکتے تھے، جب ایک
 گواہ نے شہادت دیدی تو انہیں سلب دیدیا گیا۔

اور صحیح یہ ہے کہ دعوائے سلب کے لیے ایک گواہ
ایک گواہ کی شہادت کافی ہے | کی شہادت کافی ہے، دوسرے گواہ یا قسم کی ضرورت

نہیں ہے، جیسا کہ سنت صحیحہ و صحیحہ سے ثابت ہے۔

جب دشمن مسلمان کے مال و املاک پر قبضہ کر لے

پھر اس کے قبول اسلام کے بعد وہ چیزیں اسی کی رہیں گی

بخاری میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک گھوڑا بھاگ گیا، دشمن نے ابن عمر کا ایک واقعہ اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر مسلمان اس پر غالب آگئے، لیکن ابن عمر نے وہ گھوڑا واپس لینے سے انکار کر دیا۔ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ہے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ایک غلام بھاگ گیا۔ اور روم میں چلا گیا، پھر مسلمان جب غالب آئے تو خالد نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ یہ واقعہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔

کے زمانہ کا ہے۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بھاگے ہوئے غلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

مدونہ اور واضحہ میں ہے کہ ایک مسلمان نے اپنا ایک گم شدہ اونٹ مال غنیمت میں پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا، اگر وہ تمہیں مل جائے تو پھر مال غنیمت کے ساتھ تقسیم نہیں ہوگا، اور اگر تقسیم ہو چکا ہے تو پھر اس کی قیمت نہیں ملے گی۔

فتح مکہ کے دن ہاجرین جب مکہ پہنچے اور اپنا مال و املاک واپس نہ لے سکے،

مکانوں کا مطالبہ کیا جن پر مشرکین تابعین ہو چکے تھے، لیکن اپنے کسی مشرک کے قبضہ سے چھین کر مسلمان کا چھپنا ہوا مکان اسے واپس نہیں دلایا۔

فتح مکہ کے روز آپؐ کو پوچھا گیا،
آل حضرت اور جناب عقیلؑ "آپ مکہ میں کل کہاں اتریں گے؟"

آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر چھوڑا بھی ہے؟"

اور معاملہ یوں نکلا کہ جب آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو عقیل نے مکہ میں
اصل صورت واقعہ | اٹلا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قبضہ کر لیا، پھر جب وہ اسلام لائے، تو
 آپؐ کی مملوکہ چیزیں ان کے قبضہ اور تصرف میں تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اسلام قبول کرتے وقت جس کے قبضہ میں جو چیز
 ہوگی وہ اسی کی ہے۔

عقیلؑ ابوطالب کے وارث ہوئے۔ علیؑ کرم اللہ وجہہ باپ کے وارث تقدم اسلام کے باعث
 نہ بن سکے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میراث عبدالمطلب میں سے کچھ حصہ نہیں ملا،
 کیونکہ آپؐ کے والد عبد اللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور ان کے والد عبدالمطلب ابھی زندہ تھے۔ پھر
 جب عبدالمطلب کا انتقال ہوا تو ان کی اولاد وارث ہوئی، جو اہل علم نبیؐ تھے، لیکن اکثر اولاد کا انتقال
 ہو گیا۔ اور ابوطالب تنہا وارث بنے، پھر جب ان کا انتقال ہوا، تو عقیل اسی وارث پر قابض ہو گئے
 اور علیؑ کرم اللہ وجہہ کو باپ کے ترکہ میں سے اختلاف دین کے باعث کچھ نہیں ملا۔ پھر جب نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو عقیل ان کے گھر پر بھی قابض ہو گئے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ نے
 ارشاد فرمایا:

"عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر چھوڑا بھی ہے؟"

مشرکین نے یہ وطیرہ بنایا تھا کہ جہاں کسی مسلمان نے ہجرت
کفار محاربین قبول اسلام کے بعد | کی۔ اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا، فوراً ہی انھوں نے

سے وراثت کا مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان غیر مسلم کا اور غیر مسلم مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔ ابوطالب کے
 انتقال کے وقت علیؑ کرم اللہ وجہہ مسلمان ہو چکے تھے لہذا باپ کی وراثت سے محروم رہے۔ عقیل اپنے
 دین پر قائم تھے لہذا وراثت انہیں مل گئی۔

اس کے گھر، اور املاک و جائداد پر قبضہ کر لیا!
 چنانچہ یہ سنت جاری ہو گئی، کہ کفار و کفار میں حیب اسلام قبول کرتے تھے تو انہوں نے مسلمانوں کو
 جو کچھ بھی مالی اور جانی نقصان پہنچایا ہوتا تھا، نہ اس کا تادان دینا پڑتا تھا، نہ جو کچھ ان کے قبضہ میں
 رہ گیا ہو وہ واپس کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کا مال مقصود بدستور ان کے قبضہ اور تصرف میں رہتا تھا
 کیونکہ آپ کا ارشاد یہ تھا کہ اسلام قبول کرتے وقت جس کے قبضہ میں جو کچھ بھی ہے وہ اس کا مال اور
 اس کا حق ہے۔

یہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بارے میں فیصلہ اور قضا!

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مخالف دیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل اور طریق کار

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ کھانا وغیرہ پیش کیا کرتے تھے اور آپ قبول فرمائیے تھے، اور جو کچھ قبول فرماتے تھے اس کی مکانات دوگنا تحفہ یا عطیہ دے کر فرما دیا کرتے تھے۔

بادشاہوں کی طرف سے دیا اور مخالف | بادشاہوں کی طرف سے بھی آپ کی خدمت میں دیا آتے رہتے تھے۔ آپ ان کے دیا قبول فرمایا

کرتے تھے، اور انہیں اپنے اصحاب کے مابین تقسیم کر دیتے تھے۔ کبھی کچھ حصہ اپنے لیے بھی رکھ لیتے تھے۔ یہ گویا مال غنیمت میں سے آپ کا حصہ ہوتا تھا۔

دیباچ کی زر کار قباؤں کی تقسیم | صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دیبا کی زر کار قباؤں بطور ہدیہ پیش کی گئیں۔ یہ قبائیں آپ نے

صحابہ میں سے کئی لوگوں کو تقسیم فرمادی، اور ایک مخزمہ بن نوفل کے لیے رکھ لی۔

پھر مخزمہ آئے۔ ان کے ساتھ ان کے صاحبزادے سعد بھی تھے۔ وہ دروازے پر کھڑے ہوئے اور اذن طلب کیا۔ ان کی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی آپ ان سے ملے، اور ان کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا:

”یہ (قبائیں) میں نے تمہارے لیے چھپا رکھی تھی!“

آپ کی خدمت میں بادشاہ مصر مقوقس نے ماریہ کو، اور سیریں کو ہدیہ بھیجا۔ آپ نے حسان بن ثابت کو سیریں دے دی۔

اصاریہ کو اپنے پاس رہنے دیا، مقوقس نے آپ کی خدمت میں ایک نخر اور گدھا بھی بھیجا تھا۔

عیش کے بادشاہ نجاشی نے آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا۔ آپ نے اسے قبول فرمایا، اور عرض میں اپنی طرف سے ہدیہ بھیجا، لیکن یہ ہدیہ پہنچنے سے پہلے اس کے مرنے کی خبر آگئی، اور وہ واپس آگیا۔

آپ کی خدمت میں خچر کی پیشکش | نیز آپ کی خدمت میں فروہ بن لغاثہ جذامی نے سفید رنگ کا ایک خچر ہدیہ بھیجا۔ یہی خچر تھا جنگ حنین کے موقع پر آپ نے جس پر سواری کی تھی۔

یادشاہ ایلبہ کا ہدیہ | خچر ہدیہ بھیجا۔

ابوسفیان نے بھی آپ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا، اور آپ نے اسے قبول فرمایا۔

مشرک کا ہدیہ ناقابل قبول | ابو عبید نے ذکر کیا ہے کہ عامر بن مالک نے آپ کی خدمت میں ایک گھوڑا بطور ہدیہ بھیجا۔ لیکن آپ نے اسے واپس کر دیا اور فرمایا:

”ہم کسی مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے!“

اسی طرح، عیاض حجازی نے جب آپ کو ہدیہ دیا تو فرمایا:

”ہم مشرکوں کا عطیہ نہیں قبول کرتے!“

ابو عبید کہتے ہیں کہ حالت مشرک میں ابوسفیان کا ہدیہ آپ نے اس لیے قبول کر لیا کہ اس زمانہ میں آپ کے اور اہل مکہ کے مابین صلح تھی۔

مقوقس نے اقرار نبوت کر لیا تھا | مقوقس صاحب اسکندریہ (شاہ مصر) کا ہدیہ آپ نے قبول فرمایا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے حاطب بن ابی بلتعہ

کی بڑی تکمیل و توفیق کی تھی۔ یہ اس کے پاس آپ کے قاصد اور سفیر کی حیثیت سے گئے تھے۔

علاوہ ازیں مقوقس نے آپ کی نبوت کا بھی اقرار کیا تھا۔

مجاہد مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کیا جاسکتا | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مجاہد مشرک کا ہدیہ کبھی اور کسی زمانہ میں بھی قبول نہیں فرمایا۔

یعنی وہ مشرک جن سے صلح و امن کا معاہدہ نہ ہو، بلکہ جنگ برپا ہو یا جنگ کی کیفیت ہو۔

غیر مسلموں کا تحفہ مال غنیمت سمجھا جائے گا

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد
 ائمہ مسلمین کے پاس بدایا کے بارے میں سمجھنے کے لیے
 از اصحاب مالک کہتے ہیں کہ اگر امیر روم، امام مسلمین کو بدیہ بھیجے تو اس کے قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے
 اور اعلیٰ کہتے ہیں کہ یہ بدیہ مسلمانوں کے لیے ہوگا۔ اور اس کی مکانات اسی پنج سے بیت المال سے
 کی جائے گی۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ کفار امام المسلمین کو جو بدیہ دیں یا مسلمانوں کے امیر عسکر اور سپہ سالاروں
 کو کوئی بدیہ پیش کریں تو وہ مال غنیمت ہے۔ اس کا حکم وی ہے جو غنائم کا ہے۔

دشمن سے وقار عہد کا حکم

قاصدوں اور سفیروں کے قتل و حبس کی ممانعت

• آپ نے مسلمہ کذاب کے قاصدوں سے جب انھوں نے مسلمہ کے رسول خدا ہونے کی شہادت

دی فرمایا:

” اگر قاصد کا قتل جائز ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔“

• قریش نے ابورافع کو اپنا پیامی بنا کر آپ کے پاس بھیجا، ابورافع نے آپ کے پاس رہ جانا

چاہا، اور قریش کے پاس واپس جانے سے انکار کر دیا۔ آپ نے ان سے کہا۔

” میں عہد شکنی کرنا نہیں چاہتا (اب) اپنی قوم کے پاس جاؤ، اور اگر وہ بات (اسلام)

جو اب تمہارے دل میں ہے قائم رہے تو واپس آ جاؤ۔“

• آپ نے ابو جندل کو (جو مسلمان تھے) اس عہد کی بنا پر جو قریش سے تھا، یعنی جو مسلمان مکہ سے

بھاگ کر مدینہ آئے گا واپس کر دیا جائے (جو مسلمان مدینہ سے بھاگ کر مکہ جائے گا، واپس نہیں طلب

کیا جائے گا) ابو جندل کو واپس کر دیا۔

غیر مسلم کو امان اور پناہ دینا

امان مسلمان مرد بھی دے سکتا ہے اور مسلمان عورت بھی

ام ہانی کا واقعہ | آپ سے ثابت ہے کہ آپ نے ان دو آدمیوں کو امان عطا فرمائی، جنہیں آپ کی بنت عم ام ہانی نے پناہ دی تھی۔

• آپ سے ثابت ہے کہ آپ نے ابوالعاص بن ربیع کو امان عطا فرمائی۔ جب آپ کی صاحبزادی حضرت زینب نے انہیں پناہ دی تھی۔

حکم قتال کے بغیر دعوت اسلام | اللہ عزوجل نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تو آپ کے ذمہ اسلام کی دعوت بغیر قتال اور بغیر جزیہ

کے تھی، اس حالت میں آپ دس سال سے زیادہ مکہ میں مقیم رہے۔

قتال کی مشروط اجازت | اس کے بعد آپ کو حکم ملا کہ جو مقابلہ کرے اس سے قتال کیا جائے، جو مقابلہ نہ کرے، اسے چھڑانہ جائے۔

قتال سے معاہدین کا استثناء | پھر سورہ برات نازل ہوئی جس میں آپ کو حکم دیا گیا کہ جمیع عرب سے جو اسلام قبول نہ کریں قتال کیا

جائے، اور صرف ان لوگوں سے قتال نہ کیا جائے جو معاہدہ ہوں۔ اور اپنے عہد پر راستی کے ساتھ قائم ہوں؛ ساتھ ہی ساتھ آپ کو یہ بھی حکم دیا گیا کہ آپ بھی وفائے عہد کریں، لیکن مشرکین سے جزیہ لینے کا حکم نہیں دیا گیا۔

اہل کتاب سے قتال کا حکم | متعدد مرتبہ آپ نے یہودیوں سے جنگ کی، لیکن ان سے بھی جزیہ لینے کا آپ کو حکم نہیں دیا گیا۔ اہل کتاب سے قتال کا حکم | اس کے بعد آپ کو تمام اہل کتاب سے قتال کا حکم دیا گیا، بجز اس صورت کے

کہ اسلام قبول کر لیں یا جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں۔

آپ نے حکم الہی کی پابندی کی اور اس پر عمل کیا آپ نے ان سے مقاتلہ کیا، اس مقاتلہ کے نتیجہ میں بعض نے اسلام قبول کر لیا۔ بعض جزیہ دینے پر راضی ہو گئے۔ بعض جنگ و پیکار پر قائم رہے۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران اور اہل اہلیہ سے جزیہ قبول کر لیا۔ یہ لوگ عرب عیسائی تھے۔ اہل دومتہ الجندل سے بھی آپ نے جزیہ لینا منظور کر لیا۔ ان کی اکثریت بھی عرب تھی

آپ نے مجوس (پارسی) سے بھی جزیہ لیا اور میں کے اہل کتاب مجوس سے بھی جزیہ لیا گیا | سے بھی جو یہودی تھے۔ لیکن مشرکین عرب سے جزیہ قبول نہیں کیا۔

احمد اور شافعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جزیہ مجوس اور اہل کتاب کے سوا کسی سے جزیہ نہیں

سوا مذکورہ تین گروہوں کے کسی اور سے قبول نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی یہود، نصاریٰ، اور مجوس، ان تین کے علاوہ جو لوگ میں ان سے یا اسلام قبول کیا جائے گا یا قتل؟

ایک دوسری جماعت کا قول ہے کہ جو قوم بھی جزیہ دے جزیہ ہر غیر مسلم سے لیا جاسکتا ہے | اسے قبول کر لیا جائے گا۔

اہل کتاب (یہود اور نصاریٰ) سے اس لیے کہ قرآن کا حکم ہے۔ مجوس سے اس لیے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتضا بھی ہے۔

اور دوسری قوموں سے اس لیے کہ وہ بھی ان سے ملحق مانی جائیں گی، کیونکہ مجوس اہل شرک میں ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں، اگر ان سے جزیہ لینا جائز ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تمام مشرکوں سے خواہ وہ مجوس ہوں یا کوئی اور، جزیہ قبول کر لیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے بت پرستوں سے عربوں سے جزیہ کیوں نہیں لیا گیا؟ | جزیہ نہیں لیا کیونکہ یہ سب کے سب آپ جزیہ کے

نزول سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے، کیونکہ آپ جزیہ غزوہ تبوک کے بعد نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں قتال عرب کے فارع ہو چکے تھے۔ اور یہ سب کے سب دائرہ اسلام میں داخل

ہو چکے تھے۔ اور کوئی اگر باقی رہ جاتا تو یقیناً آپ قبول فرمالتے جس طرح آپ نے صائبان (صلیب) اٹھان

دھنم، اور نیراں (آگ) کے پرستاروں سے جزیہ قبول کر لیا۔

اور بعض طوائف کے کفر کا دوسرے کے گردہ کے مقابلہ میں زیادہ سخت
مجوس اور مشرکین کا فرق اور سنگین ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا، بلکہ بت پرستوں کا کفر، اگر
 دیکھا جائے تو مجوس کے مقابلہ میں ہلکا ہے۔ اور غور کیجئے تو بت پرستوں اور آتش پرستوں کے درمیان
 فرق بھی کیا ہے؟ اور اگر ہے تو مجوس کا کفر، بت پرستوں کے مقابلہ میں زیادہ غلیظ اور سخت ہے۔

بت پرست اور مجوس کا امتیاز
 بت پرست تو حیدر بوبیت کا اقرار کرتے ہیں۔ وہ مانتے
 ہیں کہ خالقِ خدا کے سوا کوئی نہیں۔ وہ دیوتاؤں

اور دیویوں کی پوجا تقرب الہی کے لیے کرتے ہیں، انھیں صنایعِ عالم نہیں مانتے۔ نہ یہ مانتے ہیں کہ صنایع
 عالم میں سے ایک خالقِ خیر ہے، دوسرا خالقِ شر، جیسا کہ مجوس کہتے ہیں، نہ وہ ماؤں، بیٹوں اور
 بہنوں کے ساتھ شادی جائز رکھتے ہیں۔ وہ بقیہ دینِ ابراہیم علیہ السلام پر قائم ہیں لیکن مجوس، ان کے
 پاس سرے سے کوئی آسمانی کتاب ہی نہیں۔ نہ وہ انبیاء میں سے کسی نبی کے دین کے پیرو ہیں ان کے عقائد
 و شرائع میں کوئی ایسا اثر نہیں پایا جاتا جس سے معلوم ہو کہ ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب یا شریعت تھی جو اٹھالی
 گئی اور اگر یہ اہل کتاب تھے بھی تو وہ اٹھالی گئی۔ اور ان کی شریعت باطل ہو گئی۔ اب ان میں سے کوئی چیز
 ان کے پاس باقی نہیں ہے۔

اور یہ معلوم ہی ہے کہ عرب دینِ ابراہیم علیہ السلام کے پیرو تھے۔ ان کے پاس صحف تھے۔ شریعت
 تھی، اور ان بت پرستوں نے دینِ ابراہیم علیہ السلام میں وہ عظیم تبدیلی نہیں کی، جو مجوس نے اپنے بنیوں
 کے دین میں کر ڈالی اور بخلاف عرب کے شرائع انبیاء میں سے کسی پر ان کا تمسک ثابت نہیں۔ پھر کیا وجہ
 ہے کہ مجوس صحفوں نے اپنے دین کو اربع الادیان بنا دیا، مشرکین عرب کے مقابلہ میں بہتر حالت میں رہیں؟
عرب اور غیر عرب میں تفریق ایک تیسرا گروہ ہے جو عرب اور غیر عرب میں تفریق کرتا ہے
 وہ کہتا ہے جزیہ ہر کافر سے قبول کیا جاسکتا ہے، سوا
 مشرکین عرب کے۔

قریش اور غیر قریش میں تفریق
 ایک چوتھا گروہ ہے جو قریش اور غیر قریش میں فرق کرتا ہے
 لیکن یہ بے معنی سی بات ہے کیونکہ قریش میں کوئی کافر باقی

نہیں رہ گیا تھا جس سے قتال کیا جانا، یا جزیہ لیا جانا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ہجر اور منذر

بن سادی اور ملوک طوائف کو اسلام یا جزیہ کی دعوت

عربی اور غیر عربی کا کوئی سوال نہیں

دی، عربی اور غیر عربی کا کوئی سوال نہیں پیدا کیا۔

اب یہی جزیہ کی تعداد تو آپ نے معاذ کو بمن بھیجا اور حکم دیا، کہ

جزیہ کی تعداد کا تعین ہر بالغ سے ایک دینار، یا اس قیمت کی بمنی چار درجہ میں لیں۔

بعد میں عمر رضی اللہ عنہ نے اس مقدار میں اضافہ کر کے چار دینار اہل ذہب (سونے) پر، اور

چالیس درہم اہل فضہ (چاندی) پر سالانہ عائد کر دیئے۔

اہل مکہ سے معاہدہ صلح

نقض عہد کی صورت میں بغیر اعلان جنگ کی جاسکتی ہے

• نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے اہل مکہ سے دس سال کے لیے جنگ نہ کرنے کے معاہدے پر صلح کر لی۔ قریش کے حلیفوں میں بنو بکر تھے اور آپ کے حلفاء میں بنو خزاعہ، حلفاء قریش نے بدعہدی کی، قریش نے ان کا ساتھ دیا، انہیں منع نہیں کیا۔ اس طرح وہ نقض عہد کے مرتکب ہوئے اور ان سے لڑائی بغیر اعلان جنگ کے جائز ہو گئی۔ کیونکہ اب وہ جنگ آزما تھے، انہوں نے خود یا بھی رضامندی سے معاہدہ صلح توڑا تھا۔

• نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جب آپ مدینہ میں وارد ہوئے، تو یہود سے آپ نے معاہدہ صلح کر لیا۔ لیکن یہود نے بار بار نقض عہد اور بدعہدی کا مظاہر کیا ہر مرتبہ جب آپ نے ان سے جنگ کی غالب آئے۔

• آخر میں آپ نے خیبر کے یہود سے صلح کی، بشرط یہ رکھی کہ زمین آپ کی ہوگی۔ وہ وہاں کادکن کی حیثیت سے رہیں گے۔ جب تک آپ چاہیں۔

آپ کے اس عمل سے اس بات کی دلیل ملتی ہے کہ کام کے وقت دشمن سے صلح کرنا اپنی معین کی ہوتی مدت کے لیے جائز ہے اور اس معاہدے کو وہ اپنا صواب دید پر جب چاہے فسق کر سکتا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر منسوخ حکم ہے۔

تَاذَاتُ الدِّعَاكَ

حَضَّةٌ سَوْمٌ

مُصَنَّفَةٌ

مُتَرَجِّمَةٌ

عَلَّامِ حَسَانِ فِطْرٍ ابْنِ تَيْمٍ

سَيِّدِ بَيْتِ حَمْدِ حَفَرِي نَدْوِي

نَفِيسٌ كَيْدِي

بَلَاغِي سَطْرِيٹ ————— کراچی نمبر

قیمت :- بارہ روپیہ مجلد